فتاویٰ حلیمیہ

مؤلف

یادگار اسلاف - خلیفۂ حضرت مفتی اعظم ہند و حضرت قطب مدینہ
بانی - جامعہ ضیائیہ فیض الرضا، ددری، سیتامڑھی، بہار، ہند

مُفتی محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

دامت برکاتہم العالیہ

جامع فتاوی

علامہ مولانا مفتی یحییٰ رضا قادری نوری مصباحی

ترتیب و تخریج

مفتی وسیم اکرم قادری مصباحی ✽ مفتی سرفراز قادری مصباحی
اساتذہ - جامعۃ المدینہ فیضان عطار، نیپال

ناشر
جامعہ ضیائیہ فیض الرضا
ددری، سیتامڑھی، بہار، ہند

اشتراک عمل
اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن،
حیدرآباد دکن

تقسیم کار
HALIMI EDUCATION & MARKETING GROUP
CUTTACK, ODISHA, INDIA

فتاویٰ حلیمیہ
مفتی محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

فتاوی حلیمیہ

یادگار اسلاف-خلیفۂ حضرت مفتی اعظم ہند و حضرت قطب مدینہ
بانی-جامعہ ضیائیہ فیض الرضا، ددری، سیتامڑھی، بہار، ہند

علامہ مفتی محمد عبد الحلیم صدیقی رضوی اشرفی

دامت برکاتہم العالیہ

جامع فتاوی

علامہ مولانا مفتی یحییٰ رضا قادری نوری مصباحی

ترتیب و تخریج

مفتی وسیم اکرم قادری مصباحی ❁ مفتی سرفراز قادری مصباحی

[اساتذہ-جامعۃ المدینہ فیضان عطار، نیپال]

ناشر
جامعہ ضیائیہ فیض الرضا
آل انڈیا حلیمی فاؤنڈیشن

اشتراک عمل
اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن،
حیدرآباد دکن

تقسیم کار
HALIMI EDUCATION & MARKETING GROUP
CUTTACK, ODISHA, INDIA

بفیضِ روحانی: حضرت مفتی اعظم ہند و حضرت قطب مدینہ

✿......نام کتاب : **فتاوی حلیمیہ**

✿......صاحب فتاوی : علامہ مفتی محمد عبد الحلیم صدیقی رضوی اشرفی

[خلیفۂ حضرت مفتی اعظم ہند و حضرت قطب مدینہ/ بانی - جامعہ ضیائیہ فیض الرضا، ددری، سیتامڑھی، بہار، ہند]

✿......جامع فتاوی : علامہ مولانا مفتی یحییٰ رضا قادری نوری مصباحی

✿......ترتیب وتخریج: مفتی وسیم اکرم قادری مصباحی/مفتی سرفراز قادری مصباحی

[اساتذہ-جامعۃ المدینہ فیضان عطار، نیپال]

✿......تصحیح ونظر ثانی : ماہر علم میراث حضرت علامہ مفتی نسیم احمد مصباحی [مفتی واستاذ-الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور]

✿......پروف ریڈنگ : مفتی وسیم اکرم قادری مصباحی/مفتی سرفراز قادری مصباحی

✿......سیٹنگ : محمد زبیر قادری/ بشارت علی صدیقی

✿......اہتمام وانتظام : محمد بشارت علی صدیقی قادری اشرفی، جدہ شریف، حجاز مقدس

✿......اشاعت اوّل : 1441ھ/2020ء

✿......ناشر : جامعہ ضیائیہ فیض الرضا/آل انڈیا حلیمی فاؤنڈیشن

✿......اشتراکِ عمل : اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد، دکن-

✿......تقسیم کار : HALIMI EDUCATION & MARKETING GROUP

✿......صفحات : ✿......ہدیہ :

✿ ملنے کے پتے ✿

☆......جامع فتاوی-مفتی یحییٰ رضا مصباحی- 09323282319

☆......سُنّی پبلی کیشنز، دریا گنج، دہلی- 09867934085

☆......اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد- 09502314649

☆......مکتبہ نورالاسلام، شاہ علی بنڈہ، حیدرآباد- 09966387400

☆......عرشی کتاب گھر، میر عالم منڈی، حیدرآباد- 09440068759

HALIMI EDUCATION & MARKETING GROUP

CUTTACK, ODISHA, INDIA Mob. 07064596492

انتساب

حضرت محدث اعظم مخدوم ملت

حضرت علامہ مولانا مفتی سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی

علیہ الرحمہ

مفتی اعظم ہند۔شہزادہ اعلی حضرت

حضرت علامہ مولانا مفتی مصطفی رضا قادری نوری بریلوی

علیہ الرحمہ

خلیفہ اعلی حضرت،قطب مدینہ

حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین احمد صدیقی قادری مدنی

علیہ الرحمہ

مجاہد ملت

حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمن عباسی قادری

علیہ الرحمہ

شیر بہار محدث مظفر پوری

حضرت علامہ مولانا مفتی احسان علی قادری رضوی

علیہ الرحمہ

فہرست مضامین

عرضِ دل

نحمدہ و نصلی و نسلم علی حبیبہ الکریم

اکابر علمائے اہل سنت نے ملک کے مختلف مرکزی جامعات میں اپنے اپنے عہد میں مسند افتاء کو زینت بخشی ہے۔ ان اکابر فقہاء کے لاکھوں فتاوی میں سے کچھ ہی بزرگوں کے فتاوی کسی حد تک دستیاب ہوکر شائع ہوئے ہیں۔ اکثر علمائے اہل سنت اور مفتیان کرام کے فتاوی اب دستیاب نہیں ہو پاتے، اور اگر دستیاب ہوتے بھی ہیں تو ان فتاوی کی تعداد بہت کم ہوتی ہے، اس کا سب سے بڑا سبب ان علوم وفنون کے خزانوں کو جمع اور مرتب کرنے کی طرف عدم توجہی یا حوادث زمانہ کی وجہ سے ان فتاوی کا ضائع ہوجانا ہوتا ہے۔ خلفائے اعلی حضرت میں حضرت ملک العلماء مفتی سید محمد ظفر الدین قادری رضوی بہاری علیہ الرحمہ، حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین قادری مرادآبادی علیہ الرحمہ اور حضرت محدث اعظم مخدوم ملت سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ، وغیرہا جیسی عظیم ہستیاں صاحب فتاوی تھے، مگر اب ان بزرگوں کے کچھ ہی فتاوی محفوظ رہ پائے۔ اسی طرح زمانہ حاضر میں بھی کچھ ایسے اکابر ہیں جن کے فتاوی تو ہزاروں میں ہیں، مگر فتاوی کی دستیاب شدہ تعداد کم ہے۔

اکابرین کے فتاوی وفقہی آراء کو جمع کرنا کئی جہت سے ایک اہم اور ضروری کام ہے۔ اس احساس ذمہ داری کے تحت میں نے والد گرامی وقار فقیہ اسلام، خلیفۂ حضرت مفتی اعظم ہند وحضرت قطب مدینہ- حضرت مفتی عبدالحلیم صدیقی رضوی اشرفی دامت برکاتہم العالیہ [بانی- جامعہ ضیائیہ فیض الرضا، ددری، سیتامڑھی، بہار، ہند] کے دستیاب شدہ فتاوی جمع کرنے کی سعی کی ہے تاکہ کسی حد تک آپ کے فتاوی محفوظ ہوجائیں اور عوام اہل سنت کو استفادے کا موقع مل پائے۔ کئی سال قبل والد گرامی وقار کی کتابوں کو صاف کررہا تھا اسی اثنا ایک انتہائی بوسیدہ رجسٹر نظر آیا، الٹ پلٹ کر دیکھا تو وہ والد گرامی قبلہ کے تحریر کردہ فتاویٰ تھے، والد صاحب کو دکھایا۔ انھوں نے بتایا کہ یہ ابتدائی دور کے چند فتاویٰ ہیں، اس کے علاوہ اور بھی کئی ضخیم رجسٹر **جامعہ عربیہ اسلامیہ، ناگپور** میں ہیں۔ الحمدللہ یہ سارے فتاویٰ، خلیفہ اعلی حضرت شیخ المشائخ سید علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی، تلمیذ حضرت صدر الافاضل- فقیہ عصر حضرت مفتی عبدالرشید اشرفی نعیمی فتحپوری صاحب علیہ الرحمہ والرضوان [بانی- جامعہ عربیہ اسلامیہ، ناگپور] کے مصدقہ ہیں۔ کچھ دنوں بعد قاضی مہاراشٹر، مفتی ممبئی حضرت علامہ مفتی اشرف رضا قادری مصباحی صاحب [قاضی- ادارہ شرعیہ، مہاراشٹر، بمبئی] ایک تقریب کے سلسلے میں ناگپور تشریف لائے۔ انھیں یہ رجسٹر دکھایا اور جامعہ عربیہ کے رجسٹر کے متعلق بتایا۔ آپسی مشورہ سے یہ طے ہوا کہ فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی عبدالرشید صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کے شہزادے، مخدوم گرامی وقار حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب مدظلہ العالی سے ملاقات کرکے والد صاحب کے فتاویٰ کا رجسٹر

حاصل کرتے ہیں۔ مفتی اشرف رضا صاحب قبلہ کی معیت میں جامعہ عربیہ مفتی عبد القدیر خان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے بڑی خندہ پیشانی سے استقبال کیا ہم نے اپنا مدعا پیش کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اسے تلاش کراوتا ہوں۔ ہم مسلسل حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے مفتی اشرف رضا صاحب نے اسی وجہ ایک ہفتہ ناگپور قیام فرمایا مگر بقول حضرت مفتی عبد القدیر خان صاحب قبلہ کے وہ رجسٹر تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکے۔

میں نے اپنے پاس موجود اس رجسٹر کو بمبئی لے آیا کئی پروفیشنل کمپوزر کو ٹائپ کرنے کے لیے دیا مگر وہ نہ کر سکے پھر میں نے اسے حضرت مولانا حامد رضا مصباحی رائپوری سیتامڑھی صاحب کو دیا انھوں نے اپنی کثیر مصروفیات کے باوجود بڑی عرق ریزی کے ساتھ کمپوزنگ کے فرائض انجام دیئے، کمپوزنگ کے بعد اسے عزیز گرامی وقار حضرت مولانا مفتی وسیم اکرم قادری رضوی مصباحی صاحب اور حضرت مولانا مفتی سرفراز قادری مصباحی صاحب نے جامعۃ المدینہ- فیضان عطار، نیپال کے کچھ طلبہ کے ساتھ ملکر بڑی عرق ریزی کے ساتھ کمپوزنگ کی غلطیوں کے ساتھ ساتھ ترتیب وتخریج کام بھی انجام دیا۔ چونکہ ان فتاویٰ پر کسی کہنہ مشق مفتی کی نظر ثانی کی ضرورت تھی لہذا از ہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے عظیم مفتی واستاذ ماہر علم میراث حضرت علامہ مفتی نسیم احمد مصباحی صاحب قبلہ کی خدمت میں عرض گزاری کی حضرت نے اپنی کثیر مصروفیات کے باوجود میری گزارش کو قبول فرمایا اور اول تا آخر بالاستیعاب مطالعہ فرمایا مزید اپنے تاثرات سے بھی نوازا۔ اس کے بعد اپنی مصروفیات کے باعث معاملہ امروز فردا پہ ٹلتا رہا۔ پھر حضرت مفتی اشرف رضا صاحب قاضی- ادارہ شرعیہ مہاراشٹر کی خدمت میں پیش کیا انھوں نے بھی اپنے تاثرات قلم بند فرما کر عطا کیے۔ مقدمہ کے لیے انتہائی کم عمری میں علماء وفقہاء کے درمیان اپنی علمی و فقہی شناخت پیدا کرنے والی عظیم شخصیت عزیز از جان حضرت مولانا مفتی محمد فاروق خان مہائمی مصباحی [استاذ ومفتی- دار العلوم محبوب سبحانی کرلا، بمبئی] کی خدمت میں عرض گزاری کی انھوں نے میری گزارش کو بغیر کسی چون وچرا قبول فرما کر چند دنوں میں ہی ایک جامع مختصر مگر وقیع مقدمہ تحریر فرمایا۔ میں نے **فتاوی حلیمیہ** کی فائل حضرت مولانا سید منظر چشتی صاحب، کچھوچھہ شریف کی خدمت میں پیش کی تو حضرت قبلہ نے یہ تاریخیں استخراج فرمائی: مجلی التحفۃ الالھیۃ فی الفتاوی الحلیمیۃ [۱۴۴۱ھ]؛ نسخۂ بے عدیل فتاوی حلیمیہ [۱۴۴۱ھ]؛ ہادئی ہند یعنی فتاوی مفتی عبد الحلیم [۱۴۴۱ھ]۔ اسی درمیان محب گرامی وقار حضرت مولانا بشارت علی صدیقی اشرفی صاحب [اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد دکن] کو مکمل فائل پیش کر دیا تا کہ وہ اپنے اہتمام وانتظام سے **فتاوی حلیمیہ** پر مزید کچھ اہم اشاعتی کام کرلیں۔ انھوں نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ از سرنو فتاوی مطالعہ کر کے ابتدائی صفحات ترتیب دیے، مولانا شیر محمد مصباحی صاحب سے حضرت والد گرامی قبلہ کے مختصر حالات ترتیب کروائے، کچھ حصوں پر نظر ثانی کی، اپنے دوست اور رفیق گرامی جناب زبیر قادری صاحب کی معاونت حاصل کی، سیٹنگ مکمل کر کے اس مجموعہ فتاوی کو اپنے آخری اشاعتی مرحلہ تک پہنچایا۔ جامعہ ضیائیہ فیض الرضا، ددری، سیتامڑھی، بہار اور آل انڈیا حلیمی فاؤنڈیشن نے اس کار خیر میں مالی تعاون فرمایا ہے اور اشاعت وطباعت **فتاوی حلیمیہ** کے سارے معاملات اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد کے سپرد کر دیے ہیں۔ اب ان تمام احباب، حضرات واداروں کی کاوشیں آپ کے سامنے ہیں۔

میں مذکورہ بالا تمام افراد کا شکر گزار ہوں اور مولیٰ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ جن جن لوگوں نے اس کی اشاعت میں جس طرح بھی کوششیں کی اللہ تعالیٰ ان کو پیارے حبیب ﷺ کے صدقے دو جہاں کی بھلائیاں عطا فرمائے خیر وسلامتی عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ!

نوٹ:

فتاوی کی ترتیب وتدوین میں احتیاط سے کام لیا گیا ہے، مگر پھر بھی بتقاضہ بشری کوئی خامی رہ گئی ہوگی، گزارش ہے کہ کسی بھی طرح کی خامی و غلطی پانے پر براہ راست مجھ سے رابطہ کرلیا جائے تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کرلی جائے۔ جزاك اللہ خیرا!

یحییٰ رضا نوری مصباحی

استاذ الحدیث،

جامعۃ المدینۃ کنزالایمان

ممبئی، ہند

❁❁❁

تاثرات جلیل

حضرت علامہ مولانا

محمد نسیم احمد مصباحی

دامت برکاتہم العالیہ

استاذ و مفتی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ والصلاۃ والسلام علی نبیہ وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

بقیۃ السلف حضرت علامہ مفتی عبدالحلیم صاحب دام ظلہ العالی جماعت اہلِ سنت کے ایک معزز و باوقار عالم دین و مفتی ہیں، آپ کے ہاتھوں میں جو فتاوے کا مجموعہ بنام ''**فتاوی حلیمیہ**'' ہے، حضرت ہی کے قلم سے صادر ہونے والے فتاوے ہیں۔ جو یقینا لائق تعریف و ستائش ہے۔ اسلوبِ بیان نہایت ہی اچھوتا ہے اور اس قدر عام فہم ہے کہ معمولی اردو جاننے والا بھی آسانی سے سمجھ لے گا۔

فی الحال ''**فتاوی حلیمیہ**'' کی جلدِ اول آپ کی آنکھوں کی زینت بن رہی ہے، جو'' کتاب الطھارۃ، کتاب الصلاۃ ، کتاب الجنائز ، کتاب الزکاۃ، کتاب الصوم ، کتاب الحج ، کتاب النکاح ، کتاب الطلاق، کتاب الأیمان ، کتاب السیر ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الاضحیۃ ، کتاب الحظر والاباحۃ ، کتاب المیراث اور کتاب الشتی '' جیسے اہم مباحث پر مشتمل ہے۔

آپ کے ہونہار صاحب زادے عزیز اسعد مفتی یحییٰ رضا مصباحی نے یہ فتاوے کمپوز کروا لینے کے بعد مجھے نظر ثانی کرنے کے لیے دیے تھے، میں نے اسے بالاستعاب پڑھ لیا ہے، مفتی یحییٰ رضا مصباحی نے بتایا تھا کہ ''یہ والد صاحب کے ابتدائی دور کے فتاوے ہیں جو جامعہ عربیہ، ناگ پور، سے دستیاب ہو سکے ہیں، باقی فتاوے تلاش بسیار کے بعد ابھی نہیں مل پائے ہیں، کوشش جاری ہے، اگر وہ فتاوے مل جائیں گے تو انھیں جلد دوم میں شائع کر دیا جائے گا۔'' اللہ کرے ایسا ہی ہو۔

''**فتاوی حلیمیہ**'' اردو فتاوے کے باب میں ایک قابل قدر اضافہ ثابت ہوگا، کتاب السیر میں عقائد کے تعلق سے حضرت نے جو جواب دیے ہیں، اُس سے حضرت کی مناظرانہ صلاحیت خوب جھلکتی ہے اور یہ احساس ہو جاتا ہے کہ دیگر علوم کے

ساتھ ساتھ فنِ مناظرہ میں بھی آپ یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اہلِ علم اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے مقبول خاص و عام کرے، اور صاحبِ کتاب کے علم و فضل اور صحت و تندرستی اور عمر میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے، مفتی یحییٰ رضا کو آپ کی علمی امانتوں کا وارث اور آپ کا سچا جانشین بنائے، اور ہم سب کو خاتمہ بالخیر کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

محمد نسیم احمد مصباحی

استاد و مفتی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

۲۲/ جمادی الآخرہ/ ۱۴۳۹ھ

۱۱/ مارچ/ ۲۰۱۸ء

تاثراتِ جمیل

قاضی مہاراشٹر، مفتی ممبئی حضرت علامہ

مفتی اشرف رضا قادری مصباحی

دامت برکاتہم العالیہ

[قاضی-ادارہ شرعیہ مہاراشٹر، ممبئی]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وبہ نستعین ونحمدہ ونصلی ونسلم علی حبیبہ المصطفی الحلیم الاشرف

خدمت دین حنیف مذہب اسلام وسنیت ہمیشہ سے اہل اللہ کا شیوہ رہا ہے۔ یہی ایمان کا تقاضا اور خیر امت کا مقصد اصلی ہے، خدمت خلق اور حصول تقرب الٰہی کا مجرب عمل ہے۔ اس میں کار افتاء کو اولیت کا درجہ حاصل ہے امت کے بہترین لوگوں نے دیگر مشاغل خیر کو چھوڑ کر اس کے لئے اپنے کو وقف کر دیا، اس میں جملہ اوامر ونواہی پر عمل کرانے کا جذبہ پیدا ہوتا اور خود احتسابی کی فکر ستاتی رہتی ہے۔عہد رسالت سے آج تک علم وعمل کے تاج دار ہی اس خدمت پر مامور کئے گئے اور قوم مسلم کو بھی ان پر بھر پور اعتماد ہوتا ہے کہ یہ حضرات دین ودنیا کے ہر امور میں ہماری خیر خواہی ہی چاہتے ہیں اور ہمارے بھلے ہی راہ دیکھائیں گے۔

بقیۃ السلف حضرت علامہ مفتی عبدالحلیم صاحب دام ظلہ العالی کی تدریسی صلاحیتوں کا اندازہ اس سے لگوائیں کہ درجنوں طلبہ نے کافیہ زبانی یاد کر کے سنا دیا۔ اس کے سبب عبارت خوانی پر انہیں عبور ہو گیا، آپ کی اس انداز تدریس کا چرچا ہونے لگا۔ بڑے بڑے دارالعلوم سے آفر آنے لگے۔ اسی درمیان تاج الاتقیا استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی عبدالرشید خاں اشرفی تلمیذ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان-بانی ومہتمم -جامعہ عربیہ ناگ پور نے اپنے یہاں بلوایا۔ درس گاہ کے ساتھ دارالافتاء بھی یہ کہہ کر حوالے کیا کہ اس سے پہلے حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب اشرفی ٹانڈوی یہ خدمت انجام دیتے تھے، اب وہ مستعفی ہو کر جا چکے ہیں۔ میں ضفیف ہو چکا ہوں، میرے ذمہ مدرسہ کا کام بھی بہت ہے، اسفار بھی لگے ہوئے ہیں۔ ہاں جواب لکھ کر مجھے دیکھا دیجئے گا۔

مفتی عبدالحلیم صاحب دام ظلہ العالی نے بتا کہ جب میں چھپرہ سے ناگپور آرہا تھا توحضرت پاسبان ملت خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی قدس سرہ السامی نے فرمایا تھا کہ جامعہ عربیہ، ناگپور کا دارالافتا ملک میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جارہاہے، آپ وہاں تدریس کے ساتھ کارافتاء کی بھی کوشش کیجئے گا۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ ذمہ داری قبول کرتے ہوئے حضرت مفتی عبدالرشید خاں صاحب مدظلہ النورانی سے عرض کیا کہ حضور آپ کی نگرانی میں یہاں لوجہ اللہ الکریم فتاوی لکھوں گا مگر اس کا معاوضہ نہیں لوں گا، مدرسہ میں پڑھانے اور امامت کا وظیفہ ملتا ہے، تقریروں میں نذرانے مل جاتے ہیں۔ افتا پر معاوضہ نہیں لوں گا تاکہ اللہ رب العزت سبحنہ وتعالی کے حضور عرض کرسکوں کہ مولی کریم ورحیم عزوجل یہ تیری رضا وخوش نودی کے لئے کررہا ہوں۔ اِستفتاء کا جواب لکھ کر حضرت مفتی عبدالرشید خاں صاحب مدظلہ النورانی کو دیکھا تا اصلاح لیتا پھر مستفتی وڈاک کے سپرد کرتا۔ پھر حضرت نے فرمایا ماشاءاللہ تعالی آپ اچھا لکھتے ہیں، دیکھانے کی ضرورت نہیں، اگر کوئی اہم مسئلہ آجائے تو مشورہ کرلیجئے گا!

انہی فقہاء اسلام ومفتیان کرام دامت برکاتہم السامیۃ وفیوضاتہم العالیۃ میں نمونہ اسلاف حضرت بابرکت مبلغ اسلام مناظر اہل سنت پیر طریقت الشیخ مفتی محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی - سرپرست اعلی دعوت اسلامی ہند حفظہ اللہ الحافظ الحفیظ القوی کے کچھ فتاوے پیش نظر ہیں۔ حضرت مفتی صاحب جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کے ممتاز فارغین میں سے ہیں۔ از میزان تا صحیح بخاری محدث اعظم بہار حضرت مفتی احسان علی قادری رضوی مظفرپوری علیہ الرحمہ کی نگرانی وتربیت میں منظر اسلام کے جید اساتذہ سے جملہ علوم متداولہ میں مہارت حاصل کی۔ حضرت مفسر اعظم ہند، بحر العلوم مفتی افضل حسین رضوی مونگیری وخیر الاذکیا مفتی جہاں گیر احمد اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہم نے خصوصی توجہ فرمائی۔ فراغت کے بعد مادر علمی میں استاد مقرر ہوئے۔ پھر بہار کی اس وقت کی معیاری درس گاہ جامعہ نعیمیہ، چھپرہ میں مبلغ اسلام مفتی نعیم الدین اشرفی مظفرپوری کی استدعا پر تشریف لے گئے آپ کی وجہ سے وہاں کا معیار تعلیم بہت بلند ہوا۔

افتاء کی اہمیت وعظمت کا اس سے اندازہ لگایئے کہ اللہ علیم وحکیم عزوجل نے قرآن مجید میں افتاء کی نسبت خود اپنی جانب فرنائی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

یسئلونك قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ

[سورۃ النساء؛ 176]

اے محبوب! تم سے پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتوی دیتا ہے۔

حضرات انبیاء ومرسلین علیہم افضل الصلوات واشرف التسلیمات بطور فتوی اپنی اپنی قوم کو ہدایات وفرامین جاری فرماتے رہے جس نے بسروچشم قبول کیا اس نے عزت وبادشاہی پائی اور جس نے انکار کیا وہ ذلیل ورسوا ہوا۔ ہمارے آقا سید المرسلین امام الأنبیاء صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وصحبہ وبارك وسلم تو اپنے رب کی عطا سے ساری خدائی کے مالک وحاکم ہیں جن وانس پر ان کی اطاعت وتابع داری لازم ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وبارك وسلم کے فتوے وفیصلے قیامت تک زریں اصول قرار پائے۔ دنیا

کی جس قوم نے بھی ان اصولوں کو اپنایا ان کے یہاں امن وسلامتی کا ماحول برقرار رہا۔ رسول رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وبارك وسلم کے بعد حضرات خلفائے راشدین وحضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوموسی اشعری، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اورام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین نے کارافتا انجام دیتے رہے۔ حضرات تابعین وتبع تابعین سے امام اہل سنت سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا خان الحنفی القادری البریلوی قدس سرہ القوی تک ہزاروں مشہور ومعروف فقہاء ومفتیان کرام کی فہرست کتابوں میں درج ہے۔ ہندوستان میں سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالی کی ذات کارافتاء میں بھی مرکز کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ نے اس میدان میں تنہا وہ کارنامہ انجام دیا ہے کہ صدیوں تک اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ماضی قریب میں حضرت محی الدین اورنگ زیب عالم گیر سلطان ہند رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے پانچ سو فقہائے اسلام کے ذریعہ فتاوی ھندیہ مرتب کروایا، اسے عالم گیر کارنامہ قرار دیا گیا ہے۔ مگر اس میں بھی وہ جامعیت نہیں جو سرکار اعلی حضرت کی تحقیقات میں ہے۔ آپ نے حنفیت کو نئی زندگی عطا فرمائی۔ آپ کی تحقیقات کو دیکھ کر ارباب نقد ونظر پکار اٹھے کہ امام الائمہ کاشف الغمہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ آپ کی تحقیقات کو دیکھتے تو آپ کو اپنے تلامذہ میں شامل فرمالیتے۔ اعلی حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ کے جید تلامذہ وخلفاء بڑی لگن اور محنت سے فقہ وافتاء کی خدمت انجام دی آج برصغیر میں سینکڑوں ذمہ دار مفتیان کرام اسلام وسنیت کی خدمت انجام دے رہے ہیں اور ان کے علمی وفقھی کارنامے وفتاوے ان سے منسوب ہوکر منصۂ شھود پر آرہے ہیں۔

فجزاھم اللہ الکریم عنا خیرالجزاء!

حضرت مفتی صاحب قبلہ نے فرمایا کہ ایک سوال آیا تھا کہ شوہر نے بیوی کو ایک طلاق دے دی ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟ جواب تحریر کیا کہ ایک طلاق رجعی واقع ہوئی، دوران عدت شوہر کو رجعت کا حق ہے۔ اگر رجعت نہیں کیا تو بعد عدت عورت آزاد ہے۔ عموما یہی لکھا و بتایا جاتا ہے، مگر حضرت مفتی عبدالرشید خاں اشرفی فتح پوری ثم ناگپوری نے جواب کی اصلاح فرماتے ہوئے لفظ آزاد کو قلم زد فرمادیا اور اس کی جگہ لفظ مختار ثبت فرمایا۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نظامی صاحب سے اس کا تذکرہ کیا تو پاسبان ملت [بانی ادارہ شرعیہ مہاراشٹر ممبئی] نے فرمایا کہ میں نے اسی لئے تاکید کیا تھا کہ وہاں جارہے ہیں تو حضرت مفتی صاحب سے کارافتاء میں تربیت ضرور لیجئے گا۔ دیکھئے آزاد ومختار میں زبان وادب اور تہذیب واحتیاط کا کتنا واضح فرق ہے۔

مفتی صاحب قبلہ نے جامعہ عربیہ ناگ پور میں ہزاروں فتاوی ارقام فرمائے جو وہاں کے نقل رجسٹر میں محفوظ ہیں۔ اس کی طباعت واشاعت کے لئے میں نے ارادہ کیا تھا، جامعہ عربیہ ناگ پور کے موجودہ مھتمم حضرت مفتی عبدالرشید خاں رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے صاحب زادے مفتی عبدالقدیر خان صاحب سے عرض کیا کہ مجھے وہ رجسٹر دے دیں جس میں مفتی عبدالحلیم صاحب رضوی اشرفی کے فتاوے درج ہیں، میں زیروکس کرلوں یا آپ زیروکس کرادیں۔ اصل آپ ہی کی تحویل میں رہے۔ وہ وعدہ کرتے رہے کہ ہاں دے دوں گا، میں خاص اسی مقصد کے لیے ناگ پور گیا، ایک ہفتہ وہاں اس کے لئے ٹھیرا رہا۔ مگر انھوں نے فتاوی کے مطلوبہ رجسٹر فراہم نہیں کیے۔ بالآخر میں رنج وغم کے ساتھ واپس ممبئی آگیا۔

مفتی صاحب کے کچھ فتاوے کی نقل جو گھر پر تھی یا جو شاگردوں ومریدوں کے پاس تھے ان کے تیسرے صاحب

زادے حضرت مولانا مفتی یحییٰ رضا نوری مصباحی صدر المدرسین الجامعة المدینة (دعوت اسلامی) ممبئی نے مرتب فرمایا تبویب کی۔ کتابت کروایا فہرست سازی کی، پروف ریڈنگ کی، **فتاوی حلیمیہ** سے موسوم کیا، اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ استفادہ کریں اور دعا فرمائیں کہ اللہ کریم ورحیم عزوجل اپنے حبیب اکرم ومحبوب مکرم ومحب کریم صلی اللہ تعالی علیہ وبارك وسلم وان کے پیاروں کے صدقے حضرت بابرکت فقیہ اسلام مفت عبدالحلیم صاحب رضوی اشرفی مدظلہ العالی والنورانی کی عمر میں خیر وعافیت اور صحت وسلامتی کے ساتھ برکت عطا فرمائے۔ مرتب وناشر کو بہترین جزاء دے۔ مذکورہ مفقود رجسٹر جب بھی دستیاب یوگا، نئے آب وتاب کے ساتھ پھر سے مرتبکیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالی!

مفتی اشرف رضا قادری مصباحی

قاضی۔ ادارہ شرعیہ، مہاراشٹر، بمبئی

❁❁❁

مقدمہ

مفتی فاروق خاں مہائمی مصباحی

دامت برکاتہم العالیہ

استاذ و مفتی- دارالعلوم محبوب سبحانی، بمبئی، مہاراشٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ والصلاۃ والسلام علی نبیہ وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

فقیہ اہلِ سنت مفتی عبدالحلیم اشرفی دام ظلہ نے مفتی عبدالرشید اشرفی علیہ الرحمہ کی نگرانی میں بڑی عرق ریزی کے ساتھ مشقِ افتا کیا اور ۱۹۷۱ء سے جامعہ عربیہ، ناگ پور میں خدمت فقہ وافتا انجام دینے لگے۔ آپ کے قلم سے ہزاروں فتاویٰ صادر ہوئے جو جامعہ عربیہ ناگ پور کے رجسٹر میں محفوظ ہیں؛ مگر کچھ وجوہات کی بنیاد بنا پر وہ حاصل نہیں ہو پا رہے ہیں، تاہم اُن کے حصول کی کوششیں جاری ہے۔

آپ کے ہاتھوں میں مفتی عبدالحلیم صاحب کے فتاوں کی پہلی جلد ہے، جن میں وہ فتاوے شامل ہیں جنھیں آپ کے لائق و فائق صاحب زادے حضرت مفتی یحییٰ رضا مصباحی نے بڑی محنت ومشقت سے حاصل کیے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اگر جامعہ عربیہ، ناگ پور کے فتاوں کا رجسٹر ہاتھ لگ جائے گا تو مزید جلدیں بھی آپ کے مطالعہ کی میز کی زینت بنے گیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پندرہ صدیوں میں پھیلی ہوئی ہندوستانی فقہ وافتا کی اجمالی تاریخ پیش کر دی جائے:

۱۵ رصدیوں میں پھیلی ہوئی ہندوستانی فقہ وافتا کی اجمالی تاریخ

مسلمانوں کا فقہ سے تعلق ایسا ہی ہے جیسا جسم کا تعلق غذا سے ہے، جہاں بھی مسلمان ہوں گے وہاں فقہ بھی ہوگا؛ کیوں کہ جس طرح جسم کو زندہ رکھنے کے لیے غذا کی ضرورت ہوتی ہے؛ بالکل اسی طرح مسلمانوں کو روزمرہ کی زندگی گزارنے کے لیے فقہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان میں فقہ وافتا کی تاریخ کا آغاز اسی وقت سے ہوجاتا ہے جب سے مسلمانوں کے قدم یہاں پڑے، اور یہ بات تحقیق سے ثابت ہوچکی ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا ورود عہد خلافت عمر رضی اللہ تعالی عنہ میں ہوا۔

۱۵ھ میں مسلمانوں کا پہلا لشکر سندان، تھانہ، بھڑوچ میں آیا تھا۔ اور پہلی صدی ہی میں ہندوستان کے کئی علاقوں میں اسلامی حکومتیں قائم ہوگئی تھی[۱]

اور پھر جیسے جیسے اسلامی حکومت ہندوستان میں پھیلتی گئی، مسلمان ان علاقوں میں آباد ہوتے گئے، ویسے ویسے اسلامی احکام نافذ کرنے اور مسلمانوں کو ان کی فقہی غذا فراہم کرنے کے لیے اُن علاقوں میں قاضیوں کا تقرر ہوتا گیا۔ اسلامی حکومت ہی نہیں؛ بلکہ ہندو مہاراجوں نے بھی اپنی حکومت میں مسلمان قاضی مقرر کر رکھے تھے، جو ان علاقوں میں مسلمانوں کے امور و معاملات اسلامی قانون کے مطابق حل کرتے تھے، اس زمانے میں اس عہدے کو ''ہنرمند'' کہا جاتا تھا جو دراصل اسلامی عدالت ہوا کرتی تھی۔[۲]

بسیار تلاش و جستجو کے باوجود ہمیں عہد فاروقی کے قضاۃ کے ناموں کا سراغ نہ مل سکا، تاہم عہدِ عثمان اور بعد کے فقہا و قضاۃ کا ذکر ہمیں ملتا ہے، ''علماے ہند اور خدمت فقہ و افتا'' اتنا وسیع عنوان ہے، جو مکمل پندرہ صدیوں پر پھیلا ہوا ہے، اگر ہر سطر پر ان فقہا کے صرف نام لکھے جائیں تو درجنوں صفحات سیاہ ہوجائے۔ اس لیے ہم یہاں صرف ان ہی فقہا کا تذکرہ کریں گے جنھوں نے خاص فقہ و افتا کے میدان کو خدمتِ خلق کا ذریعہ بنایا اور اپنے بعد کتابی شکل میں فقہی یادگاریں چھوڑ گئے۔ ساتھ ہی ہر صدی کے کچھ فقہا کا بھی ذکر کریں گے؛ تاکہ ''فقہاے ہند'' کی پندرہ صدیوں پر مشتمل تاریخ کا سلسلہ منقطع نہ ہونے پائے۔

پہلی صدی:

(۱) صحابیِ رسول حکیم بن جبلہ عبدی: آپ عہد عثمانی میں منصب قضا پر فائز کیے گئے۔ (۲) فقیہ سعید بن اسلم کلابی (۳) فقیہ مجاعہ بن سعر تمیمی (۴) فقیہ محمد بن ہارون نمیری (۵) فقیہ عمر بن عبید اللہ بن معمر تمیمی (۶) فقیہ ابن اسید بن اخنس بن شریق ثقفی۔ مذکورہ پانچ فقہا (۲ سے ۶ تک) عبد الملک بن مروان کی طرف سے سندھ کے علاقوں میں قاضی تھے۔[۳]

(۷) فقیہ موسیٰ بن یعقوب ثقفی: آپ کو محمد بن قاسم نے ۹۳ھ میں رور (الور) کے منصب قضا پر فائز کیا تھا۔ اور آپ کے بعد آپ کی اولاد میں صدیوں تک منصب قضا باقی رہا۔[۴]

دوسری صدی:

(۸) فقیہ ربیع بن صبیح سعدی: آپ بڑے فقیہ و محدث تھے، سفیان بن ثوری جیسے مجتہد نے آپ سے روایت کی ہے، آپ کی وفات ۱۶۰ھ میں سندھ میں ہوئی۔[۵]

(۹) فقیہ نجیح بن عبد الرحمٰن ابو معشر سندھی: آپ بڑے پائے کے محدث تھے، ذہبی نے آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کرایا

۱۔ مسلمان اور ہندوستان، ص: ۱۲۳ تا ۱۲۵، از مولانا بدالقادری مصباحی، مطبوعہ المجمع الاسلامی۔

۲۔ آب کوثر، ص: ۴۴، از شیخ محمد اکرام، مطبوعہ ادبی دنیا، دہلی۔

۳۔ العقد الثمین فی فتوح الہند و من ورد فیہا من الصحابۃ والتابعین، ص: ۲۸۲، اطہر مبارک پوری، مطبوعہ حیدر آباد۔

۴۔ عرب و ہند کے تعلقات، ص: ۱۹۴ بحوالہ فتوح البلدان للبلاذری، مطبوعہ دار المصنفین، اعظم گڑھ۔

۵۔ نزہۃ الخواطر، ج: ۱ ص: ۲۴، از عبد الحئی لکھنوی مطبوعہ: مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد۔

ہے،آپ کی شہرت اس قدر تھی کہ خلیفہ ہارون رشید نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ۱۷۰ھ میں انتقال فرمایا۔[۱]

تیسری صدی:

(۱۰) فقیہ ابوعلی سندھی: آپ کی عظمتِ علمی کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ حضرت بایزید بسطامی کے استاد تھے۔ ۲۶۱ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔[۲] (۱۱) فقیہ آل ابوشوارب، آپ سندھ کے مشہور علاقے ''منصورہ'' میں منصبِ قضا پر فائز تھے۔[۳]

چوتھی صدی:

(۱۲) فقیہ ابوسعید معروف بن زکریا: آپ ۳۰۴ھ میں چیمور (چیمبور) کے منصبِ قضا پر فائز تھے[۴]۔ (۱۳) فقیہ احمد بن محمد منصوری: آپ سندھ کے مشہور شہر ''منصورہ'' کے قاضی تھے۔[۵] اِن کے علاوہ (۱۴) فقیہ ابراہیم بن محمد دیبلی اور (۱۵) فقیہ فتح بن عبداللہ سندھی کا نام بھی اس صدی کے علما وفقہا کی فہرست میں ملتا ہے۔[۶]

پانچویں صدی:

(۱۶) قاضی علی شیرازی (۱۷) فقیہ اسماعیل لاہوری، آپ دونوں مسعود بن محمود غزنوی (متوفیٰ ۴۳۲ھ) کے دورِ حکومت میں قاضی تھے۔[۷]۔ ان کے علاوہ (۱۸) فقیہ فخر الدین زنجانی کا نام بھی ملتا ہے۔[۸]

چھٹی صدی:

(۱۹) فقیہ محمد عثمان جوزجانی لاہوری: ۵۸۳ھ میں شہاب الدین غوری نے آپ کو لاہور کا قاضی بنایا تھا، پھر ۵۸۹ھ میں بہاء الدین بامیانی آپ کو قضاے اکبر کا عہدہ دے کر تمام شرعی منصب آپ کے حوالے کر دیے۔ ۵۹۳ھ کے آس پاس آپ کا انتقال ہوا۔[۹] آپ کے علاوہ (۲۰) فقیہ عبدالصمد بن عبدالرحمٰن لاہوری (۲۱) فقیہ ابوالحسن علی بن عمر (۲۲) فقیہ ابوجعفر عمر بن اسحاق لاہوری (۲۳) فقیہ ابوالعباس احمد بن محمد بن صالح تمیمی قاضیِ منصورہ (۲۴) فقیہ محمد بن محمد بن خلف لاہوری اس صدی کے ممتاز علماے کرام وفقہاے عظام میں سے تھے۔[۱۰]

---

[۱]۔ ایضاً،ص: ۳۵-۳۶۔

[۲]۔ ایضاً،ص: ۳۹۔

[۳]۔ عرب وہند کے تعلقات،ص: ۳۴۳۔

[۴]۔ ایضاً،ص: ۲۸۱-۲۸۲۔

[۵]۔ نزہۃ الخواطر،ج: ۱ ص: ۵۰۔

[۶]۔ ایضاً،ص: ۴۹ و ۵۶۔

[۷]۔ آبِ کوثر،ص: ۶۲ و ۶۴، از شیخ محمد اکرام،مطبوعہ ادبی دنیا،دہلی۔

[۸]۔ نزہۃ الخواطر،ج: ۱ ص: ۶۳، از عبدالحئی لکھنوی،مطبوعہ: مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ،حیدرآباد۔

[۹]۔ ایضاً،ج: ۱،ص: ۸۴-۸۵۔

[۱۰]۔ ایضاً،ج: ۱،ص: ۸۲ و ۸۵-۸۶۔

ساتویں صدی:

(۲۵) قاضی اسماعیل بن علی سندھی: آپ سندھ کے علاقے میں الور کے قاضی تھے(۲۶) قاضی جلال الدین کاشانی دہلی کے قاضی تھے بعد میں اودھ کے قاضی بنائے گئے اور ۶۴۷ھ میں پھر سے دہلی کے قاضی بنائے گیے ،۶۴۸ھ میں انتقال فرمایا۔(۲۷) قاضی عثمان بن محمد بن عثمان جوزجانی: سلطان شمس الدین التمش نے آپ کو گوالیار کا قاضی بنایا تھا۔(۲۸) قاضی شمس الدین بہرائچی: آپ بہرائچ کے قاضی تھے۔ان کے علاوہ(۲۹) قاضی شمس الدین مارہروی(۳۰) قاضی ظہیر الدین دہلوی (۳۱) قاضی شمس الدین مراخی صدی کے ممتاز فقہا وقضاۃ میں سے تھے۔[۱]

آٹھویں صدی:

(۳۲)صاحب فتاوی تاتارخانیہ حضرت فقیہ زین الدین عالم بن کلا دہلوی: آپ نے خان اعظم تاتارخاں- جو سلاطین تغلق کے امرا میں سے تھے- کے ایما پر ان فتاوں کو ترتیب دینا شروع کیا تھا،۷۷۷ھ میں اسے مکمل کر دیا۔ کہتے ہیں کہ سلطان فیروز شاہ نے خواہش ظاہر کی تھی کہ اس مجموعے کو ان کے نام سے موسوم کر دیا جائے؛ مگر آپ نے تاتارخاں کے احسانات کی وجہ سے انکار کر دیا۔[۲] ہندوستان میں اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کتاب سے ہندوستان میں فقہ حنفی کی با ضابطہ تدوین ہوئی۔عرب وعجم میں اس سے یکساں استفادہ کیا جاتا ہے،کئی مستند کتابوں میں اس کے حوالے ملتے ہیں۔

(۳۳)فقیہ شیخ داود بن یوسف خطیب: آپ کی فقہی یادگار، فتاوی غیاثیہ ہے جسے آپ نے سلطان غیاث الدین تغلق (۷۲۰ھ تا ۷۲۶ھ) کے لیے مرتب کیا تھا۔ یہ مجموعہ ۱۳۲۲ھ میں بولاق،مصر سے شائع ہو چکا ہے۔

نویں صدی:

(۳۴)فقیہ مخدوم علی مہائمی: آپ کا نام علاء الدین علی ہے،۱۰ محرم الحرام ۷۷۶ھ کو مہاراشٹر کے مشہور شہر کلیان میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والدِ ماجد سے حاصل کی، اور والدِ ماجد کے انتقال کے بعد قدرت نے حضرت خضر علیہ السلام سے اکتساب فیض کا موقع فراہم کر دیا،جن سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کر کے یکتاے روزگار ہو گئے۔آپ شافعی المسلک تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے نور نبوت سے اکتساب فیض کرنے والوں کے چار طبقے کیے ہیں اور تیسرے طبقے میں شیخ سہروردی اور غوث اعظم کے ساتھ ساتھ آپ کو شمار کرایا ہے۔

آپ نے کل ۱۰۳/ یا اس کے آس پاس کتابیں تصنیف فرمائی ہیں،ان میں سے ۲۴/ کتابوں کے نام ملتے ہیں، دو کتابیں: ''فتاوی مخدومیہ'' اور ''فقہ مخدومی'' کا تعلق فقہ سے ہے۔سلطان احمد شاہ نے آپ کی فقیہانہ صلاحیت اور تقویٰ وطہارت دیکھ کر آپ کو مہائم کا قاضی بنایا تھا۔۷/ جمادی الآخرہ ۸۳۵ھ میں انتقال فرمایا اور مہائم میں مدفون ہوئے۔[۳]

۱۔ایضا ص:۹۵ و ۱۰۳ و ۱۲۸ و ۱۳۴۔

۲۔ ماخوذ از فتاوی تاتارخانیہ ج:۱،ص:۲۸،مطبوعہ: مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد۔

۳۔ ماخوذ از سوانح مخدوم علی مہائمی، از فاروق خاں مہائمی مصباحی۔مطبوعہ: MSO

(۳۵) فقیہ قاضی شہاب الدین احمد بن محمد گیلانی جون پوری: آپ کا لقب ''نظام الدین'' ہے، سلطان عادل ابراہیم مشرقی نے آپ کو جون پور کا قاضی بنایا تھا۔ ۸۷۵ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی فقہی یادگار میں سے ''فتاویٰ ابراہیم شاہی'' قابل ذکر ہے ،جس میں آپ نے ۱۶۰/کتابوں منتخب مسائل جمع کیے ہیں۔ یہ ایک مستند اور فتاویٰ قاضی خان سے ضخیم فتاویٰ ہے۔[۱]

دسویں صدی:

(۳۶) فقیہ شیخ وجیہ الدین علوی: ۲۲/محرم الحرام/ ۹۱۰ھ محمد آباد، گجرات میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کا نام'احمد'اور لقب'وحید الدین' ہے اور لقب ہی نے اسم کا درجہ لے لیا ہے۔ پانچ سال کی عمر سے تحصیل علوم میں مشغول ہوئے اور یہ مشغولیت ۲۳/سال کی عمر تک جاری رہی، فراغت کے بعد خود آپ نے ایک مدرسہ قائم کیا جس سے بے شمار علما و فضلا نے استفادہ کیا، کچھ مفتی اور قاضی کے القاب سے مشہور ہوئے۔ ۲۹/محرم الحرام/ ۹۹۸ھ میں انتقال فرمایا اور احمد آباد گجرات میں مدفون ہوئے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد کتنی تھی یہ خود ایک تحقیق طلب مسئلہ ہے، مولانا نفیس احمد مصباحی دام ظلہ نے ۵۱/کتابیں شمار کرائی ہیں، جن میں سے حاشیہ علی شرح الوقایہ، حاشیہ علی الھدایہ، حاشیہ علی التلویح، رسالہ ترتیبِ ارکان صلاۃ کا تعلق فقہ و اصول فقہ سے ہے۔[۲]

(۳۷) مولانا عبدالہداد جون پوری: آپ دارالسرور جون پور کے اکابر علما میں تھے، آپ نے ہدایہ، اصول بزدوی، قنیہ، مدارک اور کافیہ کی شروح لکھی ہیں۔ جن میں اوّل الذکر ۳/کتابوں کا تعلق فقہ و اصول فقہ سے ہے۔ آپ بیک واسطہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے شاگرد ہیں۔ ۹۲۲ھ میں انتقال فرمایا۔[۳]

(۳۸) فقیہ نورالدین خوانی ہروی: آپ ۹۲۵ھ یا ۹۲۶ھ میں بابر کے دربار میں پہنچے تھے۔ بابر کے حکم سے فقہ کی سات معتبر مآخذ سے شرعی مسائل مرتب کر کے ایک کتاب تیار کی جو''فتاوی بابری'' کے نام سے مشہور ہوئی، یہ فارسی زبان میں ہے، خدا بخش لائبریری، پٹنہ میں اس کا ایک مخطوطہ موجود ہے۔[۴]

(۳۹) فقیہ قاضی شمس الدین:

آپ شاہ وجیہ الدین علوی کے چچا ہیں، آپ بڑے عالم فاضل فقیہ تھے، احمد آباد کا عہدۂ قضا آپ ہی کے سپرد تھا۔[۵]

(۴۰) فقیہ قاضی سید نصر اللہ علوی: آپ حضرت شاہ وجیہ الدین علوی کے والد بزرگ وار ہیں۔ ماہر فقیہ و مفتی تھے۔ سلطان محمود بیگڑا آپ کو بہت قریب رکھتا تھا، اُسی نے آپ کو منصبِ قضا کا عہدہ بھی سپرد کیا تھا۔ ۹۵۸ھ میں انتقال فرمایا۔ مزار احمد آباد،

۱۔ مفید المفتی، از: مفتی عبدالاول جون پوری، ص: ۲۵۰-۲۵۱، فقیہ ملت اکیڈمی۔

۲۔ ملفوظات شریفہ شاہ وجیہ الدین گجراتی، تقدیم از: مولانا نفیس احمد مصباحی، مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی۔

۳۔ مقدمہ مفید المفتی، از مفتی عبدالاول جون پوری، ص ۱۲۶، ۱۲۷۔

۴۔ ماہنامہ معارف، شمارہ: جولائی، ۱۹۵۰ء، ص: ۴۹۔

۵۔ ملفوظات شریفہ شاہ وجیہ الدین گجراتی، ص: ۱۰۔

نیلی گنبد میں ہے۔[۱]

(۴۱) حضرت شیخ محمد طاہر پٹنی: آپ کا نام 'محمد' اور لقب 'جمال الدین' ہے۔ سلسلۂ نسب، خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے ملتا ہے۔ ۹۱۳ ھ میں گجرات کے قدیم دار السطنت پٹن میں آپ کی ولادت ہوئی، پٹن کے اکابر علما سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا، جس کی تکمیل حرمین شریفین میں ہوئی۔ آپ نے کئی کتابیں یادگار چھوڑیں ہیں، جن میں ''حاشیہ توضیح تلویح'' اور رسالہ ''احکام بشر'' کا تعلق فقہ و اصول فقہ سے ہے۔ ۹۸۶ ھ میں مہدیوں نے آپ کو ناحق شہید کر دیا۔ مزارِ اقدس پٹن میں زیارت گاہ خلائق ہے۔[۲]

گیارہویں صدی:

(۴۲) حضرت شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی: آپ کی ولادت ۹۵۰ ھ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے والدِ محترم حضرت سیف الدین سے حاصل کی، پھر ہندوستان آکر ۱۰۰۰ ھ میں حلقۂ درس قائم کیا، جس میں صدہا طالب علم بیک وقت تعلیم پاتے۔ ایسے تو آپ سے پہلے بھی ہندوستان میں کئی علما گزرے ہیں؛ مگر ہندوستان میں علمِ حدیث عام کرنے والی ذات گرامی آپ ہی کی ہے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد تقریباً ۶۰ ہیں۔ ان میں سے ''تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف''، ''فتح المنان فی تائید النعمان''، ''هداية الناسك الى طريق المناسك'' کا تعلق فقہ سے ہے۔ ۹۴ر سال کی عمر میں ۲۱ر ربیع الاول ر ۱۰۵۲ ھ کو انتقال فرمایا۔[۳]

(۴۳) شیخ نور الدین محث دہلوی: آپ کی ولادت ۹۸۳ ھ میں ہوئی، آپ شیخِ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی کے بڑے صاحب زادے ہیں، آپ حدیث و فقہ، تفسیر و کلام، سیر و تاریخ میں کامل دست گاہ رکھتے تھے۔ بادشاہ شاہ جہاں ایام شہ زادگی ہی سے آپ کے علمی کمالات اور فقہی بصیرت کا قائل تھا، چناں چہ جب وہ تخت نشیں ہوا تو آپ کو اکبر آباد، آگرہ کا قاضی مقرر کر دیا۔ آپ ایک عرصے تک اس منصب پر فائز رہے اور نہایت دیانت داری سے اس ذمے داری کو نبھایا۔ ۹ر شوال ر ۱۰۷۳ ھ کو ۹۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ فقہی یادگار میں ''اثبات رفع المسببه فى التشهد'' قابل ذکر ہے۔[۴]

ان کے علاوہ (۴۴) ملا آخوند محمد کمال الدین، استاذِ حضرتِ مجدد الف ثانی (۴۵) ملا محمود جون پوری (۴۶) فقیہ محمد افضل جون پوری (۴۷) آفتاب پنجاب مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی اور (۴۸) مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی اس صدی کے نامور فقہائے کرام میں سے ہیں۔[۵]

۱۔ ملفوظات شریفہ شاہ وجیہ الدین گجراتی، ص: ۱۱۔

۲۔ محدثین عظام حیات و خدمات، ص: ۶۱۷-۶۲۱، از: ڈاکٹر عاصم اعظمی، مطبوعہ کمال بک ڈپو، گھوسی۔

۳۔ ایضاً، ص: ۶۲۱-۶۳۵۔

۴۔ ایضاً، ص: ۶۳۵-۶۴۲۔

۵۔ مفید المفتی، ص: ۱۳۲-۱۳۶۔

بارہویں صدی:

(۴۹) ملا جیون: آپ کا نام احمد بن ابوسعید ہے۔ سلسلۂ نسب خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ تک پہنچتا ہے۔ ۲۵ر شعبان ۱۰۴۷ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ ملا جیون کے نام سے مشہور ہیں۔ سلسلۂ قادریہ میں مرید تھے اور مرشد سے اجازت وخلافت بھی حاصل تھی۔ ۸ر ذی قعدہ ۱۱۳۰ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ نے کئی یادگار تصانیف چھوڑی ہیں، جن میں سے ''التفسیرت الاحمدیہ'' اور ''نورالانوار'' کا تعلق فقہ اور اصول فقہ سے ہے۔ تفسیراتِ احمدیہ میں آپ نے اُن آیتوں کی فقہی تفسیر کی ہے جنھیں اصولِ فقہ میں کتاب اللہ کہا جاتا ہے، اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ آپ نے اس کی تالیف کا کام دوران طالب علمی ہی سے شروع کر دیا تھا اور فراغت سے ایک سال قبل اسے مکمل بھی کرلیا، اس سے آپ کی فقیہانہ صلاحیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ''نورالانوار'' اصولِ فقہ میں ہے، جوایک عرصے سے ہندوستانی درس گاہوں میں شامل نصاب ہے۔[۱]

(۵۰) حضرت ملا محب اللہ بہاری: بڑے علامہ وفہامہ محدث وفقیہ تھے۔ موضع ''کڑہ'' ضلع بہار کے رہنے والے تھے۔ بادشاہ عالم گیر نے آپ کو ''فاضل خاں'' کا لقب دے رکھا تھا۔ ۱۱۱۹ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی تصانیف نہایت دقیق، معانی سے لبریز اور عمدہ ہوتیں تھی۔ ان میں سے ''سُلّم'' اور ''مسلّم الثبوت'' کا تعلق اصولِ فقہ سے ہے۔[۲]

بارہویں صدی کو فقہ وشریعت کے عروج کا دور کہا جاتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ حضرت اورنگ زیب عالم گیر نے ہندوستان بھر میں شریعتِ اسلامی کو نافذ کیا۔ فتاویٰ عالم گیری جیسی فقہ حنفی کی بے مثال کتاب اسی صدی کی یادگار رہے۔ اس کی تالیف کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت اورنگ زیب عالم گیر نے باقاعدہ طور پر ہندوستان میں اسلامی شریعت کا نفوذ فرمایا تو اس وقت کوئی مبسوط اور جامع کتاب نہ تھی، آپ نے خیال کیا کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کے متعلق صحیح شرعی فیصلہ تک پہنچنے میں دشواری ہوتی ہے؛ اس لیے آپ نے ہندوستان کے ممتاز علما وفقہا کو اس بات کا حکم دیا کہ وہ فقہ کی تمام کتب سے ''مفتیٰ بہ مسائل'' منتخب کر کے ایک کتاب تیار کریں جو فقہ کے تمام ابواب کو محیط ہو۔ آپ نے ان علما وفقہا کے لیے وضائف مقرر کیے ہوئے تھے۔ آٹھ سال کی کڑی محنت کے بعد جب ''فتاویٰ عالم گیری'' تیار ہوگئی تو آپ نے اس کے مرتبین کو انعام واکرام سے نوازا۔ تاریخ کی کتابوں میں اس کے مرتبین میں سے سات فقہا ہی کا ذکر ملتا ہے۔ جن کا ذکر ذیل میں آتا ہے:

(۵۱) حضرت اورنگ زیب عالم گیر: آپ اس جماعت کے سربراہ تھے، آپ روزانہ کتاب کا ایک صفحہ ملّا نظام پڑھوا کر سنتے تھے۔[۳]

(۵۲) علامہ سید ملا نظام الدین ٹھٹوی: آپ جماعتِ فقہا کے صدر تھے، عظیم فقیہ اور جملہ علوم وفنون کے جامع تھے (۵۳) قاضی مولانا محمد حسین جون پوری: شاہ جہاں کے وقت میں آپ الہ آباد کے قاضی تھے۔ (۵۴) مولانا محمد ابوالخیر ٹھٹوی

۱۔ مقدمہ ترجمۂ تفسیرات احمدیہ، ص: ۱۳، مطبوعہ: ادبی دنیا، دہلی۔

۲۔ مفید المفتی، ۱۳۶-۱۳۷۔

۳۔ آب کوثر، ص: ۴۷۷، از: شیخ محمد اکرام، مطبوعہ: ادبی دنیا، دہلی۔

(۵۵) ملا محمد جمیل صدیقی جون پوری: آپ کو حضرت اورنگ زیب نے خاص اسی کام کے لیے جون پور سے بلوایا تھا۔(۵۶) مولانا جلال الدین محمد مچھلی شہری، جون پوری (۵۷) ملّا حامد جون پوری۔[۱]

(۵۸) مفتی ابوالبرکات بن حسام الدین دہلوی: آپ ماہر فقیہ و مفتی تھے۔ ۱۱۱۰ھ میں آپ نے ''فتاویٰ مجمع البرکات'' ترتیب دیا۔ اس کا اصل نام ''فتاوی عجائب البرکات'' تھا، جسے دارالخلافہ دہلی کے ناظم الامور محمد یار خاں کے مشورے سے تبدیل کر کے 'فتاوی مجمع البرکات' کر دیا گیا۔ یہ عربی زبان میں ہے۔ اس کی تالیف میں آپ نے ہندوستان کے عہدِ وسطی کے اہم فقہی مراجع سے مدد لی ہے۔[۲]

تیرہویں صدی:

(۵۹) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی: ۱۱۵۹ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ علومِ درسیہ کی تحصیل والدِ ماجد سے کی، اور ۱۶ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ علمِ حدیث وفقہ میں آپ کا پایہ نہایت بلند وارفع ہے۔ ۱۱۷۶ھ میں جب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا وصال ہو گیا تو آپ ہی ان کے جانشین ہوئے۔ اور اخیر دم تک خدمتِ فقہ وحدیث کرتے رہے۔ ۱۲۳۹ھ میں انتقال فرمایا۔ فقہ میں ''فتاویٰ عزیزیہ'' یادگار تصنیف چھوڑی ہے، جو زبان فارسی میں ہے اور دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔[۳]

(۶۰) مولانا رضا علی خان: ۱۲۲۴ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، مولانا خلیل الرحمٰن صاحب سے علومِ درسیہ حاصل کر کے ۲۲ سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کی۔ اور اپنے ہم عصر علما میں ممتاز و فائق ہو گئے۔ آپ مجددِ اعظم اعلیٰ حضرت کے دادا حضور ہیں۔ خانوادۂ اعلیٰ حضرت میں علمی بہاریں آپ ہی کے توسل سے آئیں۔ آپ جملہ علوم وفنون میں ماہر تھے؛ لیکن طبیعت کا میلان زیادہ فقہ وتصوف کی طرف تھا۔ آپ نے ۱۲۴۶ھ کو سرزمین بریلی میں مسند افتا کی بنیاد رکھی، تب سے لے کر آج تک یعنی ۱۹۵/سال سے اس ''دارالافتاء'' خدمتِ فقہ وافتا ہو رہی ہے۔ خود آپ نے ۳۴/سال تک اس دارالافتاء میں فتویٰ نویسی کا کام بحسن وخوبی انجام دیا۔ ۱۲۸۶ھ میں رحلت فرمائی۔[۴]

(۶۱) مفتی نقی علی خاں: ۱۲۴۶ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ والدِ ماجد سے تعلیم وتربیت پا کر علومِ درسیہ سے فراغت حاصل کی، آپ اپنے وقت میں مرجع فتاوی اور سارے روہیل کھنڈ کے واحد مفتی تھے۔ علمائے عصر آپ کی آرا کو بطور سند تسلیم کرتے تھے اور اپنے فتاوے پر آپ کی تصدیق لازمی وضروری سمجھتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے نزدیک ہندوستان بھر میں دو بندۂ خدا ایسے تھے جن پر کلی طور پر اعتماد کیا جا سکتا تھا، ان میں سے ایک آپ تھے۔ والدِ ماجد نے خصوصی تعلیم دے کر مسندِ افتا پر فائز کیا تھا، تب سے اخیر عمر

۱۔ مفید المفتی، ص: ۱۳۸-۱۳۹۔

۲۔ اودھ میں افتا کے مراکز، ص: ۴۶۵، از: ڈاکٹر اشتیاق احمد، مطبوعہ: شیروانی آرٹ پرنٹرز، دہلی۔

۳۔ علمائے اہل سنت، ص: ۱۴۱-۱۴۲، محمد احمد قادری، مطبوعہ: سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، فیصل آباد۔

۴۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج: ۱، ص: ۸۴-۸۵، از: ملک العلماء، ترتیب جدید مفتی مطیع الرحمٰن رضوی، مطبوعہ: رضا اکیڈمی۔ و اصول الرشاد، ص: ۲۱، حالات مصنف، از مولانا حنیف بریلوی۔

تک خدمتِ فقہ وافتا کرتے رہے۔ اعلیٰ حضرت نے ''جواہر البیان فی اسرار الارکان'' میں آپ کی ۲۵ رتصانیف کا ذکر کیا ہے، جن میں ''اصول الرشاد''، ''ازالۃ الاوہام'' اور ''ہدایۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ'' وغیرہ قابل ذکر ہیں۔[۱]

(۶۲) بحر العلوم مفتی عبد العلی بن مولانا نظام الدین فرنگی محلی: ۱۱۴۲ھ میں ولادت ہوئی، جملہ درسی کتابیں اور علوم متعارفہ اپنے والد سے پڑھ کر ۱۷ رسال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ جملہ علوم وفنون کے ماہر تھے۔ ۱۲۲۵ھ میں انتقال فرمایا اور ''شرح سُلّم''، ''فواتح الرحموت (شرح مسلم الثبوت)'' اور شرحِ منار جیسی اہم ترین یادگار چھوڑ گئے۔[۲]

چودھویں صدی:

(۶۳) مفتی عبد الحئ فرنگی محلی: آپ کا نام عبد الحئ بن عبد الحلیم ہے۔ سلسلۂ نسب صحابیِ رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ تک پہنچتا ہے۔ بروز سہ شنبہ ۲۶ رذی قعدہ ر ۱۲۶۴ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ پانچ سال کی عمر میں قرآنِ مجید حفظ کرنے کا آغاز کیا اور دس سال کی عمر میں حافظ قرآن ہوگئے۔ اس کے بعد اپنے والد ہی سے پڑھنا شروع کیا اور ۱۷ سال کی عمر میں درسیات سے فراغت حاصل کر لی۔ والدِ ماجد کے علاوہ صرف حضرت نعمت اللہ بن نور اللہ سے بعض کتابیں پڑھی ہیں۔

خانوادۂ فرنگی محل میں جو مقبولیت آپ کو حاصل ہوئی وہ کسی دوسرے کے حصے میں کم ہی آئی۔ آپ نے کثیر تعداد میں مفید علمی کتابیں تصنیف فرمائی۔ حاشیہ شرح وقایہ میں آپ نے اپنی تصانیف کی تعداد ۹۷ رلکھی ہے اور مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی نے ۱۰۹ بتائی ہے۔ جن میں شرح وقایہ، ہدایہ اور موطا امام محمد کے حواشی بھی شامل ہیں۔ تین جلدوں میں آپ کے فتاوے کا مجموعہ بنام ''مجموعۃ الفتاویٰ'' بھی شائع ہو چکا ہے۔ ۱۳۰۴ھ کو محض ۳۹ رسال کی عمر میں وصال ہوا۔[۳]

(۶۴) مفتی عبد الاول جون پوری: نام عبد الاول بن کرامت علی بن امام بخش ہے۔ ولادت ۱۲۸۳ھ میں ہوئی۔ اپنے ماموں کے پاس قرآن حفظ کیا۔ ۱۲۹۹ھ سے درسِ نظامی کا آغاز کر کے نامور علما سے اکتساب علم کیا، جن میں مولانا عبد الحئ فرنگی محلی کا بھی ذکر ملتا ہے۔ درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد مسندِ افتا کو زینت بخشی اور آخری عمر تک فتویٰ نویسی کرتے رہے۔ ۱۲ رشوال ر ۱۳۳۹ھ کو ۵۵ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ فقہی موضوعات پر کئی کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ جن میں 'مفید المفتی'، 'فتویٰ رقص وغنا'، 'جامع الفتاویٰ'، 'دافع الخباثۃ فی حرمۃ اللواطۃ' اور 'فتویٰ سجود لغیر اللہ' وغیرہ قابل ذکر ہیں۔[۴]

(۶۵) مجددِ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا: آپ چودھوی صدی کے مجدد تھے، بلکہ ہندوستان میں چودھوی صدی آپ کے عہد سے جانا جاتا ہے۔ ۱۰ رشوال المکرم ر ۱۲۷۲ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ نے ۱۳ رسال ۱۰ رمہینے ۴ ردن کی عمر میں

۱۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج:۱،ص:۸۸-۹۴، از: ملک العلماء، ترتیب جدید مفتی مطیع الرحمٰن رضوی، مطبوعہ: رضا اکیڈمی۔ و اصول الرشاد، حالات مصنف، از مولانا حنیف بریلوی۔

۲۔ مفید المفتی، ص:۱۳۹-۱۴۰۔

۳۔ ماخوذ از۔ ہدایہ اولین، حالات مصنف، ص ۱۰-۲۰، مطبوعہ مجلس برکات، مبارک پور۔

۴۔ اودھ میں افتا کے مراکز، ص:۳۱۹-۳۲۱، بحوالہ سیرت مولانا عبد الاول۔

رضاعت کے مسئلے میں اپنا پہلا فتویٰ لکھا[۱] اسی دن آپ کے والدِ بزرگ وار نے آپ کو منصب افتا سپرد کیا، تب سے اخیر عمر تک یعنی مکمل ۵۵/سال آپ فقہ وافتا کی وہ عظیم خدمات انجام دی ہیں جس کا اثر رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔

منصبِ افتا سنبھالنے کے بعد سات سال تک والد بزرگ فقیہ نقی علی خاں کی ماتحتی میں فتوی لکھ کر چیک کراتے رہے، سات سال بعد والد صاحب نے آپ کو اجازت دے دی کہ اب مجھے دکھائے بغیر فتویٰ بھیج دیا کرو؛ لیکن آپ نے کبھی بھی والد صاحب سے فتویٰ چیک کرائے بغیر جاری نہ کیا۔[۲] اِس سے فتویٰ نویسی میں آپ کی غایت درجہ احتیاط کا پتہ چلتا ہے، کہ ایسا شخص جسے آنے والے وقت میں عرب وعجم کے علما اپنا مجدد تسلیم کرنے والے تھے، اپنے سے تجربہ کار مفتی کی موجودگی میں، بغیر اس سے فتویٰ چیک کرائے فتوی جاری نہیں کرتا تھا۔ آپ ۵۵/علوم وفنون کے ماہر تھے۔ آپ نے تقریباً ہر فن مین کتابیں لکھی ہیں۔ جن کی تعداد مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی کی ۲۰۰۴ء کی تحقیق کے مطابق ۶۸۴ ہے۔[۳] اور جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ آپ کے فتاویٰ ۱۲/جلدوں میں غیر مترجم اور ۳۰ جلدوں میں مترجم شائع ہو چکی ہے، جس میں فتاوی کی تعداد ۶۸۴۷ ہے۔ ۲۵/صفر/۱۳۴۰ھ میں وصال فرمایا۔

(۶۶) صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی: آپ کا نام امجد علی بن مولانا حکیم جمال الدین ہے۔ ۱۳۰۰ھ بمقام گھوسی آپ کی ولادت ہوئی۔ ۱۳۲۰ھ میں مولانا وصی احمد سورتی سے دورۂ حدیث کی تعلیم مکمل کر کے سند حدیث حاصل کی۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں رہ کر فتوی نویسی سیکھی اور فقہ میں مہارت تامہ حاصل کر لی، جس کا اندازہ اعلیٰ حضرت کے اس فرمان سے ہوتا ہے: ''آپ موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے، مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا، اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں اور جو جو اب دیتا ہوں لکھتے ہیں، طبیعت اخّاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چکی ہے۔'' اعلیٰ حضرت ہی نے آپ کو ہندوستان کا قاضی بنایا تھا اور صدر الشریعہ کا لقب بھی آپ ہی عطا کردہ ہے۔[۴]

آپ نے کئی فقہی یادگار چھوڑی ہیں جن میں بہار شریعت ممتاز ہے۔ یہ ۲۰/حصوں میں ہے، شروع کے تین حصوں پر اعلیٰ حضرت کی تصدیقات ہے، جس سے ان تین حصوں کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ عصرِ حاضر میں ہندو پاک کا شاید ہی کوئی دارالافتاء ہوگا جہاں بہار شریعت کی ضرورت نہ پڑتی ہو۔ اس کے علاوہ 'فتاویٰ امجدیہ' (۴/جلدیں) اور 'کشف الاستار' (۲/جلدیں) بھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ۲/ذی قعدہ/۱۳۶۷ھ میں انتقال فرمایا۔

ان کے علاوہ اس صدی کے فقہا میں درج ذیل فقہائے کرام کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا:

(۶۷) صاحب التعلیق المجلی، حضرت فقیہ وصی احمد سورتی (ولادت: ۱۲۵۱ھ - وفات: ۱۳۳۴ھ)۔

۱۔ الملفوظ، ص: ۱۰، مرتب مفتی اعظم ہند، مطبوعہ: رضا اکیڈمی۔

۲۔ فتاویٰ رضویہ، خطبۃ الکتاب، ج: ۱، ص: ۸۷-۸۸، مطبوعہ: مرکز اہلِ سنت برکاتِ رضا۔

۳۔ تصانیف امام احمد رضا، از: مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی، مطبوعہ: المجمع الاسلامی۔

۴۔ ماخوذ از بہار شریعت، ج: ۱، حالات مصنف، از: مولانا الیاس عطار قادری، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ۔

(۶۸) حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں (ولادت: ۱۲۹۲ھ- وفات: ۱۳۶۲ھ) آپ اعلیٰ حضرت کے بڑے صاحب زادے ہیں، آپ نے ۱۳۱۲ھ سے ۱۳۶۲ھ تک مسلسل ۵۰/سال فتوی نویسی کی خدمات انجام دی ہیں۔[۱]

(۶۹) صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی (ولادت: ۱۳۰۰ھ-وفات: ۱۳۶۷ھ)۔

(۷۰) ملک العلماء حضرت مفتی ظفر الدین بہاری (ولادت: ۱۳۰۳ھ-وفات: ۱۳۸۲ھ)۔

مؤخر الذکر تینوں فقہاے کرام کے فتاوے علی الترتیب بنام ''فتاوی حامدیہ''، ''فتاوی صدر الافاضل'' اور ''فتاوی ملک العلماء'' چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔

پندرہویں صدی:

(۷۱) مفتیِ اعظم ہند: آپ کا نام 'محمد' ہے اور عرفی نام 'مصطفی رضا' ہے۔آپ اعلیٰ حضرت کے چھوٹے صاحب زادے ہیں اور اپنے دور کے مفتی اعظم ہند۔ ۱۳۱۰ھ میں ولادت ہوئی اور ۱۸ سال کی عمر میں میں اعلیٰ حضرت کے دست مبارک سے دستار فراغت حاصل کی۔ ۱۸ سال ہی کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا جب کہ اس استفتا کا جواب لکھنے کے لیے ملک العلماء فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کر رہے تھے۔ جب اعلیٰ حضرت کو معلوم ہوا تو بہت خوش ہوئے اور پانچ روپے انعام دیا اور ارشاد فرمایا: ''تمھاری مہر بنوا دیتا ہوں ،اب فتوی لکھا کرو۔'' تب سے اخیر معر تک یعنی مکمل ۷۲/سال خدمت فقہ وافتا میں لگے رہے۔فقیہ ملت مفتی جلال الدین نے آپ کی تصانیف کی تعداد ۳۹/شمار کرائی ہے۔ ۱۴۳۵ھ میں رضا اکیڈمی نے آپ کے فتاوی بنام ''فتاوی مفتی اعظم'' سات جلدوں میں شائع کیا ہے۔جس میں تقریباً ۵۰۰ فتاوے اور ۲۲ رسائل شامل ہیں۔[۲]

(۷۲) شارحِ بخاری مفتی شریف الحق امجدی مصباحی: آپ کا نام شریف الحق بن عبد الصمد ہے، جس سال اعلیٰ حضرت کا وصال ہوا، اُسی سال یعنی ۱۳۴۰ھ کو قصبہ گھوسی میں ولادت ہوئی۔ ۱۳۶۲ھ میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے دستارِ فضیلت حاصل کیا ۔تقریباً ۱۴/مہینہ حضور صدر الشریعہ اور پورے گیارہ سال حضور مفتی اعظم ہند کی خدمت میں رہ کر فتویٰ نویسی سیکھی، یہاں تک کہ مستند مفتی اور معتمد فقیہ کی حیثیت سے ہندو پاک میں مشہور ہو گئے اور نائب مفتی اعظم ہند کے لقب سے یاد کیے جانے لگے۔آپ کے قلم سے ۸۵/ہزار فتاوے معرض وجود میں آئے۔ان میں سے صرف کتاب العقائد، مفتی نسیم احمد مصباحی دام ظلہ نے تین جلدوں مین ترتیب دے کر شائع کر دیا ہے، راقم کو اس کی پروف ریڈنگ کا شرف حاصل ہے، مزید جلدوں کی ترتیب کا کام جاری ہے۔ نیز 'مقالاتِ شارح بخاری'، 'اسلام اور چاند کا سفر' اور 'اشرف السیر' وغیرہ آپ کی قابل قدر تصانیف ہیں۔ ۶/صفر ۱۴۲۱ھ کو وصال فرمایا۔[۳]

(۷۳) فقیہِ ملت مفتی جلال الدین امجدی: آپ کی ولادت ۱۳۵۲ھ میں ہوئی۔ ۱۳۶۳ھ کو ساڑھے دس سال کی عمر میں

۱۔ فتاوی حامدیہ ص: ۹۴، مطبوعہ: رضا اکیڈمی ممبئی۔

۲۔ ماخوذ از: مقدمہ فتاویٰ مفتی اعظم، از: مولانا حنیف خاں رضوی، مطبوعہ: رضا اکیڈمی ممبئی۔

۳۔ ماخوذ از: فتاوی شارح بخاری، ج:۱، حالات مصنف، از: مولانا نفیس احمد مصباحی، مطبوعہ دائرۃ البرکات، گھوسی۔

حفظ مکمل کیا، ۱۳۷۱ھ میں علامہ ارشد القادری نے آپ کو سندِ فراغت سے نوازا۔ آپ نے ۲۴/سال کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا۔ اس کے بعد ۲۵/سال تک ملک و بیرون ملک سے آئے ہوئے ہزاروں استفتا کا تشفی بخش جواب دیا، جنھیں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔[۱]

آپ نے ۱۴۱۴ھ میں ''مرکزِ تربیتِ افتا'' قائم کر کے تعلیم و تعلم کی تاریخ میں نئے باب کا اضافہ کیا، جہاں فارغ التحصیل علما کو فتوی نویسی کی تربیت دی جاتی ہے، بلفظ دیگر جہاں صرف اور صرف مفتی بنائے جاتے ہیں۔ ۱۴۲۱ھ میں انتقال فرمایا[۲] درجنوں کتابیں لکھیں اور تقریباً سبھی مقبول عام ہوئیں۔ ان میں ''فتاوی فیض الرسول'' (۲ جلدیں) اور ''فتاوی برکاتیہ'' (۱ جلد) قابل قدر ہیں۔

(۷۴) بحر العلوم مفتی عبد المنان مصباحی: ۱۳۴۴ھ میں ولادت ہوئی۔ آپ فتاویٰ رضویہ کے مرتبین میں سے ایک ہیں۔ اس خدمت کی وجہ سے رضا اکیڈمی نے آپ کو ایوارڈ سے بھی نوازا ہے، آپ کی حیات ہی میں آپ کے فتاوے بنام ''فتاویٰ بحر العلوم'' ۶ جلدوں میں شائع ہو چکے تھے۔ جس میں کل ۴۳۷ فتاوے ہیں۔[۳] ۱۴۳۴ھ میں مبارک پور میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔

(۷۵) قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ: آپ کا نام محمد ہے، پکارنے کے لیے ''محمد اسماعیل رضا'' اور عرفی نام ''محمد اختر رضا'' ہے۔ ۲۶/محرم الحرام/ ۱۳۶۲ھ- ۲/فروری/ ۱۹۴۳ء بروز شبہ (منگل) کو محلہ سوداگراں بریلی شریف میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ اعلی حضرت کے پر پوتے، حضور حجۃ الاسلام کے پوتے، حضور مفتی اعظم ہند کے نواسے اور حضور مفسر اعظم ہند کے صاحب زادے ہیں۔ اِسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ فقہ و افتا سے شناسائی آپ کو بچپن سے ہی رہی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۶۶ھ میں جامعہ ازہر سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد ہی آپ نے حضور مفتی اعظم ہند کی نگرانی میں فتوی نویسی کا آغاز فرما دیا، کچھ ہی دنوں بعد حضور مفتی اعظم ہند نے فتویٰ نویسی کی خدمت مستقل طور پر آپ کے سپرد فرما دی۔ تب سے لے کر اخیر عمر تک آپ فقہ و افتا کی خدمات انجام دیتے ہوئے حضور مفتی اعظم ہند کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔

دو ضخیم جلدوں میں آپ کے فتاوں کا مجموعہ شائع ہو چکا ہے، جس میں فتاوے کی کل تعداد ۱۰۱۳/ ہے۔ رسائل، تراجم اور حواشی کی تعداد ساٹھ سے اوپر ہے۔ ۷/ذی قعدہ/ ۱۴۳۹ھ-۲۰/جولائی/ ۲۰۱۹ء کی شب بعد مغرب آپ کا وصال ہوا۔[۴]

(۷۶) محققِ مسائل جدیدہ مفتی نظام الدین مصباحی: آپ کا نام نظام الدین بن خوش محمد انصاری ہے۔ ۱۳۷۷ھ کو ضلع 'دیوریا' میں ولادت ہوئی۔ تقریبا ۱۱/سال کی عمر میں قاعدۂ بغدادی پڑھنا شروع کیا اور ۷۳-۱۹۷۲ھ میں تقریباً ۱۵/سال کی عمر میں انجمن معین الاسلام، ضلع بستی میں داخلہ لے کر درس نظامی کا آغاز کیا، جس کی تکمیل جامعہ اشرفیہ میں ۱۴۰۰ھ میں ہوئی۔ آپ

۱۔ عجائب الفقہ، ص: ۱۲-۱۴ حالات مصنف، بقلم خود، مطبوعہ: کتب خانہ امجدیہ، دہلی۔

۲۔ مختصر تعارف حضرت فقیہ ملت (ماخوذ منہ) از مفتی اختر حسین قادری، مطبوعہ اوجھا گنج، بستی۔

۳۔ ماخوذ از: فتاویٰ بحر العلوم، ج: ۱، حالات مصنف، مطبوعہ: امام احمد رضا اکیڈمی۔

۴۔ ماخوذ از: داستانِ غم یعنی یادِ اختر ازہری، از: فاروق خاں مہائمی، مصباحی۔

نے نائب مفتی اعظم ہند سے فتوی نویسی کی مشق کی اور ایک ماہر مفتی ومحقق بن کر اس طرح اُبھرے کہ حاضرین میں دور دور تک آپ کا ثانی نظر نہیں آتا۔ فراغت کے بعد ہی یعنی ۱۴۰۰ھ میں آپ کو تدریس و افتا کا منصب عطا ہوا، تب سے اب تک مسلسل ۴۱؍سال سے خدمتِ فقہ وافتا کر رہے ہیں۔[۱] فی الحال آپ جامعہ اشرفیہ کے پرنسپل، ''شعبۂ افتا کے صدر'' اور مجلس شرعی کے ناظم'' جیسے مناصبِ جلیلہ پر فائز ہے۔ فقہ وافتا آپ کا میدان ہے اور اسی کی خدمت میں عمر گزر رہی ہے۔ اللہ آپ کا سایۂ کرم ہم سب پر دراز فرمائے۔

(۷۷) فقیہ اہلِ سنت مفتی عبدالحلیم اشرفی: آپ کا نام عبدالحلیم بن منیر الدین بن شیر علی بن حبِ علی بن رمضان علی بن امانت علی صدیقی ہے۔ ۴؍جنوری ؍ ۱۹۳۷ء کو ضلع سیتامڑھی کے ایک گاؤں 'ددری' میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ۱۹۵۰ء سے آپ کی تعلیمی سلسلے کا آغاز ہوا۔ ۱۹۵۳ء میں جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف میں داخلہ لیا، اور ۱۷؍ جمادی الاولیٰ ؍ ۱۳۷۸ھ-۱۹۵۸ء کو حضرت مفسرِ اعظم ہند اور شیر بیشۂ اہلِ سنت کے مقدس ہاتھوں سے آپ کے سر پر دستارِ فضیلت کا تاج رکھا گیا۔ زمانۂ طالب علمی ہی میں حضرت بحر العلوم مفتی افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ نے آپ کو ''معین المدرسین'' مقرر کر دیا تھا اور پھر فراغت کے بعد مادرِ علمی جامعہ رضویہ منظر اسلام میں بحیثیت استاد آپ کی تقرری ہوگئی۔ یہاں دو سال تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۵ء تک جامعہ نعیمیہ، چھپرہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر ۱۹۶۶ء سے جامعہ عربیہ، ناگ پور سے منسلک ہوئے۔

آپ دعوتِ اسلامی سے ۱۹۸۹ء میں وابسطہ ہوئے، اور ۱۹۹۱ء سے لے کر اب تک اِس غیر سیاسی تحریک کی سرپرستی فرما رہے ہیں۔

۱۹۷۱ء سے صاحب تسہیل المصادر مفتی عبدالرشید علیہ الرحمہ کی نگرانی میں بڑی عرق ریزی کے ساتھ مشقِ افتا کا آغاز کیا۔ یہاں سے آپ کی خدمت فقہ وافتا کا آغاز ہوا۔ آپ کے قلم سے ہزاروں فتاویٰ صادر ہوئے جو جامعہ عربیہ ناگ پور کے رجسٹر میں محفوظ ہیں؛ مگر کچھ وجوہات کی بنیاد بنا پر وہ حاصل نہیں ہو پا رہے ہیں، تاہم اُن کے حصول کی کوششیں جاری ہے۔[۲]

آپ کے ہاتھوں میں مفتی عبدالحلیم صاحب کے فتاوں کی پہلی جلد ہے جو مندرجہ ذیل مضامین پر مشتمل ہے:

کتاب الطہارۃ، کتاب الصلاۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکاۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الأیمان، کتاب السیر، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الاضحیۃ، کتاب الحظر والاباحۃ، کتاب المیراث اور کتاب الشتیٰ۔

یہ تھی پندرہ صدیوں پر پھیلی فقہ وافتا کی مختصر تاریخ، اسی سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ کس طرح ہر دور میں فقہاے ہند نے اٹھتے ہوئے پیچیدہ مسائل کو حل کر کے امت کی رہ نمائی فرمائی۔

۱۹۹۳ء میں جامعہ اشرفیہ نے مجلس شرعی قائم کر کے فقہ وافتا کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا ہے۔ جس کے تحت ہر

۱۔ ماخوذ از فقہ اسلامی کے سات بنیادی اصول، حالات مصنف، از: مولانا نفیس احمد مصباحی، مطبوعہ: مکتبہ برہان ملت۔

۲۔ ماخوذ از: مفتی عبدالحلیم رضوی: احوال وافکار، زیر طبع و مفتی یحییٰ رضا مصباحی کی ڈائری۔

سال ایسے اہم مسائل پر فقہی سیمینار ہوتے ہیں جن کے تعلق سے امت فکر و اضطراب میں مبتلا رہتی ہے اور انھیں خلاصی کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ مجلس شرعی نے اب تک ۲۶ر فقہی سیمینار منعقد کر کے تقریباً ۱۷۵ اہم مسائل کے فیصلہ کر چکی ہے۔ جو امت مسلمہ کے لیے تاریک راہوں میں مشعل راہ ہے۔ مجلس شرعی (۷۷) حضرت خیر الاذکیاء فقیہ محمد احمد مصباحی کی صدارت میں اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجلس شعری کو اپنے اہم مقاصد میں کامیاب کرے؛ تا کہ فقہ و افتا کے خادموں کا کارواں یوں ہی چلتا رہے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

فاروق خاں مہائمی مصباحی

خادمِ تدریس و افتا دار العلوم محبوب سبحانی

ساکن: ماہم ایسٹ ممبئی

۱۴ر جمادی الاولیٰ ر ۱۴۴۱ھ

۱۰ر جنوری ر ۲۰۱۹ء

بروز جمعہ

مختصر تعارف صاحب فتاوی حلیمیہ - فقیہ اہل سنت علامہ مفتی محمد عبد الحلیم صدیقی رضوی اشرفی

دامت برکاتہم العالیہ

از- مولانا شیر محمد قادری مصباحی

نام و نسب:

الحاج مفتی عبدالحلیم اشرفی رضوی بن محمد منیر الدین بن شیر علی بن (حوبت) حب علی بن رمضان علی بن امانت علی صدیقی۔

ولادت:

آپ ضلع سیتامڑھی کے ایک گاؤں "ددری" میں پیدا ہوئے۔

خاندانی حالات:

حضرت فقیہ اہل سنت مفتی عبدالحلیم کا تعلق ایک ایسے خاندان سے تھا، جو ہمیشہ معزز، صاحب ثروت اور بااثر رہا۔ علما نوازی اور غربا پروری ان کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ خاص کر آپ کے والدین کریمین کی علم دوستی مشہور و معروف ہے۔ ہمیشہ ایک عالم دین کو اپنے گھر پر رکھتے اور ان کے حوائج و ضروریات کی کفالت کر کے انھیں اشاعت دین وسنیت کے لیے آزاد رکھتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ عالم دین خوش دلی اور گرم جوشی کے ساتھ تدریس و امامت کے فرائض انجام دیتے۔

آپ کے والد محترم کا یہ عمل جہاں لوگوں کی باجماعت نماز کی ادائگی کا سبب تھا وہیں علاقے کے بچوں کی شخصیت سازی اور ان کے مستقبل کو تابناک بنانے کا اہم ذریعہ بھی۔ آپ کے والد محترم کی اسی علما نوازی کی برکتوں نے فرزند ارجمند کو علم و فضل کا نیّر تاباں بنادیا۔

تعلیم و تربیت:

آپ کے والد ماجد ہمیشہ اپنے یہاں ایک عالم دین رکھتے، جو مسجد و مدرسہ کی ذمہ داری کے علاوہ آپ کے خاندانی بچوں کی تعلیم میں لگے رہتے۔ آپ کے زمانۂ طفولیت میں موضع "بہودار" کے عبدالحکیم نامی ایک عالم دین، آپ کے خاندانی بچوں کو زیورِ تعلیم سے اراستہ کررہے تھے۔ یہ فارسی، ریاضی اور زمین کی پیمائش میں ماہر تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم انھیں سے پائی۔ ان سے فارسی اور زمین کی پیمائش کے علم میں خاص مہارت حاصل کی۔ اس کے علاوہ آپ نے موضع "شریف پور" ضلع سیتامڑھی کے پرائمری اسکول میں بھی تعلیم حاصل کی۔

۱۹۵۰ء میں ایک دیوبندی مولوی نے فریب دے کر ایک دیوبندی مدرسہ بنام "اشرف العلوم" میں آپ کا داخلہ کرا دیا۔ وہاں آپ نے فارسی اور عربی کی ابتدائی چند کتابیں پڑھیں۔ پھر بعد میں آپ میں کچھ تبدیلی دیکھ کر جناب عبدالباری صاحب نے ایک سنی مدرسہ "نورالہدیٰ" میں داخلہ کرا دیا۔ جو ناصر الاسلام، حامی السنن، ماحی الفتن ممدوح اعلیٰ حضرت عارف باللہ مولانا شاہ عبد الرحمن محبّی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قائم کردہ تھا۔ سرکار محبّی کی نظر کرم ہوئی کہ آپ پھر سنیت کے رنگ میں رنگ گئے۔

یہاں آپ نے استاذ الاساتذہ بحر العلوم حضرت علامہ مولانا محمد مطیع الرحمن نوری پوکھریروی، اور ادبیات فارسی کے امام رئیس الاتقیا حضرت علامہ مولانا الحاج مولانا عبدالجلیل قادری رضوی ساکن باتھ (رفیق درس حضرت علامہ محدث احسان علی صاحب قبلہ) سے "یوسف زلیخا" "اخلاق محسنی" "سکندر نامہ" "جدائی منظوم" "رقعات عالم گیری" وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

منظر اسلام میں داخلہ:

۱۹۵۳ء میں مفتی عزیز الرحمن صدیقی رضوی فیض پوری کے ایما پر "منظر اسلام" بریلی شریف تشریف لائے اور پورے انہماک کے ساتھ بقیہ تعلیم حاصل کی۔ آپ کی ذہانت وفطانت کو دیکھ کر اساتذہ، آپ کی طرف خاطر خواہ توجہ فرماتے۔ آپ نے یہاں حضرت مولانا احمد انصاری مدنی پور اور مفتی عزیز الرحمن صدیقی رضوی فیض پوری سے میزان ومنشعب، نحومیر اور دیگر کتابیں پڑھیں۔

حضرت علامہ ریحان رضا خان رحمانی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو "شرح ماۃ عامل" اور "نفحۃ الیمن" پڑھائی۔ شیخ العلما حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ نے "ماۃ عامل فارسی کے اشعار" پڑھائے۔ عمدۃ المدرسین حضرت علامہ مولانا نعیم الدین احمد صدیقی رضوی گورکھپوری نے "مشکوۃ" "جلالین" وغیرہ کتب پڑھائیں۔ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا حافظ وقاری الحاج مفتی محمد احمد عرف جہاں گیر خاں فتح پوری سے علوم عقلیہ اور عربی ادب کی کتابیں پڑھیں۔ بحر العلوم حضرت علامہ مولانا مفتی سیدا فضل حسین مونگیری، صدر المدرسین مدرسہ منظر اسلام سے فقہ میں مہارت حاصل کی۔ جامع علوم عقلیہ ونقلیہ حضرت علامہ الحاج محدث احسان علی مظفر پوری سے کتب احادیث پڑھیں۔

مشاہیر اساتذہ کرام - ایک نظر میں:

۱۔ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ احسان علی قادری رضوی محدث مظفر پوری علیہ الرحمہ۔
۲۔ مفسر اعظم ہند حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں قادری علیہ الرحمہ۔
۳۔ حضرت علامہ مولانا مفتی مطیع الرحمن قادری رضوی نوری علیہ الرحمہ۔
۴۔ حضرت علامہ محدث ثناء اللہ قادری رضوی اعظمی علیہ الرحمہ۔
۵۔ بحر العلوم حضرت علامہ مفتی افضل حسین قادری رضوی مونگیری علیہ الرحمہ۔
۶۔ عمدۃ المدرسین حضرت علامہ حافظ وقاری مفتی احمد جہانگیر قادری رضوی علیہ الرحمہ۔
۷۔ ریحان ملت حضرت علامہ مفتی الحاج ریحان رضا خان قادری عرف رحمانی میاں علیہ الرحمہ۔

۸۔شیخ العلما علامہ مولانا حضرت غلام جیلانی قادری رضوی اعظمی علیہ الرحمہ۔
۹۔حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ عبدالجلیل قادری رضوی علیہ الرحمہ۔

بیعت وارادت:

حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب قبلہ مدظلہ العالی، اپنے استاذ حضرت علامہ احسان علی قادری رضوی محدث مظفر پوری علیہ الرحمہ کے حکم پر، دوران تعلیم ہی مخدوم ملت نور دیدۂ سرکارسمناں، تلمیذ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا مفتی الشاہ سید محمد اشرفی جیلانی المعروف محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بریلی شریف میں سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ اشرفیہ میں بیعت ہوئے۔پیرومرشد کے وصال کے بعد امام العلمار اس الفقہا شہزادۂ اعلیٰ حضرت عارف باللہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے مبارک ہاتھوں پر طالب ہوئے۔

اجازت وخلافت:

حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب قبلہ مدظلہ العالی عرصہ دراز تک حضور مفتی اعظم ہند کی تربیت میں رہے۔سفر وحضر میں بھی ساتھ ساتھ رہے حضور مفتی اعظم آپ سے بے پناہ محبت فرماتے اور آپ پر کامل اعتماد رکھتے۔سب سے پہلے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے آپ کو اجازت وخلافت سے نوازا۔

جب آپ حج وزیارت کے لیے حرمین شرفین حاضر ہوئے تو وہاں قطب مدینہ ضیاء الملت والدین حضرت ضیاء الدین احمد صدیقی قادری رضوی مہاجر مدنی علیہ الرحمہ نے اپنی جملہ اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔علاوہ ازیں رئیس اڑیسہ سرکار مجاہد ملت مولانا الشاہ حبیب الرحمن قادری علیہ الرحمہ اور استاذ الاساتذہ مربی اعظم حضرت علامہ احسان علی قادری رضوی محدث مظفر پوری علیہ الرحمہ نے بھی تمام سلاسل کی اجازت وخلافت سے سرفراز کیا۔اجازت وخلافت دینے میں حضرت محدث احسان علی کے جذبہ مسرت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے بغیر کسی تحریک کے خود ہی تمام سلاسل اور اوراد وظائف کی اجازت عطا فرمائی۔

درس وتدریس:

حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب قبلہ حفظہ اللہ تعالیٰ سند فراغت پانے کے بعد بارگاہ مرشد میں حاضر باشی کی اجازت کے طالب ہوئے۔حضرت محدث اعظم ہند نے گزارش قبول بھی فرمالی۔لیکن آپ کے محسن استاذ ومربی ماہر درسیات، بحرالعلوم حضرت مفتی افضل حسین صاحب قبلہ نے آپ کو سختی کے ساتھ درس وتدریس کا حکم دیا اور فرمایا:

تم نے درس نظامی میں محنت ومشقت کے ذریعہ جو کچھ بھی کمال حاصل کیا، درس وتدریس سے دوری کے سبب وہ ضائع ہو جائے گا۔اس لیے تم درس وتدریس میں مشغول ہوجاؤ۔اگرچہ ابتدائی جماعتیں پڑھانی پڑے لیکن درس گاہ ہی اختیار کرو۔

اس طرح آپ مفتی افضل حسین مونگیری اور دیگر اساتذہ کے حکم پر منظر اسلام بریلی شریف میں پڑھانا شروع کیا۔

پھر ۳/اپریل ۱۹۶۶ء میں حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی کے توسط سے "جامعہ عربیہ" ناگپور تشریف لائے۔"تسہیل المصادر" کے مصنف فقیہ عصر حضرت مفتی عبدالرشید اشرفی نعیمی فتحپوری صاحب علیہ الرحمہ والرضوان [بانی-جامعہ عربیہ اسلامیہ،

ناگپور] کے بڑے بھائی پیر طریقت واستاذ حافظ ملت مفتی عبدالعزیز خاں اشرفی نعیمی فتحپوری علیہ الرحمہ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور ایک کمرے میں لاکر آپ کو بٹھا دیا اور فرمایا: یہ درسگاہ ہے اور یہ آپ کے طلبہ ہیں۔

مشاهیر تلامذہ:

جس زمانہ میں ماہر درسیات مفتی عبدالحلیم رضوی ''منظراسلام'' بریلی شریف میں پڑھاتے رہے۔حضور تاج الشریعہ علامہ مولانا مفتی اختر رضا خان قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمہ کے طالب علمی کا زمانہ تھا۔مگر آپ کو مفتی صاحب سے پڑھنے کا اتفاق نہ ہوا۔مشہور تلامذہ کے اسما یہ ہیں:

(۱) نواسۂ محدث اعظم، پیر طریقت حضرت علامہ مولانا سید تنویر اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی۔
(۲) پیر طریقت حضرت علامہ صوفی نظام الدین، آشتی، مہاراشٹرا۔
(۳) پیر طریقت حضرت علامہ سید اجمل حسین اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی۔
(۴) حضرت علامہ مولانا عبدالرشید اشرفی برہان پوری۔
(۵) حضرت علامہ مولانا عبدالرزاق قادری جبل پوری۔
(۶) حضرت علامہ قاری انوارالحق قادری جبل پوری۔
(۷) حضرت علامہ مولانا عطاء الرحمٰن شافعی۔
(۸) حضرت علامہ مولانا محمد علی شافعی۔
(۹) حضرت علامہ الحاج نسیم الدین رضوی۔
(۱۰) حضرت علامہ سید محمد صفی اشرفی رائچوری۔
(۱۱) حضرت علامہ مفتی لقمان احمد قادری۔
(۱۲) حضرت علامہ مولانا علاء الدین قادری چھپراوی، صدر مدرس ''وارث العلوم''، چھپرہ، بہار۔
(۱۳) حضرت علامہ مولانا سہیل احمد قادری، صدر مدرس ''محی العلوم'' سیوان، بہار۔
(۱۴) حضرت علامہ مفتی دعوت اسلامی مولانا وسیم اکرم قادری رضوی مصباحی۔

خلفائے فقیہ اهل سنت:

حضرت فقیہ اہل سنت - علامہ مفتی محمد عبدالحلیم صدیقی رضوی اشرفی قبلہ نے اپنے فرزند ثالث - **علامہ مولانا مفتی یحییٰ رضا قادری نوری مصباحی** صاحب قبلہ کو اپنا جانشین و نائب منتخب فرماتے ہوئے تمام سلاسل طریقت کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا ہے۔ برصغیر ہندو پاک کے دیگر علمائے اہل سنت جن کو حضرت فقیہ اہل سنت سے شرف خلافت حاصل ہے ان کے نام یہاں پیش کیے جاتے ہیں:

1 - امیر اہل سنت حضرت علامہ مولانا الیاس عطار قادری رضوی ضیائی صاحب قبلہ، کراچی، پاکستان۔

2-حضرت علامہ مولانا عبید رضا مدنی ابن امیر اہل سنت، کراچی، پاکستان۔

3-حضرت علامہ مولانا بلال رضا مدنی ابن امیر اہل سنت، کراچی، پاکستان۔

4-امیر سنی دعوت اسلامی-حضرت علامہ مولانا شاکر علی نوری صاحب قبلہ، ممبئی، ہند۔

5-قاضی مہاراشٹر، مفتی ممبئی حضرت علامہ مفتی اشرف رضا قادری مصباحی صاحب قبلہ، قاضی-ادارہ شرعیہ، مہاراشٹر، بمبئی۔

6-خطیب اہل سنت، حضرت علامہ مولانا مفتی طاہر حسین اشرفی مصباحی صاحب قبلہ، ہوڑہ، ویسٹ بنگال۔

7-عالم نبیل، حضرت علامہ مولانا شہاب الدین قادری رضوی حلیمی صاحب قبلہ، ناظم اعلی- جامعہ ضیائیہ فیض الرضا، ددری، سیتامڑھی، بہار۔

8-حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی، صدرالمدرسین و مفتی مدرسہ اہل سنت منظر اسلام، التفات گنج، امبیڈکرنگر، یوپی۔

9-ماہر جزئیات-حضرت علامہ مولانا مفتی وسیم اکرم قادری رضوی مصباحی، استاذ-جامعۃ المدینہ فیضان عطار، نیپال۔

10-حضرت مولانا بشارت علی صدیقی اشرفی صاحب، بانی-اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد، دکن؛ مقیم حال- جدہ شریف، حجاز مقدس۔

11-حضرت علامہ مولانا مفتی محمد لقمان قادری صاحب قبلہ، دارالعلوم قادریہ معینیہ، چھترپور، ہند۔

12-حضرت علامہ مولانا مفتی اسلم رضا میمن قادری تحسینی صاحب قبلہ، ادارہ اہل سنت، کراچی۔

13-بلبل باغ مدینہ۔حضرت علامہ الحاج اویس رضا قادری صاحب قبلہ، کراچی۔

14-حضرت علامہ مولانا سید ارشاد بخاری صاحب قبلہ، بنگلہ دیش۔

15-حضرت علامہ مولانا حنیف قادری صاحب قبلہ، شیخ الحدیث، دارالعلوم مجاہد ملت، اڑیسہ۔

16-حضرت علامہ مولانا سید سلیم الدین قادری، بانی دارالعلوم حلیمیہ، وجے واڑہ۔

17-حضرت علامہ مولانا شیخ غلام محمد قادری ازہری صاحب قبلہ۔

18-حضرت علامہ مولانا خوشنود عالم مصباحی قادری صاحب قبلہ، الہ آباد۔

19-حضرت علامہ مولانا غوث محی الدین قادری صاحب قبلہ، کاکی ناڈا، اے پی۔

20-حضرت علامہ مولانا سعید الرحمن قادری صاحب قبلہ، وشاکھا پٹنم، اے پی۔

21-حضرت علامہ مولانا سید حفیظ الرحمن قادری صاحب قبلہ، مدرسہ برکات غوث، کٹنی، ایم پی، ہند۔

22-حضرت علامہ مولانا قاری انوار الحق قادری جبل پوری صاحب قبلہ، شیخ التجوید، فتح پور، الہ آباد

23-حضرت علامہ مولانا بشیر خضر قادری صاحب قبلہ، صاحب کوکن، ہند۔

24-حضرت علامہ مولانا شان محمد قادری صاحب قبلہ، امپرس مل، ناگپور، ہند۔

25-حضرت علامہ مولانا قاری عبدالجلیل قادری صاحب قبلہ، پورنیہ، بہار، ہند۔

26-حضرت علامہ مولانا نعیم الدین قادری صاحب قبلہ، ناگ پور، ہند۔

27-حضرت علامہ مولانا محمد علی شافعی صاحب قبلہ، راجا پور۔ان کو سلسلۂ رضویہ کی اجازت ملی۔

28-حضرت علامہ مولانا حافظ ضیاء الرحمن قادری صاحب قبلہ، درگ۔

29-حضرت علامہ مولانا یونس قادری صاحب قبلہ، کشمیر، ہند۔

30-حضرت علامہ مولانا بہاءالمصطفی قادری صاحب قبلہ، چھنڈ وارہ، ایم پی، ہند۔

31-حضرت علامہ مولانا نور محمد قادری صاحب قبلہ، عمر ہا، ہند۔

32-حضرت علامہ مولانا مختار خان حلیمی صاحب قبلہ، عمر ہا، ہند۔

شادی خانہ آبادی:

آپ کی شادی زمانۂ طالب علمی ہی میں ہو چکی تھی۔کم عمری میں نکاح کرنے کا سبب یہ بنا کہ ایک مرتبہ آپ کی والدہ محترمہ رحمۃاللہ علیہا سخت بیمار پڑ گئیں۔وہ موت وحیات کے کش مکش سے گزر رہی تھیں۔تو آپ کی والدہ محترمہ نے زور ڈال کر کہا کہ میری زندگی کا کیا بھروسہ؟ کم ازکم میری حیات ہی میں عبدالحلیم کا نکاح ہو جائے۔یوں آپ کا نکاح ہو گیا۔

اولاد:

اللہ عزوجل نے آپ کے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی عطا کی۔ان کے نام یہ ہیں:

۱۔عبیدالرضا مرحوم۔

۲۔شعیب رضا قادری۔

۳۔یونس رضا قادری۔

۴۔علامہ مولانا مفتی یحییٰ رضا قادری نوری مصباحی، جانشین حضرت فقیہ اہل سنت۔

۵۔مصطفیٰ رضا قادری۔

زیارت حرمین شریفین:

۱۹۷۴ء میں آپ نے پہلی مرتبہ حج کیا۔آپ ۳۰/دسمبر کو ممبئی سے روانہ ہوئے اور وہیں حجِ قِران کی نیت کر لی تھی۔اس لیے کہ ۹/جنوری ۱۹۷۵ء حج کی تاریخ تھی۔اس سفر میں حاجی علی محمد ناگپوری بھی آپ کے ہمراہ تھے۔وہاں پیر طریقت رہبر شریعت مولانا سید عبدالحق صاحب گھبڑوی کے توسط سے قطب مدینہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا محمد ضیاء الدین مہاجر مدنی سے ملاقات ہوئی۔ قطب مدینہ کے صاحبزادے حضرت مولانا فضل الرحمن نے بھی قرب خاص عطا کیا۔مکمل ۱۴/روز مدینہ منورہ میں آپ کا قیام رہا۔

اسی سن میں حضور مجاہد ملت کی گرفتاری کا معاملہ پیش آیا تھا۔آپ اس وقت حضرت مجاہد ملت کے ساتھ ساتھ تھے اور جو کچھ پیش آیا، آپ نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔نیز اسی سفر حج میں حضرت قطب مدینہ نے آپ کو اجازت وخلافت سے نوازا تھا۔ پہلی ملاقات میں حضرت نے خلافت واجازت سے نواز دیا۔اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت مفتی صاحب کے پیرومرشد محدث اعظم

ہند نے بہت پہلے قطب مدینہ کو آپ کی شخصیت اور تقوی و پرہیز گاری سے متعارف کرا دیا تھا۔اس لیے اجازت وخلافت دینے میں کچھ تامل نہ ہوا۔ بلکہ قطب مدینہ نے اپنے ہاتھ سے سند اجازت وخلافت پر مہر لگائی اور آپ کو عطا کیا۔اور یہ دستی قلمی خلافت نامہ آج بھی فریم کے ساتھ آپ کے گھر میں محفوظ ہے۔

پھر ۱۹۹۸ء میں حرمین شریفین کا دوسرا سفر کیا اس مرتبہ پورے ۳۶/روز مدینہ منورہ میں قیام رہا۔

تربیت افتا اور فتوی نویسی:

اس زمانہ میں ''جامعہ عربیہ'' سے شائع ہونے والے فتاووں کی بڑی اہمیت ہوتی تھی۔ملک اور بیرون ملک یہاں تک کہ لندن سے بھی استفتے آتے تھے۔لوگ بلا کسی نقد ونظر کے قبول کر لیتے تھے۔ یہ حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالرشید صاحب قبلہ کی کرامت تھی کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ اپنی حیات کے آخری ایام گزار رہے تھے۔خطیب مشرق حضرت علامہ مولانا مشتاق احمد نظامی نے بارہا حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب قبلہ کو اس جانب توجہ دلائی کہ جامعہ عربیہ کا دارالافتا ہندوستان میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔اس لیے آپ حضرت مفتی عبدالرشید صاحب قبلہ کی نگرانی میں فتوی نویسی شروع کر دیں۔

پھر ہوا یوں کہ حضرت مولانا زین العابدین صاحب قبلہ جو پہلے دارالافتا سنبھال رہے تھے، ۱۹۷۱ء میں چلے گئے۔تو حضرت مفتی عبدالرشید صاحب قبلہ نے قلم پکڑ کر مجھے فتوی نویسی سکھائی۔حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب قبلہ خود ارشاد فرمایا:

''میں دن بھر درسگاہ میں مصروف رہتا رات گیارہ بجے تک درس گاہی کتب کا مطالعہ کرتا۔اس کے بعد دو دو تین تین بجے تک فتوی نویسی کرتا۔رات بھر جاگ کر جزئیہ تلاش کر کے جواب تیار کرتا اور صبح حضرت مفتی عبدالرشید صاحب قبلہ صفحہ کا صفحہ کاٹ دیتے۔کبھی مایوسی بھی ہوتی مگر دل کو تسلی دیتا کہ اس میں میرا ہی فائدہ ہے۔''

تربیت افتا کے سلسلے میں حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب قبلہ نے خطیب مشرق حضرت علامہ مولانا مشتاق احمد نظامی سے اپنا ایک واقعے کا تذکرہ کیا جسے سن کر حضرت خطیب مشرق جھوم اٹھے۔ہوا یہ کہ ایک استفتا آیا جس میں پوچھا گیا کہ:

''عورت کو ایک طلاق دے دی گئی اور اس کے شوہر نے اس کو چھوڑ دیا۔اب وہ دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے اب اس کے لیے کیا حکم ہے؟''

تو حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب قبلہ نے جواب دیا:

''اس پر طلاق رجعی واقع ہوگی۔شوہر کو اختیار ہے عدت کے اندر رجوع کرنا چاہے تو کر لے۔ عدت گزرنے کے بعد عورت پر طلاق بائن پڑ جائے گی۔اب عورت آزاد ہے۔ چاہے تو شوہر اول ہی سے نکاح کر لے یا اس کے سوا کسی اور سے۔''

آپ جواب لے کر حضرت مفتی عبدالرشید صاحب قبلہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت مفتی صاحب قبلہ نے ''اب عورت آزاد ہے'' کو کاٹ کر ''اب عورت کو اختیار ہے'' لکھ دیا۔

یہ سن کر حضرت خطیب مشرق کافی مسرور ہوئے۔آپ نے فرمایا:

''عبدالحلیم! میں آپ کو بار بار کہا کرتا تھا کہ ''جامعہ عربیہ'' کا فتوی بڑی وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ ذرا غور کریں کتنا

بڑا فرق ہے کہ اگر سیاق وسباق پر نظر نہ ہوتو ’’آزاد عورت‘‘ کتنا بھونڈا لفظ ہے۔اسے کاٹ کر ’’اب عورت کو اختیار ہے‘‘ لکھنا اس فتوی کو کتنے اونچے مقام پر پہونچا دیا۔

غرض آپ نے تقریباً ڈیڑھ سال تک حضرت مفتی عبدالرشید صاحب قبلہ سے افتا کی تربیت لی۔حضرت نے بھی خصوصی توجہ فرمائی اور آپ کے خدوخال اور دبی چھپی صلاحیت کو نکھار کر مرقع جمال بنا دیا اور آپ مرجع العوام والخواص بن گئے۔ڈیڑھ سال کے بعد حضرت مفتی عبدالرشید صاحب قبلہ نے اپنا قلم مہر سب کچھ آپ کے سپرد کیا اور فرمایا:

’’اب اصلاح کی ضرورت نہیں۔خود سے جواب بھیج دیں۔جہاں کہیں ضرورت پیش آئے تو مشورہ لے لیجیے گا۔‘‘

نس بندی کا مسئلہ اور حضرت کی جدوجہد:

یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ جب نس بندی کا مسئلہ اٹھا تھا تو حکومت نے کتنی سختی کی تھی۔پورے ملک میں ایمرجنسی نافذ کردی گئی تھی۔بڑے بڑے دارالافتا حکومت کے ہاتھوں بک چکے تھے۔حکومت کی جانب سے اتنی سختی تھی کہ بڑے بڑے صاحب جبہ ودستار حکومت کی جانب سے کارروائی اور آزمائش کے خوف سے واضح اور صاف صاف جواب نہیں دے پا رہے تھے۔انھوں نے حکومت کی موافقت کی اور قرآن وحدیث کے خلاف فتوی صادر کر کے اپنے آقاؤں کو خوش کیا۔ایسے وقت میں حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب نے آئین اسلام کی تحفظ کی خاطر جس جرأت وبے باکی کا مظاہرہ فرمایا اسے پڑھ سن کر جذبہ تحفظ دین و شریعت شباب پر آجاتا ہے۔مختلف صوبوں سے آپ کے پاس سوالات آئے۔تو آپ نے حکومت کے خطرات کی پرواہ کیے بغیر مکمل اطمینان وسکون کے ساتھ جہاد قلم فرمایا اور نس بندی کے خلاف سب سے پہلے آپ ہی نے فتوی دیا؛ آپ نے سخت حکم لگاتے ہوئے لکھا:

’’نس بندی اسلام میں حرام حرام اشد حرام ہے۔‘‘

حضرت مفتی صاحب کا یہ فتوی عام ہو چکا تھا پھر حضور مفتی اعظم ہند کا ایمان افروز فتوی شائع ہوا۔اس کے بعد تو پھر آپ کی ہمت اور بندھ گئی۔

تب تک حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب کا یہ فتوی کورٹ میں بھی پیش ہو چکا تھا۔

خطیب مشرق حضرت علامہ نظامی صاحب نے آپ کو ممبئی بلوایا اور آپ سے فرمایا:

میں نے تمھارا فتوی دیکھا۔ملک کے حالات اس وقت خطرناک ہیں۔ایمرجنسی کا دور ہے اور آپ نے اتنا سخت فتوی لکھا ہے؛ تو اس سے تحفظ کے لیے آپ نے اپنے لیے کیا انتظام کیا ہے؟ اتنا سننا تھا کہ مسکراہٹ نے دین حق کے مجاہد مفتی عبدالحلیم کے لب چوم لیے۔آپ نے تبسم لیتے ہوئے فرمایا: حکومت بہت سختی کرے گی، تو جیل میں ڈالے گی! اور کیا کرسکتی ہے؟ حکومت سختی کرے یا جیل میں ڈالے۔اس خوف سے تو ہم خلاف شرع فتوی نہیں دے سکتے۔حضرت خطیب مشرق نے آپ کی اس حق گوئی پر تحفۂ داد وتحسین پیش کیا اور مشورہ دیا کہ اب آپ کو اس تعلق سے ذرا محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

آپ کا یہ فتوی کورٹ میں پہنچ چکا تھا مگر کورٹ میں حاضر ہونے کی نوبت نہ آئی۔اس لیے کہ اس کے کچھ ہی دنوں بعد الیکشن

ہوااور کانگریس گورمنٹ کا تختہ ہی پلٹ گیا۔

تصنیف و تالیف:

حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب کی پوری زندگی درس وتدریس اور طلبہ کی شخصیت سازی میں گزری۔ اس کے بعد دعوت وتبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ پھر سفر کی مصروفیات کے سبب تصنیف و تالیف کا خاص موقع میسر نہ آیا۔ تاہم وقتاً فوقتاً آپ کے چند رسالے شائع ہو کر عوام وخواص میں مقبولیت حاصل کی۔

(۱) فلم خانۂ خدا کا شرعی حکم:

یہ رسالہ اگر چہ مختصر تھا مگر تقاضۂ وقت کا صحیح مدرک تھا۔ ہندوستان میں ایک فلم آئی تھی جس کا نام تھا ''خانۂ خدا''۔ چند دیوبندی علما اور مودودی خیالات کے حامل لوگوں نے اس کے جواز پر اپنا پورا زور صرف کر دیا۔ ان کی جانب سے اخبارات میں بھی اس کے جواز پر مضامین آتے رہے۔ یوں فتنہ کو پروان چڑھتا دیکھ کر کچھ احباب نے حضرت مفتی صاحب کی بارگاہ میں اصرار کیا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں فلم ''خانۂ خدا'' کا شرعی حکم بیان فرمائیں! جسے ہم ملک بھر میں تقسیم کریں گے۔ تو آپ نے ''فلم خانۂ خدا کا شرعی حکم'' رسالہ تصنیف فرمایا جو ہزاروں کی تعداد میں چھپ کر مقبول عام ہوا۔ ملک کے مختلف صوبوں اور شہروں سے آپ کے پاس دعاؤں اور مبارک بادیوں کے خطوط بھی آئے۔

(۲) اسلام میں داڑھی کا مقام:

حاجی محمد اسماعیل صاحب مرحوم تمسر کو سنتوں سے بڑا شغف تھا وہ چاہتے تھے کہ پوری دنیا نمازی اور سنتوں کی پابند ہو جائے۔ اس سلسلے میں انھوں نے لاکھوں کی تعداد میں کتابچہ، اشتہارات، پمفلٹ وغیرہ شائع کروا کر تقسیم کروایا۔ ان میں سے کچھ آپ کے تھے اور کچھ دیگر حضرات کے۔ حاجی صاحب کی گزارش پر آپ نے ''اسلام میں داڑھی کا مقام'' رسالہ تصنیف فرمایا۔ الحمدللہ! اسے بھی کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔ خاص اہل علم حضرات نے بڑی دعاؤں سے نوازا۔

علاوہ ازیں آپ کے فتاوے کتابی شکل یا پمفلٹ کی صورت میں ملک بھر میں شائع ہوئے وہ سیکڑوں کی تعداد میں ہیں۔

فقیہ اہل سنت بحیثیت خطیب:

مفسر اعظم ابراہیم رضا خاں، مفتی عبدالحلیم رضوی کی باریک بینی، دقیقہ سنجی خطابی اور مناظرتی صلاحیت سے کافی متاثر تھے۔ آپ ہمیشہ مفتی عبدالحلیم صاحب کو اپنے ساتھ رکھتے۔ جہاں پروگرام میں جانا ہوتا۔ مفتی صاحب کو ساتھ لے جاتے۔ بلکہ مقامی بیرونی جلسوں میں اپنا نائب بنا کر بھیجتے حالاں کہ آپ اس وقت ایک طالب علم تھے۔

چناں چہ ایک مرتبہ بریلی میں ایک شورش اٹھی تھی، وہابیوں نے بڑا شور مچایا تھا۔ وہاں "سرائے خام" نام سے ایک محلہ تھا جہاں دیوبندیوں کا ایک چھوٹا مدرسہ تھا۔ وہاں سے ایک پوسٹر شائع ہوا جس میں لکھا تھا "الٹے بانس بریلی کو" حضرت مفسر اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا" دیکھا بانس بریلی کا؟" پھر حضرت مفسر اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے تردیدی جلسوں کا آغاز کیا ان جلسوں میں افتتاحی وابتدائی تقریر آپ کی ہوا کرتی

تھی۔ پھر مفتی عبدالحلیم رضوی کا پر مغز خطاب ہوتا۔

مفسر اعظم آپ کی تقاریر سے کافی خوش ہوتے اور دعاؤں سے نوازتے۔ ایک مرتبہ" پرانے شہر" غوثیہ مسجد میں ایک جلسہ منعقد ہوا اس میں مجمع جیسے امنڈتا ہوا سیلاب تھا۔ اس بار افتتاحی تقریر آپ کی ہوئی۔ اس کے بعد حضرت مفسر اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہوا۔ حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب کی علمی وخطابی صلاحیت سے متاثر ہوکر حضور مفسر اعظم ہند نے دوران تقریر ایک فرحت بخش جملہ ارشاد فرمایا جس سے مفتی عبدالحلیم صاحب سے حضرت مفسر اعظم کی عقیدت ومحبت بھی روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: "عبدالحلیم میرا معنوی بیٹا ہے۔"

حضرت مفسر اعظم کو مفتی عبدالحلیم رضوی کی خطابی صلاحیت پر اس قدر پختہ یقین تھا کہ بغیر کسی تامل دور دور علاقوں میں آپ کو اپنا نائب بنا کر بھیج دیتے۔ مثلاً ایک مرتبہ حضور مفسر اعظم کو جے پور سے دعوت آئی، اتفاقاً کسی وجہ سے حضرت تشریف نہ لے جاسکے۔ تو حضرت مفسر اعظم ہند نے ان کی جانب خط لکھا کہ میں اپنی جگہ اپنے معنوی بیٹے عبدالحلیم کو بھیج رہا ہوں، اس وقت آپ بہت چھوٹے تھے، طالب علمی کا زمانہ تھا۔ چہرہ پر داڑھی شریف بھی نہ آئی تھی صرف چند بال نظر آرہے تھے۔

خطیب مشرق کا ایک یادگار فرمان:

حضرت خطیب مشرق، مفتی عبدالحلیم کی خداداد خطابی صلاحیت سے کافی متاثر تھے اور ایک بار بھری محفل میں اعلان فرمایا کہ:

"میں (خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی) حضور محدث اعظم کے ساتھ گجرات کے دورے پر تھا۔ تو ایک موقع پر حضرت نے فرمایا کہ مجھے بڑی فکر تھی کہ میرے مرنے کے بعد قوم وملت کا کیا ہوگا؟ لیکن نظامی کو دیکھ کر میں مطمئن ہوگیا کہ سید محمد اشرفی دنیا میں نہ بھی رہا تو نظامی کے ذریعے سید محمد اشرفی کا مشن چلتا رہے گا۔ لوگ دامن اسلام سے وابستہ ہوتے رہیں گے۔ سنیت محفوظ رہے گی۔ لوگ گمراہ ہونے سے بچتے رہیں گے۔

سن لو! حضور محدث اعظم نے جو جملے میرے لیے ارشاد فرمائے تھے۔ بعینہ وہ سارے جملے میں مفتی عبدالحلیم رضوی کے لیے کہہ رہا ہوں۔ میرے گزرنے کے بعد مفتی عبدالحلیم رضوی کے وجود کے سبب قوم وملت کو اپنے یتیم اور لاوارث ہونے کا احساس نہیں ہوگا۔"

دور حاضر کے عظیم مبلغ بعد تدریس آپ نے تبلیغ کو اپنی زندگی کا روح قرار دیا۔ جس کی وجہ سے آپ کی باقی زندگی سفر میں ہی گزری۔ بلکہ بلا مبالغہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے اقامت کی نماز تو پڑھی مگر سفر کے سبب زیادہ تر قصر ہی کرتے۔

آپ کی دعوت وتبلیغ کے حوالے سے حضرت مولانا محمد افروز رضا مصباحی (ایم، اے) فرماتے ہیں:

''آپ کا اصل میدان دعوت وتبلیغ، اشاعت اسلام وسنیت، فروغ مسلک اعلی حضرت اور رشد وہدایت ہے۔ ان علاقوں میں آپ کی آمد ورفت زیادہ رہی جو پسماندہ کہلاتے ہیں۔ آج بھی ان دیہات وقصبات کی تعمیر وترقی پر سوالیہ نشان لگا ہوا ہے۔ مہاراشٹر اور گجرات کے بارڈر کے آس پاس کے اضلاع، آندھرا پردیش میں ''وجے واڑہ'' قریبی قصبات، مچھلی پٹنم، نیلور، کنسٹور وغیرہ ان میں سے کچھ وہ علاقے ہیں جو آج بھی غربت وافلاس کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ مدھیہ پردیش، چھتیس گڑھ اور اڈیشا کے

مغربی علاقے جو آدی باسیوں پر مشتمل ہے، جہاں کے باشندے شعور زندگی سے نا آشنا بدویانہ زندگی گزارتے ہیں۔آپ نے ان کے درمیان پہنچ کر اسلام کی تعلیم دی۔

ان کے اذہان وقلوب میں قائم فاسد خیالات کا ازالہ کیا۔غلط افکار ونظریات کا حکمت عملی سے قلع قمع کیا۔بے دینوں اور گمرہی کی راہ چلنے والوں کو اسلام کا درس دیا۔کلمۂ طیبہ پڑھا کر دائرۂ اسلام میں داخل کیا۔ایک بار دو بار نہیں بلکہ بارہاں ان علاقوں کا دورہ کرتے رہے۔تاکہ کلمہ ونماز کے نام پر عقائد وایمان پر شب خون مارنے والی ٹولی وہاں پہنچ کر بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے دام تزویر پھنسا نہ لے۔

کئی مقامات پر مساجد ومکاتب قائم فرمایا تاکہ قوم کے بچے دین اسلام سے واقف ہوسکیں۔ان جگہوں پر اہل سنت کے نمائندوں کو مقرر کیا تاکہ کوئی گمراہ ان کے اسلام پر ڈاکہ نہ ڈال سکے۔کبھی ایسا ہوتا کہ جب آپ دورۂ تبلیغ کے لیے روانہ ہوتے تو مہینے دو مہینے یوں ہی نکل جاتے گھر آنا نصیب نہ ہوتا۔الحمدللہ آپ کے شبانہ روزی مساعی کے سبب آج وہ شہر، دیہات وقصبات اہل سنت کے مضبوط ٹھکانے بن چکے ہیں۔علمائے حق ان علاقوں میں دین وسنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔‘‘

خاص آپ کے اسفار کے تعلق سے حضرت مولانا افروز رضا صاحب فرماتے ہیں:

آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ سفر میں گزرا۔تبلیغی راہ منتخب کرنے پر اکثر بیشتر لوگوں کے عقائد واعمال کی اصلاح کے لیے،کبھی دیوبندی، وہابی کی طرف سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی خبر ملتی تو فوراً عازم سفر ہوتے۔آپ کا سفری سامان ہمیشہ تیار رہتا۔آپ درون ملک کے علاوہ برون ملک بھی تشریف لے گئے۔بغداد شریف ۴؍مرتبہ حاضری ہوئی۔پھر جارڈن، دبئی،شام،کویت، بنگلہ دیش، نیپال وغیرہ ملکوں کا سفر کیا۔عالم اسلام کی غیر سیاسی عالم گیر تحریک ’’دعوت اسلامی‘‘ جس کے آپ سرپرست ہیں، اس کے سالانہ اجتماع میں شرکت کے لیے ۲؍مرتبہ پاکستان بھی جانا ہوا۔

آپ کا جزبہ خدمت دین:

ایک مرتبہ بقیۃ السلف ،نمونۂ خلف ،مسیحائے امت حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب مدظلہ العالی جناب اشرف صاحب کے علاقے اڈیشہ کٹک میں دورۂ تبلیغ دین پر تھے۔حضرت مفتی صاحب کا معمول ہے کہ آپ تہجد کے لیے اٹھتے ہیں تو پھر اشراق و چاشت پڑھ کر ہی کچھ دیر آرام فرماتے ہیں۔سفر ہو یا حضر کہیں بھی معمول کے خلاف نہیں ہوتا۔اگر چہ مجالس ومحافل کے سبب دیر رات جاگنا پڑے۔پھر بھی اپنے وقت پر معمول کو انجام دیتے۔

لہذا اس بار جب آپ اشراق و چاشت سے فارغ ہوئے بجائے آرام وراحت لینے کے بیٹھے ہی رہے۔بعض قریبی محبین جو آپ کی معمولات سے
باخبر تھے،عرض گزار ہوئے حضور کے آرام فرمانے کا وقت ہے۔لہذا حضور بستر استراحت پر تشریف لے جائیں۔تو سن کر آپ فرمانے لگے:

’’میں یوں آرام کرتا رہوں۔لیکن جب ہمارے اکابرین مجھ سے پوچھیں گے کہ تم نے امت مسلمہ کی خدمت اوران کی

حاجت وروائی میں کوں سا کارنامہ انجام دیا؟ تو میں کیا جواب دوں گا؟ آرام تو اپنی ذاتی ضرورت ہے جب کہ امت مسلمہ کی حاجت روائی ہی اصل کام ہے۔''

مسیحائے قوم وملت حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب مدظلہ العالی کے دریاے دل میں پریشان امت کی مسیحائی کا جذبہ کس قدر موجزن اورلہر ساز ہے۔نوک قلم سے اس کا بیان نہیں ہوسکتا اور نہ ہی قوت گویائی میں اس کی طاقت ہے۔ مذکورہ بالا سطور سے بس اس کا کچھ تصور واحساس ہی ہوسکتا ہے۔

نیابت وجانشینی:

حضرت فقیہ اہل سنت نے سب سے پہلے ۱۹۹۶ء میں جامعہ فیض الرضا کے سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر قاضی شریعت مہاراشٹر مفتی اشرف رضا قادری، داماد برادر اصغر کی وقتی نیابت وجانشینی کا اعلان کیا تھا۔ پھر ۲۰۱۴ء میں ادارہ کے جلسۂ عام میں اپنے صاحبزادے مفتی یحییٰ رضا مصباحی کی نیابت وجانشینی کا اعلان کیا کہ وہ ادارہ کے فروغ وارتقاء میں اپنا رول ادا کریں۔ مفتی یحییٰ رضا مصباحی، ایک نوجوان جید عالم دین ہیں۔آپ شروع ہی سے جامعہ کی تعمیر وترقی میں سرگرم رہے، ممبئ شہر سے سب سے زیادہ تعاون انہی کے ذریعہ ہوتا ہے، اور جب سے مسجد برکات رضا کا تعمیری کام شروع ہوا ہے شبانہ روز فنڈ جمع کرنے کی انتھک کوششوں میں مصروف ہیں، لوگوں کو اس کار خیر کی طرف مائل کرتے ہیں تا کہ مابقی کام کی تکمیل جلد سے جلد ہو سکے۔ جانشین فقیہ اہل سنت- مفتی یحییٰ رضا مصباحی اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی نبھا رہے ہیں۔

اخلاق وعادات:

حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب قبلہ حفظہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت مسرت بخش اخلاق وعادات، صفات حمیدہ اور خصائل حسنہ کی جامع ہے۔ اخلاص وتقوی، زہد وبے نیازی، خوش مزاجی، خندہ پیشانی، نرم گفتاری، شیریں بیانی، شفقت ومہربانی اور تواضع و انکساری آپ کے دامن اخلاق کی خوبصورت جھالریں ہیں۔ یہ بات آپ کی بلندی اخلاق پر غمازی کر رہی ہے کہ جو بھی چند لمحے آپ کی بارگاہ میں گزارتا ہے وہ خود کو آپ کا مقبول ومقرب تصور کرتا ہے۔ لہذا آپ کی کتاب زندگی کا بغور مطالعہ کرنے والا اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ آپ ارشاد گرامی وقار ﷺ ”من تواضع للہ رفعه الله“ کے مصداق ہیں۔ذیل میں اخلاق وعادات کی چند سبق آموز جھلکیاں قارئین کی نذر کی جارہی ہیں:

آپ کی سادگی دیکھ کر متاثر ہوگئے:

درس وتدریس کے باب میں آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فقیہ اعظم حضرت مفتی عبد الحلیم صاحب قبلہ حفظہ اللہ تعالیٰ ۳/اپریل ۱۹۶۶ء میں حضرت خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی کے ذریعہ بغرض تدریس ناگپور کی مشہور تعلیم گاہ ”جامعہ عربیہ“ تشریف لائے۔ حضرت مفتی عبد الرشید صاحب قبلہ نے آپ کو ”جامعہ عربیہ“ کی درسگاہ کی ذمہ داری سونپی تو آپ نے حضرت مفتی عبد الرشید صاحب قبلہ کی خدمت بابرکت میں عرض کیا: حضور! میں درسگاہ میں بیٹھنے سے پہلے کچھ عرض ومعروض رکھنا چاہتا ہوں۔ آپ کو اجازت مل گئی۔

آپ نے حضرت مفتی عبدالرشید کی بارگاہ میں عرض کیا:

"حضور! گزارش یہ تھی کہ اگر میری ذات سے آپ کو کبھی کچھ شکایت ہو تو میں آپ کا بچہ ہوں۔ تنہائی میں بلا کر مجھے آپ سمجھا دیں۔ کسی اور سے اس کا تذکرہ نہ کریں۔ اگر مجھے کسی قسم کی کوئی شکایت ہوگی تو بلا واسطہ آپ کی بارگاہ میں عرض کروں گا، کسی اور سے نہ کہوں گا۔ میں یہ بھی وعدہ کرتا ہوں: میں اپنی ذات سے جامعہ کو نقصان نہ پہنچاؤں گا۔

ہوسکتا ہے آپ کہیں کہ صاحب! سب لوگ آتے وقت یہی عہد و پیمان کرتے ہیں۔ پھر بعد میں وہی معاہد اور پیمان بردار دردسر بن کر رہ جاتے ہیں۔ تو اس سلسلے میں، میں اپنی ضمانت میں دو عظیم شخصیتوں کو پیش کر رہا ہوں جن کی نگاہ کرم پر مجھے قیامت میں نجات ملے گی۔ ایک **سرکار غوث پاک** اور دوسری شخصیت **سرکار مخدوم سمنانی**۔ میں ان دونوں بزرگوں کو اپنی ضمانت میں پیش کر رہا ہوں کہ میں اپنی ذات سے جامعہ کو نقصان نہ پہنچاؤں گا۔

حضرت مفتی عبدالرشید صاحب آپ کی نرم گوئی اور تواضع و انکساری کا یہ انداز دیکھ کر بے ساختہ رو پڑے۔

قدم چومے اور معافی بھی مانگی:

حضرت کے خلیفہ مفتی محمد وسیم اکرم مصباحی کا بیان ہے:

غالباً میرا الجامعۃ الاشرفیہ میں تعلیم کا آخری سال تھا۔ یہ ۲۰۱۳ء کی بات ہے۔ مجھے خبر ہوئی کہ مفتی صاحب اپنے آبائی وطن "ددری" میں تشریف فرما تھے۔ میں حضرت کی زیارت کی خاطر اپنے مادر علمی "فیض الرضا" ددری پہنچا۔ چند ایام حضرت کی صحبت میں رہ کر واپس آ گیا۔

انھیں ایام میں ایک دن نماز مغرب کے بعد حضرت مفتی صاحب قبلہ حفظہ اللہ تعالیٰ تخت پر تشریف فرما تھے۔ اور چند طلبہ آپ کی خدمت سے فیض یاب ہو رہے تھے۔ میں آپ کے سرہانے کرسی پر بیٹھا تھا کہ میری نگاہ ایک طالب علم پر پڑی جو کہ سید زادے تھے وہ بھی مفتی صاحب کے پیر دبا رہے تھے۔ مجھے یہ دیکھ بڑی بے چینی ہوئی کہ سید زادے پیر دبا رہے ہیں۔ اب میں حیران و پریشان تھا کہ میں حضرت کو کیسے باخبر کروں؟ اتنے میں مجھے ایک ترکیب سوجھی۔ میں نے مفتی صاحب کے بازو میں موجود طالب علم سے پوچھا: "آپ کس درجہ میں زیر تعلیم ہیں؟" انھوں نے جواب دیا فلاں درجہ میں۔ پھر میں نے سید صاحب سے مخاطب ہو کر پوچھا: "سید صاحب آپ کس درجہ میں پڑھتے ہیں؟ بس پھر کیا تھا جیسے ہی مفتی صاحب کو خبر ہوئی کہ کوئی سید زادے بھی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ فوراً آپ نے دونوں پیر سمیٹ لیے اور کہنے لگے کہ کون سید زادے ہیں؟ ادھر آئیں۔ یہ کہتے ہوئے انھیں اپنے سرہانے بلا کر ان کے قدم چومے اور معافی بھی مانگی۔

سادگی کا ایک دل آویز واقعہ:

آپ سے جو بھی قریب ہوا اور کچھ آپ کے ساتھ بتائے وہ آپ کی سادگی و حسن اخلاق سے متاثر ہو کر آپ کی الفت و محبت کی زنجیر میں جکڑ گیا پھر اس کے ذہن و فکر میں آپ کے تصور کی ایسی تصویر بیٹھ گئی جو تادم حیات غائب نہ ہوسکی۔ اس کی ایک اور جھلک ملاحظہ فرمائیں۔ یہ ادائے دل ربا بھی جناب اشرف صاحب سے منقول ہے:

پیرومرشد حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب قبلہ حفظہ اللہ تعالیٰ جب بھی مریدوں کے حلقے میں تشریف رکھتے، چہرہ پر ہمیشہ بشاشت رہتی۔ ہر کسی کی گفتگو اتنی توجہ سے سماعت کرتے گویا کوئی اہم واقعہ یا حادثہ سن رہے ہوں۔ دوران گفتگو کبھی کبھی کچھ دل جوئی کے کلمات بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ مثلاً جب کبھی دوا وغیرہ لینے سے پہلے آپ کو ناشتے کی ضرورت پڑتی تو مریدین سے یوں مخاطب ہوتے:

"آپ لوگ فقیروں کو صدقہ دیتے ہیں کہ نہیں؟ مریدین عرض کرتے جی حضور! تو حضرت مفتی صاحب قبلہ فرماتے تب تو بندے کے لیے بھی کچھ بسکٹ وغیرہ کا انتظام کر دیجیے۔"

قارئین کرام! غور فرمائیں حضرت فقیہ اہل سنت حفظہ اللہ تعالیٰ کی اس سادگی کو دیکھ کر کون ہے جو آپ کی ذات پر فریفتہ نہ ہو۔ بلاشبہہ آپ کے ان جملوں کے ہر لفظ سے سادگی و عاجزی اور تواضع وانکساری کے چشمے پھوٹتے نظر آ رہے ہیں۔

فقیہ اہل سنت کا زہد و تقوی:

فقیہ اہل سنت حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب ایک پابند شرع، متقی و پرہیزگار اور ایک اللہ والی شخصیت کا نام ہے۔ آپ کی فکر آخرت اور خشیت الٰہی آپ کے کمال ایمان پر دال ہے اس لیے کہ بندے کا ایمان جس قدر مضبوط و مستحکم اور پختہ ہوتا ہے اسی قدر اس کے دینی و دنیوی اعمال پر اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی زندگی کا کوئی عمل ایسا نہیں جو اس کے اثر سے خالی ہو۔ ہم یہاں آپ کے زہد و تقویٰ، اخلاص و خدا ترسی سے متعلق واقعات و مشاہدات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اخلاص و خدا ترسی کا عبرت آمیز واقعہ:

آپ نے ناگپور میں ایک عرصے تک تدریس و تعلیم کی اہم ذمہ داری نبھائی۔ اس طویل مدت میں آپ کی ذات سے بہت سے واقعات رونما ہوئے۔ زندگی کے ہر موڑ پر اخلاق و خدا ترسی کی کچھ ایسی جھلکیاں ملتی ہیں جنھیں پڑھ سن کر یقین ہو جاتا ہے ایسے واقعات کی رونمائی اللہ کے ولیوں کے سوا اور کس ذات سے متوقع ہو سکتی ہے۔ لہٰذا درج ذیل واقعہ کو پڑھیے اور برملا ان کی ولایت و شخصیت کا اعتراف کیجیے:

جب آپ ناگپور تشریف لے گئے تو کچھ دن بعد ہی "جامعہ عربیہ" ناگپور کا دارالافتاء خالی ہو گیا تو صاحب "تسہیل المصادر" حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالرشید صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو اپنی نشست گاہ میں بیٹھایا اور دارالافتاء کی ذمہ داری آپ کے سپرد کی۔ دارالافتا کی ذمہ داری قبول کرتے وقت فقیہ اعظم حفظہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی عبدالرشید صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو گزارش کی تھی اس سے آپ کا اخلاص و تقویٰ، زہد و بے نیازی اور آپ کی خدا ترسی آفتاب نیم روز سے بھی زیادہ واضح اور روشن ہو جاتی ہے۔ آپ نے حضرت مفتی عبدالرشید صاحب قبلہ کی بارگاہ میں عرض کیا:

"حضور یہ آپ کی کرم نوازی اور حوصلہ افزائی ہے کہ آپ نے مجھے یہ ذمہ داری سونپ دی۔ لیکن میں یہ ذمہ داری اس شرط پر قبول کروں گا کہ اس سے قبل دارالافتا کا جو معاوضہ حضرت مولانا زین العابدین (آپ سے پہلے یہی افتا کی ذمہ داری سنبھال رہے تھے) کو ملا کرتا تھا میں اسے ہرگز نہ لوں گا۔ رضائے الٰہی کے خاطر مفت خدمت انجام دوں گا۔"

غالباً اس وقت آپ کی تنخواہ ۱۵۰؍روپے تھی۔ حضرت مفتی عبد الرشید صاحب نے جب آپ کا یہ اخلاص دیکھا تو شفقت بھرے انداز میں فرمایا:

"آپ عیال دار ہیں، مہنگائی سر چڑھ کر بول رہی ہے آپ کی مختصر سی تنخواہ جو آپ کو مل رہی ہے اس سے آپ کے اپنی اور عیالی اخراجات کیسے پورے ہوں گے؟ لہٰذا آپ کو اس کا معاوضہ لینا پڑے گا۔"

حضرت مفتی عبد الحلیم صاحب قبلہ حفظہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی عبد الرشید صاحب کی اس ادائے کرم نوازی سے متاثر تو ہوئے لیکن آپ کی بھی غیرت ایمانی بہت اعلیٰ درجے کی تھی۔ آپ نے پھر بارگاہ دلنواز میں عرض کی۔

"حضور! آپ نے جو کچھ فرمایا بجا فرمایا لیکن میرا ضمیر ہرگز یہ قبول نہیں کرتا کہ میں اس کا بھی معاوضہ لوں۔ درس گاہ پڑھاتا ہوں تو یہ طرفین کی رضامندی پر ہے میں اس کی تنخواہ لے لیتا ہوں۔ مسجد میں امامت کرتا ہوں تو اس کی بھی تنخواہ مجھے مل جاتی ہے۔ تو میں کس منہ سے کہوں کہ میں دین کا کام کر رہا ہوں؟ ساری خدمتوں پر تو معاوضہ مل ہی رہا ہے۔ کم از کم یہ فتویٰ نویسی اگر بلا معاوضہ ہو تو دل مطمئن رہے گا کہ دین کا کوئی کام بلا معاوضہ بھی انجام پا رہا ہے۔"

اسی زمانہ میں آپ اٹھارہ اٹھارہ سو چندہ مدرسہ میں لا کر دیتے تھے۔ اس زمانہ کے لحاظ سے یہ رقم خطیر تھی۔ آپ اس مدرسے میں نئے نئے تھے وہاں کے ارکان نے کہا کہ یہاں کا دستور ہے چندہ پر کمیشن لینا پڑتا ہے۔ مگر آپ کی غیرت نے لینے سے انکار کیا۔ لیکن لوگوں نے جب لینے پر مجبور کیا تو پھر آپ اسے اپنی ذات پر استعمال نہیں کرتے بلکہ طلبہ پر خرچ کر دیتے۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت مفتی عبد الرشید صاحب قبلہ سے پوچھا کہ لوگ چندہ پر کمیشن لینے کو یہاں کا دستور بتاتے ہیں اسی لیے میں کمیشن لینے پر مجبور ہو جاتا ہوں لیکن اسے مدرسہ کے طالب علموں پر صرف کر دیتا ہوں۔ کیا یہ واقعی دستور جامعہ ہے۔ حضرت نے فرمایا نہیں! تب تو پھر آپ نے وہ کمیشن ہی لینا بند کر دیا۔

ایک تنکا اور فقیہ اہل سنت:

جناب اشرف صاحب کا بیان ہے:

ایک مرتبہ آپ کی دکان کے سامنے ٹرک لگی۔ اس سے مال اتارا گیا۔ حضرت مفتی صاحب بھی ان دنوں آپ کے وہاں تشریف فرما تھے۔ تو آپ نے بے توجہی سے ایک تنکا لیا اور اسے اپنے استعمال میں لایا یہاں تک آپ اٹھے اور تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر گزری میں نے دیکھا کہ حضرت الٹے قدم واپس تشریف لا رہے ہیں۔ فرمانے لگے: بے توجہی کے سبب میں نے بغیر آپ کی اجازت کے آپ کا تنکا استعمال کر لیا لہٰذا آپ مجھے معاف کر دیں۔

اختلاف امت اور آپ کا جذبۂ اتحاد:

مسلمانوں کے آپسی اختلاف و نزاع اور ان کی باہمی رسہ کشی اور ناچاقیوں سے آپ ہمیشہ سے سخت کبیدہ خاطر رہے۔ ایک مرتبہ آپ کو امت مسلمہ کے مشربی اختلافات کی خبر ملی تو آپ بہت نالاں ہوئے اور بڑی افسردگی کا اظہار کیا۔ پھر بڑے متفکر ہو کر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے: حضور! مشربی اختلافات کا ابھی آغاز ہے بعد میں یہ اختلاف

اللہ ہی جانے کیا رنگ لائے؟ اگر یہ چیز یہیں ختم ہو جائے تو امت مسلمہ کے حق میں بہت بہتر ہوگا۔ حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے فرمایا بلاشبہ یہ فتنہ ختم ہونا چاہیے اس لیے آپ نے ایک تحریری کوشش بھی فرمائی۔

خون کا آخری قطرہ:

اتحاد امت مسلمہ کے حوالے سے آپ کے اندر جو سوز و تڑپ ہے آپ کے صحبت یافتہ اور حاضر باش ہی اس کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ماقبل کی سطور میں درج کیا گیا ایک پیراگراف کو یہاں بالاختصار دوبارہ پیش کیا جا رہا ہے جس کا لفظ لفظ اتحاد امت کے جذبہ سے سرشار ہے۔ آپ نے اپنے ایک انٹرویو میں قوم مسلم کو یہ پیغام دیا تھا:

''اس وقت جس دور سے ہم گزر رہے ہیں وہ ہمارے لیے زیادہ اچھا نہیں ہے۔ قوم وملت کو یہ میرا پیغام ہے کہ وہ ذاتی اور مشربی اختلاف کو مٹا کر آپس میں اتحاد و اتفاق پیدا کریں۔ قوم کی بقا ان کے اتحاد پر ہی موقوف ہوتی ہے۔ ان کا انتشار ان کے لیے موت اور اتحاد ان کے لیے زندگی ہے۔ بلاشبہ اگر ہماری شیرازہ بندی ہو جائے تو ہم بگڑے حالات پر بہت حد تک قابو پا سکتے ہیں۔ ہماری قوم آپسی اختلافات کو بھلا کر بنام سنیت ایک ہو جائے، اس کے لیے فقیر (عبدالحلیم) اپنی آخری قربانی دینے کے لیے تیار ہے۔ اس شیرازہ بندی کی خاطر اگر ہمارے خون کا آخری قطرہ بھی اگر کام آتا تو دینے کے لیے راضی ہوں۔''

تحریک دعوت اسلامی سے وابستگی:

دعوت اسلامی کے عروج وارتقا کی تاریخ مبلغ اسلام حضرت مفتی عبدالحلیم کے ذکر کے بغیر ناقص و ناتمام رہے گی۔ دعوت اسلامی کی ترقی اور ہندوستان کے گوشے گوشے میں اس کی اشاعت کی خاطر مبلغ اسلام مفتی عبدالحلیم نے جو قربانیاں دیں انہیں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے خون جگر سے اس کی آبیاری کی تب جا کر آج ہندوستان میں دعوت اسلامی کی بہاریں نظر آتی ہیں۔ اس کی داستان لمبی اور بڑی دل دوز ہے۔ قدرے تفصیل ہمارے قارئین کی نظر۔

ہند میں دعوت اسلامی کے ورود کے وقت مخالفین کی جانب سے جو ہنگامی حالات پیش آئے انھیں بھلا کون بھولا سکتا ہے! اپنے بے گانے سبھوں نے اس کے ساتھ ناروا سلوک کیا۔ کسی نے بھی اسے پناہ نہ دی اور نہ اس کی کسی طرح کی کوئی مدد اور حمایت کی۔ فتووں پر فتوے ٹھوکے۔ اس کے مبلغین کے پیچھے نماز کو ناجائز قرار دیا گیا۔ ان کے مجالس اور اجتماعات میں شرکت کے سلسلے میں عدم جواز کا قول کیا گیا۔ ان کو اپنی محفلوں میں بلانے پر پابندی لگائی گئی۔ موقعہ ملا تو اس کے مبلغین کو دھکے مار کر مسجدوں اور محفلوں سے باہر کیا گیا۔ خالص اسلامی تحریک کو غیر اسلامی قرار دیا گیا۔ ملکی پیمانے پر اس سے بائیکاٹ کا اعلان ہوا۔ الغرض حاسدوں اور مسلک دشمنوں نے اسے کچلنے کی پوری کوشش کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جفا کاروں کے پیہم یلغار سے اس تحریک میں جمود میں آ گیا اور مسلسل جور و جفا سے عاجز آ کر یہ تحریک واپس اپنے وطن لوٹنے پر مجبور ہوگئی۔

ایسے پر آشوب حالات میں مبلغ اسلام مفتی عبدالحلیم نے اسے بازوؤں کا سہارا دیا۔ اور اعلان کیا کہ دعوت اسلامی اہل سنت کا پاسبان، مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان اور سواد اعظم کے عقائد و نظریات کا نگہبان ہے۔ اہل سنت کے عوام و خواص کو چاہیے کہ وہ جان و دل سے دعوت اسلامی کی امداد اور اعانت کریں! اس کے خلاف جتنے فتاوے ہیں وہ حسد یا غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ ان

فتاووں کی کوئی حقیقت نہیں۔ ان فتاووں کی پرواہ نہ کریں۔ بے تأمل دعوت اسلامی کو اپنائیں اور اسے گھر گھر پہنچائیں۔ کل قیامت میں دعوت اسلامی کی حمایت اور اس میں آپ کی شمولیت سے متعلق اگر پرسش ہوئی تو رب کی بارگاہ میں عبدالحلیم اس کا جواب دہ اور ذمہ دار ہوگا۔

حالاں کہ آپ کو یہ معلوم تھا دعوت اسلامی کی حمایت پر اس ناعاقبت اندیش اور اور جذباتی قوم کا ردعمل کیا ہوگا؟ آپ کو یقین تھا کہ جن لوگوں نے آپ کو اپنی آنکھوں کی پتلیوں میں جگہ دی وہ آپ کے جانی دشمن بن جائیں گے۔ جنھیں آپ بہت محبوب تھے اب ان کی نظروں میں سب سے مبغوض ہوں گے۔ ہوا بھی یہی کہ پورے ہندوستان میں لوگ آپ کے نام پر بھیڑ اکٹھا کرتے اور اپنے محافل ومجالس میں آپ کو مہمان خصوصی اور روحانی شخصیت کے طور پر عظمت وعزت کے سب سے اونچے مسند پر بٹھاتے، لیکن جیسے ہی آپ کی جانب سے دعوت اسلامی کی حمایت کا اعلان شائع ہوا لوگوں نے آپ سے علاحدگی اختیار کر لی۔ آپ کی ذات عوام وخواص کی تنقیدوں کا نشانہ بن گئی۔ نادان قوم نے آپ کو اپنے ظلم وستم کا تختۂ مشق سمجھ لیا۔ آپ کے خلاف زبانیں دراز کیں، تحقیر آمیز جملے کسنے شروع کیے۔ خشک علم مفتیوں نے اپنے فتووں کے ذریعے دل کی بھڑاس نکالی اور عوام اہل سنت کو آپ سے برگشتہ کرنے میں اپنی کوشش صرف کر دی۔

مگر آپ نے فروغ سنیت کی خاطر دعوت اسلامی کی اشاعت میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور بصد خلوص اس کی تائید اور حمایت کی۔ آپ نے صوبہ در صوبہ سفر کیا، علما سے ملاقاتیں کیں، انھیں دعوت اسلامی کی ضرورت واہمیت بتلا کر ان کے مابین شائع غلط فہمیوں کو دور کیا۔ جگہ جگہ علما کی میٹنگ لی اور دعوت اسلامی سے متعلق انھیں مثبت ذہن دیا۔

دعوت اسلامی کی حمایت اور اس سے متعلق آپ کے اعلان نے پورے ملک میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ عوام وخواص کو سوچنے پر مجبور ہوئے۔ مفتیان کرام نے اپنے اپنے فتاووں میں نظر ثانی شروع کر دی۔ انھوں نے اپنے فتاوے واپس لیے اور اس کی موافقت اور حمایت پر مشتمل فتوے دیے۔ مخالفین اور حاسدین نے عبرت پکڑی اور وہ اپنی حرکتوں سے باز آئے۔ شدہ شدہ ہند کے کل مستند مفتیان کرام اور مرکزی اداروں نے فقیہ اہل سنت مفتی عبدالحلیم کی حمایت کی تائید کی اور اپنی اپنی حمایت کا اعلان کیا۔ پھر آپ کی کرم نوازیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ تحریک دعوت اسلامی جنگل کی آگ کی طرح ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔ الحمد للہ! آج ہندوستان میں دعوت اسلامی کے درجنوں ادارے ہیں جن میں ہزاروں کی تعداد میں طلبہ مستفیض ہو رہے ہیں۔ قوم وملت کی اصلاح کی خاطر دیگر شعباجات بھی قائم ہیں جن کے سبب لاکھوں کی تعداد میں نسل نو کے ایمان وعقائد کی حفاظت ہوئی اور اب بھی اصلاح پذیر ہیں۔ اس باغ وبہار کی سبزہ آوری میں مبلغ اسلام مفتی عبدالحلیم صاحب کی بڑی بڑی قربانیاں ہیں۔

اپنے مریدین و معتقدین کو نصیحت:

لوگوں نے دعوت اسلامی کی تائید کی تو فقط تائید کی۔ ایسا نہ ہوا کہ وہ دعوت کے قدم بقدم چلیں۔ اس کی اشاعت کی خاطر تگ ودو کریں۔ لوگوں کی ذہن کی سازی کے لیے الگ سے وقت نکالیں۔ لیکن پیر طریقت فقیہ اہل سنت مفتی عبدالحلیم حفظہ اللہ العظیم کی یہ خصوصیت رہی کہ دعوت اسلامی کی اشاعت اور گھر گھر اس کے پیغام کو پہنچانے کی خاطر آپ نے نہ صرف خود کو وقف کیا

بلکہ اپنے تمام مریدین ومتوسلین کو دعوت اسلامی میں شامل ہونے اور قریہ قریہ اس کی تبلیغ کرنے کی نصیحت کی۔ آپ اپنے شجرہ مبارکہ میں لکھتے ہیں:

''پیارے اسلامی بھائیو اور بہنو! ''دعوت اسلامی'' صلوٰۃ وسنت کی تبلیغ کرنے والی غیر سیاسی تحریک ہے۔ آپ کو چاہیے کہ تن من دھن کے ساتھ ہر ممکن تعاون کریں۔ اسی طرح جہاں جہاں اس کے ہفتہ وار اجتماع ہوتے ہیں، ہر ممکن صورت میں اس میں شرکت کریں۔ اسی طرح جہاں جہاں فیضان سنت کا درس ہوتا ہے وہاں بھی شریک ہوں۔ جہاں درس فیضان سنت کا سلسلہ نہیں ہے وہاں درس جاری کرائیں۔ اور کم از کم تین دن کے مدنی قافلے میں ضرور شرکت کریں اور ہر ماہ مدنی انعامات کا فارم پر کر کے دعوت اسلامی کے علاقائی ذمہ دار کو جمع کرائیں۔ ان شاء اللہ مشکلیں حل ہوں گی''

تعمیری خدمات:

شمالی بہار کا پورا علاقہ وہابیت کی زد پر تھا۔ تبلیغیت جنگل کی آگ بن گئی تھی۔ وہاں کے باشندے جہالت کے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔ اسی لیے وہ ہر کس ناکس جس سے بھی دین کی بات سنتے امنّا صدّقنا پکارتے وہاں ایک ادارے کا قیام نہایت ضروری تھا اور امت مسلمہ پر اہم فریضہ تھا۔ فقیہ اہل سنت حضرت مفتی عبد الحلیم صاحب نے اس ضرورت کو محسوس کر لیا اور ''جامعہ ضیائیہ فیض الرضا'' ددری کے قیام کے ذریعے دین وسنیت کی اس خلا کو پر کیا۔

دار العلوم فیض الرضا اور اس کی وجہ تاسیس:

حضرت مفتی عبد الحلیم صاحب کے کارناموں میں ایک اہم اور ناقابل فراموش کارنامہ "دار العلوم فیض الرضا" کی تعمیر وتاسیس ہے۔ جس کے عروج وارتقا میں بہت سی قربانیاں آپ نے دیں۔ ایک مرتبہ آپ سے اس کی وجہ تاسیس پوچھی گئی تو آپ نے بیان فرمایا:

"ایک مرتبہ آپ پر فالج کا اثر آ گیا اور آپ کی آواز بند ہو گئی۔ آپ اور آپ کے سارے احباب زندگی سے مایوس ہو گئے۔ آواز تو نکل ہی نہیں رہی تھی آپ نے دل ہی دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا مانگی۔

"یا اللہ مجھے اتنی زندگی دے کہ میں چند کام کر لوں۔ میں اپنے گناہوں سے توبہ کر لوں۔ "مسجد نوری" جو میرے دروازے پر ہے اس کی تعمیر مکمل کر لوں۔ "ددری" میری جائے پیدائش ہے۔ مجھ پر اس زمین کا کچھ حق ہے وہاں کوئی دینی ادارہ قائم کر لوں تاکہ وہاں بچے زیور تعلیم سے آراستہ ہوں۔ اور تیرے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کی زیارت کر لوں۔" اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور یہ سارے امور انجام طے پا گئے۔

دار العلوم کے قیام کا پس منظر:

ماضی قریب میں ددری علاقے کی اکثریت وہابیوں کی تھی یا وہابیت سے متاثر تھی۔ علامہ مشتاق احمد نظامی کا اس علاقہ میں دورہ ہوتا تھا۔ وہ آپ کے گھر تشریف لے جاتے۔ حالات کا جائزہ لے کر حضرت نظامی صاحب نے آپ سے فرمایا کہ جتنی جلدی ہو سکے آپ یہاں ایک ادارہ قائم کریں۔ اگر چہ مکتب ہی کیوں نہ ہو۔ آپ نے عرض کیا حضور! یہ میری خاموش زبان کہیں کھلتی ہی

نہیں۔ کیسے ادارہ چلے گا؟ ادارے کا قیام تو دلی خواہش ہے، لیکن ہمت نہیں پڑتی۔ حضرت نظامی صاحب نے تسلی دی اور بہت ہمت دلائی۔

بہر حال آپ نے "السعی منی الاتمام من اللہ" کے پیش نظر اللہ تبارک وتعالیٰ پر بھروسہ اور توکل کرتے ہوئے ۱۳۹۹ھ /۱۹۷۹ء میں ادارہ کی بنیاد ڈال دی۔ الحمدللہ آج وہ ادارہ آسمان ترقی پر قدم جما چکا ہے۔

وہاں کی تعلیم، نظام تعلیم، طلبہ کی شخصیت سازی اور ان کی تربیت ہر اعتبار سے دیگر اداروں پر فوقیت رکھتا ہے۔

تسمیۃ "فیض الرضا" کا پس منظر:

دارالعلوم فیض الرضا کی بنیاد کے وقت بڑے بڑے علما ومشائخ تشریف لائے۔ ان میں سے حضرت علامہ مولانا مفتی اسلم صاحب، حضرت علامہ مولانا عباس اشرفی، حضرت مولانا الحاج نسیم الدین صاحب قابل ذکر ہیں۔ ان بزرگان دین نے اپنے ہاتھ سے اس کی بنیاد ڈالی۔ پھر خود ہی تخت وفرش بچھائے اور بیٹھ کر مختصر تقریر کی۔

اس میں یہ بات بھی آ گئی کہ اس کا نام کیا رکھا جائے؟ حضرت مفتی عبدالحلیم نے فرمایا: ادارہ کا نام اعلیٰ حضرت کے نام پر ہوتا کہ اگر میں دنیا میں نہ بھی رہوں تو یہ نام خود اپنے مسلک کو واضح کرتا رہے۔

اسی پر آپ نے چند نام پیش کیے۔ حضرت علامہ مولانا مفتی اسلم صاحب نے بھی مختلف نام پیش کیے۔ اسی درمیان حضرت علامہ مولانا محمد عباس صاحب نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ اس کا نام "فیض الرضا" رکھا جائے۔ حضرت علامہ مفتی عبد الحلیم صاحب نے سنا تو جھوم گئے اور سبحان اللہ ماشاء اللہ کہتے ہوئے اسی نام کی تعین پر تائید کر دی۔

فیض الرضا کے عروج وارتقا کی داستان:

۱۹۷۹ء میں پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آبادی کے مشورہ پر محلے کے بچوں کے لئے مکتب شروع کیا پھر اسے ترقی دے کر مدرسہ کی شکل دینے کا ذہن بنا۔ جگہ کی تلاش ہوئی تو محلے میں ہی ۶، ہزار اسکوائر فٹ زمین مل گئی جس پر مقامی علما کی موجودگی میں ''دارالعلوم فیض الرضا'' کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ ۴، کمرے ایک بڑا ہال، عقبی حصہ میں باورچی خانہ، ہینڈ پائپ، باتھ روم و بیت الخلاء کی تعمیر ہوئی۔ ابتدا سے محلے کے بچوں کی مکتب میں تعلیم شروع ہوگئی تھی ۱۹۸۷ء میں حفظ وقرأت کی تعلیم شروع ہوئی۔ ۹۰ء میں مولانا ظفر امام اندولوی کی تقرری ہوئی، اس سال بچوں کو عربی و فارسی کی چند ابتدائی کتابیں پڑھائی گئیں ۹۱ ۱۹ء سے درس نظامی کا باضابطہ آغاز ہوا اور سال بسال رابعہ جماعت تک ترقی دی گئی۔ ۲۰۰۸ء سے دو جماعت بڑھا کر سادسہ کر دیا گیا۔ اب عالمیت کی دستار بھی دی جاتی ہے۔

قدیم عمارت میں ۱۹۹۶ء تک تعلیم ہوتی رہی پھر طلباء کی کثرت نے انتظامیہ کو اس جانب متوجہ کیا کہ مدرسہ کی عمارت دوسری جگہ منتقل کر دی جائے۔ مشورہ کے بعد طے پایا کہ زمین آبادی سے ذرا دور کھلی جگہ میں لی جائے تا کہ طلبہ آبادی کے ہنگامی حالات سے دور یکسوئی کے ساتھ تعلیم کی طرف دھیان دے سکیں۔ جگہ کی تلاش ہوئی تو مہوا گاچھی روڈ پر قدیم مدرسہ سے ایک کلومیٹر جنوب میں ایک ایکڑ زمین کی خریدی ہوئی۔ چونکہ یہ کاشت والی زمین لب سڑک ۶، فٹ گہری تھی، اسے بھر کر روڈ سے پانچ فٹ

اونچا کیا گیا۔ پورب کی طرف سے کھلا میدان چھوڑ کر سہ طرفہ تعمیری کام شروع ہوا۔ یہ عمارت ۱۵، کمروں پر مشتمل تھی تینوں جانب کمروں سے متصل دس فٹ چوڑی لمبی راہ داری بنی۔ عمارت کے عقب میں جنوبی طرف سے باورچی خانہ، متصل ہی ہینڈ پائپ اور دس فٹ کی دوری پر مغرب کی طرف طہارت خانہ وبیت الخلاء کی تعمیر ہوئی، پانی کی سربراہی کے لئے دو ہینڈ پائپ عمارت سے شمال وجنوب میں واقع ہے۔ اس سال عمارت پر ٹنکی لگا کر وضوخانہ وطہارت خانہ میں پائپ لائن بچھا کر نل لگا دیا گیا ہے۔

یہ عمارت اقامتی طور پر ایک سو پچاس طلبہ کے لئے کافی تھی ہر کمرہ ۱۵ + ۱۰ فٹ لمبا بنایا گیا، طلبہ کی سہولیات کا خاص خیال رکھا گیا۔ اس عمارت کی تعمیر میں مفتی صاحب کے مریدوں نے خاصا تعاون دیا، بعض نے اپنے مرحوموں کے ایصال ثواب کی نیت سے ایک ایک کمرہ بنوا دیا۔ ان کے ناموں کی تختی ہر کمرے کے دروازہ کی پیشانی پر نصب ہے۔

مدرسہ کی نئی عمارت وسیع وعریض زمین پر تعمیر ہوئی شعبہ جات میں اضافہ ہونے والا تھا مدرسہ کو جامعہ کی شکل دی جارہی تھی ۔ مفتی صاحب قطب مدینہ علامہ ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں انہوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں، جبکہ آپ حج کے لئے تشریف لے گئے تھے، اپنے سلسلہ ''ضیائی'' کے فروغ کی فرمائش کی تھی، مفتی صاحب نے سلسلہ ضیائی کی نسبت سے مدرسہ کا نام ''جامعہ ضیائیہ فیض الرضا'' منتخب فرمایا۔

۱۹۹۷ء سے نئی عمارت میں تعلیم کا آغاز ہوا قدیم مدرسہ میں محلے سے آنے والے ناظرہ خواں بچوں کے لئے ایک مدرس، ایک حفظ کی درس گاہ باقی رکھا تا کہ عمارت کی رونق باقی رہے۔

مسجد برکات رضا کی تعمیر و تاسیس:

''مسجد برکات رضا'' کی تعمیر وتاسیس کی حوالے سے حضرت مولانا محمد افروز رضا مصباحی کی معلومات قارئین کرام کی نذر کی جارہی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

مفتی صاحب نے کھلی آنکھوں خواب دیکھا کہ جامعہ کے بازو میں مسجد ہونی چاہئے تا کہ نماز پنجگانہ سمیت جمعہ وعیدین کی نمازیں ادا کی جاسکیں۔ جامعہ کے طلبہ اساتذہ صحن مدرسہ میں نماز ادا کرتے تھے موسم باراں وسرماں میں بڑی تکلیفوں کا سامنا رہتا تیز برسات اور سخت سردی میں کھلے صحن میں نماز کی ادائیگی نہایت دشوارکن مرحلہ ہوتا۔ حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مفتی صاحب کے سامنے تعمیر مسجد کی تجویز رکھی گئی۔ یہ مفتی صاحب کے دل کی آواز تھی۔ اللہ پر توکل کرتے ہوئے راضی ہو گئے۔ انتظامیہ واساتذہ کے مشورہ سے مدرسہ کے شمال میں زمین خریدی گئی۔ ۱۸، اپریل ۲۰۱۰ء کو ''مسجد برکات رضا'' کا کثیر علماء کی موجودگی میں سنگ بنیاد رکھا گیا۔ نقشے کے ڈیزائنر مفتی صاحب کے مرید مجاہد انجینئر نندر بار مہاراشٹرا ہیں، بڑی عمدہ اور خوبصورت مسجد کا نقشہ ڈیزائن کیا جسے دیکھ کر منظوری دے دی گئی۔ تعمیر کے لئے خطیر رقم کی ضرورت تھی اس کام کے لئے مفتی صاحب کے مریدین نے دل کھول کر حصہ لیا۔ حصہ لینے والوں میں ڈونڈا ئچہ، نندر بار، ممبئی، ناگپور، وجے واڑہ، نندی گاما، مچھلی پٹنم، وشا کھا پٹنم اور اڑیسہ کے چاہنے والوں کا خاص طور سے نام لیا جاسکتا ہے۔ اس کام کے لئے مفتی صاحب خود بھی ہنگامی دورہ پر رہے کہ نہ معلوم موت سے کب ملاقات ہوجائے میری زندگی میں ہو جائے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں ۔ بڑی تیزی سے عمارت کی تعمیر ہوئی۔ مئی ۲۰۱۴ء میں

سالانہ جلسہ کے موقع سے عزیز ملت الشاہ عبدالحفیظ صاحب سربراہ اعلی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ نے نماز مغرب پڑھا کر مسجد کا افتتاح کیا۔ مسجد عالی شان تعمیر ہوئی ہے ڈیزائنگ اور ٹائلس کا کام بڑی نفاست سے کیا گیا ہے۔ اندرونی زیبائش ہوچکی، بیرونی کام کا سلسلہ جاری ہے بقیہ کی تکمیل کے لئے انتظامیہ اہل خیر حضرات کے امداد وتعاون اور نظر کرم کی منتظر ہے۔ ددری جیسے پسماندہ گاؤں میں اتنی حسین خانہ خدا کی تعمیر لوگوں کو حیرت زدہ کرتی ہے۔ مفتی صاحب کے خوابوں کی تعبیر ''مسجد برکات رضا'' اپنے اندر ایک ہزار نمازیوں کی گنجائش رکھتی ہے۔''

فقیہ اہل سنت کا عشق مدینہ:

فقیہ اہل سنت حضرت عبدالحلیم صاحب مدظلہ العالی والنورانی کے اندر مدینہ طیبہ کی دلکش گلیاں، جانفزا نورانی مناظر، پرنور وادیاں اور روح افزا بیابانوں کے ذوق دیدار کی چنگاری آتش شوق کو کس قدر شعلہ زن کرتی رہتی ہے۔ اس کا اندازہ درج ذیل سطور سے لگایا جاسکتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ عمرہ کے لیے آپ کی جو حاضریاں ہوتی رہیں اس میں مدینہ طیبہ کی حاضری کا بھی شرف حاصل ہوتا تھا؟

اتنا سننا تھا آپ نے برجستہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا یہ شعر پڑھا:

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا کسی نے آپ کی نہضت کدھر کی ہے

بعدہ بھرائی ہوئی آواز میں فرمانے لگے:

میرا تو ہمیشہ سے بارگاہ رسالت مآب علیہ التحیۃ والثنا کی حاضری ہی اصل مقصود رہی۔ اس لیے کہ اللہ رب العزت نے خود ہی فرمایا:

ولو انهم اذظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيماً

(النساء ۴، آیت ۶۴)

اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے محبوب! وہ تیری بارگاہ میں آئیں پھر اللہ سے غفران ومغفرت چاہیں اور رسول بھی ان کے لیے استغفار کریں تو وہ ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا اور رحم کرنے والا پائیں گے۔

تو ظاہر ہے کہ ہم گنہ گار پاپی کا مقصد اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ ہم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہلے حاضر ہوں۔ درعفو ودرگزر میں توبہ استغفار کریں۔ ''من زار قبری وجبت لہ شفاعتی'' پر للچاتی نگاہ جما کر ایک امید وآس لیے سلطان لاتنھر، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے دیار سے اپنی شفاعت کی بھیک مانگیں۔

سدا اصل نیت وارادہ اسی بارگاہ کی حاضری رہا۔ پھر الحمدللہ اس کے صدقے حج بھی ہوجاتا اور عمرہ بھی۔ بقول اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان:

ان کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیا
اصل الاصول حاضری اس پاک در کی ہے

مذکورہ بالا تحریر سے آپ کو معلوم ہو چکا کہ عاشق رسول مفتی عبدالحلیم صاحب کی ذات مدینہ کے عشق و محبت میں گم اور سرشار ہے۔ بھلا ایسا کیوں نہ ہو؟ اس لیے کے کائنات عشق میں عاشق، جہاں وصال یار کے خمار عشق سے سنبھلتا نہیں وہیں وہ محبوب کی گلیوں کے دیدار کے شوق میں بھی بے قرار دل ہو جاتا ہے۔

فقیہ اہل سنت بحیثیت ایک شاعر:

شاعر دربار رسالت حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب سے متعلق یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگی کہ اللہ رب العزت نے شعر و شاعری کی خوبی و صلاحیت بھی رکھی۔ لیکن آپ کل وقتی شاعر نہ تھے۔ اور نہ شعر و شاعری کو مستقلاً اپنا مشغلہ رکھا۔ بس ایک مسلمہ حقیقت کے پیش نظر سوزش عشق میں حرکت آئی، ذہن و فکر اور قلب و جگر میں عشق رسالت کا سمندر لہر ساز ہوا، جذبات کے طوفان نے سر اٹھایا، ضبط و شکیب کا سہارا چھوٹ گیا۔ پھر دل کی دھڑکنیں، خیال کی لہریں، زبان کی جنبشیں اور لبوں کی ہر حرکت و چال نعت سرا ہو گئی۔ آپ کی شاعری میں آپ کے کلام میں آپ کی سچی قلبی ادارت اور پر خلوص و پر عقیدت جذبات و احساسات کا اظہار ہیں۔ اس میں تصنع اور خود آوردی نام کی کوئی چیز نہیں۔ بلکہ آپ کے شب و روز کے مشاہدہ و مطالعہ کے بعد کوئی اگر آپ کے شعری مجموعہ کی خواندگی کرے تو اس پر یہ حقیقت آشکارا ہو جائے گی کہ عاشق نبی شاعر دربار رسالت حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب کے عشق و محبت کی پر لہر سمندر میں ایک طوفان بپا ہوا پھر موجوں کے تموج کی ہر ہر صدا نغمہ بن گئی۔ جب محبوب کی یاد آ گئی، دل جل گیا۔ آنکھوں نے لگی بجھانے کی کوشش کیں، سکون چھین گیا، قرار نے بے قراری پکڑ لی، کلیجہ پھٹ گیا پھر جذبات مچل کر لب پر آ گئیں اور الفاظ، ردیفوں اور قافیوں کی صورت پکڑ کر مصرعوں کی شکل اختیار کر گئیں۔ یہی آپ کی شاعری کی حقیقت ہے۔

آپ کی شاعری برجستہ ہوا کرتی ہے اور برمحل اشعار کہہ لینا فن شاعری میں کمال مہارت کی طرف غمازی کرتا ہے۔ ہم یہاں آپ کے چند برجستہ اور برمحل اشعار پیش کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ کی اور حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کی گفتگو چل رہی تھی۔ حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی نے فرمایا:
''قدرت نے ہر جگہ کی کوئی نہ کوئی چیز مشہور کر دی۔ مثلاً الہ آباد کا امرود، ناگپور کا سنترہ، مظفر پور کی لیچی وغیرہ لیکن بریلی شریف کی کیا چیز مشہور ہے؟''

حضرت مفتی صاحب نے کہا: بریلی کا سرمہ! پھر یکا یک چار مصرے کہہ ڈالے۔ جس سے حضرت نظامی علیہ الرحمہ کافی خوش ہوئے اور اپنی کسی کتاب میں شائع کرنے کے لیے ان اشعار کو نوٹ بھی کر لیا:

احمد رضا کی دل میں محبت بسا کے دیکھ
ان کے حریم ناز پہ آنکھیں بچھا کے دیکھ

گر دیکھنی ہے عظمت محبوب کبریا
اے کم نظر بریلی کا سرمہ لگا کر دیکھ

ایک مرتبہ آپ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا، یہ ''جامعہ عربیہ'' میں آپ کی تدریس کا زمانہ تھا۔آپ نے طلبہ کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

''یہ بتاؤ کہ لوگ میت کا منہ چھپا کر کیوں لے جاتے ہیں نیز کاندھے پر کیوں چڑھا کر لے جاتے ہیں؟ طلبہ آپ کے اس سوال پر آپ کا منہ تکنے لگے۔پھر آپ نے خود کو اس جائے میت پر تصور کرتے ہوئے برجستہ چند اشعار کہے:

بار عصیاں نے پیدل نہ چلنے دیا
منہ ندامت سے اپنا چھپا کر چلے

ماہ طیبہ مری قبر میں آ گئے
میرا تاریک گھر جگمگانے لگا

ان اشعار میں جہاں شاعری میں آپ کی برجستگی معلوم پڑتی ہے وہیں آپ کی تصوف مزاجی اور اخروی فکر و تدبر کا صحیح اندازہ ہو جاتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ کا نصیبہ بیدار ہوا۔آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے محبوب کی بارگاہ میں حاضری ہوئی۔عین ''سنہری جالیوں کے سامنے'' کھڑے ہو کر گنبد خضری کی زیارت سے محظوظ و لطف واندوز ہو رہے تھے۔آپ کے سامنے انڈونیشیا کا ایک تندرست و توانا جوان بھی تھا۔اچانک آپ نے دیکھا کہ وہ جوان سوزش عشق کی تاب نہ لا کر ماہی بے آب کی طرح لوٹ پوٹ کرتے ہوئے مواجہ اقدس ہی میں دم توڑ دیا۔اس کی اس وفات جاویدانی پر بڑا رشک آیا اور آہ بھرتے ہوئے ایک بھرائی ہوئی آواز نکالی۔

''اے مرنے والے! کتنا اچھا ہوتا کہ میری زندگی تو لے لیتا اور اپنی موت مجھے عطا کر دیتا'' پھر آپ نے برجستہ کہہ دیا:

آ گئے ان کی اماں میں موت آنا ہے تو آ
منتظر ہیں ہم سنہری جالیوں کے سامنے
ہو نظر کے سامنے جلوہ مرے سرکار کا
اور نکلے دم سنہری جالیوں کے سامنے

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ آپ کے شاعری کی حیاتِ تمام کے صرف دو چار دن ہی گنائے ہیں اور نمونے کے طور پر چند اشعار پیش کر دیے۔اگر شپرہ چشمی سے کام نہ لیا جائے تو ٹکیہ آفتاب کی طرح یہ روشن و منور ہو جاتا ہے کہ آپ کی حیات کا ہر گوشہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اولیاے کرام کے عشق سے مشک بار ہے۔اور آپ کی نعت گوئی اور منقبت نگاری میں عشقِ جنون خیزی، روحانی

وابستگی، عقیدت والفت کا شمع، شوق و وارفتگی کی روشنی، آبشاروں کا ترنم، بلبلوں کی نغمگی، سکوت سمندر، لہروں کا طلاطم سبھی کچھ ہیں۔آپ کا مجموعہ کلام جب زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آجائے گا جہاں باذوق افراد کے سینوں میں عشق عرفان کا دیا روشن کردے گا وہیں علم وادب کے طالبان کے لیے مشعل راہ بھی ثابت ہوگا۔(ماخوذاز؛مفتی عبدالحلیم:احوال وافکار)

❁❁❁

كتاب الطهارة

اعضاے وضودھوتے وقت کیا پڑھنا چاہیے؟

مسئلہ: از: محمد عبداللہ خاں نگینہ مسجد ادن ضلع ایوت محل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

اعضاے وضودھوتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی مخصوص دعا تعلیم فرمائی ہیں یا کچھ بھی پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

کوئی بھی دعا پڑھی جاسکتی ہے مگر دعاء ماثورہ جو کتابوں میں لکھی ہے اس کا پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

ٹنکی میں پھولا ہوا گرگٹ نکلا تو اس کے پانی کا حکم

مسئلہ: از: غلام جیلانی، اپلپیٹہ والا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ذیل کے مسئلہ میں کہ ہماری مسجد میں ایک چھوٹا ٹانکہ ہے اس میں پھولا ہوا گرگٹ نکلا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ وہ ٹانکہ پاک رہے گا یا ناپاک؟ اگر ناپاک ہوگا تو کتنے دنوں کی نماز لوٹائی جائے گی اور اگر کپڑے وغیرہ اس پانی سے دھوئے گئے ہیں تو کیا دوبارہ ان کو پاک کرنا ہوگا؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر گرگٹ کے گرنے کا وقت معلوم نہیں ہے تو صاحبین کے نزدیک جس وقت گرگٹ دیکھا گیا، ٹانکہ اس وقت سے ناپاک قرار دیا جائے گا۔ اس سے پہلے کی پڑھی گئی نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں، نہ دوبارہ کپڑے وغیرہ پاک کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی قول پر تیسیراً فتویٰ ہے۔ ہدایہ میں ہے "**وقالا لیس علیھم اعادۃ شئی حتیٰ یتحققوا انھا متیٰ وقعت لان الیقین لا یزول بالشك**"(۱) درمختار میں ہے: "**وقالا من وقت العلم فلا یلزمھم شئی قبلہ وبہ یفتی**"(۲)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۹ / صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

---

(۱) الھدایہ ج: ۱، ص: ۲۸، ۲۷، کتاب الطھارۃ، فصل فی البئر

(۲) الدرالمختار ج: ۱، ص ۱۴۶

استنجا میں صرف پانی پر اکتفا کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: قاضی حبیب الدین، پرسیڈنٹ انتظامیہ کمیٹی جامع مسجد بینا (ایم، پی)

مکرمی ومحترمی جناب مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم

عرض ہے کہ ایک شخص پیشاب اور پاخانے کے بعد مٹّی کا ڈھیلا نہیں لیتا ہے صرف پانی سے استنجا کرتا ہے، دوسرا اپنی داڑھی غیر شرعی طور پر رکھے ہوئے ہے یعنی صرف ٹھوڑی پر بال رکھتا ہے، باقی سب بال اُسترے سے صاف کرتا ہے۔ اور یہ لوگ تارکِ سنت بھی ہیں۔ ان دونوں میں سے کسی کے پیچھے نماز جائز ہے؟ براہ کرم تفصیلی جواب سے آگاہ فرمائیں کہ اس مسئلہ میں بزرگانِ دین اور علمائے دین کیا فرماتے ہیں۔ فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوھاب

ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کرنا سنت غیر مؤکدہ ہے جس کے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ نہیں۔ اگر استنجاء کرنے والے کو صرف پانی پر اطمینان ہوجاتا ہے تو اس پر شرعاً کوئی گناہ نہیں۔ اگر وہ سنی صحیح العقیدہ اور مسائل نماز طہارت سے واقف ہے تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے۔ ہاں داڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے اور ایسا شخص فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ لہٰذا حد شرع سے داڑھی کم کرنے والا مستحق امامت نہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۹ رشعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

کتاب الصلاۃ

اعتجار کی تعریف اور اس کا حکم

مسئلہ: از: ظفر اللہ سکریٹری جامع مسجد ایوت محل مورخہ ۹ رنومبر ۱۹۷۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسئلے کے جواب میں:

عمامہ سر کے پورے حصہ پر باندھنا چاہیے یا آدھے پر؟ عمامہ کم از کم کتنے ہاتھ کا ہونا چاہیے؟ جو عمامہ میں سر کا آدھا حصہ کھلا رکھتا ہو محض اندرونی ٹوپی کے اوپر باندھتا ہو، اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہوگی یا نہیں؟ اور ایسی شکل کو اصطلاحِ شریعت میں کس نام سے موسوم کرتے ہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

سر پر عمامہ اس طرح باندھنا کہ بیچ کا حصہ کھلا رہے، شریعت کی اصطلاح میں اس کو اعتجار کہتے ہیں اور اعتجار سے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: "ویکرہ الاعتجار وھو ان یکور عمامتہ ویترک وسط راسہ مکشوفا کذا فی التبیین قال الامام الولوالجی وھو یکرہ خارج الصلاۃ ایضاً ھکذا فی البحر الرائق"(۱)۔ اعتجار مکروہ ہے اور اعتجار یہ ہے کہ عمامہ کو اس طرح لپیٹ لے کہ اس کے بیچ سر کا حصہ کھلا رہے، ایسے ہی تبیین میں ہے۔ اور امام ولوالجی نے فرمایا کہ اعتجار نماز کے علاوہ بھی مکروہ ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چھوٹا عمامہ سات ہاتھ کا اور بڑا عمامہ بارہ ہاتھ کا تھا۔(۲)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور، ۱۲ رشوال المکرم ۱۳۹۲ھ

"حمد" کو قصداً "حمَد" پڑھنا نماز کو باطل اور پڑھنے والے کو کافر کر دیتا ہے

مسئلہ: از: ظفر اللہ سکریٹری جامع مسجد ایوت محل مورخہ ۹ رنومبر ۱۹۷۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسئلے کے جواب میں:

جو امام حمد کو حمَد بفتح لام، قتل کو قتَل، قدر کو قدَر، علم کو علَم، یقبض کو یقبَض پڑھتا ہو اور اسی تلفظ کو صحیح بھی بتاتا ہو اس کی اقتدا میں نماز کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) الفتاوی الھندیہ ج:۱، ص:۱۰۶، باب کراہیۃ الصلاۃ

(۲) مرقاۃ المفاتیح ج:۷، ص:۲۷۷۸، کتاب اللباس

الجواب بعون الملک الوھاب

حمد، قتل، قدر، علم ساکن الاوسط ہیں متحرک الاوسط نہیں، یعنی بیچ کا حرف ساکن ہے متحرک (زبر) نہیں۔ قرآن نے ''الحمد'' کہا ''الحمَد'' نہیں، ''لیلۃ القدر'' کہا ''لیلۃ القدَر'' نہیں، ''القتل'' کہا القتَل نہیں، ''لا علم'' کہا ''لا علَم'' نہیں۔ ان الفاظ کو قرآن میں متحرک الاوسط (بیچ والے حرف کو زبر دے کر) یوں ہی ''یقبضن'' کے ضاد کو زبر دے کر پڑھنا اور اسی کو صحیح بتانا تحریفِ قرآن ہے جو کفر ہے۔ ان کو صحیح بتانے کے سبب نہ صرف نماز باطل ہوگی بلکہ منزل من السماء کے خلاف عقیدہ رکھنے سے امام پر توبہ، تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہے تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور، ۱۲؍شوال المکرم ۱۳۹۲ھ

غیر حافظ کو محض قیاس کی وجہ سے لقمہ دینے کی اجازت نہیں

مسئلہ: از: ظفر اللہ سکریٹری جامع مسجد ایوت محل مورخہ ۹؍نومبر ۱۹۷۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسئلے کے جواب میں:

غیر حافظ کسی حافظ کو محض اپنے قیاس اور ظن سے تراویح کے اندر لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ کیا کوئی عربی دان اپنی عربی دانی کے سہارے حافظ کا سامع بن سکتا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

غیر حافظ کو محض اپنے قیاس اور اپنی عربی دانی کے گمان کی وجہ سے کسی حافظ کو لقمہ دینا جائز نہیں۔ چونکہ قرآن پاک میں بہت سارے مقامات ایسے ہیں جہاں ایک آیت دوسری آیت کے مشابہ ہے پھر یہ کہ لقمہ دینے والے کو محل لقمہ یاد نہ ہونے کی وجہ سے خود بھی اعتماد نہیں ہے کہ وہ لقمہ جو دے رہے ہیں قرآن میں وہی لفظ موجود ہے۔ ایسی صورت میں اگر لقمہ دینے والے نے لقمہ غلط دیا اور امام نے غلط لقمہ لے لیا تو امام اور تمام مقتدیوں کی ورنہ صرف لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (کمافی الکتب العامۃ)

یہ حکم تراویح اور غیر تراویح ہر نماز کے لیے ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور، ۱۲؍شوال المکرم ۱۳۹۲ھ

قعدۂ اولیٰ قصداً ترک کرنے سے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے

مسئلہ: از: ظفر اللہ سکریٹری جامع مسجد ایوت محل مورخہ ۹؍نومبر ۱۹۷۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسئلے کے جواب میں:

اگر قعدۂ اولیٰ قصداً ترک کر دیا گیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی یا نہیں۔قصداً ترک واجب پر نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

قعدۂ اولیٰ واجب ہے اور ترک واجب سہواً ہو تو سجدۂ سہو واجب ہے۔ اور اگر قصداً واجب کو ترک کر دیا تو سجدۂ سہو کافی نہیں۔ بلکہ نماز کا دہرانا ہی واجب ہے۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "وظاھر کلام الجم الغفیر انہ لا تجب السجود فی العمد وانما تجب الاعادۃ جبراً لنقصانہ"(۱)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور، ۱۲؍شوال المکرم ۱۳۹۲ھ

خطبہ خواہ جمعہ کا ہو یا عیدین کا، اس کا سننا واجب ہے

مسئلہ: از: ظفر اللہ سکریٹری جامع مسجد ایوت محل مورخہ ۹؍نومبر ۱۹۷۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسئلے کے جواب میں:

خطبۂ عید کے دوران امام کی جیب میں نذرانہ ڈالنا کیسا ہے؟ اگر کوئی امام اپنے مفاد کی خاطر یہ کہے کہ نبی پاک ﷺ سے اس کی ممانعت ثابت نہیں ہے۔تو اس کا یہ قول کیسا ہے؟ ایک صاحب اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ عید کا خطبہ چوں کہ واجب نہیں ہے، اس لیے اس کے دوران اور بھی کام کیے جاسکتے ہیں، عیدین اور جمعہ کے خطبہ میں خاموشی کیسی ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

خطبہ خواہ جمعہ کا ہو یا عیدین کا ہو سننا فرض ہے۔لقولہ علیہ السلام "اذا خرج الامام فلا صلاۃ ولا کلام" (۲)۔ امام کا یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ سے اس کی مخالفت ثابت نہیں، یہ جھوٹ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ "من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار"(۳) جو قصداً مجھ پر جھوٹ باندھے اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم تلاش کرے۔ بہر حال دورانِ خطبہ چندہ جمع کرنا اور امام کی جیب میں ڈالنا ممنوع ہے۔ہاں جو کچھ دینا ہو، خطبہ کے بعد دیں۔ یوں ہی ایک صاحب کا یہ کہنا کہ عید کا خطبہ واجب نہیں سنّت ہے، غلط ہے۔ سنّت بایں معنیٰ ہے کہ خطبہ عید کے لیے شرط نہیں ہے۔لیکن جب پڑھا جائے تو اس کا سننا مطلقاً ضروری ہے۔فقہا نے مطلقاً خطبہ کے لیے "اذا خرج الامام فلا صلاۃ ولا کلام"(۴) کہا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور، ۱۲؍شوال المکرم ۱۳۹۲ھ

---

(۱) الفتاوی الھندیہ ج: ۱، ص: ۱۲۶، لاباب الثانی عشر فی سجود السھو
(۲) الھدایہ ج: ۱، ص: ۱۵۱، وفی الدرایۃ علی ھامش الھدایۃ حدیث "اذا خرج الامام" لم اجدہ
(۳) الصحیح البخاری ج: ۱، ص: ۳۳، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ
(۴) الھدایہ ج: ۱، ص: ۱۵۱، وفی الدرایۃ علی ھامش الھدایۃ حدیث "اذا خرج الامام" لم اجدہ

آیۃ الکرسی دو رکعت میں نصف نصف پڑھنے کا حکم

مسئلہ: از: ایم محمود غفر لہا دونی ۷ ۲ر شوال المکرم ۱۳۹۲ھ

اگر کسی نے نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد صرف اتنی قرأت کی کہ "اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم لا تأخذہ سنۃ و لا نوم لہ ما فی السموات و ما فی الارض" یا اور تھوڑا زیادہ یعنی "من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ" اور رکوع میں چلا گیا اور پہلی رکعت ادا کی اور دوسری رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ کے بقیہ وہ آیت الکرسی کے حصوں کو جو پہلی رکعت میں ٹھہرایا تھا وہاں سے آخر تک یعنی "وھو العلی العظیم" تک پڑھا اور نماز ختم کیا اس طرح کی قرأت سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

نماز ہو جائے گی مگر بلا وجہ ایسا نہ چاہیے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۷ر ذو القعدۃ ۱۳۹۲ھ

نس بندی کرانے والے امام کی اقتدا مکروہ تحریمی

مسئلہ: از: نور اللہ خان ولد شیر خان مقام مانورہ تعلقہ ضلع آکولہ، مہاراشٹرا، ۱۴ر دسمبر بروز جمعرات ۱۹۷۲ء

مولانا مفتی اعظم محترم بزرگ کی خدمت میں خاکسار کا سلام قبول ہو۔ بعد از خیریت آپ کا اور اہلِ قوم کی خیریت کا خداوند کریم سے شب و روز طالب ہوں۔ سوال تحریر کر رہا ہوں امید رکھتا ہوں کہ آپ احادیث کا حوالہ دیتے ہوئے حل روانہ کریں گے۔

ایک حضرت نے چار لڑکوں کے بعد اپنا آپریشن (نس بندی) کرلیا ہے۔ ان سے قبل دو لڑکیاں بھی ہو چکی، مطلب چھ بچوں کے بعد مذکورہ بالا عمل کیا ہے وہی صاحب نس بندی ہونے کے بعد سے امامت کر رہے تھے یعنی چھ سال اس نس بندی کو ہو چکے ہیں امام صاحب کا جواب ہے کہ میری شریک حیات کو زچگی (ڈیلیوری) کے وقت تکلیف ہوتی تھی۔ یہ ان کا عذر ہے (خدا ہی بہتر جانتا ہے) اب ایسی حالت میں ان کی امامت درست ہے یا نادرست ہے؟ آپ تفصیل سے احادیث کے حوالے سے جواب دیجئے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

زمانۂ جاہلیت میں لڑکی پیدا ہونے کے بعد زندہ درگور کردی جاتی تھی اور اس دور میں پیدا ہونے سے قبل ہی قتل کر ڈالتے ہیں حالاں کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے "وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ" (الانعام: ۱۵۱) اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ نس بندی کر کے قوت مردمی کو زائل کرنا ناجائز و حرام ہے۔ امام صاحب کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی تاوقتیکہ صدق دل سے توبہ نہ کریں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

صحن مسجد میں نماز جنازہ جائز نہیں

مسئلہ: از: نور اللہ خان ولد شیر خان مقام مانورہ تعلقہ ضلع آکولہ، مہاراشٹرا، ۱۴ر دسمبر بروز جمعرات ۱۹۷۲ء

مولانا مفتی اعظم مصطفی رضا خان محترم بزرگ کی خدمت میں خاکسار کا سلام قبول ہو۔ بعد از خیریت آپ کا اور اہلِ قوم کی خیریت کا خداوند کریم سے شب و روز طالب ہوں۔ سوال تحریر کر رہا ہوں امید رکھتا ہوں کہ آپ احادیث کا حوالہ دیتے ہوئے حل روانہ کریں گے۔

مسجد میں جس مقام پر امام اور مقتدی فرض نماز ادا کرتے ہیں اس مقام پر نماز جنازہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (عام طور پر مسجدوں میں چبوترے بنے ہوتے ہیں علاوہ اس کے کچھ حصہ صحن کا ہوتا ہے کچھ حصہ لوگوں کے بیٹھنے یا بیڑی وغیرہ پینے کا ہوتا ہے) ان باتوں کا خیال رکھتے ہوئے جواب دیجئے آیا نماز مسجد کی حد یعنی چبوترے پر ہوسکتی ہے یا پھر اس چبوترے کی حد سے باہر ادا کر سکتے ہیں؟ اس کا جواب ضرور ضرور بھیجیے گا۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صحن مسجد میں نماز جنازہ جائز نہیں۔ خواہ جنازہ اور مقتدی مسجد کے اندر ہوں یا جنازہ باہر اور امام و مقتدی اندر یا امام اور بعض مقتدی باہر ہوں اور بعض مقتدی مسجد کے اندر۔ بہرصورت نماز جنازہ مکروہ تحریمی ہوگی۔ تنویر الابصار اور در المختار میں ہے کہ

"کرھت تحریما فی مسجد جماعۃ ھو ای المیت فیہ واختلف فی الخارجۃ عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراھۃ مطلقا ملخصا"(۱)۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

ضاد کو کوشش کے ایام میں اگر ظاء پڑھے تو نماز جائز ہے

حضور مفتی صاحب قبلہ جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) حرف ضاد (ض) مشابہ بالظاء ہے یا مشابہ بالدال؟ اور جب اس کو ادا کیا جائے گا تو کس حرف کی مشابہت ہوگی؟

(۲) حرف ضاد (ض) کو مشابہ بالدال یعنی ولا الدوالین پڑھنا یا حرف ضاد (ض) کو مشابہ بالظاء جیسے ولا الظالین پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱،۲) اس حرف کی ادا خصوصاً عجمیوں پر اس لیے دشوار ہے کہ ان کی زبان کا حرف نہیں۔ در حقیقت نہ تو ظاد ہے نہ ہی دواد۔

---

(۱) الدر المختار ج۲ ص: ۲۴ کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الجنازۃ

بلکہ اس کا مخرج زبان کی ایک طرف کی کروٹ اسی طرح کی بالائی ڈاڑھوں سے مل کر درازی کے ساتھ ادا ہونا اور زبان اوپر کی طرف اٹھ کر تالو سے ملنا اور ادا میں سختی ودقت ہوتا ہے۔ مسلمانوں پر ضروری ہے کہ اس کا مخرج ادا کرنا سیکھیں اور کوشش کریں کہ ٹھیک ادا ہو۔ نہ ظاء کا قصد ہو نہ دواد کا کہ ان دونوں کا قصد کرنا حرام ہے۔ ہاں اگر مخرج سیکھنے کی حتی الوسع کوشش کی اور حرف صحیح ادا کرنے کا قصد کیا پھر کچھ نکلے اس پر مواخذہ نہ ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے: "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" (البقرۃ:۲۸۶) اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ خصوصاً ظاد سے اس حرف کا جدا کرنا تو سخت مشکل ہے۔ ردالمختار میں ہے "ان كان الخطاء ابدال حرف بحرف فان امكن الفصل بينهما بلا كلفة كالصاد مع الطاء فاتفقوا على انه مفسد و ان لم يمكن الا بمشقة كالظاء مع الضاد فاكثرهم على عدم الفساد لعموم البلوىٰ ملتقطا"(۱) یعنی اگر ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے میں خطا ہوتی ہے تو اگر دونوں حرف کا بلا مشقت ادا ہونا ممکن ہے جیسے: صاد طا کے ساتھ تو فقہا کا اتفاق ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر دونوں حرف کا بلا مشقت ادا ہونا ممکن نہ ہو جیسے ظاء ضاد کے ساتھ تو اکثر فقہا نے عموم بلویٰ کے سبب نماز کے فاسد ہونے کا حکم نہیں دیا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

اقامت کے وقت کب کھڑے ہوں؟

مسئلہ: از: خاکسار سید محمود، پیش امام جامع مسجد ناندورہ

عالی جناب حضور مفتی عبدالرشید خان صاحب قبلہ جامعہ ملّیہ اسلامیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش: ہماری مسجد میں نماز کے وقت مکبر کھڑے ہو کر تکبیر کہتا ہے جماعت اور امام بیٹھے رہتے ہیں اور جب مکبر حیّ علی الفلاح کہتا ہے تو سب جماعت کھڑی ہو جاتی ہے۔ یہ طریقہ کیسا ہے سنت طریقہ ہے یا نہیں؟ جواب جلد ارسال کریں۔ تبلیغی جماعت کے امیر انکار کرتے ہیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اقامت کے وقت امام ومقتدی کا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ بلکہ سب کے سب سیدھے بیٹھ جائیں اور جب مکبر حیّ علی الفلاح یا حیّ علی الصلاۃ کہے تب کھڑے ہوں۔ شرح وقایہ میں ہے "ويقوم الامام والقوم عند حيّ على الصلاة"(۲) امام ومقتدی حیّ علی الصلاۃ پر کھڑے ہوں اسی کے حاشیہ پر اور فتاویٰ عالمگیری میں مضمرات سے منقول ہے "اذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائماً ولكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن قوله حيّ على

---

(۱) ردالمحتار ج:۱، ص:۱۳۱
(۲) شرح الوقایع:۱، ص:۱۳۶ اکتاب الصلاۃ باب الاذان

الفلاح"۔ (۱) یعنی جب آدمی اقامت کے وقت داخل ہوتو اس کو کھڑے ہوکر نماز کا انتظار کرنا مکروہ ہے، لیکن بیٹھ جائے۔ پھر مؤذن حیّ علی الفلاح کہے تب کھڑا ہو۔ اسی عالمگیری میں ہے "ان کان المؤذن غیر الامام وکان القوم مع الامام فی المسجد فانه یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حیّ علی الفلاح عند علمائنا الثلاثة وهو الصحیح"۔ (۲) اگر مؤذن امام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہو اور مقتدی اپنے امام کے ساتھ مسجد میں ہوں تو ہمارے تینوں اصحاب (امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد رحمہم اللہ) کے نزدیک امام ومقتدی دونوں مؤذن کے حیّ علی الفلاح کہنے کے وقت کھڑے ہوں اور یہی صحیح ہے۔ درمختار میں ہے "دخل المسجد والمؤذن یقیم قعد الی قیام الامام فی مصلاه"۔ (۳) جب لوگ مسجد میں داخل ہوں اور مؤذن اقامت کہہ رہا ہو تو امام کے کھڑے ہونے کے تک اپنی جگہ بیٹھ جائے۔ ردالمحتار میں ہے "ویکره له الانتظار قائماً ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن حیّ علی الفلاح"۔ (۴) کھڑے ہوکر نماز کا انتظار کرنا مکروہ ہے، لیکن بیٹھ جائے اور مؤذن حیّ علی الفلاح کہے تو کھڑے ہوں۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشہور شاگرد حضرت سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب مؤطا (جو کہ حنفی مسلک پر حدیث کی مشہور کتاب ہے) میں فرماتے ہیں "قال محمد ینبغی للقوم اذا قال المؤذن حیّ علی الفلاح لیقوموا الی الصلاة الی آخره"۔ (۵) امام محمد نے فرمایا کہ قوم کے لیے مناسب یہ ہے کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تب نماز کے لیے کھڑے ہوں۔ اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں حدیث ("ولا تقوموا حتی ترونی"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی تم لوگ صرف تکبیر کی آواز پر کھڑے نہ ہو یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو) کے تحت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ''ودر فقہ مذکور است کہ تا چوں حیّ علی الصلوٰۃ گوید باید برخواست شاید کہ آنحضرت نیز دریں وقت بیروں می آمدند'' کتب فقہ میں مذکور ہے کہ جب حیّ علی الصلوٰۃ کہا جائے تو اٹھنا چاہیے شاید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی وقت تشریف لاتے تھے۔ فقہا و محدثین کی ان تمام عبارتوں سے اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ حیّ علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کا ارادہ کریں اور حیّ علی الفلاح پر سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ کھڑے ہوکر نماز کا انتظار کرنا مکروہ ہے۔ تبلیغی جماعت کے امیر صاحب عموماً علم کے غریب ہوتے ہیں، اس لیے انہیں معلوم نہیں کہ فقہا کی اس بارے میں صریح عبارتیں موجود ہیں۔ واللہ هو الموفق وهو المستعان۔

واللہ اعلم بالصواب ورسوله ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

---

(۱) الفتاوی الهندیه ج: ۱، ص: ۵۵، کتاب الصلاة، الفصل الثالث فی کلمات الاذان والاقامة

(۲) المرجع السابق للفتاوی الهندیه

(۳) الدر المختار ج: ۱، ص: ۵۷، کتاب الصلاة، باب الاذان

(۴) رد المحتار: ا ص: ۴۰۰، کتاب الصلاة، باب الاذان

(۵) مؤطا الامام مالک بروایة محمد بن حسن الشیبانی ج: ا ص: ۵۶

ضاد کو قصداً ظاء پڑھنا کفر اور بلا قصد ہو تو ناجائز ہے

بخدمت عالی جناب حضور مفتی صاحب قبلہ جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش ہے کہ ہماری مسجد غوثیہ جماعت رضائے مصطفیٰ اسی نگر ناگپور ۲ کے موجودہ پیش امام سورۂ فاتحہ میں "**ولا الضالین**" کو اس طرح ادا کرتے ہیں کہ سامعین کو "**ولا الظالین**" سنائی دیتا ہے۔ یا ضاع، ضرور، ارض اردو میں بولتے ہیں ایسی آواز ضاد کی نکلتی ہے جو ظاء پر کی معلوم ہوتی ہے۔ شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ "**من قرأ الظاء مقام الضاد لا یجوز امامته ولو تعمد کفر** الخ" عنیز صدر الافاضل سید مولانا نعیم الدین مرادآبادی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کی تفسیر خزائن العرفان میں درج ہے "مسئلہ ضاد اور ظاء میں مباینت ذاتی ہے، بعض صفات کا اشتراک انہیں متحد نہیں کرسکتا۔ لہٰذا "**غیر المغضوب**" بظاء پڑھنا اگر قصداً ہو تو تحریف قرآن وکفر ہے، ورنہ ناجائز۔ مسئلہ جو شخص ضاد کی جگہ ظاء پڑھے اس کی امامت جائز نہیں۔ (محیط برہانی) اس بات پر ہماری جماعت کے بعض اشخاص ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ امام احمد رضا خان صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ یا کسی اہل سنت و جماعت کے عالم وفاضل مفتی اعظم کے قول کا حوالہ دے کر جواب بالصواب ارسال فرمائیں۔ **بینوا و توجروا** فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوھاب

ضاد اور ظاء میں مباینت ذاتی ہے جیسا کہ حضرت صدر الافاضل سید مولانا نعیم الدین مرادآبادی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ نے خزائن العرفان میں فرمایا ہے(۱)۔ لہٰذا ضاد کو قصداً ظاء پڑھنے سے بعض جگہ پر نماز فاسد ہو جائے گی جیسے کسی نے **مغضوب** کو **مغظوب** پڑھا نماز فاسد ہوگئی۔ سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: "ض، ظ، ذ، ز معجمات سب حروف متباینہ متغائرہ ہیں ان میں کسی دوسرے سے تلاوت قرآن میں قصداً بدلنا اس کی جگہ اسے پڑھنا نماز میں ہو یا بیرون نماز حرام قطعی وگناہ کبیرہ وافترا علی اللہ اور تحریف کتاب کریم ہے"۔ ایک سطر بعد فرماتے ہیں: "امام اجل ابوبکر محمد بن الفضل فضلی وامام برہان الدین صاحب ذخیرہ وعلامہ علی قاری مکی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تصریح فرماتے ہیں: قصداً ضاد کی جگہ ظاء پڑھے کافر ہے۔ "**سئل الامام الفضلی عمن یقرأ بظاء المعجمة مکان الضاد المعجمة ردا علی العکس فقال لا تجوز امامته ولو تعمد یکفر**" یعنی امام فضلی سے سوال کیا گیا کہ جو شخص ضاد کی جگہ ظاء یا ظاء کی جگہ ضاد پڑھے تو کیا حکم ہے؟ جواب دیا اس کی امامت جائز نہیں اور قصداً پڑھے تو کفر ہے۔ ہاں ضاد وظاء قدرے مشبہ الصوت ہیں جس کا امتیاز عام لوگوں کے لیے دشوار ہے۔ عموماً جو ہندوستانی ظاء ادا کرتے ہیں وہ ذ مفخم ہے" (۲)۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں مذکور ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

---

(۱) کنزالایمان مع تفسیر خزائن العرفان سورۃ الفاتحۃ: ص: ۳
(۲) الفتاوی الرضویہ مخرجہ ج: ۶، ص: ۲۶۱ تا ۲۶۴

تعویذ کرنے والے امام کی امامت کا حکم

مسئلہ: از: قمر الزماں چھاڑ سوگڑہ مورخہ ۱۸/دسمبر ۱۹۷۲ء

قبلہ مکرمی جناب مفتی صاحب السلام علیکم

گزارش خدمت یہ ہے کہ نیچے لکھے ہوئے سوالات کے جوابات چاہتا ہوں۔ مہربانی فرما کر جواب دینے کی کوشش کیجیے گا۔

(۱) پیش امام مسجد وہ باہر لوگوں کے بلانے پر جاتا ہے ان کے گھروں کی عورتوں کو تعویذ گنڈے کرتا ہے اور جن وغیرہ اُتارنے کے لیے پھونکتا بھی ہے اور روپیہ بھی لیتا ہے۔ ایسی صورت میں ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۲) پیش امام کی تنخواہ اگر کم ہو تو ایسی صورت میں وہ دعا تعویذ کے پیسے لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) جو امام پاجامہ ٹخنوں سے نیچے تک رکھتا ہو ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۴) خطبہ سے پہلے جب کہ وقت قریب ہو اس وقت امام کسی شخص کی شکایت غصہ کی حالت میں روز چیخ چیخ کر عوام کے سامنے پیش کر سکتا ہے کہ نہیں؟ جب کہ ان کی شکایت کمیٹی سن سکتی ہے۔

(۵) خطبہ سے پہلے امام غصے میں اگر کسی شخص کو برا بھلا کہے اور دوبارہ پھر بغیر وضو بنائے نماز جمعہ پڑھائے ایسی صورت نماز ہوئی یا نہیں؟ فقط

الجواب بعون الملک الوهاب

(۱) اگر پردے کے ساتھ جھاڑ پھونک کرتا ہو تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ پڑھنے میں حرج نہیں۔

(۲) تعویذ کے پیسے لینا جائز ہے، مگر بچنا بہتر۔ البتہ مسجد کے حجرے میں تعویذ کی اُجرت جائز نہیں۔ عالمگیری میں ہے

"الفناء تبع المسجد فيكون حكمه حكم المسجد"(۱)

(۳) اگر براہ تکبر پہنتا ہے تو نماز مکروہ ہوگی، اور پہننے والا گنہگار ہوگا۔ اور اگر کسی مجبوری سے ہے تو حرج نہیں، ہاں اوپر کو کھونسنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۴) کسی مسلمان کی شکایت کرنی بالخصوص مسجد میں ہرگز جائز نہیں۔

(۵) غصہ سے وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ دوبارہ وضو بنانا مستحب ہے۔ لہٰذا دوبارہ وضو کیے بغیر نماز پڑھائی تو ہوگئی، لیکن کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی برا بھلا کہنا ممنوع ہے۔ امام کو چاہیے کہ توبہ کرے اور جس کو برا کہا اس سے معافی مانگے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

---

(۱) الفتاوی الهندیۃ: ۲، ص: ۴۶۲

فتویٰ زدہ امام کی اقتدا کا حکم

مسئلہ: از: قاضی حسن الدین لاڈ کھیڑ، ضلع ایوت محل ۲۷ / ذوالقعدۃ ۱۳۹۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

(۱) ایک صاحب ہیں جو نسلاً پٹھان ہیں، شہر کی جامع مسجد میں امامت کرتے ہیں، تین جگہوں سے ان کے خلاف فتوے بھی آچکے ہیں کہ ایسے شخص کی امامت اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ فتوے آجانے کے بعد وہاں کی مسجد کمیٹی نے مشورہ کر کے باتفاق رائے جتنے بھی ممبر موجود تھے، دستخط کے ساتھ اس شخص کو امامت سے برطرفی کا نوٹس بھیج دیا اور اس شخص نے نوٹس لے بھی لیا، اس کارروائی کے بعد مسجد کمیٹی کے سکریٹری اور دو صاحب گئے اور قریب ہی کے ایک گاؤں سے ایک حافظ صاحب کو جمعہ پڑھانے کو لائے، وقت ہونے پر سکریٹری نے حافظ صاحب کو مصلیٰ پر جانے کو کہا، جیسے ہی حافظ صاحب مصلی پر پہنچے تو ان کے حمایتیوں نے مسجد کو پامال کرتے ہوئے محض نفسانیت اور جہالت کی بنا پر نہ مانتے ہوئے مسجد میں ہنگامہ آرائی شروع کر دی اور فساد پر اتر آئے یہ دیکھتے ہوئے مسجد کمیٹی کے ایک ممبر نے کہ مسجد میں جھگڑا نہ ہو یہ اعلان کرتے ہوئے کہا کہ جن کو ان کے پیچھے نماز پڑھنی ہو پڑھے اور جو فتووں کو مانتے ہوئے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھنا چاہتے وہ مسجد سے نکل آئیں۔ تو اس پر مسجد کمیٹی کے صدر اور نہ پڑھنے والے لوگ مسجد سے باہر نکل آئے۔ جب وہ لوگ (جنھوں نے جبراً شریعت مطہرہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس شخص کے پیچھے نماز پڑھی) مسجد سے نکل آئے۔ تو پھر یہ لوگ مسجد میں گئے اور حافظ صاحب کی امامت میں خطبہ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی۔ اس شخص کا کہنا ہے کہ (جو آج بھی شہر کی جامع مسجد میں فتوے کو نہ مانتے ہوئے امامت کر رہا ہے) ایک مسجد میں دو جمعہ جائز نہیں۔ اور حافظ صاحب اور ان کے پیچھے پڑھنے والوں کا کہنا ہے کہ جب بروئے شریعت اس شخص کی امامت ہی جائز نہیں تو اس نے جو جمعہ کی نماز پڑھائی وہ جمعہ ہی نہ ہوا۔ ہم نے جو جمعہ کی نماز پڑھائی وہی جمعہ ہوا۔ لہٰذا ایک مسجد میں دو جمعہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا ایسی صورت میں حافظ صاحب کا پڑھایا ہوا جمعہ صحیح ہوا جنھوں نے شریعت مطہرہ کے فتوے کو مانتے ہوئے بعد میں پڑھایا یا اس شخص کا جس نے شریعت مطہرہ کے فتوے کو نہ مانتے ہوئے جبراً پہلے پڑھایا جب کہ اس انسان میں برائیاں اب بھی موجود ہیں، جن کی بنیاد پر شریعت مطہرہ نے اس کی امامت کو ناجائز قرار دیا ہے؟

(۲) اسی شخص سے متعلق شریعت مطہرہ نے جن برائیوں کی بناء پر اس شخص کی امامت اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز قرار دیا ہے۔ ان برائیوں کے ہوتے ہوئے جواب بھی اس شخص میں شرعی قانون کی موجودگی میں شریعت مطہرہ کے فتووں کو نہ ماننے والی جہالت ونفسانیت سے پر لوگوں کی جو اکثریت شہری ان کے ساتھ ہیں تو کیا ایسی اکثریت سے اس کی امامت جائز ہو جائے گی؟ مدلل جواب باصواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

(۱) ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "**ثلثة لا ترفع**

صلاتہم فوق رؤسھم شبراً رجل ام قوماً وھم لہ کارھون"(۱) تین شخص ایسے ہیں جن کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت بھی اوپر کو نہیں جاتی، ان میں سے ایک وہ جو کسی قوم کی امامت کرے، اور قوم اس کی امامت کو ناپسند کرے۔ دوسری حدیث میں ہے "**ثلثة لا یقبل اللہ منھم صلاۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون**"(۲) تیسری حدیث میں ہے "**ایما رجل ام قوما وھم لہ کارھون لم تجز صلاتہ اذنیہ**"(۳) تمام احادیث مذکورہ کا مآل ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جو کسی قوم کی امامت کرے اور قوم اس کی امامت کو ناپسند سمجھے۔ تنویر الابصار و در المختار میں "**ولو ام قوما وھم لہ کارھون ان الکراھۃ لفساد فیہ او لانھم احق بالامامۃ منہ کرہ ذلك تحریماً**"(۴) اگر کوئی شخص کسی قوم کی امامت کرے اور قوم اس کی امامت کو ناپسند کرتی ہے تو یہ کراہیت اس میں کسی فساد کی وجہ سے ہے یا وہ لوگ اس امام کی امامت سے زیادہ حقدار ہیں تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ پھر یہ مکروہ تحریمی اس وقت ہے جب حرام کی خرابی حد فسق کو پہنچی ہو۔ اور اگر امام بدمذہب و بدعقیدہ ہے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہی نہیں بلکہ باطل محض ہے۔ عالمگیری میں ہے "**وحاصلہ ان کان ھوی لا یکفر بہ صاحبہ تجوز الصلاۃ خلفہ مع الکراھۃ الا فلا**"(۵) اس عبارت کا ماحصل یہ کہ اہل ہویٰ حد کفر کو پہنچ چکے ہوں تو ان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ فتح القدیر میں ہے "**روی محمد عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنھم ان الصلاۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز**" (۶) سیدنا امام محمد نے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ و امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ اہلِ ہویٰ کے پیچھے نماز جائز نہیں، لہٰذا پہلی جماعت نہ جماعت ہے اور نہ وہ نماز، نماز بلکہ اصل جماعت دوسری ہوئی۔

(۲) ایسا امام جس میں شرعی خرابیاں اس حد تک ہوں کہ ان کے پیچھے نماز جائز نہیں تو ایسے کی امامت جائز نہیں اور اس کو امام بنانا گناہ ہے۔ جو لوگ شرعی فتوی کو نہ مانتے ہوئے غلط حمایت کرتے ہیں خواہ وہ قلیل ہوں یا کثیر خدا عزوجل ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور اپنے اوپر فسق کو لازم کرتے ہیں نیز مسلمانوں کی نماز باطل کرنے کا گناہ اپنے سر مول لیتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے "**وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ**"(المائدۃ: ۲) نیکی اور تقوی پر مدد کرو اور گناہ و زیادتی پر مدد نہ کرو۔ لہٰذا جن جن لوگوں نے ایسے کی حمایت کی، سب توبہ کریں اور ان کو امامت سے معزول کر کے کسی سنی صحیح العقیدہ مسائل طہارت و نماز سے واقفیت رکھنے والے کو امام منتخب کریں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

---

(۱) سنن ابن ماجہ ج: ۱ ص: ۳۱۱، حدیث: ۹۷۱ کتاب الصلاۃ باب من ام قوما وھم لہ کارھون

(۲) سنن ابی داؤد ج: ۱، ص: ۱۶۲، کتاب الصلاۃ، باب الرجل یؤم القوم وھم لہ کارھون

(۳) مجمع الزوائد ج: ۲ ص: ۶۸ حدیث: ۲۳۴۵ کتاب الصلاۃ باب الامام یصلی جالسا

(۴) الدر المختار ج: ۱، ص: ۷۷، مقدمہ

(۵) الفتاوی الھندیہ ج: ۱ ص: ۸۴ کتاب الصلاۃ الباب الخامس فی الامامۃ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ

(۶) فتح القدیر ج: ۱ ص: ۳۵۰ کتاب الصلاۃ باب الامامۃ

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

خطبۂ جمعہ میں اردو نظم کا حکم

مسئلہ: از: عبدالکریم عفی عنہ محلہ قاضی پورہ، ہمیر پور، یو، پی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں:

جمعہ کے خطبہ کے دوران اردو نظم پڑھنا کیسا ہے؟ کرم فرما کر مطلع فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

مکروہ وخلاف سنت ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

۳/آیات کے بعد ایک آیت چھوڑ کر پڑھنا کیسا؟

مسئلہ: از: عبدالکریم عفی عنہ محلہ قاضی پورہ، ہمیر پور، یو، پی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں:

فرض نماز میں تین آیت ہو جانے کے بعد اگر ایک آیت پیش امام چھوڑ گیا تو ثواب میں کتنی کمی واقع ہوگی مطلع فرمائیں کرم ہوگا۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر سہواً چھوڑ گیا تو امید ہے کہ ثواب سے محروم نہ ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

سجدۂ سہو کے بعد غلطی ہو تو کیا کرے؟

مسئلہ: از: محمد عبداللہ خاں نگینہ مسجد ادن ضلع ایوت محل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

نماز میں اگر سجدۂ سہو کے بعد بجائے تشہد الحمد شریف پڑھنے لگے اور نصف الحمد یا دو آیات پڑھنے کے بعد خیال آیا کہ مجھے التحیات پڑھنی تھی تو کیا تشہد پڑھ کر پھر سجدۂ سہو کرنا پڑے گا؟

الجواب بعون الملک الوھاب

پہلے والا سجدۂ سہو کافی ہے جدید سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

بوڑھے شخص پر جماعت واجب ہے یا نہیں؟

مسئلہ: از: حاجی زکریا ابن داؤد، چشمہ والا، اپلیٹا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلے میں:

کوئی ضعیف آدمی اپنی تکلیف ضعفی کی وجہ سے باجماعت نماز نہ پڑھتے ہوئے نماز پنج گانہ اپنے گھر میں ہی ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

ایسا بوڑھا جو مسجد تک نہ جاسکے اس پر جماعت واجب نہیں۔ درمختار میں ہے "**وشیخ کبیر عاجز ملخصا**"(۱)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

دکان داری کے سبب جماعت ترک کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: حاجی زکریا ابن داؤد، چشمہ والا، اپلیٹا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلے میں:

مرتد کے یہاں کوئی عیال دار مسلمان کاروبار میں زیادہ مشغول ہونے کی وجہ سے عصر ومغرب جیسی اعلی خطر کی نمازیں دوکان ہی میں پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ قریب کی مسجد میں نماز باجماعت ہوتی ہے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

دوکانداری اور ملازمت کوئی عذر شرعی نہیں جس کے سبب جماعت کا وجوب ساقط ہوجائے۔ اس پر جماعت واجب ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

نابینا کی امامت کا حکم

---

(۱) الدرالمختار: ۱ص:۵۵۵ کتاب الصلاۃ باب الامامۃ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں کہ کسی نابینا پیش امام کے پیچھے فرض نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب کے لیے لفاف ملفوف ہے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

نابینا کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے جب کہ اس کے برابر یا اس سے بہتر کوئی شخص موجود ہو۔ اور اگر کوئی دوسرا شخص ایسا نہیں یا وہی نابینا سب سے بہتر ہے تو وہی مستحق امامت ہے بشرطیکہ وہ سنی صحیح العقیدہ مسائل نماز وطہارت سے واقفیت رکھتا ہو۔ ردالمحتار میں ہے "(ای قوله غیر الفاسق) تبع فی ذلك صاحب البحر حیث قال قید کراهة امامة الاعمیٰ فی المحیط وغیره بان لا یکون افضل القوم فان کان افضلهم فهو اولیٰ"(۱)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

داڑھی منڈوانا حرام ہے، فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے

مسئلہ: از: محمد ادریس خاں اشرفی، واہل پورے فیض

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ پر کہ:

ایک مسجد کا امام جو شریعت کا پابند نہیں ہے مثلاً داڑھی یا معمولی لباس بھی خلاف شرع، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور امامت کے کیا شرائط ہیں اور امام کیسا ہونا چاہیے؟ ازروئے شرع تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

الجواب بعون الملک الوھاب

حنفیہ کے نزدیک بقدر قبضہ (ایک مشت) رکھنا واجب ہے اور منڈوانا حرام ہے۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں "گذاشتن آں بقدر قبضہ واجب است" یعنی داڑھی کا یک مشت بڑھانا واجب ہے۔ درمختار میں ہے "یحرم علی الرجل قطع لحیته"(۲) مرد کو داڑھی منڈانا حرام ہے۔ لہٰذا امام داڑھی منڈانے یا حد شرع سے کم کرانے یا خلاف شرع لباس پہننے کی وجہ سے فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، اور پڑھی گئی نماز کا لوٹانا واجب ہے۔ خلاصہ یہ کہ امام جب تک توبہ کرکے یک مشت داڑھی نہ رکھے یا موافق شرع لباس استعمال نہ کرے، اس وقت تک ان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ امام سنی صحیح العقیدہ صحیح القرأۃ اور مسائل نماز وطہارت سے واقف غیر فاسق معلن ہونا چاہیے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

---

(۱) ردالمحتار: ۱ص: ۵۲۰ کتاب الصلاۃ باب الامامۃ

(۲) الدرالمختار، ص: ۲۴ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی الاستبراء

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

جمعہ وعیدین میں سجدۂ سہو کا حکم

مسئلہ: از: شاکر علی، حال مقام کیتھون کوٹہ راجستھان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

جمعہ وعیدین میں سہو واقع ہونے پر سجدۂ سہو کرلیا جائے تو نماز درست ہے یا نہیں؟ جن لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ نماز نہیں ہوئی ان کا کہنا کیسا ہے؟ **بینوا وتوجروا**۔ للہ نام کتاب وصفحہ بھی تحریر فرمادیں گے۔ فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوھاب

جمعہ وعیدین فرض ونفل ہر ایک میں سجدۂ سہو کا ایک ہی حکم ہے البتہ فقہا نے جمعہ وعیدین میں کثرت اجتماع کے سبب سجدۂ سہو کو معاف رکھا ہے تاکہ لوگ فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ فتاوی عالمگیری "**السهو فی الجمعة والعیدین والمکتوبة والتطوع واحد الا ان مشائخنا قالوا لا یسجد للسهو فی العیدین والجمعة لئلا یقع الناس فی فتنة**"۔ (۱) عبارت مذکورہ کی روشنی میں واضح ہوگیا کہ اگر سجدۂ سہو کرلیا گیا تو نماز میں کوئی خلل واقع نہ ہوا۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ نماز نہ ہوئی وہ غلطی پر ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۴/ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والا فاسق معلن ہے

مسئلہ: از: قاری مختار حسن فروغ انصاری، محلہ سمکیر مالیگاؤں ضلع ناسک مہاراشٹرا

جناب عبدالرشید صاحب فتحپوری کی خدمت میں مالیگاؤں سے قاری مختار حسن صاحب کی طرف سے السلام علیکم قبول ہو۔ عرض گزارش یہ ہے کہ آپ کا شائع کردہ اشتہار حجامت کے مسائل میں آپ نے داڑھی کو ایک مشت سے کم رکھنے والے امام کو نااہل قرار دیا ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھ لیے تو دہرانا واجب قرار دیا ہے۔ ہمارے محلہ کے پیش امام صاحب کی داڑھی بھی ایک مشت سے کم ہے۔ ہم نے ان سے کہا کہ داڑھی کا مسئلہ ایسا ہے کہ ایک مشت سے کم نہیں رہنی چاہیے تو وہ ہم پر بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ مسلے مسائل میں بہت اختلافات رہتے ہیں۔

اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ براہ کرم اس داڑھی کے مسئلے کو احادیث کی روشنی میں واضح کردیجئے۔ حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک داڑھی کی کتنی مقدار ہے؟ یہ بھی بتادیجئے کیوں کہ ہم حنفی مسلمان ہیں اگر آپ نے چاروں امام کے نزدیک داڑھی کی کیا اہمیت ہے واضح کردیا تو آپ کا بہت بہت شکریہ۔ بہر حال آپ سے گزارش ہے کہ اس داڑھی کے مسئلہ کو حدیث کی روشنی میں ٹھوس

---

(۱) الفتاوی الھندیہ ج ۱ ص: ۱۲۸ کتاب الصلاۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السھو

دلائل سے ثابت کردیجئے۔ امید ہے کہ آپ اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ روانہ کرکے ہمارے امام صاحب کا ذہن صاف کرکے مستحق ثواب ہوں گے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

داڑھی بڑھانے کی تاکید احادیث مبارکہ میں بہت زیادہ آئی ہے۔ مسلم شریف کی حدیث ہے "**عن ابن عمر عن النبی ﷺ احفوا الشوارب واعفوا اللحی**"(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مونچھیں خوب پست کراؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ مسلم شریف کی دوسری حدیث ہے "**عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ جزوا الشوارب وارخوا اللحی وخالفوا المجوس**"(۲) مونچھیں کٹاؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو۔ ان احادیث مذکورہ بالا میں داڑھی بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا جمہور فقہا کے نزدیک بقدر قبضہ (یک مشت) داڑھی رکھنا واجب ہے اور منڈانا حرام ہے۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے "وگزاشتن آں بقدر قبضہ واجب است" یعنی داڑھی کا ایک مشت بڑھانا واجب ہے۔ مسلم شریف کی شرح نووی میں ہے "**ومنھم من حدد بما زاد علی القبضۃ فیزال**"(۳) فقہا نے اس کی حد یہ بتائی کہ جو بال یک مشت سے زائد ہو جائے کٹائے جاسکتے ہیں۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ردالمحتار میں ترمذی شریف کے حوالہ سے ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے جو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے "**انہ کان یاخذ الفاضل عن القبضۃ**"(۴) یعنی وہ ایک مشت سے زائد کو کاٹ دیتے تھے۔ حاشیہ ترمذی پر محشی نے حدیث کی اسناد یوں نقل فرمائی ہے "**قال محمد بن الحسن فی کتاب الآثار اخبرنا ابو حنیفۃ عن الھیشم عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما انہ کان یقبض فی لحیتہ ثم یقص ما تحت القبضۃ**"(۵) امام محمد بن حسن نے کہا کہ ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی وہ روایت کرتے ہیں ہشیم بن ابی ہشیم سے، وہ روایت کرتے ہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی داڑھی کو پکڑ لیتے اور جو مٹھی کے نیچے ہوتی اسے کاٹ دیتے تھے۔ درمختار میں ہے "**ویحرم علی الرجل قطع لحیتہ**"(۶) آدمی پر داڑھی کٹانا حرام ہے۔

ان احادیث وفقہ کی روشنی میں اچھی طرح واضح ہو گیا کہ داڑھی بقدر قبضہ (یک مشت) واجب ہے اور منڈانا یا حد شرعی سے کم کرانا حرام ہے۔ منڈانے والا یا حد شرعی سے کم کرانے والا فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ امام مذکور نے اپنے عیب کو چھپانے کے لیے اختلاف کا سہارا لیا ہے۔ جب تک توبہ کرکے حد شرعی تک داڑھی نہ بڑھائے ایسا امام لائق امامت نہیں۔

---

(۱) الصحیح لمسلم ج:۱، ص:۲۲۲، باب خصال الفطرۃ

(۲) المرجع السابق

(۳) شرح النووی علی مسلم ج:۳،ص:۱۵۱، باب خصال الفطرۃ

(۴) ردالمحتار ج:۲،ص:۴۱۸ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع

(۵) حاشیۃ ترمذی ج:۲، ص:۱۰۰، ابواب الادب

(۶) الدرالمختار ج:۱،ص:۲۶۴ کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ نا گپور

دیوبندی امام کے پیچھے نماز کے عدم جواز کا حکم کیوں؟

مسئلہ: از: عبدالشکور، شکور واچ میکر پا کور ضلع منتال پرگنہ بہار
جناب مکرمی و معظمی مفتی اعظم عبدالرشید خاں صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
کچھ علما کے خیالات میں وہابی ونجدی اور دیوبندی ان لوگوں کے پیچھے نماز درست نہیں ہے اور یہ لوگ کافر ہیں ان علما میں سے ایک کہنے والے مولانا قائم صاحب دانا پوری ہیں اب بتلائیں کہ کہاں تک درست ہے؟ تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائیں تا کہ گمراہی وضلالت سے محفوظ رہوں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

اکابر علمائے دیوبند نے اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں توہین کیں۔ چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں خدا کے لیے جھوٹ کو ممکن مانا۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں رسول مکرم کے لیے علوم غیبیہ کو بعطائے الٰہی بچوں یا پاگلوں، جانوروں اور چوپایوں کے علوم سے تشبیہ دی۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے براہین قاطعہ میں شیطان و ملک الموت کے علم غیب کو نص قطعی (قرآن وحدیث) سے ثابت کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے علم غیب کو ماننا خلاف نصوص قطعیہ کہ کر شرک ثابت کیا۔ یہ عبارتیں مکہ ومدینہ کے علمائے کرام کے سامنے پیش کی گئیں علمائے حرمین طیبین نے متفقہ طور پر ان عبارتوں کو کفری عبارت قرار دے کر لکھنے والے کو اسلام سے خارج قرار دیا ساتھ ہی یہ بھی فرمایا "**من شك فی کفره وعذابه بعد اطلاعه فقد کفر**" (۱) جو اطلاع پانے کے بعد ان کے کفر یا عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ علمائے حرمین طیبین کے فتاوے کتابی شکل میں حسام الحرمین کے نام سے آج بھی موجود ہیں۔ اس وجہ سے وہابیوں، دیوبندیوں، نجدیوں کے پیچھے نماز جائز نہیں کہ انہوں نے یا تو خدا ورسول کی شان میں توہین کی یا توہین کرنے والوں کو حق پر سمجھ کر ان کو اپنا پیشوا سمجھتے ہیں۔ مولانا قائم صاحب دانا پوری نے صحیح کہا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ نا گپور

کیا تنخواہ یافتہ امام کے پیچھے نماز جائز نہیں؟

مسئلہ: از: محمد عبدالغنی صدیقی پیش امام جامع مسجد محمدیہ، اندرا گاندھی نگر نیا محلہ فتح نگر حیدرآباد

---

(۱) حسام الحرمین، ص: ۱۳۴ حسام الحرمین ص: ۱۳۴

بخدمت عالی جناب ناظم صاحب دارالاشاعت دارالافتاء جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور (سی، پی)
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خیریت حاصل ومطلوب!
زید ایک ضعیف العمر پرہیزگار صوم وصلاۃ کے پابند شخص ہیں۔ موصوف کا سوال یہ ہے کہ تنخواہ یافتہ امام کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ بربنائے وجوہات بالا موصوف ایک عرصہ سے جماعت سے محروم ہیں۔ امید کہ جناب والا برائے مہربانی اس سوال کا جواب ازروئے شرعی بحوالہ معتبر کتب فقہ حنفیہ اور احادیث سے فتوی بعجلت ممکنہ مرحمت فرمایا جائے تو باعث مسرت ہوگا اور باری تعالیٰ جناب کو جزائے خیر دے آمین۔ تاکہ موصوف کی تشنگی دور ہو۔ فقط۔

الجواب بعون الملک الوھاب

علمائے متأخرین نے اذان واقامت کی تنخواہ کو ضرورتاً جائز رکھا ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب تنویر الابصار ودرمختار میں ہے "**ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والامامة والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ماقیل فیجب المسمّٰی بعقد**" (۱) یعنی قرآن وفقہ کی تعلیم اور امامت واذان کے لیے فی زماننا اجارے کی صحت پر فتوی دیا جاتا ہے تو اُجرت پر رکھنے والا طے شدہ تنخواہ کے دینے پر مجبور کیا جائے گا اور معین مقدار کا دینا اس پر واجب ہوگا۔ لہٰذا تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے۔ بلکہ تنخواہ دار امام کے ہوتے ہوئے دوسرا شخص آجائے جو اس سے افضل ہے جب بھی تنخواہ دار امام ہی کی امامت زیادہ بہتر ہے۔ تنویر الابصار ودرمختار میں ہے "**امام المسجد الراتب اولیٰ بالامامة من غیرہ مطلقاً**" مسجد کا تنخواہ دار امام اپنے غیر سے مطلقاً امامت کرنے میں اولیٰ ہے۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ نے ردالمحتار میں مطلقاً کی شرح یوں فرمائی ہے "**ای وان کان غیرہ من الحاضرین من هو اعلم واقرأ منه**" (۲) ان عبارات فقہاء سے جب واضح ہوگیا کہ تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز بلکہ بعض اوقات وہی امامت کا زیادہ مستحق ہے تو ایسے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنے سے ترک جماعت کا ارتکاب لازم آئے گا جب کہ جماعت واجب ہے اور جماعت کا بلا عذر شرعی ترک کرنا فسق وگناہ ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

والدین کے حقوق ادا نہ کرنے والے کی امامت کا حکم

مسئلہ: از: خادم ایس ایم حافظ طالب الدین بنارسی، مقام ڈومن ہل پوسٹ سوناونی ضلع سرگوجہ
مکرمی جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
اگر کوئی شخص اپنے گھر والے یعنی ماں باپ اور بیوی وغیرہ کے حقوق کو ادا نہیں کرتا ہے اور ایک مسجد میں وہ امامت کرتا ہے تو صحیح

---

(۱) الدرالمختار ج:۶، ص:۵۵، ۵۶، کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ
(۲) الدرالمختار ج:۱، ص:۵۵۹، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ

حدیث سے مطلع فرمائیں کہ ایسے امام کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

ایسا شخص جو ماں باپ یا بیوی کے حقوق ضروریہ کو پورا نہ کرے انہیں تکلیف دیتا ہے وہ فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔قرآن وحدیث میں اس کی بڑی وعید آئی ہے،لہٰذا شخص مذکور امامت کے لائق نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

دیوبندی عقائد والے امام کی اقتدا کا حکم

مسئلہ: از: خادم ایس ایم حافظ طالب الدین بنارسی،مقام ڈومن ہل پوسٹ سوناونی ضلع سرگوجہ

مکرمی جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جو دیوبندی عقائد والے حضرات ہیں ان کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

دیوبندیوں نے اللہ ورسول کی شان اقدس میں توہین کرنے والے کو اپنا پیشوا جانا جن پر علمائے مکہ ومدینہ نے متفقہ طور پر کفر کا فتویٰ دیتے ہوئے فرمایا "من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر" (۱) جو ان کے کفر یا عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔لہٰذا دیوبندی حضرات اپنے عقائد کفریہ باطلہ کے سبب اسلام سے خارج ہیں۔ان کے پیچھے کسی سنی کی نماز نہیں ہوسکتی۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

مستحق امامت کون؟

مسئلہ: از: چاند خان،جامع مسجد کمیٹی ٹرسٹ یانڈرکوڑہ

مکرمی ومحترمی مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل کے مسائل کے متعلق:

(۱) کیا مسجد کی امامت امام کا موروثی حق ہے؟

(۲) کیا امام کو اس کا موروثی حق سمجھ کر اس کو امامت پر رہنے دیا جائے جب کہ وہ مستند عالم نہ ہو؟

(۳) ایک موروثی امام ہے جو نہ حافظ ہے نہ قاری ہے اور نہ کسی مستند مدرسہ سے فارغ التحصیل ہے اور اس کے مقابلہ میں

---

(۱) حسام الحرمین ص:۱۳۴

دوسرا شخص حافظ ہے اور قاری بھی عالم ہے اور خطیب بھی، دونوں اماموں میں سے مسجد کی امامت کے لیے کس کو ترجیح دی جائے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) مسجد کی امامت کوئی موروثی جائداد نہیں کہ نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہو بلکہ امامت کا مستحق وہ جو اس کا اہل ہو۔

(۲، ۳) اگر دونوں امام میں سے کوئی ایک متعین نہیں ہوئے ہیں تو آخر الذکر امام اولیٰ ہیں اور اگر اول الذکر امام عالم نہیں مگر قرآن پاک ما یجوز به الصلوٰۃ ادا کر لیتے ہیں اور مسائل طہارت ونماز سے واقفیت بھی رکھتے ہیں اور متعین امام ہیں تو وہی مستحق امامت ہیں۔ درمختار میں ہے "امام المسجد الراتب اولیٰ من غیرہ"(۱) تنخواہ دار امام کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا امام آجائے جو اس سے افضل ہے پھر بھی امامت کا زیادہ حق دار مقرر امام ہی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

امام صاحب کا قوالی کی محفل میں شرکت کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: چاند خان، جامع مسجد کمیٹی ٹرسٹ یانڈرکوڑہ

کیا امام صاحب قوالیوں یا اس قسم کے دوسرے مشاغل میں شرکت فرما سکتے ہیں اور اگر وہ شرکت کرتے ہیں تو ان کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

عموماً اس زمانے کی قوالیاں جس میں فساق وفجار کا مجمع ہوتا ہے، ایسی قوالیاں تو بالاتفاق حرام ہیں اور وہ قوالیاں جو شرائط کے ساتھ ہوں ان میں بھی علما کا اتفاق نہیں، بلکہ اختلاف ہے۔ اصح قول یہ ہے "لاھله حلال ولغیرہ حرام"، اہل کے لیے حلال ہے اور نااہل کے لیے حرام ہے۔ اہل کی تعریف بعض صوفیا نے یہ فرمائی ہے کہ سات روز کسی کو گرمی کے موسم میں بند کر کے رکھ دیا جائے، ساتویں دن ایک طرف دسترخوان پر قسم قسم کے کھانے مختلف قسم کے فروٹ اور ٹھنڈا شربت ہو اور ایک طرف قوالی، اب اسے نکالا جائے اگر کھانے پینے کی طرف طبیعت کا میلان ہے تو وہ نااہل ہے اس کے لیے حرام ہے اور اگر قوالی کی طرف میلان ہے تو وہ اہل ہے اس کے لیے حلال ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

کیا امامت موروثی حق ہے؟

---

(۱) الدر المختار ج: ۱، ص: ۷۷، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ

مسئلہ: از: چاند خان، جامع مسجد کمیٹی ٹرسٹ یانڈ رکوڑہ

کیا منتظمین مسجد اور نمازی لوگوں کی رائے امام کے تقرر کے لیے اہم ہے یا امام اپنا موروثی حق (یعنی پہلے امام صاحب کے والد صاحب امامت کرتے تھے) جتائیں؟ ہم علمائے کرام سے درخواست کرتے ہیں کہ قرآن و حدیث اور فقہ کی روشنی میں مندرجہ بالا سوالات کے جوابات مرحمت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

یہ مصلیوں کی رائے پر موقوف ہے امامت کسی کو موروثی حق سمجھنا غلط ہے۔ حدیث میں یہ ہے ''اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز کو قبول نہیں فرماتا جس کی امامت کو لوگ ناپسند کرتے ہوں''۔ یعنی امام میں اگر شرعی خرابی ہے جس کے سبب لوگ ناپسند کریں تو ایسا شخص لائق امامت نہیں۔ (کمافی الکتب العامۃ)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

امام کا لمبی قرأت کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: ریاض احمد عفی عنہ مکان نمبر ۴۸۳، ساؤتھ ملونی گنج سوبی محلہ، جبل پور

محافظ دین جناب قبلہ مفتی عبدالرشید صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عالی جاہ محترم! عرض ہے ہماری مسجد میں جناب قاری بابو سلام نیاز صاحب امامت کرتے ہیں انہوں نے جامعہ عربیہ سے قاری ہونے کا سرٹیفکیٹ بھی حاصل کیا ہے۔ قاری صاحب نماز میں قرأت اس صورت پر پڑھتے ہیں جیسے ریڈیو پاکستان سے قرأت صبح نشر کی جاتی ہے، بالکل ہو بہو اسی طرح، کبھی کبھی آواز بہت تیز اور کبھی بالکل ہلکی ہو جاتی ہے، جب سانس نہیں سماتی۔ کئی ایک لوگوں نے کہا کہ آپ اس طرح نماز میں قرأت نہ کیا کریں۔ لیکن قاری صاحب ایک بھی نہیں سنتے۔ وہ خود کو زیادہ علم جاننے والا تصور کرتے ہیں اس لیے وہ دوسروں کی بات نہیں مانتے۔ قبلہ محترم! اس موضوع پر غور کریں کیا انہیں اس طرح نماز میں قرأت کرنی چاہیے؟ از راہ کرم آپ قرأت کے مسائل پر نماز کے اندر واضح طور پر تحریر فرمائیں؟

ایک دن قاری صاحب نے نماز میں دوسری رکعت میں ''انا انزلناہ'' اور پہلی رکعت میں ''اذا زلزلت الارض'' پڑھا۔ ایک دن پہلی رکعت میں ''ارأیت الذی یکذب بالدین'' اور دوسری میں سورۂ ''عصر'' پڑھی۔ سجدۂ سہو نہ کیا۔ لوگوں نے اعتراض کیا: قاری صاحب بولے کہ نماز ہو گئی۔ قاری صاحب نے کہا: میں نے مفتی مدھیہ پردیش مولانا برہان الحق صاحب سے پوچھا تھا کہ اس طرح سے نماز ہو جائے گی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نماز ہو جائے گی صرف نماز میں کمی آجاتی ہے۔ قبلہ! آپ کے جامعہ عربیہ سے نکلے ہوئے مسائل کے پرچے میں میں نے دیکھا ہے کہ اگر ترتیب اُلٹی ہو جائے تو سہو کے بغیر نماز نہ ہوگی تو پھر مفتی برہان الحق صاحب نے کیوں کہہ دیا کہ ہو جائے گی؟ ماہنامہ آستانہ دہلی میں کسی آدمی نے اس مسئلے کو پوچھا تھا تو جواب میں مفتی

صاحب نے یعنی مفتی آستانہ نے لکھا تھا کہ نماز ہو جائے گی۔ یعنی پہلی رکعت میں "انا انزلناہ" اور دوسری میں "الم نشرح لك" پڑھ لے تو نماز ہو جاتی ہے۔

قبلہ محترم! اگر آپ نے لکھا ہے کہ نہیں ہوگی تو مفتی مدھیہ پردیش نے کیوں کہہ دیا کہ ہو جائے گی؟ اب آپ سے دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ اس مسئلہ پر واضح طور پر روشنی ڈالیں تا کہ ہم صحیح بات لوگوں کے سامنے پیش کر سکیں۔ کئی لوگوں کا کہنا ہے کہ پارہ "عم" تیسویں پارہ میں اگر ترتیب الٹی ہو جائے تو نماز میں فرق نہیں آتا کیا یہ صحیح ہے؟ از راہ کرم جلد اور جلد وضاحت کے ساتھ اس کا جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے صحیحین سے ایک حدیث نقل فرمائی: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اذا صلی احد کم للناس فلیخفف فان فیھم الضعیف والسقیم والکبیر واذا صلی لنفسہ فلیطول ماشاء" (۱) یعنی جب تم میں کا کوئی جماعت سے نماز پڑھائے تو چاہیے کہ ہلکی پڑھائے اس لیے کہ ان میں کمزور، بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب تنہا نماز پڑھے تو جتنی لمبی چاہے پڑھے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے "ویکرہ تحریما تطویل الصلاۃ علی قدر السنۃ" (۲) مقدار سنت سے زیادہ لمبی نماز کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ یہاں تک کہ فقہا فرماتے ہیں کہ سو آدمیوں میں سے ننانوے لمبی قرأت کو پسند کرتے ہوں اور ایک لمبی قرأت کو ناپسند کرے تو ایک کی رعایت برتی جائے گی۔ لہٰذا امام مذکور غلطی پر ہیں۔ انہیں چاہیے کہ تدویر سے نماز پڑھائیں۔ تدویر ترتیل و حدر کے بیچ کا نام ہے۔

اگر پہلی رکعت میں "ارأیت الذی الخ" پڑھا اور دوسری میں "والعصر" تو اس سے سجدہ سہو واجب نہیں، لیکن جان بوجھ کر اُلٹا قرآن پاک پڑھنا حرام ہے۔ اگر چہ پارہ عم ہی کی سورتیں کیوں نہ ہوں۔ حدیث شریف میں ہے "جو الٹا قرآن پاک پڑھتا ہے وہ خدا سے کیوں نہیں ڈرتا کہ اس کا دل لوٹ دیا جائے" (۳) یہ وعید اس صورت میں ہے جب کہ قصداً پڑھا ہو اور اگر سہواً زبان سے نکل جائے تو اسی کو پڑھے کہ کسی سورہ کو چھوڑ کر دوسری سورہ کی طرف منتقل ہونے سے وہ آیت لعنت کرتی ہے کہ تم نے میرے اندر کیا خرابی پائی کہ چھوڑ دیا۔ قرآن پاک ترتیب سے پڑھنا تلاوت کے واجبات میں سے ہے نماز کے واجبات میں سے نہیں اس لیے سجدہ سہو واجب نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

---

(۱) رد المحتار ج:۱، ص:۵۲۴، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ

(۲) الدر المختار ج:۱، ص:۷۷ کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ ج:۶، ص:۱۵۶، حدیث:۳۰۳۰۷، فصل من کرہ ان یقرأ القرآن معکوسا

فاسق معلن کی امامت کا حکم

مسئلہ: از: خاکپائے علما منشی محمد حسن اشرفی سنبھل، ضلع مرادآباد یوپی ۲۲ ؍رجب المرجب ۹۳ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) ایک مولوی صاحب مدرسہ کے طلبہ سے اغلام بازی کرتے ہیں اور مسجد اور مدرسہ کی آمدنی میں خیانت کرتے ہیں ان کا مبلغ علم تو یہ ہے کہ طلاق کا مسئلہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر الفاظ صریح سے ایک مرتبہ طلاق دی تو رجعی دو مرتبہ طلاق دی تو بائنہ اور اگر تین مرتبہ طلاق دی تو مغلظہ ہوئی۔ اسی طرح بدل الغلط کی مثال "سلب زید ثوبہ" کے یہ معنی بیان کرتے ہیں "سولی دیا گیا زید اس کا کپڑا" حالاں کہ اس مثال کے معنی یہ ہوئے "کھینچا گیا زید اس کا کپڑا"۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو مولوی صاحب طلبہ سے لواطت کرتے ہیں اور مسجد اور مدرسہ کے مال کو ناجائز طریقہ پر کھاتے ہیں۔ اور دو مرتبہ صریح الفاظ سے طلاق کو بائنہ بتاتے ہیں حالاں کہ دو مرتبہ سے طلاق رجعی ہوتی ہے، بائنہ نہیں۔ اور بدل الغلط کی مثال کے غلط معنی کرتے ہوں ایسا شخص کسی مذہبی مدرسہ کا مدرس یا مسجد کا امام ہوسکتا ہے؟ کیا ایسا شخص رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن پاک سنا سکتا ہے، اور ایسے شخص کو مدرسہ سے اخراج کے بعد میں دوبارہ مدرسہ میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اسی طرح ایک زید جو مولانا بھی ہیں قصداً بغیر عذر شرعی کے تارک جماعت ہیں، تو فاسق معلن ہوئے اور خود بھی کذب بیانی سے کام لیتے ہیں اور کذابوں اور اغلام بازوں کی ناجائز حمایت اور ہمدردی کرتے ہیں۔ کیا ایسے مولانا مسجد کی امامت کرسکتے ہیں، کسی مذہبی مدرسہ کے مدرس بن سکتے ہیں؟

(۳) ایک مولوی صاحب مدرسہ کے طلبہ سے اغلام بازی کا کافی شوق رکھتے ہیں اور مشت زنی میں تو کافی شہرت پاچکے ہیں کیا ایسے مولوی صاحب کو کسی دینی مدرسہ کا مدرس اور مسجد کا امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟ کیا یہ مولوی رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن پاک سنا سکتا ہے یا نہیں؟

(۴) ایک مولوی صاحب علم سے جاہل اور خودساختہ مفتی صاحب ہیں۔ امسال عید الفطر کا چاند ۲۹ ؍رمضان المبارک کو رویت ہلال، شرعی ثبوت سے ثابت ہوگیا جس کی وجہ سے سنبھل، مرادآباد، بریلی، امروہہ، حسنپور، دہلی اور تمام ہندوستان میں عید الفطر کا چاند ۲۹ کو مانا گیا اور اسی لحاظ سے عید الفطر منائی گئی۔ تو ان خودساختہ مفتی کا عید الفطر کے چاند کو نہ ماننا اور عید کے روز روزہ رکھنا اور عید الفطر کی نماز نہ پڑھنا یہ شریعت کی خلاف ورزی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ کیا ایسا شخص مسجد کی امامت کرسکتا ہے، کسی مذہبی مدرسہ کی مدرسی کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۵) ایک طالب علم جو حافظ بھی ہیں فلم دیکھنے کا تو بہت زیادہ شوق رکھتے ہیں، فلم دیکھنے کی خاطر مرادآباد کی بھی آمد ورفت رکھتے ہیں۔ اور ہاتھ میں چین دار گھڑی بھی باندھتے ہیں اور تمام افعالِ قبیحہ کو عمل میں لاتے ہیں، کیا ایسا شخص کسی مسجد کا امام ہوسکتا ہے؟ کیا ایسا شخص رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن پاک سنا سکتا ہے؟ کیا ایسے شخص کو کسی مذہبی مدرسہ میں علم دین حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ایسے شخص کا مدرسہ سے اخراج کردینا چاہیے یا نہیں؟

نوٹ: مذکورہ بالا سوالوں کی ترتیب کا لحاظ کرتے ہوئے ہر سوال کا جواب علیٰحدہ مع حوالہ کتب مفصل طور پر جلد از جلد عنایت فرمایا جائے عین نوازش ہوگی۔

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) اغلام بازی حرام اور اس کا مرتکب لائق قتل ہے۔ سنن ابن ماجہ کی حدیث شریف ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**من وجد تموہ یعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول**"۔(۱) جس شخص کو قوم لوط کا عمل کرتا ہوا دیکھو تو فاعل ومفعول دونوں کو قتل کر دو۔ اسی طرح مدرسہ کی آمدنی میں خیانت کرنا یا غلط مسئلہ بتانا ناجائز وحرام ہے۔ اگر واقعی مولوی صاحب ان افعال قبیحہ کے مرتکب ہیں تو وہ فاسق معلن ہیں اور فاسق معلن کے پیچھے نماز وتراویح مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ اور ان کو امام بنانا گناہ ہے۔ شامی میں ہے "**ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم**"(۲) فاسق کو آگے بڑھانے کی کراہت، کراہت تحریمی ہے۔ اسی شامی میں ہے: "**وبان تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً**"(۳) یعنی فاسق کو امامت کے لیے آگے بڑھانا اس کی تعظیم ہے حالاں کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں فتاویٰ حجۃ سے منقول ہے "**ولو قدموا فاسقاً یاثمون**"(۴) اگر لوگوں نے فاسق کو آگے بڑھادیا تو گنہگار ہوئے۔ مسند تدریس بھی محل عظمت واحترام ہے اور فاسق لائق تعظیم نہیں۔ لہٰذا انہیں کسی مدرسہ کا مدرس نہ بنایا جائے۔

(۲) بلا عذر شرعی علانیہ طور پر ترک جماعت کرنے والا، کذب بیانی سے کام لینے والا، لوطی کی ناجائز حمایت کرنے والا فاسق ہے۔ **لقولہ تعالیٰ "وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ"** (المائدۃ:۲) لہٰذا زید نہ امامت کے لائق ہے نہ تدریس کے جیسا کہ ابھی گزرا۔

(۳) شخص مذکور فاسق معلن ہے۔ اور فاسق معلن نہ امامت کے لائق ہے نہ تدریس کہ جیسا کہ ابھی گزرا۔

(۴) رویت ہلال کا شرعی ثبوت ہوجانے کے بعد یوم ممنوع میں روزہ رکھنا یا عید نہ منانا احکام شرع کی خلاف ورزی ہے اور احکام شرع کی خلاف ورزی کرنے والا فاسق ہے اور فاسق معلن لائق امامت وتدریس نہیں۔

(۵) فلم دیکھنا حرام اور دیکھنے والا فاسق ہے۔ یونہی دھات کی چین دار گھڑی باندھ کر نماز پڑھنی مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ اگر واقعی فلاں میں یہ خرابیاں ہیں تو اس کے پیچھے نماز وتراویح جائز نہیں۔ اسے سمجھایا جائے اگر توبہ کرکے باز آجائے تو ٹھیک ورنہ اسے مدرسہ سے ضرور علیٰحدہ کر دینا چاہیے تاکہ اس کا غلط اثر دوسروں تک نہ پہنچے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

---

(۱) سنن ابن ماجه، ج:۲، ص:۸۵۶

(۲) رد المحتار ج:۱، ص:۵۶۰، کتاب الصلاہ ، باب الامامة

(۳) ایضا

(۴) الفتاوی الرضویه ج:۶، ص:۳۹۱، کتاب الصلاۃ ، باب الامامة

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

نفل کی جماعت کا حکم

مسئلہ: از: اے، اے اعظمی، معرفت صفی اللہ قاضی تاجر کتب، ۱۶۶/ ایم آزاد روڈ، بڑی مسجد ممبئی ۷ ۲/ رجب ۱۳۹۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل سوالات کے بارے میں:

(۱) نفل با جماعت درست ہے یا نہیں؟ یہاں پر دستور ہے کہ ۱۴/ شعبان المعظم کو بعد نماز مغرب چھ رکعت نفل پڑھی جاتی ہے دو رکعت بنیت درازی عمر، دو رکعت دفع بلا اور دو رکعت اللہ کسی کا محتاج نہ کرے۔ ہر دو رکعت کے بعد سورۂ یٰسین شریف اور دعاء شعبان المعظم پڑھی جاتی ہے۔ ہمیشہ نماز تنہا پڑھی جاتی تھی مگر گزشتہ سال ایک محلہ کی مسجد کے امام صاحب نے جو حافظ ہیں اس نفل نماز کو جماعت سے پڑھائی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام صاحب کا یہ فعل شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۲) انہیں امام مذکور صاحب نے ایک بار وضو کے مسائل کے بیان میں فرمایا کہ اگر نماز میں کسی کا وضو ٹوٹ گیا اور اس کے بعد اس نے اگر صرف الحمد للہ ہی پڑھا تو وہ خارج از اسلام ہو جائے گا۔ اور اس پر تجدید کلمہ اور تجدید نکاح اور توبہ لازم ہوگا۔ جب ان سے اس مسئلہ کی وضاحت طلب کی گئی تو وہ کوئی اطمینان بخش جواب نہ دے سکے۔ کیا امام مذکور کا یہ بیان درست ہے؟

(۳) اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک توسل انبیا و اولیا جائز ہے مگر مانعین اس مسئلہ کے بارے میں ہدایہ سے ممانعت میں استدلال کرتے ہیں کہ ہدایہ میں ہے ''دعا کرتے وقت بجاہ فلاں مت کہو کیوں کہ اللہ پر کسی کا حق نہیں ہے۔ کیا ہدایہ میں کوئی عبارت ایسی ہے اور اگر ہے تو اس کا مفہوم و مطلب کیا ہے؟ ازراہ کرم ان سوالات کے جوابات شریعت مطہرہ کی روشنی میں مرحمت فرمائیں۔

فقط بینوا و توجروا.

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) ہمارے علمائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک نفل با جماعت جب کہ تداعی کے ساتھ ہو مکروہ ہے۔ مذہب اصح میں تداعی اس وقت ہوگی جب چار یا زیادہ مقتدی ہوں دو یا تین تک کراہت نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے ''**ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان ای یکرہ ذلك لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة لو احد**'' (۱) وتر اور نفل رمضان کے علاوہ جماعت سے نہ پڑھے یعنی اگر تداعی کے طور پر ہے تو جماعت مکروہ ہے۔ تداعی یہ ہے کہ چار آدمی کسی ایک (امام) کی اقتدا کریں۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ اس پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''**والنفل بالجماعة غیر مستحب لانه لم تفعله الصحابة فی غیر رمضان**'' (۲) نفل با جماعت غیر مستحب ہے، اس لیے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رمضان کے علاوہ نفل با جماعت نہیں ادا کی۔ یہاں نفل با جماعت سے مراد نماز تراویح ہے، پھر یہ جماعت مکروہ

---

(۱) الدرالمختار ج: ۲، ص: ۴۸، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل

(۲) رد المحتار ج: ۲، ص: ۹ ۴، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی کراھۃ الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی

اللہ علیہم اجمعین نے رمضان کے علاوہ نفل با جماعت نہیں ادا کی۔ یہاں نفل با جماعت سے مراد نماز تراویح ہے، پھر یہ جماعت مکروہ تنزیہی ہے۔ اسی شامی میں ہے: ”وهو كالصريح فى انها كراهة تنزيه“(۱) یہ تو عام نفل کا حکم ہے، رہا شعبان کے نوافل کا حکم تو اسی درمختار میں ہے: ”ويكره الاقتداء فى صلاة رغائب و براءة و قدر“(۲) رغائب (جو رجب کے پہلے جمعہ کی رات میں پڑھی جاتی ہے: وفيه نظر لانها رد الفقهاء كما قال العلامة الشامى) اور شب براءت وشب قدر کی نماز میں اقتدا کرنا مکروہ ہے۔

(۲) بغیر طہارت نماز پڑھنے پر علما کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک کفر نہیں ہے۔ اور بعض کے نزدیک کفر ہے۔ درمختار میں ہے: ”وبه ظهر ان تعمد الصلاة بلا طهر غير مكفر كصلاته لغير القبلة او مع الثوب النجس وهو ظاهر المذهب كما فى الخانية وفى سير الوهبانية وفى كفر من صلىٰ بغير طهارة مع العمد خلف، فى الروايات يسطر“(۳) عبارت مذکورہ کا خلاصہ یہی ہے کہ بغیر طہارت قصداً نماز پڑھنا بعض فقہا کے نزدیک کفر نہیں ہے، اور بعض کے نزدیک کفر ہے۔ لیکن یہ اختلاف اس وقت ہے جب کہ استخفاف کی نیت سے نہ ہو، اور اگر معاذ اللہ استخفاف کی نیت سے پڑھی تو بالاتفاق کافر ہو جائے گا۔ لیکن سستی اور جہالت سے پڑھی تو کافر نہ ہوگا۔ (كما اشار اليه العلامة الشامى فى رد المحتار)

(۳) ہدایہ میں ”بجاہ فلاں“ کی عبارت نہیں بلکہ ”بحق فلاں“ کی عبارت ہے، اصل عبارت یوں ہے: ”ويكره ان يقول فى دعائه بحق فلان او بحق انبيائك ورسلك بانه لاحق للمخلوق على الخالق“(۴) عبارت کا ترجمہ یہ ہوا کہ دعا میں بحق فلاں یا بحق انبیائک ورسلک کہنا مکروہ ہے، اس لیے کہ مخلوق کا حق خالق پر نہیں۔ تنویر الابصار ودرمختار میں بھی اسی طرح ہے: ”وكره قوله بحق انبيائك ورسلك واوليائك او بحق البيت لانه لا حق للخلق على الخالق تعالىٰ“(۵) عبارت مذکورہ کا ترجمہ بھی وہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔ حاشیہ ردالمحتار میں ہے: ”وفى التاتارخانية: وجاء فى الآثار ما دل على الجواز“(۶) اس کے جواز پر احادیث میں دلیل آئی ہے۔ درمختار میں ہے: ”فنسأل الله تعالىٰ التوفيق و القبول بجاه الرسول“(۷) فقہا کی دونوں عبارتوں میں تعارض پیدا ہوا، اب مانعین توسل سے دریافت کیجیے جو اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں کہ دونوں عبارتوں کی تطبیق کس طرح ہوگی؟ وہ ان شاء اللہ جواب نہ دے سکیں گے، دونوں میں تطبیق پیدا کرنا اہلِ سنت ہی کا کام ہے، اختصاراً جواب حاضر ہے۔ جو فقہا مکروہ بتاتے ہیں وہ ”باء“ کو ”علیٰ“ کے معنیٰ میں لیتے ہیں، اور علیٰ لزوم کے لیے آتا ہے۔ عربی میں بولا جاتا ہے: ”له على الف درهم“ فلاں کا مجھ پر ایک ہزار درہم واجب ہے۔ اس محاورے کی روشنی میں بحق فلاں کہنے

---

(۱) ایضاً
(۲) الدر المختار ج:۲، ص:۴۸، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل
(۳) الدرالمختار ج:۱، ص:۸۱، کتاب الطھارۃ
(۴) الھدایہ ج:۴، ص:۴۵۹، کتاب الکراھیۃ، مسائل متفرقہ
(۵) الدر المختار ج:۶، ص:۳۹۷، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع
(۶) رد المحتار ج:۶، ص:۳۹۷، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع
(۷) الدرالمختار ج:۱، ص:۷۸، مقدمہ

میں یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ مخلوق کا حق خالق پر واجب ہے۔ اور یہ اہلِ سنت کے عقیدے کے منافی ہے۔ چناں چہ علامہ شامی اپنی کتاب ردالمحتار میں "لانہ لا حق للخلق علی الخالق" کی شرح یوں فرماتے ہیں: "قد یقال انہ لا حق لھم وجوبا علیٰ اللہ تعالیٰ لکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ جعل لھم حقا من فضلہ" (۱) یعنی مخلوق کا حق اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے حق کو لازم فرمالیا ہے، پھر آگے فرماتے ہیں: "وقال السبکی: یحسن التوسل بالنبی الی ربہ ولم ینکرہ احد من السلف ولا الخلف الا ابن تیمیۃ فابتدع مالم یقلہ عالم قبلہ۔ انتھی" (۲) علامہ سبکی نے فرمایا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا توسل ان کے پروردگار کی طرف مستحسن ہے اور سلف وخلف میں سے کسی نے انکار نہیں کیا سوائے ابن تیمیہ کے، کہ اس نے ایسی بدعت ایجاد کی جسے اس سے پہلے کسی عالم نے نہیں کہی۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

تلاوتِ قرآن میں فسادِ معنیٰ نماز کے لیے مفسد ہے اگرچہ تین آیت کے بعد ہو

مسئلہ: از: اخلاص کیش سید علیم الدین شمشیر پور، پیپل گاؤں راجہ، ضلع بلڈانہ، مہاراشٹرا

مکرمی مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزشتہ جمعہ کو امام صاحب نے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ بقر کی آیات "یایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ" سے "الذین اذا اصابتھم مصیبۃ" تلاوت فرمائیں اس کے بعد "قالوا انّ علیھم عذاب عظیم" پڑھ کر فوراً رکوع کر دیا۔ اور کسی مقتدی کو لقمہ دے کر آیت درست کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ نماز کے بعد اختلاف پیدا ہوا۔ کچھ مقتدی کہتے ہیں کہ غلط پڑھنے کی وجہ سے معنیٰ بالکل بدل گئے ہیں اس لیے نماز فاسد ہوگئی، اعادہ کرنا چاہیے۔ کچھ مقتدی کہتے ہیں کہ تین آیات صحیح پڑھی گئیں اس کے بعد غلط پڑھا گیا اس لیے نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ امام صاحب نے نماز دہرائی نہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟ نماز فاسد ہوجانے کی صورت میں اب اس کی ادائیگی کی شکل کیا ہوگی؟ مفصل جواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں۔ جوابی خط مرسل ہے۔ **بینوا توجروا**۔ والسلام

الجواب بعون الملک الوھاب

تلاوتِ قرآن پاک میں ایسی غلطی واقع ہونا جس سے فسادِ معنیٰ لازم آئے اگرچہ ہزار آیات کے بعد ہوں نماز کو فاسد کردے گا۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں فسادِ معنیٰ کے سبب نماز فاسد ہوگئی۔ دوبارہ پڑھنا فرض ہے اگر نہیں پڑھی گئی تو چار رکعت ظہر کی قضا پڑھنا فرض ہے۔ فقط۔

---

(۱) رد المحتار ج:۶، ص:۳۹۷، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع
(۲) رد المحتار ج:۶، ص:۳۹۷، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۷ رصفرالمظفر ۱۳۹۲ھ

جمعہ کے دن اذان اول کب؟ اور خطبے کے کچھ مسائل

مسئلہ: از: گاڈرروارہ مورخہ ۹ رمارچ ۱۹۷۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) قصبہ کی جامع مسجد میں جمعہ کی اذان ہر موسم میں ساڑھے بارہ بجے کہی جایا کرتی ہے۔خطبہ ایک بجے شروع کیا جاتا ہے،گزشتہ جمعہ میں اذان پون بجے کہی گئی اور خطبہ بدستور ایک بجے شروع کیا گیا۔ جماعت کے پون بجے اذان پکارنے کا اعتراض ہوا، جواب یہ ملا کہ ساڑھے بارہ بجے زوال کا وقت ہے،اس وقت اذان نہ کہنا چاہیے۔ یہ مسئلہ زیر بحث ہے۔صحیح طریقہ اور صحیح وقت سے مطلع فرمائیں۔زوال کا وقت کون سا ہے؟ ہر موسم میں زوال کا وقت کیا تبدیل ہوتا رہتا ہے؟ ہر موسم میں جامع مسجد کی اذان کا ساڑھے بارہ بجے ہونا شرعاً اس میں کوئی جرم تو نہیں؟

(۲) جامع مسجد میں جو منبر خطیب کے کھڑے ہونے کا ہے اس کے تین زینے ہیں۔دو صفیں ہونے پر منبر کے سامنے والے نمازی کا سجدہ منبر کی اخیر کی سیڑھی پر ہوتا ہے اگر منبر کی یہ پختہ سیڑھی الگ کر کے صرف دو ہی سیڑھیاں رہیں تو اس میں کوئی شرعاً جرم تو نہیں؟

(۳) خطیب، اوّل خطبہ اوپری پہلے زینے پر پڑھتا ہے اور دوسرا خطبہ پڑھنے کے لیے ایک سیڑھی نیچے اتر کر پڑھا کرتا ہے۔ یہ دستور اس کا ہے۔اس طریقہ کی شرع میں کیا کوئی سند ہے؟ اگر تین سے زائد سیڑھی ہوں تو کس زینے پر اترے اور خطبہ پڑھے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) جمعہ کا وقت بعینہ ظہر کا وقت ہے، فقہ کی عام کتابوں میں ہے "**ومنها وقت الظهر**" یعنی شرائط جمعہ میں ظہر کا وقت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اذان ظہر کے وقت میں ہونی چاہیے اور ظہر کا وقت زوال شمس کے بعد ہے لہٰذا قبل از وقت اذان دی گئی تو اذان صحیح نہ ہوئی۔ عالمگیری میں ہے "**تقديم الاذان على الوقت فى غير الصبح لا يجوز اتفاقاً و كذا فى الصبح عند ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ وان قدم يعاد فى الوقت وعليه الفتوىٰ**"(۱) وقت سے پہلے صبح کے علاوہ اذان دینا بالاتفاق جائز نہیں اور صبح میں امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک جائز نہیں۔ اگر وقت سے پہلے دے دی گئی تو دوبارہ لوٹائی جائے اسی پر فتویٰ ہے۔ اوقات، مقامات پر مختلف دنوں میں مختلف درجۂ حرارت کی وجہ سے بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً ناگپور میں ضحوۂ کبریٰ (جس کو عوام زوال کا وقت کہتے ہیں) ۲۷ر اکتوبر کو ۱۱ر بج کر ۲۰ رمنٹ پر شروع ہو کر ۱۱ر بج کر ۵۶ رمنٹ ۵۹ رسکینڈ پر ختم ہوتا ہے، یہی ختم ابتدائے ظہر ہے، لہٰذا اس تاریخ میں ۱۲ر بجے سے پہلے ظہر کا وقت شروع ہو جاتا

---

(۱) الفتاوی الهندیه ج:۱، ص:۵۳، کتاب الصلاة، باب الاذان

ہے،لیکن بڑھتے بڑھتے ۵ رفروری کو ۱۱ ربج کر ۵۰ منٹ پر ضحوۂ کبریٰ شروع ہوتا ہے، بارہ بج کر ۲۷ رمنٹ پر ختم ہوتا ہے لہٰذا ان دنوں میں تقریباً ساڑھے بارہ بجے ہی وقت ظہر کا آغاز ہوتا ہے۔اس اعتبار سے آپ کے یہاں درجۂ حرارت کے اعتبار سے ساڑھے بارہ بجے ظہر کا وقت شروع نہیں ہوتا تو اس وقت جمعہ کی اذان دینا بھی درست نہ ہوگی جیسا کہ حوالہ اوپر ذکر کیا گیا۔جامع مسجد اور غیر جامع مسجد سب کا ایک ہی حکم ہے۔

(۲) اگر مسجد میں گنجائش نہ ہوتو پہلی سیڑھی توڑ کر صرف دو ہی سیڑھی رکھیں تو کوئی حرج نہیں اور اگر گنجائش ہو کہ پہلی صف کچھ اور پیچھے ہو تو زینے پر سجدہ نہ کرنا پڑے اور آسانی سے سب لوگ نماز ادا کریں تو نہ توڑنا ہی بہتر ہے۔کیوں کہ منبر رسول ﷺ تین ہی زینے کا تھا۔

(۳) اس کے لیے شرعاً کوئی زینہ متعین نہیں۔مطلق منبر ہونا سنت ہے۔منبر سے غرض یہ ہے کہ خطیب کی آواز پورے طور پر سامعین کو سنائی دے۔اور اس کا انحصار جماعت کی کثرت پر ہے۔اگر جماعت کثیر ہے تو تیسری سیڑھی پر خطبہ دینا زیادہ بہتر ہے، تاکہ آواز دور تک جائے۔اور اگر جماعت کثیر نہیں ہے تو بقدر حاجت جس زینے پر چاہے کھڑا ہوسکتا ہے۔شرعاً کوئی حرج نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۰ رصفر المظفر ۱۳۹۲ھ

نماز میں الفاظ توڑ توڑ کر قرأت کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: خادم محمد رحیم الدین عفی عنہ

وہ شخص جو قرآن مجید کی قرآت نماز میں الفاظ توڑ توڑ کر پڑھے مثلاً، من، ول، م، قیّن، یَ، کن، لہ وغیرہ۔ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم شرعی ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

قرآن مجید کو اس طرح کاٹ کر پڑھنا کہ الفاظ مہمل ہوجائیں یا معنیٰ میں فساد لازم آئے حرام سخت حرام ہے۔ایسے شخص کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۹ رصفر المظفر ۱۳۹۲ھ

کیا مؤذن امام کے ماتحت ہوتا ہے؟

مسئلہ: از: خادم محمد رحیم الدین عفی عنہ

اور ایک اعتراض پیش امام کا مجھ پر یہ ہے کہ مؤذن جو کہ معیّن مؤذن بھی ہے (نکاح خوانی پیش امام کرتا ہے) وہ رجسٹر نکاح لے کر

میرے ساتھ چلے۔وہ میرا ماتحت ہے اس قسم کے عذر واعتراضات اکثر پیش امام کرتے رہتے ہیں۔ان کا یہ طرز عمل شرعاً کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

یہ صورت جانبین کی رضا مندی پر موقوف ہے۔اگر مؤذن رجسٹر لے جانے پر راضی ہے تو کوئی حرج نہیں۔اور اگر راضی نہیں ہے تو امام مذکور کو یہ حق نہیں کہ مؤذن کو اپنا ماتحت سمجھ کر اس سے یہ کام لے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۹ رصفر المظفر ۱۳۹۲ھ

فجر وعصر کے فرضوں کے بعد سجدۂ تلاوت کا حکم

مسئلہ: از: چھوٹے خان پیش امام گنج مسجد، چھندواڑہ۔ ۳۱/ ۳/ ۱۹۷۲ء

فجر اور عصر کی فرض نمازوں کے بعد سجدۂ تلاوت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

جی ہاں جائز ہے جب کہ مکروہ وقت نہ ہو۔مکروہ وقت تین ہیں۔طلوع آفتاب کے بعد سے بیس منٹ تک۔آفتاب جب سیدھا کھڑا ہو جائے تقریباً ۳۸ رمنٹ تک۔ اور غروب آفتاب کے ۲۰ رمنٹ پہلے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۳ رصفر المظفر ۱۳۹۲ھ

شروع نماز اور آخری نماز کون سی؟

مسئلہ: از: چھوٹے خان پیش امام گنج مسجد، چھندواڑہ۔ ۳۱/ ۳/ ۱۹۷۲ء

شروع نماز کون سی ہے اور آخری نماز کون سی ہے؟ براہ کرم ان مسئلوں سے آگاہ کیجئے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اکثر علما کے قول کے مطابق شروع نماز فجر کی ہوئی اور آخر نماز عشاء کی ہوئی۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۳ رصفر المظفر ۱۳۹۲ھ

نمازِ فجر چراغ یا بجلی کے اُجالے میں پڑھنا کیسا؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلے میں؟

نماز فجر چراغ یا بجلی کے اجالے میں پڑھنا کیسا ہے؟ جب کہ سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ ''نماز فجر اجالے میں پڑھا کرو'' تو وہ کون سا اُجالا ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

فجر کی نماز چراغ یا بجلی کے اجالے میں پڑھنا جائز ہے، شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ حدیث مذکور سے مراد ''اسفار'' ہے۔ یعنی صبح میں خوب اُجالا پھیل جانا اور یہ احناف کے نزدیک مستحب ہے۔ عالمگیری میں ہے: ''**يستحب تاخير الفجر ولا يؤخرها بحيث يقع الشك فى طلوع الشمس بل يسفر بها بحيث لو ظهر فساد صلاته يمكنه ان يعيدها فى الوقت بقرأءة مستحبة**''(۱) یعنی فجر میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔ یعنی اتنی تاخیر نہیں کہ طلوع آفتاب میں شک ہو جائے، بلکہ اس حد تک ہے کہ اگر نماز میں فساد لازم آجائے تو قرأت مستحبہ کے ساتھ نماز کا اعادہ وقت میں ممکن ہو۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۱ رصفر المظفر ۱۳۹۲ھ

نمازِ مغرب میں قصار مفصل افضل ہے

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلے میں؟

ہماری مسجد کے امام نماز مغرب میں ''**قل هو الله احد**، سورۂ کوثر''، اور کبھی ''**والتين، الم نشرح لك صدرك**'' وغیرہ پڑھتے ہیں۔ بعض مقتدی کہتے ہیں کہ طویل قرأت پڑھا کرو۔ آپ رقم فرمائیں کہ نماز مغرب میں کتنی آیات کی سورت پڑھنا احسن ہے، طویل یا مختصر پڑھنا محبوب ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

نماز مغرب میں قصار مفصل یعنی سورۂ ''**لم يكن**'' سے سورۂ ''**والناس**'' تک مستحب ہے۔ (کما فی الکتب العامة)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۱ رصفر المظفر ۱۳۹۲ھ

فاسق امام قرأت میں غلطی کرے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ: از: احقر حاجی مہدی علی، قصبہ بھنڈ محلہ پرانی بستی امام باڑہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

---

(۱) الفتاوى الهنديه ج:۱، ص:۵۱، ۵۲، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة

پیش امام کی قرأت میں مخرج وتلفظ کی خرابی ہو، اعراب ومد کی غلطیاں ہوتی ہوں، امام جاہل اوراوصاف فاسق رکھتا ہو۔ان وجوہات سے مقتدی کو کراہیت ہوتی ہو تو ایسے مقتدی کو واقعی اپنی نماز کو دہرانے کی ضرورت ہے کیا؟ مشکور فرمایا جائے۔ اگر نماز قابلِ اعادہ ہو تو بعد نماز کے پھر پڑھ کر اعادہ کرلیا جائے ،مگر فجر کے وقت کی نماز بعد نماز جماعت فوراً دہرا کر اس کا اعادہ کیا جا سکتا ہے کیا؟ کیوں کہ نماز فجر کے بعد آفتاب کے طلوع تک نوافل پڑھنے کے لیے وقت مکروہ ہے۔ کبھی ایسا بھی موقع ہوتا ہے کہ واقعی کراہت ہو جاتی ہے اور نماز کے اعادہ کی طبیعت چاہتی ہے؟ لہٰذا سوال کا جواب شرح وبسط کے ساتھ حل فرمایا جائے؟ **بینوا وتوجروا**

آج کل ایسا وقت ہے کہ اچھے عربی والے امام دیہات میں نہیں ہوتے ہیں اور کسی قصبہ میں جہاں کا امام پٹھان پنچوں کا مقرر کردہ ہوتا ہے وہ لقمہ دینے سے بھی ناراض ہوتا ہے اور اپنی توہین سمجھتا ہے۔اور پٹھانی اکثریت میں کچھ انتظام بھی نہیں ہوسکتا ہے۔ کہو تو جواب ملتا ہے خوشی آئے پڑھو ورنہ مت پڑھو۔ مت آ ؤ مسجد میں، اور کوئی مسجد بھی قریب نہیں ہے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

قرأت میں ایسی غلطی جس سے فساد معنی لازم آئے نماز مکروہ نہیں، بلکہ فاسد ہو جائے گی۔ البتہ حد فساد تک غلطی نہ ہوئی تو نماز ہو جائے گی۔ اگر امام فسق میں مبتلا ہو اور وہ فسق علانیہ طور پر کررہا ہو تو ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی اور اس کا لوٹانا واجب ہوگا۔ اگر نماز مکروہ تحریمی ہوئی ہو تو اس کو فجر وعصر کے بعد دوبارہ پڑھ سکتے ہیں کیوں کہ ان دونوں وقتوں میں نفل مکروہ ہے نہ کہ فرض وواجب اور جو نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے اس کا لوٹانا واجب ہے۔ اس لیے فجر وعصر کے بعد نماز لوٹانے میں کوئی حرج نہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۱ رصفر المظفر ۱۳۹۲ھ

تراویح میں ختم قرآن اور شبینہ کا حکم

مسئلہ: از: حبیب الرحمان ولد عبدالقدیر لکڑ گنج کامٹی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

ایک رات میں پورا قرآن مجید پڑھنا یعنی تراویح کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟ مع حدیث وقرآن شریف کے حوالہ دیں اور اس بارے میں پوری تفصیل کے ساتھ بتائیں؟ رمضان المبارک میں شبینہ میں قرآن ختم کرنا کیسا ہے؟ فقط۔

الجواب بعون الملک الوھاب

تراویح میں ایک ختم قرآن پاک سنت مؤکدہ اور دو ختم فضیلت اور تین ختم افضل ہے۔ اور قوم کی سستی سے ترک نہ کیا جائے گا۔ درمختار میں ہے: ’’**والختم مرۃ سنۃ ومرتین فضیلۃ وثلاثاً افضل ولا یترک الختم لکسل القوم**‘‘[1] شبینہ

(۱) الدر المختار ج:۲، ص:۴۶، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل

مکروہ ہے جب کہ لوگوں پر شاق گزرے۔ حدیث شریف میں ہے: "اذا أمّ احدکم فلیخفف"(۱) جب تم میں کا کوئی امامت کرے تو ہلکی نماز پڑھائے۔ ردالمحتار میں ہے: "قوله افضل فی زماننا لان تکثیر الجمع افضل من تطویل القرأۃ"(۲) یعنی کثرت جماعت تطویل قرأت سے افضل ہے۔ لیکن ایک یا دورات میں پورے قرآن کا ختم کرنا قوم پر گراں نہ ہوتو شبینہ میں کوئی حرج نہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۷ صفرالمظفر ۱۳۹۲ھ

اقامت کے وقت درود شریف پڑھنا بے مستحب ہے

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

ہمارے یہاں ایک مسجد میں یہ طریقہ رائج ہے کہ پہلے مؤذن کھڑا ہو کر درود شریف پڑھتا ہے، اس کے بعد تکبیر۔ یہ مانا کہ درود شریف افضل ترین چیز ہے مگر موقع محل میں متعین ہے۔ تو کیا صحابۂ کرام اس کے بعد تابعین، تبع تابعین کے یہاں یہ طریقہ رائج تھا؟ اگر تھا تو مع حوالہ کتاب روایت مطلع فرمائیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

مطلقاً درود پاک کا ثبوت قرآن عظیم سے ثابت ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا"(الاحزاب:۵۶) بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب خوب سلام بھیجو۔ آیت مذکورہ میں "صلوا وسلموا" دونوں امر کے صیغے ہیں اور امر کی دلالت مطلقاً وجوب کے لیے ہے جب تک کوئی قرینۂ صارفہ نہ ہو۔ اصول الشاشی میں ہے: "فان المراد للشارع بالامر وجوب الفعل علی العبد"(۳) شارع کی مراد امر سے بندے پر فعل کا واجب کرنا ہے۔ اصول فقہ کی مشہور ومعروف کتاب نورالانوار میں ہے: "وذالا یصدق الا علی الوجوب"(۴) اور یہ امر صادق نہیں آتا ہے مگر وجوب ہی پر۔ فقہا جب "امر کی دلالت وجوب پر ہے" بولیں تو اس سے مراد فرض ہوتا ہے۔ پس درود پاک کا پڑھنا کبھی فرض اور کبھی واجب، کبھی حرام، کبھی سنت، کبھی مستحب۔ درمختار میں ہے: "فتکون فرضاً فی العمر وواجباً کلما ذکر علی الصحیح وحراماً عند فتح التاجر متاعه ونحوه وسنة فی الصلوٰۃ ومستحبة فی کل اوقات الامکان" یعنی درود پاک کا زندگی میں ایک بار پڑھنا فرض ہے، اور جب آیت پاک کا ذکر کیا جائے تو اصح مذہب پر واجب اور تاجر کے سامان وغیرہ کھولنے کے وقت پڑھنا حرام

(۱) سنن الترمذی ج:۱،ص:۴۶۱، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء اذا احدکم الناس فلیخفف
(۲) رد المحتار ج:۲،ص:۴۷، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل
(۳) اصول الشاشی ج:۱،ص:۱۱۷
(۴) نورالانوار ص:۲۹، مبحث الامر

پڑھنا فرض ہے، اور جب آیت پاک کا ذکر کیا جائے تو اصح مذہب پر واجب اور تاجر کے سامان وغیرہ کھولنے کے وقت پڑھنا حرام ہے۔ ردالمحتار میں حرام کی تشریح یوں کی گئی ہے ''(وقوله حراماً) الظاهر ان المراد به كراهة التحريم الخ۔''(۱) یعنی تاجر کا سامان وغیرہ کھولنے کے وقت درود شریف پڑھنا یا تسبیح پڑھنا جب کہ اس سے مراد خریدار کو اپنے اچھے کپڑے کی اطلاع دینا ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔ درود پاک کا نماز میں پڑھنا سنت ہے، باقی تمام اوقات ممکنہ میں مستحب ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ردالمحتار میں ''فی كل اوقات الامكان'' کی شرح یوں فرماتے ہیں ''ای حيث لا مانع''(۲) یعنی وہ اوقات جن میں درود پاک پڑھنے کی ممانعت نہیں آئی ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں ''ونص العلماء على استحبابها في مواضع يوم الجمعة وليلتها وزيد يوم السبت والاحد والخميس لما ورد في كل من الثلاثة وعند الصباح والمساء وعند دخول المسجد والخروج منه وعند زيارة قبره الشريف ﷺ وعند الصفا والمروة وفي خطبة الجمعة وغيرها وعقب اجابة المؤذن وعند الاقامة واول الدعاء واوسطه وآخره الخ۔''(۳) یعنی علما نے درود پاک کے چند مقامات میں مستحب ہونے پر نص فرمایا ہے جمعہ کے دن، جمعہ کی رات، ہفتہ کا دن، اتوار کا دن، جمعرات کا دن۔ کیوں کہ ان تین دنوں کے بارے میں حدیث وارد ہوئی ہے۔ صبح کے وقت، شام کے وقت، مسجد میں داخل ہونے کے وقت، مسجد سے نکلنے کے وقت، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کے وقت امام کا جمعہ وغیرہ کے خطبہ میں، مؤذن کی اذان کے جواب دینے کے بعد اقامت کے وقت، دعا کے شروع میں بیچ میں آخر میں، اس کے علاوہ اور بھی تقریباً ۲۲/مقامات بیان فرمائے ہیں جہاں درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ خلاصہ یہ کہ اقامت کے وقت درود شریف کا پڑھنا علما نے مستحب قرار دیا ہے جس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔ كما مر آنفاً في رد المحتار للعلامة الشامي قدس سره السامي۔

والله اعلم بالصواب ورسوله ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۴/ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

وہابی خیالات کے حامل امام کی اقتدا کا حکم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

ایک شخص نے خطیب مسجد سے کہا سنّی علمائے دین اشرف علی کو تو کفر کا فتویٰ دے چکے ہیں تو خطیب مسجد نے غیض وغضب میں آ کر کہا کہ کافر کو بھی کافر نہیں کہا جا سکتا، تم اتنے بڑے جید عالم کو کفر سے تعبیر کرتے ہو بلکہ جو ایک وقت کی نماز نہیں پڑھتا، اس کو بھی کافر نہیں کہا جا سکتا۔ ایسے خیال کے امام کی اقتدا کیسی ہے خبردار کیا جائے؟

---

(۱) الدر المختار ج:۱، ص:۵۱۸، کتاب الصلاۃ، فصل فی تالیف الصلاۃ الی انتهائها

(۲) رد المحتار ج:۱، ص:۵۱۸، کتاب الصلاۃ، فصل فی تالیف الصلاۃ الی انتهائها

(۳) ایضاً

بھی کافر نہیں کہا جا سکتا۔ ایسے خیال کے امام کی اقتدا کیسی ہے خبر دار کیا جائے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

مرتد وہ شخص ہے جو اسلام کے بعد کسی ایسے امر کا انکار کر دے جو ضروریات دین میں سے ہو، یعنی زبان سے کلمۂ کفر بکے جس میں صحیح تاویل کی گنجائش نہ ہو۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور سرکار دو عالم ﷺ کی جناب میں گستاخی کی ہے اور نبی کریم ﷺ کے علم پاک کو گدھوں، جانوروں اور چوپایوں سے تشبیہ دے کر اپنے اوپر کفر کو لازم کر لیا ہے۔ چناں چہ اس نے اپنی کتاب حفظ الایمان ص: ۸ پر لکھا ہے ''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد کل غیب ہے یا بعض غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو ہر زید و عمر (یعنی عام لوگ) بلکہ ہر صبی و مجنوں (بچہ و پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے''۔ خط کشیدہ عبارت میں علمائے حرمین شریفین زاد اللہ شرفھما کی خدمت میں پیش کی گئی۔ علمائے حرمین طیبین نے بالاتفاق اس عبارت اور اس عبارت مذکورہ بالا کے لکھنے والے مولوی اشرف علی تھانوی پر کفر کا فتوی صادر فرمایا۔ مولوی اشرفعلی تھانوی بارگاہ نبوت میں ایسی گستاخی کرنے کے سبب بلا شبہ کافر ہو گیا۔ بقولہ تعالیٰ ''لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ'' (التوبۃ:۶۶) اب تم بہانے نہ بناؤ ایمان لانے کے بعد بے شک تم کافر ہو گئے۔ لہٰذا جان بوجھ کر مولوی اشرفعلی تھانوی کے کفر میں یا اس کے عذاب میں شک کرنا بھی کفر ہے بقول العلما الاعلام ''من شك فی کفرہ وعذابہ بعد اطلاعہ فقد کفر''(۱) خطیب مسجد کا یہ کہنا کہ کافر کو بھی کافر نہیں کہا جا سکتا قطعاً جھوٹ اور شریعت اسلامیہ پر افتراء ہے۔ خود اللہ رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ حکم فرماتا ہے ''قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ'' (الکافرون:۱) تم کہو! اے کافرو!۔ خدائے ذوالجلال کافر کو کافر کہنے کا حکم دے رہا ہے اور خطیب مسجد کہتا ہے کہ کافر کو کافر نہیں کہا جا سکتا، یہ حکم خداوندی کی سراسر خلاف ورزی اور فرمانِ الٰہی سے کھلی بغاوت ہے۔ بے نمازی کو کافر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بے عمل ہے اور بے عملی فسق ہے کفر نہیں۔ ہاں اگر نماز کی فرضیت کا انکار کرے تو بلا شبہ وہ کافر ہو جائے گا۔ کیوں کہ فرض قطعی کا منکر کھلا کافر ہے۔ اسی طرح بارگاہِ نبوت کا گستاخ بھی کافر ہے۔ خطیب مسجد کا ایسا جملہ کہنا اس کی بدعقیدگی کا کھلا ثبوت ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا حرام اور اس کو امامت سے معزول کرنا واجب وضروری ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۴/ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے

مسئلہ: از: محمد حنیف قریشی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

---

(۱) حسام الحرمین ص: ۱۳۴

احمد ہندی سے قرآن پڑھا ہے جس کے لفظ قرأت میں موافق نہیں ہے۔ رکوع بھی ٹھیک سے نہیں کرسکتا اور ایک نمبر کا شاطر ہے، دو پارٹی کرنے میں یکتا ہے۔ تمام سب باتیں جماعت کو معلوم ہونے پر بھی اس کو امام رکھ لیا گیا۔ تاکہ یہ اپنی عادتوں کو سدھارے۔ زبردستی اس سے ایک غلطی صادر ہوئی جس کی وجہ سے اس کو امامت سے علٰیحدہ کردیا گیا۔ فحش کلام بھی بکتا ہے۔ اسی اثنا میں زید مسافرت طے کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچا چوں کہ زید حافظ وقاری اور مولوی ہیں لیکن نظر بہت کمزور ہے، سائیڈ سے تقریباً ۱۰، ۵/ ہاتھ دور کی چیزیں نظر آتی ہیں۔ اسی نظر سے استنجا وغیرہ کا خوب اہتمام صفائی سے کرتا ہے۔ ایک ماہ کے لیے زید کو اسی مقام پر امام مقرر کرلیا گیا۔ احمد نے کچھ نماز تو زید کے پیچھے پڑھی۔ احمد کو جب امامت سے برطرفی کا نوٹس ملا تو زید پر احمد نے حلف اُٹھایا کہ ان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ حتی کہ احمد جمعہ بھی ترک کرنے لگا اور ہر نماز آج بھی علٰیحدہ آج بھی پڑھتا ہے۔ جماعت میں شریک نہیں ہوتا۔ کیا حقیقت میں زید کی امامت درست نہیں؟ جواب فوراً عنایت فرمائیں۔ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

احمد اگر مسلمان کے درمیان علانیہ طور پر تفریق ڈالتا اور ایک دوسرے کو لڑاتا ہے، فحش کلامی کرتا ہے، قرآن پاک صحیح نہیں پڑھتا ہے تو وہ ضرور فاسق ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی جس کا لوٹانا واجب ہوگا۔ زید کے جو اوصاف بیان کیے گئے اگر واقعی وہ ان خوبیوں کا جامع ہے اور وہ سنی صحیح العقیدہ بھی ہے تو زید ہی امامت کا زیادہ مستحق ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۹/ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھنا کیسا؟

مسئلہ: از: طالب دعا محمد رفیق چندر پور بروز اتوار ۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

مکرم ومحترم مفتی اعظم مدظلہ العالی سلام سنت الاسلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

صحن مسجد اور حدود مسجد کی شرح کیا ہے؟ اور نماز جنازہ دونوں میں سے کسی میں ہوسکتی ہے؟ ایسی حد جس میں نماز پنج وقتہ ہوتی ہو وہاں جنازہ رکھ کر نیچے کی جگہ جہاں نماز پڑھی جاتی ہے لوگ کھڑے رہ کر نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ تنویر الابصار ودرمختار میں ہے: "**و كرهت تحريماً وقيل تنزيهاً في مسجد جماعة هو الميت فيه وحده او مع القوم والمختار الكراهة مطلقاً**"(۱) یعنی مسجد جماعت میں نماز

---

(۱) الدر المختار ج:۲،ص:۲۲۴، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ

جنازہ پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے اور بعضوں نے کہا کہ تنزیہی ہے۔ خواہ مسجد میں جنازہ تنہا ہو یا قوم کے ساتھ ہو اور خارج مسجد میں صرف تنہا جنازہ ہو یا بعض قوم کے ساتھ ہو مختار مذہب پر مطلقاً مکروہ تحریمی ہے۔ صحن مسجد جہاں گرمی کے موسم میں نماز پڑھی جاتی ہے مسجد ہے لہٰذا وہاں بھی نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

پہلی صف اور امام کا مکانِ واحد میں ہونا ضروری ہے

مسئلہ: از: طالب دعا محمد رفیق چندر پور بروز اتوار ۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

مکرم ومحترم مفتی اعظم مدظلہ العالی سلام سنت الاسلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

نمازِ جمعہ کے لیے امام ومقتدی کو کیا مکان واحد میں ہونا چاہیے یا نہیں، صف اور امام مکان واحد میں ہو؟ آج کی مساجد میں جالیاں لگائی جاتی ہیں جن میں دروازے ہوتے ہیں دروازے کے اندر امام ہو اور مقتدی باہر ہو تو جماعت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ یا پھر دروازہ ایسی حالت میں ہو کہ نصف مصلیٰ دروازے کے اندر ہو اور نصف باہر اس کے پیچھے صف تو جماعت ہوگی یا نہیں؟ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

مسجد میں پہلی صف اور امام مکان واحد میں ہوں اور باقی صف باہر تو کراہیت نہیں ورنہ مکروہ ہے۔ امام کا مصلیٰ ایسی جگہ ہو جہاں سے امام ومقتدی میں فاصلہ ہو، دروازے کے اندر امام ہو اور مقتدی باہر ہوں تو مکروہ ہے۔ نصف مصلیٰ دروازے کے اندر اور نصف مصلیٰ باہر ہو تو کراہیت نہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

اذانِ ثانی مسجد کے باہر ہونا چاہیے

مسئلہ: از: مرزا افسر علی بیگ چشتی قادری، راجو برا ضلع کٹک ۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلے ذیل میں:

اذان ثانی جو نماز جمعہ میں خطبہ سے پہلے امام کے سامنے مسجد کے اندر ہوتی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شرع یہ اذان مسجد کے اندر ہونی چاہیے یا باہر؟ اگر مسجد کے باہر ہونی چاہیے تو اس کے ثبوت میں جتنی حدیث شریف اور جتنی کتب فقہ کی عبارتیں ہیں سب مع زیر وزبر عربی میں پیش کریں؟ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ کیا تم سے پہلے علمائے کرام نہیں تھے وہ کیوں

لوگوں کواس برے عمل سے نہیں روکے؟ اس اعتراض کا جواب بھی تحریر فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اذانِ ثانی خارج مسجد دی جائے داخل مسجد نہ دی جائے۔ عالمگیری میں ہے: "**ان یؤذن علی المئذنة او خارج المسجد کذا فی فتاوی قاضی خاں**"(۱) بلکہ فتح القدیر میں داخل مسجد اذان دینے کومکروہ کہا ہے۔ یہ حکم ہر اذان کے لیے ہے۔ فقہ کی کسی کتاب میں کوئی اذان مستثنیٰ نہیں، جمعہ کی اذان ثانی بھی اسی حکم میں داخل ہے۔ لہٰذا ہندوستان میں عموماً خطیب کے سامنے ہاتھ دو ہاتھ کے فاصلے پر جواذان دی جاتی ہے حدیث وفقہ دونوں کے خلاف ہے۔ ابوداؤد کی حدیث حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: "**ان الاذان کان اوله حین یجلس الامام علی المنبر یوم الجمعة فی عهد النبی ﷺ وابی بکر وعمر فلما کان خلافة عثمان و کثر الناس امر عثمان بالاذان الثالث فاذن علی الزؤراء فثبت علی ذلك**"(۲) یعنی پہلے اذان حضور ﷺ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں اس وقت ہوتی تھی جب امام جمعہ کے دن منبر پر بیٹھ جاتے لیکن جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا اور لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی تو حضرت عثمان نے تیسری اذان (جو آج پہلی اذان کہی جاتی ہے) پڑھانے کا حکم دیا تو اذان زوراء پر دی جاتی اسی پر عمل ہے۔ ابوداؤد شریف کی دوسری حدیث شریف جوحضرت سائب بن یزید ہی سے روایت ہے: "**قال کان یؤذن بین یدی رسول الله ﷺ اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وابی بکر وعمر**"(۳) یعنی حضور ﷺ جب جمعہ کے دن منبر پر بیٹھ جاتے تو حضور ﷺ کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی تھی ایسے ہی ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں۔ ان احادیث مذکورہ بالا سے ثابت ہوگیا کہ خطبہ کی اذان خارج مسجد ہونی چاہیے۔ یہ اعتراض کرنا کہ پہلے کے علمانے کیوں منع نہیں کیا جہالت پر مبنی ہے۔ تمام متقدمین ومتأخرین نے صاف صاف اپنی کتابوں میں لکھ دیا کہ مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے خارج مسجد دیجائے، ہم اسے نہ دیکھیں تو یہ ہمارا قصور ہے نہ کہ علما کا۔ البتہ اگر موجودہ زمانہ کے علمانے کسی وجہ سے نہیں بتایا یا نہیں روکا تو اس سے اصل قانون اسلامی کا حکم نہیں بدل سکتا۔

واللہ اعلم بالصواب ورسوله ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

معین امام کی موجودگی میں دوسرے کوامامت کا حق نہیں

(۱) الفتاوی الهندیه ج:۱، ص:۵۵، کتاب الصلاۃ، الباب الثانی فی الاذان، الفصل الثالث فی کلمات الاذان والاقامة

(۲) سنن ابی داؤد ج:۱،س:۲۸۵، کتاب الصلاۃ ، باب النداء یوم الجمعة

(۳) ایضاً

مسئلہ: از: حقیر محمد سلیم عثمانی حبیبی القادری، جوہرا مسجد کٹک ۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسئلوں میں:

امام صاحب کو بوقت عصر جگایا گیا، جماعت کو ایک منٹ باقی تھا کہ امام صاحب خود ہی اٹھ کر استنجے کے لیے چلے گئے، استنجے سے فارغ ہوتے ہی وضو میں مشغول ہو گئے۔ تو مقتدی کی نظر میں امام صاحب وضو کر رہے ہیں۔ مقتدی امام صاحب کا وضو کرنا دیکھ کر مسجد کے اندر گئے اور کچھ خلفشار مچائے۔ تب مؤذن صاحب نے کسی فرد کو اقامت کی اجازت دی، ساتھ ہی ایک کو امامت کے لیے اشارہ کیا اور وہ امامت کے لیے چلے گئے۔ امام صاحب فوراً ہی وضو کر کے مسجد کے اندر گئے، جو امام بنے تھے ان کو مصلیٰ سے لا کر صف میں چھوڑ دیا۔ اور خود امامت کیے۔ امام صاحب نے ثانی تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز پڑھائی اور یہ واقعہ پہلی رکعت کا ہے۔ بعد نماز امام صاحب نے مقتدیوں سے مخاطب ہو کر کہا جو ثانی تکبیر تحریمہ نہ باندھے ہو وہ اپنی نماز دہرا لیں۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ امام اول کو امام صاحب کا مصلیٰ سے لا کر صف میں چھوڑ دینا اور خود امامت کرنا کیسا ہے؟ ثانی تکبیر کے بارے میں امام صاحب کا یہ کہنا کہ جو ثانی تکبیر کا تحریمہ نہ باندھے ہوں وہ اپنی نماز دہرا لیں درست ہے یا نہیں؟ پہلی تکبیر سے نماز پوری ہو سکتی ہے یا ثانی تکبیر سے؟ اقامت کی دوبارہ ضرورت پڑتی ہے یا نہیں؟ مؤذن صاحب کا دوسرے کو اقامت کے لیے اجازت دینا اور امامت کے لیے اشارہ کرنا کیسا ہے؟

بعد نماز امام صاحب سے یہ معاملہ دریافت کرنے پر امام صاحب نے کہا کہ بھئی اس کے پہلے بھی دو تین مرتبہ مقتدیوں نے ایسے ہی کیا میں نے سمجھایا کہ ایسا مت کرو، امام کے آنے تک کا انتظار تو مقتدیوں نے نہ مانا آخر ایسے ہی کیے، ایسے مقتدی ہیں جنہیں چار پانچ منٹ کا بھی صبر نہیں اس لیے میں نے ایسا کیا۔ کیا امام کو اختیار ہے کہ جبراً امام کے حاضری میں امام کے بغیر اجازت کوئی امامت کرے تو اسے مصلّے سے کھینچ دے؟ کیا امام صاحب کا یہ کہنا صحیح ہے؟ خلاصہ یہ کہ اس سوال کا جواب مع حوالہ وتفصیل معلوم کرائیں۔ فقط والسلام مع الاحترام۔ **بینوا وتوجروا**

الجواب بعون الملک الوهاب

اقامت مؤذن کا حق ہے اگر چاہے تو خود کہے یا دوسرے کو اقامت کہنے کی اجازت دے لیکن امامت کے لیے دوسرے کو اشارہ کرنے کا حق مؤذن کو ہرگز نہ تھا اور نہ دوسرے کو امامت کرنے کا حق تھا جب کہ اس مسجد کا امام متعین تھا۔ فقہا نے تصریح فرمادی کہ غیر امام اگر امام سے زیادہ علم رکھتا ہو جب بھی اسے امام کی موجودگی میں امامت کا حق نہیں پہنچتا۔ عالمگیری میں ہے: "**دخل المسجد من هو اولیٰ بالامامة من امام المحلّه فامام المحلّه اولیٰ**"(۱) یعنی مسجد میں ایک ایسا شخص داخل ہوا جو امامت کے اعتبار سے محلہ کے امام سے زیادہ بہتر ہے تو بھی امامت کرنے میں محلہ ہی کا امام زیادہ بہتر ہے۔ تنویر الابصار اور درمختار میں ہے: "**امام المسجد الراتب اولیٰ بالامامة من غیره مطلقاً**"(۲) یعنی مسجد کا تنخواہ دار امام اپنے غیر

---

(۱) الفتاوی الهندیه ج:۱، ص:۸۳، کتاب الصلاة، باب الامامة، الفصل الثانی فی بیان من هواحق بالامامة

(۲) الدر المختار ج:۱، ص:۵۵۹، کتاب الصلاة، باب الامامة

سے امامت کرنے میں بہتر ہے۔لہٰذا یہ حق امام ہی کا تھا جس نے اس منصب کو غلط طور پر حاصل کرنا چاہا تھا۔پھر یہ کہ اس سے پہلے امام نے منع کر دیا تھا۔اب اس کی موجودگی میں کسی کو امامت کا حق نہ تھا۔لیکن جب دوسرے شخص نے امامت شروع کر دی تو اسے مصلیٰ سے کھینچ کر پیچھے لانا اور نماز تڑوانا حرام و گناہ ہے۔امام معین نے غلط کیا،اسے صف میں کھڑے ہوکر امام کی اقتدا کرنا چاہیے تھا۔لہٰذا اصل امامت معین امام کی ہوئی اور معین امام کی تکبیر وتحریمہ پر اصل نماز کا انعقاد ہوا دوبارہ امامت کی ضرورت نہیں۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۹؍جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

تسبیح تراویح پست آواز میں پڑھی جائے

مسئلہ: از: قاضی محمد عبدالحی پیش امام مسجد یوسفیہ، کپل و پوسٹ تعلقہ ضلع رائچور میسور اسٹیٹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

بخدمت شریف عالیجناب مفتی صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نمازِ تراویح میں تسبیح کہنا کیسا ہے؟ اگر کہنا ہے تو بلند آواز سے یا پست آواز سے ہر دو رکعت کے بعد یا چار رکعتوں کے اور وتر کے بعد نفل پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

نمازِ تراویح کے ہر چار رکعت پر بیٹھنا مستحب ہے اور اس بیٹھنے میں اختیار ہے کہ اگر چاہے تو تسبیح پڑھے یا تلاوت کرے یا تنہا تنہا نماز نفل پڑھے یا خاموش رہے۔درمختار میں ہے: "**یخیرون بین تسبیح وقراءۃ وسکوت وصلاۃ فرادیٰ**"(۱) عالمگیری میں ہے: "**ثم ھم مخیرون فی حالۃ الجلوس ان شاءوا سبحوا وان شاءوا قعدوا ساکتین**" (۲) یعنی بیٹھنے کی حالت میں اختیار ہے کہ چاہے تسبیح پڑھے یا خاموش بیٹھیں اگر تسبیح پڑھی جائے تو اتنی آواز سے کہ پڑھنے والا خود سن سکے وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۹؍جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

نابالغ کی اذان اور ذبیحے کے کچھ احکام

مسئلہ: از: قاضی محمد عبدالحی پیش امام مسجد یوسفیہ، کپل و پوسٹ تعلقہ ضلع رائچور میسور اسٹیٹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

---

(۱) الدر المختار ج:۲،ص:۴۹۳، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل

(۲) الفتاوی الهندیه ج:۱، ص:۱۱۵، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح

بخدمت شریف عالیجناب مفتی صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
(۱) نابالغ اذان ونماز تراویح اور ذبح کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور کون سی چیزیں اس کے لیے مانع ہیں؟
(۲) قاتل کا ذبیحہ کیسا ہے؟ اور کون کون سی چیزیں اس کے لیے مانع ہیں؟
(۳) آج کل جو مشینوں کے ذریعہ ذبح کیا جارہا ہے کیسا ہے؟ اس کا ذبیحہ حلال یا حرام؟

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) نابالغ اگر سمجھ والا ہے اور اذان کو اذان سمجھتا ہے تو اس کی اذان صحیح ہے۔ عالمگیری میں ہے: "**اذان الصبی العاقل صحیح من غیر کراھیۃ**"[۱] نابالغ کے پیچھے تراویح درست نہیں ہاں اگر اچھی طرح ذبح کر لیتا ہے تو اس کا ذبیحہ درست ہے۔ نابالغ اپنی ملک میں تصرف نہیں کرسکتا اور بھی اس کے چند احکام ہیں جس کے لیے تفصیل درکار ہے۔
(۲) قاتل اگر دائرۂ اسلام میں ہے تو اس کا ذبیحہ حلال ہے۔ قاتل کو مقتول کی جائیداد میں سے حصہ نہیں ملے گا۔
(۳) حرام ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

سنت قبلیہ چھوٹ جانے پر کیا فرض کے بعد پڑھ سکتے ہیں؟

مسئلہ: از: قاضی محمد عبدالحی پیش امام مسجد یوسفیہ، کپل و پوسٹ تعلقہ ضلع رائچور میسور اسٹیٹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ
بخدمت شریف عالیجناب مفتی صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
اگر کوئی شخص یا امام صاحب ہی وقت کی تنگی کی وجہ سے ظہر کے قبل کی سنتیں فرض کے بعد پڑھ لے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

ضرور پڑھنا چاہیے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

خیانت کرنے اور جعلی رسید بنا کر چندہ کرنے والے کی امامت کا حکم

مسئلہ: از: عبدل بھائی عظیم بھائی

---

(۱) الفاوی الھندیہ ج:۱، ص:۵۴، کتاب الصلاۃ، البا الثانی فی الاذان، فصل فی صفۃ الاذان واحوال المؤذن

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

جو امام امانت میں خیانت کرے اور مدرسے کے نام پر چندہ کرکے جعلی رسید اس طرح بنائے کہ دس کی جگہ پانچ روپیہ قوم کو بتلائے۔ اور اس کی یہ حرکت ظاہر ہو جانے پر صرف زبانی معافی مانگ کر خیانت کی ہوئی رقم واپس نہ دے اور قوم میں نا اتفاقی پیدا کرے اور ہر بد مذہب مولویوں سے میل ملاپ رکھے۔ سیرت کا نام لے کر جلسے کرائے سنی عوام کو دھوکا دے۔ لہٰذا برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں امام کی جملہ حرکتوں کا جائزہ لے کر حکم صادر فرمائیں کہ اس امام سے میل جول رکھنا کیسا ہے؟ کیا یہ امامت کے لائق ہیں یا نہیں؟ ان کے پیچھے یہ سب باتیں جاننے کے بعد نماز پڑھنا کیسا ہے؟ فقط **بینوا وتوجروا**

الجواب بعون الملک الوھاب

امام مذکور کی خیانت اگر عام ہو چکی ہے تو اس کے لیے صرف زبانی لوگوں سے معافی مانگ لینا کافی نہیں بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ خیانت کی ہوئی رقم واپس کرے اور آئندہ خیانت کرنے سے توبہ کرے مسلمانوں میں نا اتفاقی پیدا کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اسی طرح بد مذہبوں سے میل جول اور اس کی تقریر کرانا حرام اشد حرام ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے: "فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (الانعام:٦٨) معلوم ہو جانے کے بعد ظالم قوم کے پاس نہ بیٹھ۔ حدیث میں ہے: "وایّاکم وایّاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم"(١) ان سے دور رہو ان کو اپنے سے دور رکھو ایسا نہ ہو وہ تمہیں گمراہ کر دیں وہ تمہیں فتنے میں ڈال دیں۔ بہر حال امام مذکور اپنی ناشائستہ حرکتوں کی وجہ سے فاسق معلن ٹھہرے۔ جب تک خیانت کی ہوئی رقم واپس نہ کریں یا صاحب رقم سے معاف نہ کرائیں اور ان تمام مذموم حرکتوں سے توبہ نہ کریں ان سے میل جول رکھنا ناجائز اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ اور ان کو امام بنانا گناہ۔ واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۱؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

لاؤڈ اسپیکر پر نماز کا حکم

مسئلہ: از: مرزا افسر علی بیگ حبیبی قادری جوبرا ضلع کٹک، مورخہ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

بعض بڑے بڑے شہر مثلاً: بمبئی، کلکتہ ودیگر مقاموں میں جمعہ وعیدین وپنج وقتہ نمازیں لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ از روئے شرع یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو اس کے ثبوت میں حدیث شریف یا کسی کتب فقہ کی عربی عبارت پیش کریں۔ اور اس پر عمل کرنے والوں پر شریعت نے کیا حکم نافذ فرمایا ہے؟ بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جن مقاموں میں لاؤڈ اسپیکر سے نماز پڑھائی جاتی ہے کیا وہاں کوئی عالم جاننے والا نہیں ہے؟ وہ کیوں نہیں روکتے اس اعتراض کا جواب

---

(١) الصحیح لمسلم ج:١، ص:١٢، مقدمہ، باب فی الضعفاء والکذابین

بھی تحریر فرمائیں عین کرم ہوگا۔فقط

الجواب بعون الملک الوهاب

لاؤڈ اسپیکر پر امام کی اپنی نماز تو ہو جائے گی مقتدیوں کی نہ ہوگی۔ لاؤڈ اسپیکر نہ تو مکبر ہے جس کی آواز پر رکوع وسجود کیے جائیں اور نہ امام جس کی آواز سن کر اقتدا کی جائے بلکہ اس کی آواز صدائے بازگشت ہے جو جنگلوں اور پہاڑوں وغیرہ سے از خود یا کسی آواز دینے والے کی آواز پر جواباً آتی ہے۔فقہانے صدائے بازگشت کا اعتبار نہیں کیا۔ مراقی الفلاح وغیرہ میں ہے: "**ولا تجب بسماعها من الصدیٰ وهو ما یجیبك مثل صوتك فی الجبال والصحاریٰ ونحوها**"(۱) اور طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے: "**الصوت الذی یسمعه المصوت عقب صیاحه راجعا الیه من جبل او بناء مرتفع فانه لا اجابة فی الصدیٰ وانما هو محاکات**"(۲) یعنی اگر پہاڑوں اور جنگلوں سے آیت سجدہ کی آواز آئے تو اس آواز پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں چوں کہ نہ اس میں اہلیت ہے اور نہ بعینہ تالی کی آواز ہے بلکہ یہ ایک حکایت اور نقل ہے۔ اگر اس زمانے کے بعض علما کسی مصلحت کی بنیاد پر نہیں روکتے تو اس سے اسلامی قانون نہیں بدل سکتا۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

ذبح کرنے والے امام کی اقتدا کا حکم

مسئلہ: از: احمد میاں کٹلری اسٹور دیسائی گنج ۲۸/ جون ۱۹۷۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں:

مسجد کا امام ذبیحہ کرنے کے واسطے مقرر کر دیا جائے تو امام کے پیچھے شرعاً نماز پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں؟ مستقل طور پر وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ جواب باصواب مرحمت فرما کر مشکور اور ممنون فرمائیں۔فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوهاب

ذبح کرنے والے امام کے پیچھے نماز جائز ہے بشرطیکہ دیگر شرائط امامت پائے جاتے ہوں۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

جماعت ثانیہ کا حکم

---

(۱) مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ج:۱، ص:۱۸۶، کتاب الصلاۃ باب سجود التلاوۃ

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ج:۱، کتاب الصلاۃ باب سجود التلاوۃ

مسئلہ: از: عبدالحمید محلہ ناگوری سلاڈ ماں، جودھپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں:

(۱) ایک مسجد میں ایک ہی وقت میں جدا جدا دو جماعت اوپر نیچے ہوسکتی ہیں کیا؟ اگر نہیں تو کون سی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا درست ہے؟

(۲) مسجد میں اوپر کے حصہ میں اذان ہونے کے بعد اوپر کے حصہ کی جماعت سے پہلے نیچے کے درجہ میں جماعت ہوسکتی ہے کیا؟

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) محلہ کی مسجد میں امام ومؤذن مقرر ہوں اور وہ سنی صحیح العقیدہ صحیح القرآن غیر فاسق معلن ہوں تو ایسی مسجد میں بلا وجہ جماعت ثانیہ کو فقہا نے مکروہ بتایا ہے، چہ جائیکہ ایک وقت ایک مسجد میں دو جماعت۔ ہاں اگر شارع عام یا اسٹیشن وغیرہ کی مسجد یں ہوں یا محلہ کی مسجد جس میں امام ومؤذن مقرر نہ ہو تو ایسی مسجدوں میں جماعت ثانیہ جائز ہے۔ در المختار میں ہے: ''**ویکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام لہ ولا مؤذن**''[۱] البتہ امام بد مذہب یا فاسق معلن امامت کا اہل نہ ہو تو ایسے امام کے پیچھے نماز درست نہیں۔ اصل جماعت وہ ہوگی جس کا امام اہل ہو۔

(۲) محلہ کی مسجد میں جب کہ امام ومؤذن مقرر ہوں اور امام سنی صحیح العقیدہ مسائل وضو ونماز سے واقف ہو تو ایک مسجد میں دو مرتبہ اذان کہہ کر جماعت کرنا مکروہ ہے جیسا کہ جواب نمبر (۲) میں درمختار کی عبارت سے ظاہر ہے۔ مسجد کے اوپر و نیچے کا حصہ ایک ہی مسجد کے حکم میں ہے لہٰذا اوپر کی اذان نیچے کے لیے اور نیچے کی اذان اوپر کے لیے کافی ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز جائز ہے

مسئلہ: از: از رائے پور مورخہ ۳/ جولائی ۱۹۷۲ء

ایک شخص کہتا ہے کہ تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ کیا ایسا کہنا صحیح ہے؟ اور ایسا کہنے والے شخص کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

تنخوہ دار امام کے پیچھے نماز بلا شبہ جائز ہے۔ رد المختار میں ہے: ''**ان المفتیٰ بہ مذھب المتأخرین من جواز**

---

(۱) الدر المختار ج:۱، ص:۵۵۲، کتاب الصلاہ، باب الامامۃ

(۲) رد المحتار ج:۱، ص:۵۶۲، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ

الاستجار علی تعلیم القرآن والامامة والاذان للضرورة۔"(۱) یعنی مفتیٰ بہ قول متأخرین کا مذہب ہے، وہ یہ کہ قرآن کی تعلیم اورامامت واذان کی اجرت ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔ بلکہ تنخواہ دارامام سے علم وفضل میں بڑھ کرکوئی دوسرا شخص آجائے جب بھی امامت کا حق دار وہی تنخواہ دارامام ہے۔درالمختاراورتنویرالابصار میں ہے:"امام المسجد الراتب اولیٰ بالامامة من غیرہ مطلقاً۔"(۲)۔غلط مسئلہ بتانا حرام ہے۔حدیث شریف میں ہے:"فما علمتم فقولوا وما جهلتم فكلوه الی عالمه۔"(۳) یعنی جس کا تمہیں علم ہے وہ بولواورجس کا تمہیں علم نہیں اسے عالم کے سپرد کردو۔دوسری حدیث شریف میں ہے:"من افتیٰ بغیر علم كان اثمه علی افتاه۔"(۴) یعنی جسے بغیر علم فتوی بتایا گیا اس کا گناہ فتوی دینے والے پر ہوگا۔لہٰذا غلط فتویٰ بتانے والے کوتوبہ کرنا چاہیے اورآئندہ احتیاط کرنا چاہیے۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ:محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور یکم رجمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

قریب مسجد ہوتے ہوئے الگ جماعت کرنا کیسا؟

مسئلہ:از: خادم محمدابرہیم اشرفی، ناسک مورخہ ۱۴رجولائی ۱۹۷۲ء بروز جمعہ

قبلہ وکعبہ بزرگ محترم صاحب جامعہ عربیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پیرومرشد نے ایسی جگہ نماز پڑھائی جہاں سے مسجد بالکل ہی قریب ہے۔ایسی صورت میں علیٰحدہ نماز باجماعت پڑھی جاسکتی ہے جب کہ مسجد صرف ۵ رمنٹ کے فاصلے پر ہے؟اذان صاف سنائی دیتی ہے۔نماز پیرومرشد نے اس مکان میں پڑھائی جہاں اوپر والے حصہ میں کلب یعنی جوا چلتا ہے۔لہذا دوسرے مالے پر پیرومرشد کی اورمقتدین کی نماز باجماعت صحیح ہوسکتی ہے؟ نیچے کے حصے میں مالک مکان کا ہوٹل اورسٹّے کا کاروبار چلتا ہے۔

الجواب بعون الملك الوهاب

نماز توہوجائے گی لیکن قریب کی مسجد ہوتے ہوئے بلا وجہ شرعی دوسری جماعت اتنی لمبی چوڑی ایسی جگہ کرنا جس کے نیچے اوپر حرام کاری کا اڈا ہوکسی طرح مناسب نہیں۔ہاں اگرامام بدمذہب ہے یا اس میں اورکوئی شرعی خرابی ہوجس سے نماز فاسد یا مکروہ تحریمی ہوتی ہوتوعلیٰحدہ جماعت ہوسکتی ہے،لیکن پھربھی ایسی جگہ سے اجتناب چاہیے۔حدیث شریف میں ہے:"اتقوا مواضع التهم۔"(۵) تہمت کی جگہ سے بچو۔اوراگرکوئی عذرشرعی نہ ہوتومسجد میں حاضرہوکر جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے۔

---

(۱) الدر المختار ج:۱، ص:۵۵۹ ، کتاب الصلاۃ ، باب الامامة

(۲) الدر المختار ج:۱، ص:۵۵۹ ، کتاب الصلاۃ ، باب الامامة

(۳) مسند احمد بن حنبل ج:۲،ص: ۲۸۵،اول مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص

(۴) سنن ابی داؤد ج:۳، ص:۳۲۱، کتاب العلم، باب التوقی فی الفتیا

(۵) لم نجده فی کتب الحدیث، وفی مجمع بحار الانوار "لم یوجد" ج:۵،ص:۲۲۸

التھم‘‘۔(۱) تہمت کی جگہ سے بچو۔ اور اگر کوئی عذر شرعی نہ ہو تو مسجد میں حاضر ہو کر جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۱؍جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

نامرد کی امامت کا حکم

مسئلہ: از: خیر اندیش عبدالغنی، میٹروشوسینٹرا، محمد علی روڈ، آکولہ

محترم مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ برائے مہربانی نیچے لکھی ہوئی باتوں کا مفصل جواب دینے کی تکلیف گوارہ کریں۔

(۱) کیا نامرد امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا اس میں کسی قسم کی کمی ہوتی ہے؟ جب کہ مقتدی کو پہلے سے علم ہو کہ امام نامرد ہے۔

(۲) کیا گاؤں کا تعلیم یافتہ طبقہ اس بات کے لیے ضد کرسکتا ہے کہ یا تو امام صاحب ڈاکٹری معائنہ کے لیے تیار ہوں یا اپنی ذمہ داری اور کسی کے سپرد کردیں اگر اس کے ٹھوس ثبوت ہوں تو عوام تک یہ بات پہنچائی جائے یا نہیں؟

(۳) اکثر لوگ اس مسجد میں جانے سے گریز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عہدے داران مسجد کمیٹی اس بات کو جاننے کے باوجود امام صاحب کو علیٰحدہ نہیں کرتے اس وجہ سے وہ بھی گناہگار ہیں، تو کیا عہدے دار اس وجہ سے استعفاء دے سکتا ہے؟

(۴) جب بھی نماز کے لیے جاتے ہیں امام صاحب کو دیکھنے کے بعد اس چیز کا خیال آتا ہے اور ہچکچاہٹ محسوس ہوتی ہے، تو کیا دوسری مسجد میں جاکر نماز ادا کریں؟ براہ کرم جلد سے جلد جواب دینے کی تکلیف گوارہ کریں عین نوازش ہوگی۔

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) نامرد امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں جب کہ اس میں اور شرائط امامت پائے جاتے ہوں۔

(۲) جب نامرد امام کے پیچھے نماز مطلقاً جائز ہے تو نہ ڈاکٹری معائنہ کا سوال پیدا ہوتا ہے نہ تعلیم یافتہ طبقہ کو اس پر مجبور کرنے کا حق ہے۔

(۳) بلاوجہ شرعی امام صاحب مذکور کو معزول کرنا جائز نہیں اور نہ ہی اتنی سی بات پر عہدے داران مسجد کمیٹی کو علیٰحدہ کرنے کا حق ہے۔ محض نامردی کے سبب امام مذکور کو معزول نہ کرنے کی وجہ سے نہ اراکین کمیٹی استعفاد دینے کے مستحق ہیں نہ گنہگار۔

(۴) اگر امام مذکور سے بہتر وہاں کوئی نہیں تو امامت کے زیادہ حق دار وہی ہیں۔ ہاں اگر اور کوئی دوسری خرابی ہے مثلاً امام بدمذہب ہے یا فاسق معلن ہے یا اور کوئی شرعی خرابی ہے تو ضرور انہیں معزول کرکے کسی سنی صحیح العقیدہ مسائل نماز سے واقفیت رکھنے والے کو امام مقرر کرنا چاہیے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

---

(۱) لم نجدہ فی کتب الحدیث، وفی مجمع بحار الانوار "لم یوجد" ج:۵، ص:۲۲۸

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۳؍ جمادی الاخریٰ ۹۲ ۱۳ھ

قرأت کا ایک مسئلہ

مسئلہ: از: زید

بخدمت جناب قبلہ حضور مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں؛

امام صاحب نے پہلی رکعت میں "لله ما في السمٰوٰت" پڑھا اور "اٰمن الرسول بما انزل" تک آئے "اليه من ربهم" کو چھوڑ کر "اليك وما انزل من قبلك" پڑھتا ہوا "مفلحون" تک آئے پھر امام صاحب کو خیال آیا کہ دوسری جگہ چلا گیا ہوں تو فوراً رکوع سجدہ کرنے کے بعد دوسری رکعت پوری کی اور سجدۂ سہو نہیں کیا نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب بعون الملك الوهاب

صورتِ مسئولہ میں نماز درست ہوگئی اگر امام صاحب تین تسبیح کی مقدار نہ ٹھہرے تو سجدۂ سہو بھی واجب نہیں۔ فقط

والله اعلم بالصواب ورسوله ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۴؍ جمادی الاخریٰ ۹۲ ۱۳ھ

نمازِ جنازہ فرض وسنت کے بعد اور نفل سے پہلے پڑھنا چاہیے

مسئلہ: از: قاضی مہرجان ہوشنگ آباد

جناب مولانا صاحب مدظلکم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں:

(۱) واضح ہو کہ جن نمازوں کے بعد سنت ونفل نمازیں ہیں ان میں اگر جنازہ آجائے تو کیا فرض نماز کے بعد نماز جنازہ امام پڑھا سکتے ہیں یا پوری نماز سنت ونفل پڑھنے کے بعد نماز جنازہ پڑھنا چاہیے؟

(۲) کیا امام بغیر سنت مؤکدہ پڑھے امامت کر سکتا ہے؟

(۳) جمعہ کے بعد جو چار سنت ہیں کیا وہ فرض کے قریب ہیں؟

فوری جناب عالی مجھ کو مستند کتابوں کے حوالے سے جواب عنایت فرمایا جائے، مجھ پر آپ کا بڑا اکرم ہوگا۔

الجواب بعون الملك الوهاب

(۱) نماز جنازہ فرض وسنت کے بعد نفل سے پہلے پڑھنی چاہیے۔ درمختار میں ہے: "والفتوىٰ على تاخير الجنازة عن

السنة"۔(۱) جنازہ خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو سنت پر مقدم کی جائے گی۔

(۲) ایک آدھ بار ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن سنت مؤکدہ کو چھوڑنے کی عادت بنانا فسق ہے، پھر اگر علانیہ طور پر چھوڑے تو فاسق معلن ہے۔ فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ ردالمحتار میں ہے: "كانت السنة المؤكدة قريبة من الواجب فى لحوق الاثم كما فى البحر ويستوجب تاركها التضليل واللوم كما فى التحرير اى على سبيل الاصرار بلا عذر"(۲)

(۳) نہیں بلکہ سنت مؤکدہ ہیں۔ تنویر الابصار اور درمختار میں ہے: "وسن مؤكدا اربع قبل الظهر واربع قبل الجمعة واربع بعدها بتسليمة"(۳)۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۵؍جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

اعتجار کا حکم

مسئلہ: از: حافظ محمد امین کورباضلع بلاسپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) عمامہ یا رومال سر پر اس طرح باندھنا کہ بیچ کا حصہ کھلا رہے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۲) سجدے میں کتنی انگلیوں کا زمین سے لگانا ضروری ہے، بعض لوگ صرف انگوٹھا یا ایک دو انگلی لگا لیتے ہیں، اور بعض لوگ تو پیر ہی اٹھا لیتے ہیں یا موڑ لیتے ہیں یا صرف انگلیوں کا پور لگاتے ہیں، ان صورتوں میں نماز صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب بعون الملک الوہاب

(۱) عمامہ یا رومال سر پر اس طرح باندھنا کہ بیچ کا حصہ کھلا رہے اس کو عربی میں اعتجار کہتے ہیں اور اعتجار ممنوع ہے اور اس سے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ ردالمحتار میں ہے: "(قوله والاعتجار) لنهى النبى ﷺ عنه وهو شد الراس او تكوير عمامته على راسه وترك وسطه مكشوفاً"(۴) اعتجار مکروہ ہے نبی کریم ﷺ کے منع فرمانے کی وجہ سے۔

---

(۱) الدر المختار ج:۲، ص:۱۶۷، کتاب الصلاۃ، باب العیدین

(۲) رد المحتار ج:۲،ص:۱۲، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل

(۳) الدر المختار ج:۲،ص:۱۲، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل

(۴) رد المحتار ج:۱، ص:۶۵۲، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیہا

ان یشد راسه بالمندیل ویترك وسط راسه"۔(۱) یعنی اعتجار مکروہ (تحریمی) ہے۔ اور اعتجار یہ ہے کہ آدمی اپنے سر کو رومال سے باندھے اور اپنے بیچ سر کا حصہ کھلا چھوڑ دے۔

(۲) سجدے کی حالت میں دسوں انگلیوں میں سے ایک انگلی کے پیٹ کا زمین پر اس طرح لگنا کہ قبلہ کی طرف مڑی رہے سجدہ کے لیے شرط ہے۔ اگر ایک انگلی بھی نہ لگی تو سرے سے نماز ہی نہ ہوگی، اور دونوں پاؤں کی تین تین انگلیوں کے پیٹ کا لگنا واجب، کہ اگر تین تین انگلیاں نہیں لگیں تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ لقوله علیه الصلوٰۃ والسلام: "اذا سجد المؤمن سجد کل عضو منه فیوجه من اعضائه القبلة ما استطاع"۔(۲) یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمان: جب مؤمن سجدہ کرتا ہے تو اس کے سارے اعضاء سجدہ کرتے ہیں پس چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے اعضاء کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: "ولو سجد ولم یضع قدمیه علی الارض لا یجوز ولو وضع احدهما جاز مع الکراهة"۔(۳) یعنی اگر سجدہ کیا اور اپنے دونوں قدم کو زمین پر نہیں رکھا تو نماز جائز نہیں ہوئی اور اگر ایک کو رکھا تو نماز کراہت کے ساتھ ہوجائے گی۔ یعنی مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ پھر قدم کے زمین پر رکھنے سے مراد انگلیوں کے پیٹ کا قبلہ کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ اسی عالمگیری میں ہے: "ووضع القدم بوضع اصابعه"۔(۴) یعنی قدم رکھنے سے مراد انگلیوں کا رکھنا ہے۔ فقہائے کرام نے اس مسئلہ کی طرف خصوصی تنبیہ فرمائی ہے مگر افسوس کہ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں اور اپنی نمازوں کو ضائع کرتے ہیں۔ "وفقنا الله تعالیٰ وایاهم الی سبیل الرشاد"۔ فقط

والله اعلم بالصواب ورسوله صلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۵ر جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

اگر امام کو ایسا عذر لاحق ہو جو واجب یا کم از کم سنت مؤکدہ کے ترک کا سبب بنے تو یہ مانع امامت ہے

مسئلہ: از: عبد الحبیب عبد المجید گاندھی چوک پھولا رامنشن، اپلیٹا ضلع راجکوٹ

ذو المجد والکرم مفتی صاحب قبلہ زید مجدکم جامعہ عربیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دست بستہ التماس یہ ہے کہ استفتاء ذیل کا جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

یہاں کی سنّی مسجد میں ایک صالح حافظ قرآن، صحیح العقائد تقریباً بائیس سال سے فرائض امامت ادا کرتے رہے۔ تقریباً چھ ماہ سے انہیں وجع المفاصل کا عارضہ لاحق ہوگیا۔ جس سے ارکانِ نماز ادا کرنے میں مختصر سا فرق آ گیا۔ کیوں کہ حافظ صاحب ۶۸ر سال

---

(۱) فتاوی قاضی خان علی هامش الهندیه ج:۱،ص:۱۱۸، کتاب الصلاۃ، باب الحدث فی الصلاۃ و مایکرہ فیها

(۲) الهدایة ج: ۱، ص:۹۲، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ

(۳) الفتاوی الهندیه ج:۱،ص:۷۰، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع فی صفة الصلاۃ

(۴) الفتاوی الهندیه ج:۱،ص:۷۰، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع فی صفة الصلاۃ

کی عمر کے ہو چکے ہیں۔انہوں نے از خود متولی صاحب سے بغرض علاج دو ماہ کی رخصت لے لی اور اپنی جگہ پر ایک مستند قابل عالم فاضل کو دو ماہ کے لیے مقرر کر دیا۔اب دو ماہ ختم ہونے کو آئے علاج و معالجہ بہت کیا بڑے بڑے ہسپتالوں میں ایکسرا کرا کر دوائیاں لے آئے۔یونانی،آیورویدک علاج بھی کرایا مگر مرض میں تخفیف کے آثار نظر نہ آئے۔حافظ صاحب کثیر العیال اور غریب ہیں مسجد کی تنخواہ پر گزر اوقات ہوتی تھی،مسجد کی آمدنی محدود ہے۔پینشن ہو نہیں سکتی۔اندریں صورت مذکورہ عذر،عذر شرعی تصور ہوگا یا نہیں؟ یا امام صاحب از خود سبک دوش ہو جائیں،نماز کا معاملہ ہے،کیا حافظ صاحب رخصت ختم ہونے پر دوبارہ فرائض امامت ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ **بینوا وتوجروا**

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر ارکانِ نماز ادا کرنے میں کوئی واجب ترک ہو جاتا ہے تب تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی اور اگر واجب ترک نہیں ہوتا بلکہ خلافِ سنت ارکان ادا ہوتے ہوں تو کراہیت تنزیہی کے ساتھ نماز ادا ہو جائے گی۔بہر حال امام صاحب مذکور اگر متدین ہیں جیسا کہ سوال میں بتایا گیا ہے تو انہیں اپنے حال کا خود جائزہ لینا چاہیے کہ ان کی امامت سے نماز میں ایسی کراہیت تو نہیں آتی جو حد تحریم تک پہنچتی ہو۔اگر آتی ہے تو انہیں خود سے مستعفی ہو جانا چاہیے اور رزق حلال کا کوئی دوسرا ذریعہ ڈھونڈنا چاہیے۔ایسا عذر جو واجب یا کم از کم سنت مؤکدہ کے ترک کا سبب بنے مانع شرعی ہے نہ امام صاحب کے لیے امامت کرنا درست ہے اور نہ انہیں امام بنانا جائز ہے۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۴؍شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

لاؤڈ اسپیکر پر اقتدا کا حکم

مسئلہ: از: متولی و وزیر مسجد جام نگر

جناب مفتی صاحب کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

(۱) کسی شہر کی بڑی مسجد جس میں نمازیوں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے مائیک (لاؤڈ اسپیکر) لگایا گیا اور امام صاحب کو سب لوگ دیکھ سکتے ہیں اور پہچان بھی سکتے ہیں۔ایسی نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۲) امام صاحب جماعت کو نماز اس طرح پڑھائیں جس میں قرأت، رکوع اور سجدے کی تسبیحات کی آواز بذریعۂ لاؤڈ اسپیکر سنائی دیتی ہو تو اس طرح کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اوپر کے سوالوں کے جوابات از راہ کرم ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) لاؤڈ اسپیکر سے امام کی اپنی نماز ہو جائے گی ان مقتدیوں کی نہ ہوگی جو لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع سجود کریں گے۔

(۲) لاؤڈ اسپیکر نہ مکبّر ہے جس کی آواز پر رکوع و سجود کیے جائیں اور نہ امام جس کی اقتدا کی جائے، بلکہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز

صدائے بازگشت ہے جو جنگلوں اور پہاڑوں وغیرہما سے ازخود یا کسی آواز دینے والے کی آواز پر جواباً آتی ہے۔ فقہائے کرام نے صدائے بازگشت کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ مراقی الفلاح وغیرہ میں ہے: "ولا تجب بسماعها من الصدیٰ وهو ما یجیبك مثل صوتك فی الجبال والصحاریٰ ونحوها"(۱)۔ طحطاوی علی مراقی میں ہے: "الصوت الذی یسمعه المصوت عقب صیاحه راجعاً الیه من جبل او بناء مرتفع فانه لا اجابة فی الصدیٰ وانما هو محاکات"(۲) یعنی اگر پہاڑوں یا جنگلوں سے آیت سجدہ کی آواز آئے تو اس آواز پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔ چوں کہ نہ اس میں اہلیت ہے نہ بعینہ تالی کی آواز ہے بلکہ یہ حکایت ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۵ر شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

آٹھ رکعت سے زیادہ نفل نماز ایک سلام سے مکروہ تنزیہی ہے

مسئلہ: از: محمد نعیم الدین اشرفی بالاگھاٹ ۱۱ر ستمبر دوشنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

ہمارے یہاں ''تاجدار'' ہفتہ وار آرہا ہے۔ شمارہ نمبر ۱۸ر یکم ستمبر کا آیا جس میں رجب کی فضیلت تھی۔ اس میں یہ لکھا ہے کہ اس رات میں بارہ رکعت ایک سلام سے ادا کرے اور سلام پھیرنے کے بعد "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر" ۱۰۰ر بار اور "استغفر اللہ" ۱۰۰ر بار پڑھے اور دعا مانگے۔

کچھ لوگ اس پر اعتراض کر رہے ہیں کہ بارہ رکعت تو کسی کتاب میں نہیں ہے۔ ہاں آٹھ رکعت کے بارے میں لکھا ہے۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ اگر ہوگی بھی تو ایک سلام سے نہیں یا اگر پڑھا بھی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اور اس طرح پڑھیں کہ بارہ رکعت کی نیت کرے اور لگاتار بارہ رکعت یکے بعد دیگرے ادا کرے اور آخری رکعت میں قعدہ کرے اور سلام پھیر دے بعد میں دعا مانگے۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ ہر دو رکعت کے بعد قعدے میں بیٹھے تشہّد پڑھے اور پھر کھڑا ہوتا جائے اس طرح بارہ پوری کرے بعد میں سلام پھیر دے۔

اس طرح لوگوں میں بحث ہو رہی ہے، آخر اس کی صحیح روایت کیا ہے تاکہ لوگوں کو سمجھایا جا سکے۔ امید ہے کہ ضرور بالضرور جواب دے کر ہمیں ممنون فرمائیں گے۔ جواب کا منتظر رہوں گا۔ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

نفل نماز رات میں آٹھ رکعت ایک سلام سے امام اعظم کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے۔ البتہ آٹھ رکعت سے زائد ایک

---

(۱) مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ل: ۱، ص: ۱۸۶، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ج: ۱، ص: ۴۸۶، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ

سلام کے ساتھ اس میں فقہا کا اختلاف ہے۔ ردالمحتار میں ہے: "**نعم وقع الاختلاف بین المشائخ المتأخرین فی الزیادۃ علی الثمانیۃ لیلاً فقال بعضھم لا یکرہ والیہ ذھب شمس الائمۃ السرخسی وصححہ فی الخلاصۃ وصحح فی البدائع الکراھۃ قال وعلیہ عامۃ المشائخ**"(۱) ہاں رات میں آٹھ رکعت پر زیادہ کرنے میں مشائخ متأخرین کے درمیان اختلاف ہے تو بعضوں نے فرمایا کہ مکروہ نہیں ہے اور اسی کی طرف شمس الائمہ سرخسی علیہ الرحمہ گئے ہیں۔ اور خلاصہ میں اس کو صحیح بتایا ہے۔ اور بدائع میں کراہت کو صحیح بتایا گیا ہے، بدائع میں صاحب بدائع نے کہا کہ اسی پر عام مشائخ ہیں۔ بلکہ صلوٰۃ حاجت کے بارے میں بعض فقہا نے بارہ رکعت ایک سلام سے پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔ درمختار میں ہے: "**واربع صلوٰۃ الحاجۃ وقیل رکعتان وفی الحاوی انھا اثنا عشر بسلام واحد**"(۲) یعنی صلوٰۃ حاجت چار رکعت ہے اور بعضوں نے دو کہا ہے۔ لیکن فتاوی حاوی میں ہے کہ وہ بارہ رکعت ایک سلام سے ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ فقہائے کرام میں جو لوگ آٹھ رکعت سے زیادہ مکروہ بتاتے ہیں وہ دلیل یہ لاتے ہیں کہ آٹھ رکعت سے زیادہ کی کوئی روایت نہیں آئی اور جو لوگ آٹھ رکعت سے زائد کے قائل ہیں وہ جواز کی دلیل یہ لاتے ہیں کہ ایک تحریمہ سے بارہ رکعت نفل میں زیادہ مشقت ہے اور عبادت میں جتنی زیادہ مشقت ہو وہ عبادت افضل ہے۔ بہر حال آٹھ رکعت سے زیادہ نفل نماز رات میں مفتیٰ بہ قول پر مکروہ تنزیہی ہے جو بالکل جواز کے حکم میں ہے۔ **ھذا ظھر لی الآن**

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۶ رشعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

امام وعدہ خلافی کرے تو اس کی امامت کا حکم

مسئلہ: از: عبدالغفور پٹیل انصاری وارڈ بھنڈارہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

ایک مسجد کا امام لوگوں سے قرض حسنہ لیتا ہے اور واپسی کا وقت مقرر کر کے اس وقت قرض نہیں لوٹاتا ہے اور حیلہ وحوالہ کر کے ٹال دیتا ہے۔

(۱) آیا وہ جھوٹ کا مرتکب ہوا یا نہیں؟

(۲) اس نے وعدہ خلافی کی یا نہیں؟

(۳) کیا ایسے پیش امام کے پیچھے پنج وقتہ نماز، جمعہ اور عیدین جائز ہے یا نہیں؟

جواب مفصل مع حوالہ مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں۔ فقط

---

(۱) رد المحتار ج:۲، ص:۱۶، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل

(۲) الدر المختار ج:۲، ص:۲۷، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل

(۱،۲،۳) حدیث شریف ہے جو انسان کسی سے قرض لیتا ہے اور اس کی نیت ادا کرنے کی ہوتی ہے تو پروردگار عالم غیب سے اس کی ادائیگی کی راہ پیدا فرما دیتا ہے۔اور جو شخص قرض اس نیت سے لیتا ہے کہ اسے ادا کرنا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر روزی تنگ فرما دیتا ہے۔حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ''عن النبی ﷺ قال من اخذ اموال الناس یرید اداءھا ادی اللہ عنہ ومن اخذ یرید اتلافھا اتلفہ اللہ'' [1] لہٰذا قرضدار کو چاہیے کہ بلاوجہ قرض ادا کرنے میں تاخیر نہ کرے۔البتہ کسی مجبوری کی وجہ سے مال میسر نہیں جس کی وجہ سے تاخیر ہو رہی ہے تو وہ قابلِ عفو ہے۔مسلم شریف کی حدیث ہے: حضرت ابوقتادہ سے مروی ہے: ''قال رسول اللہ ﷺ من سرہ ان ینجیہ اللہ من کرب یوم القیامۃ فلینفس عن معسر اوضع عنہ'' [2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خوشی چاہتا ہے کہ قیامت کی تکلیف سے نجات پائے تو اسے چاہیے کہ تنگدست (قرضدار) کو مہلت دے یا معاف کر دے۔لہٰذا

اگر امام صاحب مذکور مال رکھتے ہوئے خلاف وعدہ کرتے ہیں تو ضرور خلاف وعدہ کے مرتکب ہوئے۔انہیں توبہ کرنا چاہیے اور فوراً قرض ادا کرنا چاہیے، اگر وہ علانیہ طور پر خلاف وعدہ کرتے ہیں تو وہ فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔البتہ ان سے بہتر امام اس شہر میں نہ ہو تو جمعہ عیدین ان کے پیچھے جائز ہے۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۷ رشعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

دیہات میں جمعہ کا حکم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

''عادل پور'' موضع ہے جہاں پر مسجد پختہ ہے۔موضع کا مزرع ''انصاف پور'' ہے جہاں پر مسجد خام ہے۔انصاف پور میں ایک سنی عالم دین پیر کامل ہیں۔سید صاحب کے حکم سے جمعہ قائم ہوا۔عادل پور اور انصاف پور دونوں بستیوں کے لوگ نماز جمعہ ادا کرنے لگے یہ دونوں بستیاں بالکل ہی ملی جلی قریب سے قریب ترین ہیں۔انصاف پور کی جامع مسجد پختہ کرنے کے لیے گرائی گئی تو متفقہ طور سے دونوں بستیوں کے لوگوں نے عادل پور والی پختہ مسجد میں نماز جمعہ قائم کیا۔انصاف پور کی جامع مسجد اب تک غیر تکمیل ہے۔انصاف پور کے چند لوگوں نے جن میں کوئی امام بھی جامع حقوق امامت نہیں ہے۔دنیاوی حرص وہوا میں بزعم خود بلا حکم عالم دین انصاف پور میں بھی نماز جمعہ قائم کرلیا۔ادھر عادل پور کی پوری سنّی عوام اور انصاف پور کی آدھی سنی عوام عادل پور میں ہی بدستور نماز جمعہ ادا کرتی ہے۔اور چند حضرات انصاف پور والی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے لگے۔

(۱) کیا انصاف پور والوں کا یہ عمل جائز ہے کہ جماعت میں تفریق پیدا کریں؟

---

[1] الدر المختار ج:۲، ص:۲۷، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل
[2] الصحیح لمسلم ج:۳، ص:۱۱۹۶، باب فضل انظار المعسر

(۲) کیا جماعت کو بلا وجہ شرعی منتشر کر کے الگ نماز جمعہ قائم کرنا درست ہے؟

(۳) تفریق جماعت بلا وجہ شرعی کو تفریق دینی کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

جمعہ کے لیے مصر یا فنائے مصر شرط ہے، دیہاتوں میں جمعہ فرض نہیں بلکہ دیہات والوں پر ظہر ہے۔ **لقولہ علیہ السلام : "لاجمعة ولا تشریق ولا صلاة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینة عظیمة"**(۱) مصر ہر وہ جگہ ہے جہاں ایسا حاکم باوقار رہتا ہو جو ظالم سے مظلوم کا بدلہ لے سکے۔ اور یہ تعریف ہمارے ملک میں صرف ضلع یا تحصیل پر صادق آتی ہے۔ فنائے مصر ہر وہ جگہ ہے جو شہر کی مصلحتوں کے لیے رکھی گئی ہو جیسے عیدگاہ، گھوڑ دوڑ کا میدان وغیرہ۔

وہ دیہات جہاں جمعہ قائم ہوا سے منع نہ کیا جائے کہ وہ نام الٰہی لیتے ہیں، ہاں جمعہ کے بعد ظہر کا فرض ضرور پڑھ لینا چاہیے۔ لیکن جہاں قائم نہ ہو وہاں قائم نہیں کر سکتے۔ کہ دیہات میں جمعہ فرض نہیں۔ لہٰذا جہاں پہلے قائم ہو چکا تھا وہیں باقی رکھیں نئی جگہ قائم نہیں کر سکتے۔

(۱) انصاف پور میں پہلے جمعہ قائم ہوا لہٰذا یہاں جمعہ پڑھنے والے پر تفریق جماعت کا الزام عائد نہیں ہو سکتا۔

(۲) درست نہیں۔

(۳) تفریق جماعت بلا وجہ شرعی کو تفریق دینی کہا جائے گا۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۷؍رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

بلا عذر بھیک مانگنے والا گنہ گار اور لائق امامت نہیں

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

(۱) بلا عذر بھیک مانگنے والا کیا خارج از اسلام ہے؟

(۲) کیا وہ قابل امامت ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) بلا عذر بھیک مانگنے والا خارج از اسلام نہیں ہوتا البتہ گنہگار رہو گا۔

(۲) وہ قابلِ امامت نہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۷؍رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبة ج:۱، ص:۴۳۹، باب من قال لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر

امام کے کچھ مسائل

مسئلہ:از: بمبئی بٹ ہاؤس، چوک بازار مقام و پوسٹ ونی، ضلع ایوت محل، مہاراشٹرا

(۱) مولوی یا قاضی روزہ رکھ کر جھوٹ بولتے ہیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد میں پیش امام کا ہونا ضروری ہے یا نہیں اگر ہے تو پیش امام کیسا ہونا چاہیے؟

(۳) مسجد میں رمضان سے لے کر بارہ مہینہ نماز مؤذن پڑھاتا ہے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ایک آدمی مسجد میں مؤذن ہے اور وہی پیش امام ہے جو کہ سزا یافتہ ہے تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) اگر علانیہ طور پر جھوٹ بولتے ہیں تو وہ فاسق معلن ہوئے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

(۲) مسجد میں امام ضرور ہونا چاہیے، امام سنی صحیح العقیدہ مسائل نماز وطہارت سے واقف صحیح القرأت ہونا چاہیے۔

(۳) اگر مؤذن میں شرائط امامت پائے جاتے ہوں تو اس کے پیچھے نماز بلاشبہ جائز ہے۔

(۴) اگر اس نے کسی گناہ کے سبب سزا پائی ہے اور اس نے اس گناہ سے توبہ بھی کرلیا ہے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۰/رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

مسجد کے پیسوں سے تراویح پڑھانے والے کو تنخواہ دینا کیسا؟

مسئلہ:از: بمبئی بٹ ہاؤس، چوک بازار مقام و پوسٹ ونی، ضلع ایوت محل، مہاراشٹرا

رمضان شریف کے مہینہ میں مسجد میں جو حافظ بلاتے ہیں تو حافظ صاحب کو مسجد کے پیسوں سے تنخواہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟
مہربانی فرما کر ان سوالوں کے جواب دیجئے۔فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر مسجد کی جائداد کار خیر کے لیے وقف ہے تو دے سکتے ہیں۔مسجد کے پیسے دینے کی یہ صورت بھی ہے کہ حافظ صاحب کو ایک ماہ کے لیے معین تنخواہ پر ملازم رکھ لیا جائے اور ان کے ذمہ یہ کام کر دیا جائے کہ وہ تراویح میں قرآن پاک سنا دیا کریں۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۰/رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

میدان میں عیدین پڑھنا کیسا؟

مسئلہ: از: حاجی شیخ وزیر متولی صاحب مسجد تحصیلدار ناگپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

اگر محلہ کے لوگ مسجد میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے اگر کسی بڑے میدان میں جہاں اس سے پہلے عیدین کی نماز نہ پڑھی گئی ہوں وہاں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ کے متعلق شریعت اسلام کا کیا حکم ہے معلوم کریں؟ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر مسجد تنگ ہو اور مسجد کے اردگرد کوئی ایسی جگہ بھی نہ ہو جہاں لوگ کھڑے ہوسکیں تو میدان میں عیدین کی نماز ہوسکتی ہے لیکن جمعہ وعیدین کا قائم کرنا بادشاہ اسلام یا قاضیٔ اسلام کا کام ہے اور یہاں نہ بادشاہ اسلام ہے نہ قاضیٔ اسلام، اور جہاں نہ بادشاہ اسلام ہو اور نہ قاضیٔ اسلام ہو وہاں ان کے قائم مقام علمائے اسلام ہیں۔ لہٰذا اس شہر کے عالم دین کی اجازت سے عیدین کی نماز میدان میں پڑھ سکتے ہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۰/رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

حافظ صاحب کس عقیدے کے ہیں یہ نہیں معلوم تو ان کے نماز کا حکم

مسئلہ: از: عبدالخالق بلاسپور ایم پی ۱۱/رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

ایک حافظ صاحب ہیں لیکن جماعت کو نہیں معلوم کہ یہ کس عقیدے کے ہیں۔ مگر لانے والے دیوبندی ہیں اور لوگوں کو بہکایا ہے اور یہ کہا ہے کہ دیوبندی نہیں ہیں۔ اگر کچھ حضرات تحقیق کریں تو آپسی اختلافات ہونے کا اندیشہ ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ آپسی اختلافات ہو جائیں گے۔ مگر اب تک حافظ صاحب کے عقیدے کا حال معلوم نہیں ہو سکا ہے تو اب ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے۔ بظاہر وہ درود شریف وغیرہ سب کچھ پڑھتے ہیں لہٰذا ان کے پیچھے نماز پڑ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

حافظ صاحب کی تحقیق کرنی چاہیے۔ آدمی اگر چند پیسے کی ہانڈی خریدتا ہے تو اسے اچھی طرح ٹھوک بجالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت نماز کو حوالہ کرنے کے لیے کیوں نہ جانچ پڑتال کرلی جائے۔ تحقیق حال کرنے پر مسلمانوں کا فساد نہیں ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۵/رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

خائن کی امامت کا حکم

مسئلہ:از: تیروزی

محترم المقام جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

زید حافظ قرآن ایک جگہ امامت کرتے تھے انہیں کچھ روپیوں کی ضرورت آن پڑی، ایک شخص سے روپئے طلب کیے، روپئے نہ ہونے کی وجہ سے اس شخص نے ڈیڑھ تولہ سونے کا زیور دے کر کہا کہ اس کو گروی رکھ کر آپ اپنی ضرورت پوری کرلیں۔ زید اس زیور کو گروی نہ رکھتے ہوئے فروخت کرکے یہاں چلا آتا ہے۔ اتفاقاً جن کا زیور تھا وہ بھی یہاں آجاتے ہیں ان کی زبانی لوگوں کو معلوم ہوا کہ زید خائن ہے، اور زیور کو بیچے ہوئے آج تین سال کا عرصہ ہوا۔ اسی طرح کئی لوگوں کے پیسے لے کر کھا گئے ہیں۔ جو لوگ اعتراض کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں جو خائن ہو اور امانت میں خیانت کرے۔ یہاں کی جماعت کے لوگوں کا کہنا ہے کہ ہمیں زید کے اعمال نہیں دیکھنا ہے ہمیں تو نماز پڑھنی ہے۔ اب آپ ہی فیصلہ فرمادیں کہ ایسا شخص جو امانت میں خیانت کرے اور خائن ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر زید کی خیانت عام ہو چکی ہے تو وہ فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اس کی اقتداء میں پڑھی گئی نماز کا دوبارہ لوٹانا واجب ہے۔ جماعت والوں کا یہ کہنا کہ ”ہمیں زید کے اعمال نہیں دیکھنا ہے ہمیں تو نماز پڑھنی ہے“ غلط ہے اور لوگوں کی نماز خراب کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

داڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا فسق اور حرام ہے

مسئلہ: ایسا شخص جو مسئلہ مسائل جانتا ہو اور امامت کرتا ہو مگر داڑھی برابر نہیں رکھتا جیسا شریعت کا مسئلہ ہے کہ کم سے کم ایک مشت داڑھی رکھنی چاہیے مگر وہ ہمیشہ ترشواتا ہو اور چھوٹی کرتا رہتا ہو جس سے داڑھی کی مقدار برابر نہیں رہتی جیسا کہ شریعت کا مسئلہ ہے کیا ایسا کرنا جائز ہے، کیا ایسا شخص امامت کرسکتا ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

داڑھی ایک مشت رکھنا واجب اور منڈوانا یا حد شرع سے کم کرانا فسق ہے۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے: ”وگزاشتن آں بقدر قبضہ واجب است“ یعنی ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے۔ درمختار میں ہے: ”**ویحرم علی الرجل قطع لحیتہ**“(۱)

(۱) الدر المختار ج:۶، ص:۴۰۷، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء

آدمی پر داڑھی منڈانا حرام ہے۔ لہٰذا شخص مذکور حد شرع سے کم داڑھی رکھنے کے سبب فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

امام لقمہ نہ لے تو مقتدی کی نماز کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ: امام جب کہ نماز باجماعت پڑھاتا ہے اگر بھول ہو جائے اور مقتدی اس کو لقمہ دیتا ہے اور وہ لقمہ نہیں لیتا بلکہ سجدہ سہو کر لیتا ہے، بعد نماز مقتدی سے کہتا ہے: ہم نے تمہارا لقمہ نہیں لیا، تمہاری نماز نہیں ہوئی نماز پھر سے ادا کرلو، مقتدی جواب دیتا ہے کہ لقمہ جب صحیح اور سچ دیا گیا ہے تو آپ نے کیوں نہیں لیا، یہ تو آپ کی زیادتی ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں: یہ ہماری مرضی پر ہے۔ کیا ایسی حالت میں نماز اور سجدۂ سہو جائز ہے؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر مقتدی نے لقمہ برمحل اور صحیح دیا تو اس کی نماز میں کوئی خلل واقع نہ ہوگا اگر چہ امام نے لقمہ نہیں لیا۔ جب امام سے سہو ہوا اور مقتدی صحیح اور برمحل لقمہ دے تو امام کو چاہیے کہ اس کا لقمہ لے اور بلا وجہ سجدۂ سہو نہ کرے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

نماز میں گلے کے بٹن کھلے رکھنا کیسا؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں:

ایسا امام جو کہ نماز پڑھاتے وقت اپنے گلے کو ہمیشہ کھلا رکھے اور بٹن نہ لگائے، نماز کے وقت آستین پوری بند رکھنا اور گلا بند رکھنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اگر گرم معلوم ہوتا ہو تو بعد نماز کھلا رکھ سکتا ہے۔ کیا پڑھاتے وقت گلا کھلا رکھنا درست ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

نماز میں گلے کے بٹن اس طرح کھلے رہیں کہ سینہ نظر آئے، نماز مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ اگر سینہ بند ہو صرف گلے کا آخری بٹن کھلا ہو تو نماز مکروہِ تحریمی نہ ہوگی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

نابینا کی امامت کا حکم

مسئلہ: از: جماعت مقام سندور جنا گھاٹ مورخہ ۲۰/ستمبر ۱۹۷۲ء

حضرت قبلہ مفتی صاحب دامت برکاتہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدمت حضور میں عرض ہے کہ ہمارے شہر میں ایک نابینا حافظ صاحب آئے ہیں، جماعت کے چند حضرات وقت کے حاکم انہیں امامت کے لیے مقرر کرنا چاہتے ہیں، باقی جماعت کے حضرات انہیں مقرر کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) اس لیے کہ آپ نابینا ہیں۔

(۲) ''ض'' کو ''ز یا ظ'' کی آواز میں پڑھتے ہیں۔

(۳) آپ ظہر، مغرب اور عشاء کی نفلیں نہیں پڑھتے۔

اس لیے ہم لوگ پریشان ہیں کہ ایسے امام صاحب کی امامت درست ہے یا نہیں؟ علاوہ نئے فیشن کے کپڑے (جو کمر تک منیلا او پن شرٹ جیسے) پہننے والے اور بغیر داڑھی والے حضرات امامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ان حضرات کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں احکام شریعت سے آگاہ فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ ہم جماعت کی جانب سے سلام و نیاز عرض ہے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) نابینا کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہوگی بشرطیکہ اس سے بہتر دوسرا کوئی جماعت میں موجود ہو اور اگر وہ سنی صحیح العقیدہ اور مسائل نماز و وضو سے واقف صحیح القرأۃ ہو اور جماعت میں اس سے بہتر کوئی نہ ہو تو وہی امامت کا زیادہ حقدار ہے۔

(۲) ''ض'' ''ز'' ''ظ'' تینوں الگ الگ حروف ہیں جن کے مخارج جداگانہ ہیں جن کا تعلق سننے سے ہے، اگر واقعی شخص مذکور ''ض'' کو ''ز یا ظ'' پڑھتے ہیں تو ان کے پیچھے نماز درست نہیں۔

(۳) ترکِ نوافل محرومیِ ثواب کا سبب ہے، لیکن اس سے امامت میں کوئی حرج نہیں۔

نماز بہترین لباس میں ادا کرنا چاہیے بہترین لباس علما صلحا کا لباس ہے، منیلا وغیرہ اچھوں کا لباس نہیں۔ داڑھی اگر نہیں نکلی ہے اور شخص مذکور بالغ ہے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ ہاں داڑھی منڈانے والے یا یک مشت سے کم کرنے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۵/رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

کتاب الجنائز

قبر پر اذان دینا مستحب ہے

مسئلہ: از: نوراللہ خان ولد شیر خان مقام مانورہ تعلقہ ضلع آکولہ، مہاراشٹرا، ۱۴؍دسمبر بروز جمعرات ۱۹۷۲ء

مولانا مفتی اعظم مصطفی رضا خان محترم بزرگ کی خدمت میں خاکسار کا سلام قبول ہو۔ بعد از خیریت آپ کا اور اہلِ قوم کی خیریت کا خداوند کریم سے شب و روز طالب ہوں۔ سوال تحریر کر رہا ہوں امید رکھتا ہوں کہ آپ احادیث کا حوالہ دیتے ہوئے حل روانہ کریں گے۔

آج کل ایک اور عمل رونما ہوا ہے وہ یہ کہ قبرستان میں جب جنازہ پہنچتا ہے تو اسے قبر سے قریب رکھ کر بلند آواز سے اذان کہی جارہی ہے قبرستان میں اذان دینا درست ہے یا نہیں؟ (جنازہ کے ساتھ) مردے کو دفن کرنے کے بعد اذان دی جاتی ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

میت کے دفن کے بعد قبر پر اذان دینا مستحب اور باعث خیر و برکت ہے۔ حدیث شریف میں ہے "**لقنوا موتاکم**"(۱) اپنے مُردوں کو تلقین کرو اذان بہترین تلقین ہے۔ مزید تحقیق کے لیے "ایذان الاجر فی اذان القبر" ملاحظہ فرمائیے۔

واللہ اعلم بالصواب و رسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

اذانِ قبر کا حکم

مسئلہ: از: عبدالکریم عفی عنہ محلہ قاضی پورہ، ہمیر پور، یو، پی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں:

مردہ دفن کرتے وقت قبرستان میں اذان دینا کیسا ہے؟ مطلع فرمائیں کرم ہوگا۔

الجواب بعون الملک الوھاب

مستحب ہے کیوں کہ یہ تلقین میت ہے اور تلقین میت کا ثبوت حدیثوں میں ہے۔ فتاویٰ شامی میں ہے "**وقیل عند انزال المیت القبر**"(۲) اور میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنا مستحب ہے۔

واللہ اعلم بالصواب و رسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

---

(۱) الصحیح لمسلم ج:۲، ص:۲۳۱، کتاب الجنائز، باب تلقین الموتیٰ لا الہ الا اللہ

(۲) رد المحتار ج:۱، ص:۳۵۸، کتاب الصلاۃ، باب الاذان

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

کافروں کے بچے کی نماز جنازہ وتدفین کا حکم

مسئلہ: از: یوسف خان مؤذن بھوانی پٹنہ مسجد

جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دیگر احوال یہ کہ اس نیچے لکھے ہوئے سوال کا جواب حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم و فقہی کتب کے حوالہ سے دینے کی تکلیف گوارہ کریں۔

ایک لاوارث بچہ جو کافر کا ہے ایک مسلمان عورت نے اس کو لے کر اس کی پرورش کی، وہ بچہ چھ ماہ کے بعد گزر گیا۔ اب اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا اور قبرستان کے اندر دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوھاب

کفار کے بچے احکام دنیا میں اپنے ماں باپ کے تابع ہیں۔ شامی میں ہے: "**بل هو تابع لاحد ابويه الى البلوغ ما لم يحدث اسلاماً وهو مميز**"(۱) یعنی بچہ اپنے ماں باپ میں سے ایک کے تابع ہے۔ ہاں اگر وہ سمجھ والا ہے اور اسلام لے آیا تو البتہ اس پر احکام اسلام دنیا میں جاری ہوں گے۔ درمختار میں ہے: "**لا يصلى عليه لانه تبع له اى فى احكام الدنيا لا العقبى كما مر انهم خدم اهل الجنة**"(۲) یعنی کافر کے بچے کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اس لیے کہ وہ احکام دنیا میں اپنے ماں باپ کے تابع ہے۔ ہاں آخرت میں اہلِ جنت کے خادم ہوں گے۔ ان عبارت مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا کہ اس بچے کی نہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ مسلمان کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا بلکہ اس کو علیٰحدہ دفن کیا جائے گا۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

جیتے جی چہلم کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: گاڈروارہ مورخہ ۹ / مارچ ۱۹۷۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

ایک ضعیفہ نے جیتے جی ہی (اپنی حیات میں) چہلم کا کھانا کر دیا۔ کیا زندگی ہی میں سوئم، دسواں، بیسواں اور چہلم کرنا مسنون ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

کسی مسلمان کے انتقال کے ۴۰/ دن کے بعد جو کھانا بطور ایصالِ ثواب غربا و مساکین کو کھلایا جاتا ہے اس کو چہلم کہتے ہیں۔ زندگی میں کھلانا عرفی چہلم نہیں بلکہ صدقۂ نافلہ ہے جس کا ثواب حسب نیت ملے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

---

(۱) رد المحتار ج:۲، ص:۲۲۹، کتاب الصلاۃ ، باب صلاہ الجنازۃ
(۲) ایضاً

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۰ رصفر المظفر ۱۳۹۲ھ

قبر پر اذان دینا کیسا؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

ایک جگہ یوں دیکھا کہ میت کو قبرستان میں دستور کے مطابق دفن کیا پھر قبر پر مہر پڑھی گئی یہ تو نہیں معلوم کہ مہر میں کیا پڑھا جاتا ہے۔ پوچھا اس لیے نہیں کہ ڈر وہابی ہونے کا تھا۔ خیر اس کے بعد اذان پڑھی گئی تو یہ بات کہاں تک درست ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

قبر پر اذان دینا میت کو تلقین کرنا ہے۔ تلقین موتی کا ثبوت بہت سی حدیثوں سے ملتا ہے۔ مشکوۃ شریف میں ہے: "عن ابی سعید وابی ھریرۃ قالا قال رسول اللہ ﷺ لقنو موتا کم لا الہ الا اللہ۔ (رواہ مسلم)" (۱) حضرت ابوسعید و ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ان دونوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے مردوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ اس حدیث کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ جو مر رہا ہو اس کو کلمہ کی تلقین کرو۔ دوسرے یہ کہ جو مر چکا ہو اس کو کلمہ سکھاؤ۔ پہلا معنی مجازی اور دوسرا معنی حقیقی ہے۔ اور بلا وجہ معنی مجازی مراد لینا ٹھیک نہیں۔ لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اپنے مردوں کو کلمہ کی تلقین کرو اور کلمہ کی تلقین بعد از دفن ہی ہو سکتی ہے۔ چناں چہ فتاویٰ شامی میں ہے: "اما عند اھل السنۃ فالحدیث ای لقنوا موتا کم محمول علی حقیقتہ وقد روی عنہ علیہ السلام انہ امر بالتلقین بعد الدفن فیقول یافلاں ابن فلان اذکر دینک الذی کنت علیہ من شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ" (۲) اہلِ سنّت کے نزدیک یہ حدیث لقنوا موتا کم اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اسے زندہ فرماتا ہے جیسا کہ حدیثوں میں آ رہا ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے دفن کے بعد تلقین کا حکم دیا پس قبر پر کہے اے فلاں بن فلاں تو اس دین کو یاد رکھ جس پر تھا یعنی گواہی دینا اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ شامی میں اسی جگہ ہے "وانما لا ینھی عن التلقین بعد الدفن لانہ لا ضرر فیہ بل نفع فان المیت یستأنس بالذکر علی ما ورد فی الآثار" (۳) دفن کے بعد تلقین سے منع نہیں کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اس میں کوئی ضرر نہیں بلکہ اس میں میت کا فائدہ ہے کہ وہ ذکر الٰہی سے انس حاصل کرتی ہے۔ جیسا کہ حدیثوں میں ہے۔ اس حدیث اور ان عبارات سے معلوم ہوا کہ دفن میت کے بعد اس کو کلمۂ طیبہ سکھانا مستحب ہے، تاکہ مردہ نکیرین کے سوالات میں کامیاب ہو۔ اذان میں بھی کلمہ ہے بلکہ اذان میں پوری تلقین ہے

(۱) مشکاۃ المصابیح ج:۱، ص:۵۰۸، کتاب الجنائز

(۲) رد المحتار ج:۲، ص:۱۹۱، باب الدفن، بحث تلقین بعد المیت

(۳) ایضاً

کیوں کہ قبر میں تین سوالات ہوتے ہیں "من ربك" تیرا رب کون ہے؟ "ما دينك" تیرا دین کیا ہے؟ "ما تقول فی حق هذا الرجل" ان سبز گنبد والے کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ پہلے سوال کا جواب "اشهد ان لا اله الا الله" ہوا۔ دوسرے سوال کا جواب "حي على الصلوٰة" ہوا یعنی میرا دین وہ ہے جس میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ (سوائے اسلام کے اور کسی دین میں پانچ نمازیں نہ تھیں)۔ تیسرے سوال کا جواب "اشهد ان محمد رسول الله" ہوا۔ شامی میں ہے "قد سن الاذان لغير الصلوٰة كما فى اذان المولود والمهموم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقه من انسان او بهيمة وعند مزدحم الجيش وعند الحريق وقيل عند انزال الميت القبر قياسا على اول خروجه للدنيا لكن رده ابن حجر فى شرح العباب وعند تغول الغيلان اى تمرد الجن"(۱) نماز کے سوا چند جگہ اذان دینا سنت ہے۔ بچہ کے کان میں، غمزدہ کے، مرگی والے کے، غصہ والے کے کان میں، جس جانور یا آدمی کی عادت خراب ہو اس کے سامنے، لشکروں کے جنگ کے وقت، آگ لگ جانے کے وقت، میت کو قبر میں اُتارتے وقت اس کے پیدا ہونے پر قیاس کرتے ہوئے۔ لیکن اس اذان کے سنت ہونے کا ابن حجر علیہ الرحمۃ نے انکار کیا ہے، جن کی سرکشی کے وقت۔ علامہ ابن حجر نے اس اذان کے سنت ہونے کا انکار کیا نہ کہ مستحب ومباح ہونے کا۔ حاصل تحریر یہ ہے کہ میت کی قبر پر اذان دینا مستحب ہے کیوں کہ اس سے میت کو نفع پہنچتا ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۴/ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

کئی جنازے ہوں تو نماز جنازہ کیسے پڑھیں؟

مسئلہ: از: قاضی حسن الدین، مقام وپوسٹ لاڈ کھیر، تعلقہ داروا، ضلع ایوت محل، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلے میں:

نماز جنازہ پڑھانے کی صورت کیا ہوگی؟ مثلاً کئی جنازہ مرد ہوں یا کئی جنازہ عورت ہوں یا کئی جنازہ لڑکے یا کئی جنازہ لڑکیاں ہوں تو کیا ایک ساتھ سب مردوں کی اور پھر ایک ساتھ سب عورتوں کی اور پھر ایک ساتھ سب لڑکیوں کی اسی طرح سب لڑکوں کی نماز جنازہ پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوهاب

اگر جنازے بہت ہوں تو ہر ایک پر علیٰحدہ علیٰحدہ نماز پڑھنا بھی جائز ہے اور ایک ساتھ بھی۔ عالمگیری میں ہے: "لو اجتمعت الجنائز يخير الامام ان شاء صلى على كل واحد على حدة وان شاء صلى على الكل دفعة

(۱) رد المحتار ج:۱، ص:۳۸۵، کتاب الصلاہ، باب الاذان

بالنیۃ علی الجمیع کذا فی معراج الدرایۃ"(۱) لیکن علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنا اولی ہے۔تنویر الابصار اور اس کی شرح در مختار میں ہے: "اذا اجتمعت الجنائز (فافراد الصلاۃ) علی کل واحدۃ (اولی) من الجمع وتقدیم الافضل افضل (وان جمع جاز)" (۲) یعنی جب بہت سے جنازے جمع ہوجائیں تو ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنا ایک ساتھ پڑھنے سے اولی ہے اور ان میں جو سب سے زیادہ بہتر ہے اس کی نماز پہلے پڑھنا بہتر ہے اور ایک ساتھ پڑھے تو بھی جائز ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۶/ربیع الاول ۹۲ ۱۳ھ

کافر و مرتد کے کفن ودفن کا حکم

مسئلہ: از: تاڑپتری

مولانا مولوی مفتی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی دامت برکاتہ العالیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

ایک مسلمان عورت جو مسلمان کے گھر پیدا ہوئی اور ایک مسلمان کی بیوی بنی، پھر بیوہ ہوگئی۔عالم بیوگی میں ممکن ہے کہ کچھ گناہگاریاں ہوئی ہوں، اس کے بعد وہ اپنے آپ کو ایک ہندو کے قبضہ میں دے دیا جو قوم فلاں سے تھا۔مدت العمر اسی کے گھر میں رہی اور اسی کے زیر سایہ رہ کر مرگئی۔اس کے مرجانے کے بعد مرنے والی کے نواسے جو اپنے کو مسلمان بتاتے ہیں اور وہ بھی جوان نواسوں کی نانی ہے یعنی میت کی بیٹی وہ بھی ایک ہندو مرد کے ساتھ زندگی گزار رہی ہے تو مرنے والی کو مسلمان کے قبرستان میں دفن کرنا چاہتے ہیں مگر مقامی مسلمانوں نے ان کے پورے حالات سے واقفیت رکھنے کی وجہ سے مانع ہوئے۔دریافت طلب یہ بات ہے کہ ایسے کافر و مرتد میت کو مسلمان غسل دے کر نماز جنازہ سے مدفون کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ کے لیے کیا حکم ہے از روئے قرآن وحدیث مطلع کیجئے؟ فقط **بینوا توجروا**

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر اس عورت نے اپنے آپ کو کسی ہندو کے حوالے کر کے کفر بھی اختیار کیا ہے تب تو بلا شبہ کافر و مرتد ہے نہ اسے شرعی طور پر غسل وکفن دیا جائے گا نہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔**لقولہ تعالیٰ:** "**وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ**" (البقرۃ:۸۴) ان کافروں میں سے کوئی کبھی مرجائے تو نہ ان کی نماز جنازہ پڑھو اور نہ ان کی قبر پر کھڑے رہو۔درمختار میں ہے: "**اما المرتد فیلقیٰ فی حفرۃ کالکلب**" (۳) یعنی مرتد کو ایک

---

(۱) الفتاوی الھندیہ ج:۴، ص:۴۷۰، کتاب الجنائز، الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت

(۲) رد المحتار ج:۲، ص:۲۱۸، باب صلاۃ الجنازۃ

(۳) الدر المختار ج:۲، ص:۲۳۰، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنائز

گڑھے میں ڈال دیا جائے گا جیسے کتے کو ڈال دیا جاتا ہے۔ اگر اس کا کوئی قریبی رشتہ دار ہو تو وہ اسے غسل دے گا جس طرح ناپاک کپڑے کو دھویا جاتا ہے پھر اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر گڑھے میں ڈال دے۔ درمختار میں ہے: "**فیغسله غسل الثوب النجس ویلفه فی خرقة ویلقیه فی حفرة**"(۱) اور اگر اس نے کفر اختیار نہیں کیا ہے تو اس کو غسل وکفن دیا جائے گا۔ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور یکم؍جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

قبرستان کے لیے کون سی زمین موزوں ہے؟

مسئلہ: از: پیش امام محبوب صاحب مسجد معصوم، باہر پیٹ، چھلیان کی باؤلی۔ ادونی ضلع کرنول، آندھرا پردیش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں:

مسلمانوں کی قبرستان کے لیے ایک قطعہ زمین خریدنا چاہتے ہیں جس میں پاخانہ کے غلیظات ڈالنے کے گڑھے ہیں۔ اب وہ غلیظات ڈالنا بند کیے تقریباً بیس سال کا عرصہ ہوا جارہا ہے، ہر سال بارش اور دھوپ کی شدت سے مذکور گڑھے پاک وصاف ہو گئے ہیں۔ آیا یہ زمین قبرستان کے لیے درست ہے یا نہیں؟ برائے کرم جواب بحوالۂ کتب جلد مطلع فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

نجاستِ زمین سوکھ جانے اور اس کا اثر چلے جانے یا پانی سے دھل جانے کے بعد زمین پاک ہو جاتی ہے۔ عالمگیری میں ہے: "**الارض تطهر بالیبس وذهاب الاثر**"(۲) اسی عالمگیری میں ہے: "**لا فرق بین الجفاف بالشمس والنار والریح والظل کذا فی البحر الرائق**"(۳) کوئی فرق نہیں کہ سورج کی روشنی سے سوکھے یا آگ سے یا ہوا سے یا سائے سے۔ ایسی پاک زمین قبرستان بن سکتی ہے۔ **کذا فی الکتب العامة**۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۵؍رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

دوبارہ نماز جنازہ کا حکم

---

(۱) ایضاً

(۲) الفتاوی الهدیه ج:۱ص: ۴۴، کتاب الطهارة، الباب فی النجاسة، فصل فی تطهیر الانجاس

(۳) ایضاً

مسئلہ: از: خواجہ نصیر الدین، مفتر گرام پنچایت بارے پلی ضلع محبوب نگر، ضلع حیدر آباد

مکرمی ومحترمی دام اقبالہ السلام علیکم، خیریت نیک طرفین۔

بعدہ عرض ہے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

زید کا انتقال ہو چکا ہے۔ مرحوم کی نماز جنازہ مرحوم کے وطن میں ادا کی گئی ہے۔ تجہیز وتکفین کے لیے میت کو کسی دوسرے مقام پر لے جا کر تجہیز وتکفین کی گئی ہے۔ تدفین سے قبل دوبارہ نماز جنازہ پڑھائی گئی ہے۔ مرحوم ایک اچھے شیخ یعنی مرشد تھے۔ کیا نماز جنازہ ایک سے زائد مرتبہ جائز ہے؟ نماز جنازہ میں پہلی مرتبہ پڑھے ہوئے لوگ بھی شریک تھے اور دیگر بھی۔ احکام شرع سے مطلع فرمائیں تو مناسب ہے۔ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر غیر ولی نے نماز جنازہ پڑھی تو ولی کو دوبارہ پڑھنے کا اختیار ہے۔ اور اگر ولی نے پڑھ لی تو کسی کے لیے جائز نہیں کہ دوبارہ نماز پڑھے۔ ہدایہ میں ہے: "فان صلیٰ غیر الولی او السلطان اعاد الولی ان شاء لما ذکرنا ان الحق للاولیاء وان صلیٰ الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ" (۱)۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۸؍شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

نمازِ جنازہ میں تقدیم وتاخیر کا حکم

مسئلہ: از: فہیم الدین پیش امام مسجد حافظ پورہ منگرول پیر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

میت نماز جمعہ میں داخل کر دی گئی، جنازہ سنتوں کی ادائیگی کے بعد پڑھا گیا۔ آیا نماز جنازہ درست ہوئی کہ نہیں؟ زید کہتا ہے کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے جو فرض کے بعد ہونی چاہیے، سنتوں کے بعد ادائیگی ہوئی اس لیے سب گنہگار ہوئے۔ زید اگر باطل ہے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا فقط۔

الجواب بعون الملک الوھاب

سنتوں سے فارغ ہو کر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ نوافل ووظائف کو بعد میں رکھیں۔ درمختار میں اسی قول کو اختیار کیا گیا ہے۔ ہاں جنازہ کی حالت ایسی ہو کہ دیر کرنے میں متغیر ہو جائے گا تو فرض کے بعد پہلے نمازِ جنازہ پڑھیں پھر سنت وغیرہ۔ اشباہ میں ہے:

---

(۱) الهداية ج:۱، ص:۱۶۰، کتاب الصلاة، باب الجنائز، فصل فی الصلاة علی المیت

"اجتمعت جنازۃ وسنۃ وقتیۃ قدمت الجنازۃ"(۱)۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۶ / رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

فاسق مسلمان کی نماز جنازہ اور کفن ودفن کا حکم

مسئلہ: ایک مسلمان جب کہ وہ مسلمان کے گھر پیدا ہوا ہو، اور اس کی مسلمانی کا ثبوت بھی ہے۔ رشید خان نام تھا، لیکن اس کے کچھ کام ایسے غلط تھے، جیسا کہ وہ شراب پیتا تھا، بغیر نکاح ایک غیر قوم کی داشتہ رکھتا تھا اور نماز نہیں پڑھتا تھا۔ وہ آدمی بقضائے الٰہی فوت کر گیا تو ایسی حالت میں مسلمانوں کے لیے اس کی موت مٹی کرنا اس پر نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ اس کو قبرستان میں دفن کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ یا کہ اس کو ہندو لوگ اس کو نظر آتش کریں۔ یہاں کی جماعت کے منتظمین کہتے ہیں کہ اس کے کارنامے ٹھیک نہیں تھے اس لیے مسلمان اس کی موت مٹی نہیں کریں گے اور نہ ہی قبرستان میں جگہ دی جائے گی۔ یہ کہاں تک درست ہے؟ جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

رشید احمد اپنی بداعمالی کے سبب کافر نہیں ہوا بلکہ مسلمان ہی ہے اگر چہ فاسق اور گنہگار تھا اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی فرض اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "الصلوٰۃ واجبۃ علیکم لکل مسلم برا کان او فاجرا وان عمل الکبائر"(۲) تم پر ہر مسلمان کے جنازے کی نماز فرض ہے، نیک ہو یا برا اگر چہ اس نے گناہِ کبیرہ کیے ہوں۔ منتظمین جماعت کا ایسا کہنا غلط اور بے بنیاد ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

---

(۱) الاشباہ والنظائر ج:۱، ص:۳۱۱

(۲) شعب الایمان ج:۱۱، ص:۴۴۳،

کتاب الزکاۃ

P.F اور Life Insurance کی زکاۃ کا حکم

مسئلہ: از: فقیر انوار علی صدیقی غفرلہ اردو ٹیچر گورنمنٹ بوڑتر ہائی اسکول جے پور ۱۸/دسمبر ۱۹۷۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام درج ذیل مسائل میں:

(۱) سرکاری ملازمین کی تنخواہ سے ہر ماہ کچھ پیسہ کٹتا رہتا ہے اور ملازمت سے سبک دوش ہونے پر وہ پیسہ ملتا ہے۔ آیا اس روپیہ پر فی الحال زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو واجب الادا علی الفور ہے، یا آخر میں، جب سارا روپیہ ملے گا تب سارے گزشتہ سالوں کا جوڑ کر دینا پڑے گا؟ **بینوا وتوجروا**

(۲) لائف انشورنس (زندگی کا بیمہ) کے پیسے پر زکوٰۃ ہے کہ نہیں اگر ہے تو کس طور پر واجب الادا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱، ۲) دونوں صورتوں میں زکوٰۃ ہر سال واجب ہے۔ لیکن سال بسال اس کی ادائیگی واجب نہیں، جب یہ رقم وصول ہو جائے تو سارے سالوں کی زکاۃ واجب الادا ہوگی۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

زکاۃ کے مصارف کا بیان

مسئلہ: از: محمد خلیل احمد امام جامع مسجد امبیکا پور، سرگوجہ، ایم۔ پی ۲۹/ذو قعدہ ۱۳۶۹ھ

حضرت مفتی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

زکوٰۃ اور مصارف زکوٰۃ سے متعلق چند سوالات حاضر خدمت ہیں۔ سارے جزئیات کا ذکر فرما کر عمل کرنے کا راستہ صاف کر دیں۔

(۱) ایک ایسا آدمی جس کے پاس روپیہ پیسہ اور سونا چاندی نہیں ہے بلکہ کچھ کھیت ہیں جن کی کاشت سے پورے سال فارغ البالی نہیں، لیکن تھوڑا حصہ سال کا گزر جاتا ہے، اب یہ شخص پیداوار کا عشر دے گا یا نہیں اور پھر اس آدمی کو اگر کوئی دوسرا شخص عشر کا غلہ یا اس کی قیمت دے یا دوسری یا دوسری زکاتوں کے روپے پیسے دے سکتا ہے یا نہیں اور یہ عشر زکوٰۃ وغیرہ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) جس کے پاس صرف زمین اور دوکان زیادہ سے زیادہ ہیں لیکن نہ وہ کاشت کرتا ہے اور نہ ہی دوکان کرایہ پر ہے۔ روپیہ پیسہ کے لحاظ سے تنگ ہے اسے زکوٰۃ دینا جائز ہوگا یا نہیں؟

(۳) ایک ایسا آدمی جو کماتا ضرور ہے لیکن وہ اپنی ساری کمائی اپنے گھر کے مالک والد یا والدہ کو دیتا ہے، خود کسی بھی چیز کا مالک نہیں یہ آدمی زکوٰۃ کا مصرف ہے یا نہیں اور پھر اس آدمی کی نابالغ اولاد کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

(۴) کسی ایسے آدمی کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے یا نہیں جو پاگل اور مجنوں تو نہیں لیکن کم عقل اور بد دماغ ضرور ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) ہر پیداوار جو زمین سے نکلے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر، اس میں عشر یا نصف عشر دینا ضروری ہے۔ بقولہ تعالیٰ "وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ" (الانعام:۱۴۱) لہٰذا شخص مذکور کو کھیت کی پیداوار میں عشر دینا ضروری ہے۔ قدوری وقایہ وغیرہ میں ہے "قال ابو حنیفة رحمة الله تعالیٰ علیه فی قلیل ما اخرجته الارض و کثیر العشر"(۱) پھر اگر وہ کھیت ملک نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا) کی مقدار پہنچتا ہے تو اس کے لیے عشر و زکوٰۃ لینا جائز نہیں اور نہ ہی اس کو کوئی زکوٰۃ دینا جائز ہے اگر دی گئی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ لقوله تعالیٰ "اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ" (التوبۃ:۶۰)

(۲) حوائج اصلیہ میں رہنے کا مکان داخل ہے، لہٰذا رہنے کے مکان کے علاوہ اگر اور کوئی دوسرا مکان یا زمین ہے اور وہ مکان یا زمین مقدار نصاب کو پہنچتے ہیں تو ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ فتاوی عالمگیری میں ہے "ولا یشترط النماء اذھر شرط وجوب الزکوٰة لا الحرمان"(۲)

(۳) اگر اس کے والدین اس کی کمائی کے محتاج ہیں اور اپنی کمائی کو والدین کی ضروریات پر خرچ کرنے کے بعد اتنی رقم نہیں بچتی جو نصاب کو پہنچے تو وہ مصرف زکوٰۃ اور اگر صرف اس لیے دیتا ہے کہ مالک نصاب نہ بنے تو یہ فعل اس کا اختیاری ہے، اسے زکوٰۃ نہیں دینا چاہیے۔ یوں ہی نابالغ اولاد اپنے باپ کے حکم میں ہے اگر اس کا باپ مستحق زکوٰۃ ہے تو نابالغ اولاد کو بھی دے سکتے ہیں اور اگر اس کا باپ مستحق زکوٰۃ نہیں تو اس کی اولاد کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ عالمگیری میں عینی سے منقول ہے "ولا یجوز

---

(۱) مختصر القدوری ص:۵۸، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الزروع والثمار

(۲) الفتاوی الھندیہ ج:۱، ص:۱۸۹، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف

دفعها الی ولد الغنی الصغیر "(۱)

(۴) اگر وہ مالک نصاب نہیں تو دی جاسکتی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

مال کے برابر قرض ہو تو کیا زکاۃ واجب ہے؟

مسئلہ: از: احمد حسین مقام کھنڈے تارا، پوسٹ بوڑھی کومنا، ضلع کالاہنڈی، اڑیسہ

حضرت مولانا صاحب السلام علیکم۔ عرض گزارش ہے کہ یہاں قریب قریب ایک شخص چالیس سال کا ہے، ان کے پاس خود کی چالیس ایکڑ کی زمین ہے، اس کے علاوہ پندرہ بیس گائے بیل بھی ہیں، علاوہ دس بکریاں بھی ہیں۔ اور بڑے لڑکے کی شادی کرنے پر جہیز میں آٹھ تولہ سونا بھی ملا قریباً ۱۰/۱۵ تولہ چاندی بھی ملی ہے۔ مگر سونا چاندی بہو کے قبضہ میں ہے۔ مگر باپ بیٹا سب ایک ہی ساتھ ہیں، الگ نہیں ہیں، مگر کھیتی کم آنے سے بیج کی کمی آتی ہے، کھیت سے ان کو چھ ہزار کی فصل ہو جاتی ہے، مگر آج چھ سال سے پندرہ ہزار کا قرض چلا آتا ہے۔ لیکن مہاجن لوگوں کو کچھ کچھ قرض دے کر بھی سات آٹھ ہزار کا قرض برابر رہ جاتا ہے۔ اور وہ اپنے گھر میں کھانے کے لیے اور کچھ کھیت میں بیج ڈالنے کے لیے دو ہزار کا دھان رکھ لیتے ہیں۔ ایک سال کے لیے اگر ایسی صورت میں پورا قرضہ چکانا چاہیں گے تو گھر میں کھانے پینے کے لیے کچھ بھی نہیں بچے گا اور پورا قرض بھی ادا نہ ہوگا۔ تو ان سب حالت میں زکوٰۃ دینا، قربانی کرنا اور صدقہ وخیرات دینا جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم سوال کا جواب عنایت کریں۔ میں منتظر رہوں گا۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، البتہ صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہوگی۔ زمین کی پیداوار آسمانی یا سیلاب کے پانی سے سیراب ہوتی ہے تو اس پیداوار میں عشر یعنی دسواں حصہ اور اگر پانی باہر سے دینا پڑتا ہے بغیر پانی دیے فصل نہ ہوگی تو ایسی زمین کی پیداوار میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ دینا واجب ہے۔ قرض عشر سے روکنے والی چیز نہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۱ ر صفر المظفر ۹۲ ۱۳ھ

غیر مسلم کو زکاۃ دینا جائز نہیں

مسئلہ: از: خادم۔ ایم۔ ایس، ایچ۔ ایم، وائی، قاسم کمپنی، پوسٹ کوڈیاڈ، ضلع کوراپوٹ

مکرم ومحترم عالی جناب مفتی صاحب قبلہ جامعہ عربیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) ایضاً

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں:

زکوٰۃ کے پیسے سے ایک قحط زدہ شہر کے ہر مذہب کے ماننے والوں کو امداد کرنا، کنواں کھدوانا اور اس کے متعلق ہر قسم کی مدد کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ سرکاری ملازمین کو ایک قحط زدہ علاقے کی مدد کے لیے زکوٰۃ کے پیسے دینا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

مستحق زکوٰۃ صرف مسلمان ہے غیر مسلم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور نہ ہی اس سے زکوٰۃ ادا ہوگی۔ یوں ہی زکوٰۃ کے پیسے سے کنواں کھدوانا بھی جائز نہیں کیوں کہ زکوٰۃ کے لیے تملیک شرط اور کنواں کھدوانے میں تملیک نہیں پائی جاتی۔ **لقولہ تعالیٰ:** "**اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ**" (التوبۃ:۶۰) کفار کی اعانت جائز نہیں۔ **لقولہ تعالیٰ:** "**وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ**" (المائدۃ:۲) قحط زدہ علاقوں کے مسلمانوں کی مسلمان سرکاری ملازمین کے ذریعے زکوٰۃ کی رقم سے اعانت کی جاسکتی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۵ / رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

کتاب الصوم

عود بتی کا دھواں قصداً حلق میں لینا مفسد صوم ہے

مسئلہ: از: ایم محمود غفرلہا دونی ۲۷ / شوال المکرم ۱۳۹۲ھ

روزہ کی حالت میں خوشبو کے لیے مکان میں یا مسجد میں عود بتی سلگانا درست ہے یا نہیں؟ بعض لوگ منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عود بتی روزہ کی حالت میں لگانے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے کیوں کہ عود بتی کا دھواں حلق میں چلا جاتا ہے اور دھواں فاسد روزہ ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

دُھواں یا غبار حلق یا دماغ میں اپنے آپ چلا جائے کہ روزہ دار نے قصداً اسے اپنے حلق میں داخل نہیں کیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا اگرچہ اسے اپنا روزہ دار ہونا یاد ہے۔ فتح القدیر میں ہے: "**قولہ فاشبہ الدخان والغبار اذا دخلا فی الحلق فانہ لایستطاع الاحتراز عن دخولھما لدخولھما من الانف اذا طبق الفم وصار ایضا کبلل یبقی فی فیہ بعد المضمضۃ**" (۱) دھواں یا غبار حلق میں داخل ہوجائے تو ان دونوں سے بچنا ممکن نہیں کیوں کہ اگر مونھ بند بھی کرلیا جائے تو

(۱) فتح القدیر ج: ۲، ص: ۳۲۲، کتاب الصوم

ناک کا بند کرنا ممکن نہیں تو وہ ایسا ہو گیا جیسا کہ کلی کرنے کہ بعد منہ میں تری رہ جائے۔گو یا جس طرح کلی کی تری مفسدِ صوم نہیں اسی طرح دھواں یا غبار کا حلق میں داخل ہونا بغیر قصد کے مفسدِ صوم نہیں۔اسی باب کے تحت کافی میں ہے "**وفی الاستحسان لا یفسد لانہ لا یمکن التحرز عنہ** (کما فی الفتاوی الرضویہ)"(۱) یعنی دھواں وغیرہ سے روزہ فاسد نہ ہوگا کیوں کہ اس سے بچنا ممکن نہیں۔ہاں اگر لوبان یا اگر بتی وغیرہ جلایا جائے اور جان بوجھ کر روزہ یاد رکھتے ہوئے اس کا دھواں حلق یا دماغ میں لے تو البتہ روزہ فاسد ہو جائے گا۔(کمافی درالمختار(۲)

عبارت مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ اگر جان بوجھ کر دھواں حلق میں لینے کا ارادہ نہ ہو تو اگر بتی جلانے میں کوئی حرج نہیں،لیکن اجتناب بہتر ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ نا گپور ۷/ذوالقعدۃ ۱۳۹۲ھ

انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا

مسئلہ: از: فقیر انوار علی صدیقی غفرلہ اردو ٹیچر گورنمنٹ بوڑ تر ہائی اسکول جے پور ۱۸/دسمبر ۱۹۷۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام درج ذیل مسئلے میں:

روزے کی حالت میں انجکشن لگوانا صرف مکروہ ہے یا فاسدِ صوم بھی ہے؟ جب کہ دوا سوئی کے ذریعہ خون میں دوڑائی جاتی ہے تا کہ سارے جسم میں سرایت کرے۔بریلی شریف کے امسال کے نقشۂ صوم وافطار کے پرچے میں انجکشن لگوانا صرف مکروہ ہے۔وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔لہٰذا آپ مہربانی فرما کر وجہ بھی تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔

الجواب بعون الملک الوھاب

جو لوگ مکروہ کہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ فساد کا سبب اس وقت ہوگا جب منہ،کان ناک یا پاخانے کے راستے سے کوئی چیز پیٹ میں پہنچائی جائے۔اور انجکشن میں ایسا نہیں ہوتا۔لہٰذا فساد کا سبب نہیں بن سکا اور جو لوگ فساد کے قائل ہیں ان کی علت میرے ذہن میں نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ نا گپور

---

(۱) الفتاوی الرضویہ مخرجہ ج:۱۰،ص:۴۹۰،کتاب الصوم
۲

سائرن کی آواز پر افطار کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: غلام رسول متولی جامع مسجد حلوائی لائن رائپور ۱۵؍اکتوبر ۱۹۷۲ء

مکرمی حضرت قبلہ مفتی صاحب دارالعلوم دارالافتاء جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض ہے حضور رائپور میں ماہ رمضان شریف گولہ چھوڑا جاتا ہے جس سے شہر میں بہت دیر تک لوگ اس کی آواز سے روزہ افطار کرتے ہیں۔ مگر ایسا گرانی کی وجہ سے بارود والے زیادہ قیمت مانگتے ہیں اس لیے اب یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ جامع مسجد میں اوپر چاندنی میں ایک سائرن لگایا جائے کہ وقت پر آواز دے جس کی آواز پر لوگ افطاری کریں۔ تمام لوگ اس فیصلے پر راضی ہیں کیا ایسا کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ تحریر فرما کر روانہ کریں تاکہ وقت ضرورت پر کام آئے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صحیح مقصد کے لیے ضرورتاً جائز ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۷؍رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

کتاب الحج

حج بدل کے شرائط

مسئلہ: از: محمد علی راجاپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسائل میں:

(۱) اگر کوئی شخص خود حج کے لیے جانے سے مجبور ہو تو دوسرے شخص کو حج بدل کے لیے روانہ کرسکتا ہے؟ جواب طلب امر یہ ہے کہ مرد کے بدلے مرد اور عورت کے بدلے عورت کو ہی بھیجنا شرط ہے یا کسی کے بدلے کسی کو بھی بھیج سکتے ہیں؟

(۲) جس شخص کو حج بدل کے لیے بھیجا جائے گا وہ پہلے اپنا فریضۂ حج ادا کیا ہوا ہونا شرط ہے یا ایسا شخص بھی بھیجا جاسکتا ہے جس نے ابھی خود کا فریضہ ادا نہیں کیا ہے اور حج بدل کے لیے صاحب استطاعت کو بھیجنا اچھا ہے یا غریب شخص کو بھی بھیج سکتے ہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) حج بدل کے لیے شرط ہے کہ صاحب استطاعت جس کی طرف سے حج کرایا جارہا ہے وہ وقوف عرفہ سے پہلے پہلے ایسا عاجز ہوگیا ہو کہ تازیست اس عجز کے زوال کی امید نہ ہو تو ایسے شخص کا حج بدل ہوسکتا ہے۔ پھر یہ کہ حج بدل میں مرد کے بدلے مرد اور عورت کے بدلے عورت شرط نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کو بھی بھیجا جاسکتا ہے۔

(۲) جس پر حج فرض ہواس کو حج بدل میں بھیجنا مکروہ بلکہ گناہ ہے۔ اگر بھیجے گا تو حج ادا ہو جائے گا مگر خود حج بدل کرنے والے کا حج ادا نہ ہوگا۔ (کمافی الکتب العامہ) **واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ**

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

طواف کے وقت حیض آجائے تو عورت کیا کرے

مسئلہ: از: محمد علی راجاپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں:

اگر عین طواف بیت اللہ کے وقت کسی عورت کو حیض آجائے تو طواف ادا کرنے اور دیگر ارکان ادا کرنے کی کیا صورت ہے اور عورت کا حج پورا ہوگا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

ایام حیض میں طواف کرنا حرام ہے۔ عالمگیری میں ہے "**ومنها حرمة الطواف لهما بالبيت وان طافتا خارج المسجد**"(۱) حیض ونفاس والی عورتوں کے لیے بیت اللہ کا طواف حرام ہے، اگر چہ خارج مسجد ہو۔ اختتام حیض کے بعد طواف کرے گی۔ دگر دوسرے ارکان متصل صحیح ادا کرے اور اس کے حج کی تکمیل میں خلل واقع نہ ہوگی۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

عورت اگر طواف زیارت نہ کرے تو اس سے وطی کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ: از: محمد اسلم خان

جناب محترمی و معظمی مفتی صاحب مدظلہ العالی دارالافتاء جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

جو نشیمن اخبار مورخہ ۱۷/جون ۱۰۷۳ء میں مغل لائن بمبئی سے "چند گزارشات" کے عنوان کے تحت شائع ہوا ہے اس کی عبارت یوں ہے "دوسری اور اہم قابلِ توجہ شکایت جس پر مغل لائن کے ذمہ داروں وحج کمیٹی کے ارکان کو فوراً غور کرنا ہے وہ یہ ہے کہ رمضان سے پہلے جانے والی مستورات جن کی عمریں ۴۵/سال سے کم ہوں ان کی ایام ماہواری اگر ایام حج ۸/۹/۱۰/۱۱/۱۲/ذوالحجہ کو پڑتے ہوں تو وہ پہلے جہاز سے واپس نہ ہوں بلکہ دوسرے یا تیسرے جہاز سے واپس ہوں، کیوں کہ بعض اوقات جہاز اس قدر جلدی روانہ ہوتے ہیں کہ ایسی عورتیں ابھی ایام سے فارغ بھی نہیں ہوتیں کہ روانگی کی تاریخ آجاتی ہے اس طرح طواف

---

(۱) الفتاوی الھندیہ ج:۱، ص:۳۸، کتاب الطہارۃ، فصل فی احکام الحیض والنفاس والاستحاضۃ

زیارت جومناسک حج میں داخل ہے باقی رہ جانے سے وہ شوہروں پرحرام ہوجاتی ہیں تاوقتیکہ یہ فرض ادانہ ہوجائے ضرورت ہے کہ مغل لائن اورحج کمیٹی والے کوئی ایسا انتظام کریں جس سے مشکل دورہو۔‘‘

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالاصورت اگرفی الحقیقت واقع ہوگئی یعنی جہاز کی مقررہ تاریخ پر واپس ہوناکسی حائضہ عورت کے لیے ناگزیرہوگیااورطواف زیارت نہ کرسکی توحج میں نقص واقع ہوگااوروہ اپنے خاوند کے لیےحرام کیوں ہوگی؟ اس کی تشریح اورتفصیل ازروئے شریعت مطلوب ہے۔برائے کرم مطلع فرماکرممنون ومشکورفرمائیں۔جواب کے لیےلفافہ ارسال خدمت ہے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

طوافِ زیارت حج کا دوسرارکن ہے۔احرام کے بعد بہت سی چیزیں حرام ہوجاتی ہیں ان میں بیوی سے جماع کرنا یا بوسہ لیناوغیرہ بھی داخل ہےاور یہ جب تک طواف زیارت نہ ہوجائے حلال نہیں۔طواف زیارت دسویں ذوالحجہ سے بارہویں تک ہے اس کے بعد بلاعذرتاخیرگناہ ہے، جرمانہ میں ایک قربانی کرنی ہوگی۔البتہ عورت کوحیض یانفاس آجائے تواختتام حیض ونفاس کے بعد پاک ہوکرطواف کرے گی۔ جب تک عورت طواف زیارت نہیں کرلے گی اپنے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی اگرچہ مدت گزر جائے۔اگرطواف زیارت نہ کیاجائےتوحج نہ ہوگا۔ **واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ**

کتبہ:محمدعبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

کتاب النکاح والطلاق

نکاح میں کلمہ پڑھاناضروری نہیں

مسئلہ: از:ظہوراحمدرحمانی پیش امام جامع مسجد، دلی راجھرا، پوسٹ دلی راجھرا،ضلع درگ،ایم،پی

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

ایک مقام پرقاضی نے وقت نکاح لڑکااورلڑکی کوفرداًفرداًپانچوں کلمہ اورایمان مجمل وایمان مفصل پڑھایا،پھریہی پانچوں کلمہ اورایمان مجمل وایمان مفصل کا ترجمہ لڑکااورلڑکی سے فرداًفرداً کہلوایا،اورایجاب وقبول طرفین بموجودگئ وکیل گواہان اورحاضرین محفل بآوازبلندکرایاگیا،اورخطبۂ نکاح پڑھ کردعامانگ لی گئی۔اس وقت نکاح کی محفل میں کسی نے کچھ اعتراض نہیں کیا،نکاح کے دوسرے دن مخالف لوگوں نے شرعت اڑائی کہ لڑکااورلڑکی زانی اورزانیہ ہیں اورلڑکی کواس لڑکے کاحمل بھی ہے۔لہٰذاان لوگوں کا نکاح نہ ہوایہ نکاح باطل ہے۔لہٰذااستدعاہے کہ ازروئے شریعت کتب معتبرہ کےحوالے سے مطلع فرمائیں کہ یہ نکاح ہوایانہ ہوا؟ اورقاضی،وکیل اورگواہان پرکوئی شرعی جرم عائدہوایانہیں؟جواب جلدازجلدعنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

پانچوں کلمے اور ایمان مجمل وایمان مفصل وغیرہ کا پڑھانا ضروری نہیں، اور اگر پڑھایا تو کوئی حرج نہیں، صرف کلمہ پڑھائی کی بنیاد پر لڑ کا لڑکی کو بغیر ثبوت شرعی زانی اور زانیہ کہنا گناہ کبیرہ اور حرام ہے۔ بہتان لگانے والوں پر ضروری ہے کہ چار عادل گواہوں کی گواہی پیش کریں اور اگر گواہ عادل پیش نہ کرسکیں تو وہ شرعی حد اسی ۸۰ ر کوڑے لگائے جانے کے مستحق ہیں اور کبھی ان کی گواہی معتبر نہ ہوگی۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے: "وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا" (النور: ۴) لیکن اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ گواہ وقاضی پر کوئی الزام عائد ہوگا۔ نکاح صحیح ودرست ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

طلاقِ مغلظہ کے احکام پر ایک شبہ کا جواب

مسئلہ: از: آفتاب احمد تبسم، مقام چاندہ بتاریخ ۸ر جنوری ۱۹۷۳ء

جناب قبلہ وکعبہ مفتی صاحب جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے اس کے پہلے آپ کو ایک استفتاء بتاریخ ۱۲/ ۲۳/ ۷۲ ۱۹ء کو روانہ کیا تھا اس طرح کا کہ (یٰس خاں نے اپنی زوجہ فہمیدہ بیگم کو تین طلاق دیدی۔ اور مہر اور جہیز بھی اسی وقت طلاق دینے کے بعد واپس کر دیا گیا۔ اب فہمیدہ بیگم اپنے ماں باپ کے پاس ہے اور اب یٰس خاں اسی لڑکی فہمیدہ بیگم سے نکاح ثانی کرنا چاہتا ہے اور فہمیدہ بیگم کا خیال بھی یٰس خاں کے نکاح میں پھر سے آنے کا ہے اس کے بارے میں آپ کی طرف سے مجھے جو فتوی موصول ہوا ہے حلالہ کا وہ نظر ثانی کا مستحق ہے وہ اس لیے کہ آپ نے سورۂ بقرہ کی جس آیت کی روشنی میں فتویٰ دیا ہے وہ قابل عمل نہیں ہے۔ کیوں کہ سورۂ بقرہ کی نکاح کے متعلق جو آخری آیت پردگار عالم نے آخر میں اتاری ہے۔ آپ نے اس پر غور نہیں کیا اور آج تک عالم اسلام کے علمائے دین نے اس آیت کو نظر انداز کرتے آرہے ہیں اور عوام الناس کو مستفیض نہیں ہونے دیے۔ اور اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مطلقہ سے نکاح ثانی ہوسکتا ہے۔ صرف علمائے دین غور فرما کر اس آیت کو نکاح ثانی کے استعمال لاسکتے ہیں۔ وہ آیت یہ ہے "فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ" (البقرۃ ۲۳۲) اور اس آیت کی تائید میں صحیح بخاری شریف کامل اردو دار الفرقان دفتر آستانہ جامع مسجد دہلی کی حدیث شریف نمبر ۱۷۸۰ ص ۳۲۶ باب نکاح کے بیان کے مطابق راوی حضرت معقل بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بہن کا نکاح دوبارہ اس شخص سے کر دیا جس نے طلاق دیا تھا۔ اور آپ نے جو فتویٰ ہم کو روانہ کیے ہیں اس میں اور معقل بن یسار میں بہت بڑا فرق ہے جو قابل عمل معلوم نہیں ہوتا۔ پھر سے آپ سورۂ بقرہ کی آخری آیت نمبر ۲۳۱ اور بخاری شریف کی حدیث نمبر ۱۷۸۰ پیش نظر رکھتے ہوئے نکاح ثانی کا فتوی دیجیئے تا کہ پھر سے یٰس خاں اور اور فہمیدہ بیگم نکاح ثانی کرسکیں جیسا کہ بخاری شریف فہرست مضامین میں اس عنوان سے حدیث کا تمام آیا ہے کہ مطلقہ سے نکاح ثانی ہوسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن عظیم مترجم اعلیٰ حضرت

امام اہلِ سنت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے سیقول پارہ ۲ ص ۴۳ سورۂ بقرہ کی اسی آیت کی تفسیر میں اس آیت کو اور صحیح بخاری شریف کی حدیث شریف نمبر ۱۷۸۰ کو پورے وضاحت کے ساتھ درج کیے ہیں، اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مطلقہ سے نکاح ثانی ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد نکاح اور طلاق کی کوئی آیت سورۂ بقرہ میں نہیں ہے۔ اس وجہ سے آپ سے درخواست کی جاتی ہے کہ تمام کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن پاک اور صحیح بخاری شریف کی حدیث کو دیکھتے ہوئے پھر سے فتوی دیجئے تا کہ لوگوں میں جو اختلافات ہیں وہ دور ہو جائیں، کیوں کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ بخاری شریف کی حدیث شریف کی روشنی میں نکاح ثانی ہوسکتا ہے۔ جلد سے جلد جواب مرحمت فرمائیں۔ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

قرآن پاک جس ترتیب سے ہم تلاوت کرتے ہیں نزول کے اعتبار سے وہ ترتیب نہیں ہے بلکہ یہ ترتیب لوح محفوظ کی ترتیب ہے۔ جیسا کہ عام تفسیر کی کتابوں میں ہے۔ لیکن احکام ومواقع کے اعتبار سے بے شمار آیتیں ہیں جو بعد میں نازل ہوئیں مگر ترتیب میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پہلے لکھنے کا حکم دیا۔ یہ تمہید پہلے اس لیے رکھی گئی ہے کہ آپ نے جس آیت کو آخر میں سمجھا ہے وہ نزول واحکام کے اعتبار سے آخر نہیں۔ "فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ" (البقرۃ:۲۳۲) اور معقل بن یسار والی حدیث میں طلاق سے مراد طلاق بائن ہے۔ طلاق تین قسم کی ہوتی ہے رجعی، بائن، مغلظہ۔ رجعی کا حکم یہ ہے کہ عدت میں بغیر نکاح کے کچھ الفاظ مخصوصہ یا وطی یا بوسہ وغیرہ سے رجعت کر لی جائے۔ خواہ بیوی راضی ہو یا نہ ہو۔ اور بائن کا حکم یہ کہ بغیر عورت کی رضا مندی کے نکاح نہیں ہوسکتا اگر عورت راضی ہو تو شوہر اول سے بغیر حلالہ نکاح ہوسکتا ہے اور یہی آپ کی تحریر کی ہوئی آیت وحدیث کا مطلب ہے۔ اس سے پہلی والی آیت بھی اسی آیت کی مؤید "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ" (البقرۃ:۲۹) طلاق جس سے رجعت ہو سکے دو مرتبہ ہے پھر بھلائی سے روک لینا یا نیکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "اذا کان الطلاق بائناً دون الثلث فله ان یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها" [1] جب کہ طلاق بائن تین سے کم ہو تو شوہر کو اجازت ہے کہ اس سے عدت میں نکاح کرلے یا عدت پوری ہونے کے بعد۔ مغلظہ وہ تین طلاق ہیں جس سے بیوی اس طرح نکاح سے نکل جائے کہ بغیر حلالہ شوہر اوّل کے لیے حلال نہ ہو۔ لقوله تعالیٰ "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ" (البقرۃ:۲۳۰) اگر شوہر نے بیوی کو تین طلاقِ مغلظہ دے دی ہے تو وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے۔ اس آیت کا ترجمہ وتفسیر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے مترجم قرآن پاک میں دیکھ لیں۔ اسی آیت کی مؤید حضرت رفاعہ کی بیوی کی وہ حدیث مشہور ہے جس کو حضرت امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے [2] اور بطور سند فتوی میں پیش کی گئی تھی۔ عالمگیری جلد ثانی صفحہ ۴۹۳ پر ہدایہ سے منقول ہے "وان کان

---

(۱) الفتاوی الهندیه ج:۱، ص:۴۷۲، کتاب الطلاق، فصل فی ما تحل به المطلقة وما یتصل به

(۲) الصحیح للبخاری ج:۳، ص:۱۶۸، کتاب الشهادة، باب شهادة المختبیٰ

الطلاق ثلاثا فی الحرۃ لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا ویدخل بھا ثم یطلقھا او یموت عنھا ملخصا"۔(۱) اگر آزاد عورت کو تین طلاق دیدی تو شوہر اول کے لیے حلال نہیں، یہاں تک کہ وہ عورت دوسرے شوہر سے نکاح صحیح کرے، اور شوہر ثانی اس کے ساتھ دخول بھی کرے پھر طلاق دے یا مرجائے تو بعد عدت شوہر اول سے نکاح ہوسکتا ہے۔ شرح وقایہ جلد ثانی ص ۱۱۶ پر ہے "**ولا تحل حرۃ بعد ثلاث حتی یطأھا غیرہ بنکاح صحیح وتمضی مدۃ عدۃ طلاقہ او فوتہ**"۔(۲) آزاد عورت شوہر اول کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ اس سے شوہر اوّل کا غیر نکاح صحیح کے ساتھ وطی کرے اور اس کے طلاق کی یا موت کی عدت گزر جائے۔ خلاصہ یہ کہ اگر یسین نے اپنی بیوی فہمیدہ کو تین طلاق مغلظہ دے دی ہے۔ جیسا کہ سوال اوّل میں مصرح تھی تو فہمیدہ یسین کے لیے بغیر حلالہ ہرگز ہرگز حلال نہیں۔

آپ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر آج تک کے علمائے اسلام پر تنقید کی ہے اور آیت مذکورہ سے نظر انداز کرنے کا غلط الزام لگایا ہے لہٰذا آپ توبہ کریں۔ علمائے اسلام بالخصوص سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ ودیگر ائمۂ مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے سامنے قرآن پاک کی ایک ایک آیت اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ کی عبارات، اشارات، دلالات اور اقتضاء رہتے تھے۔ اور انہیں آیات واحادیث کی روشنی میں مسائل فقہیہ شرعیہ کا استنباط کر کے حکم نافذ کرتے تھے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

بغیر طلاق دوسرے سے نکاح جائز نہیں

مسئلہ: از: محمد خلیل احمد امام جامع مسجد امبیکاپور، سرگوجہ، ایم۔ پی ۲۹؍ذوقعدہ ۱۳۶۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں:

ایک لڑکی کا نکاح اس کے والدین نے ایک بوڑھے شخص سے کردیا اب وہ لڑکی اس کے ساتھ رہنے سے انکار کرتی ہے۔ اور بوڑھا شوہر طلاق دینے کے لیے آمادہ نہیں۔ اس سے رہائی کی کیا صورت ہے؟ تاکہ لڑکی کا نکاح دوسری جگہ ہوجائے۔ رہائی کی جو صورت ہو وہ تحریر فرمائی جائے۔ اگر کوئی شخص طلاق نامہ کی تحریر پڑھ کر شوہر کو سنادے اور شوہر کو چند آدمی زبردستی پکڑ کر دستخط کرالیں یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

جب تک شوہر طلاق نہ دیدے یا نہ مرجائے اس کی رہائی کی کوئی دوسری صورت نہیں اگر تحریر کوئی دوسرا شخص لکھے اور اسے

---

(۱) الفتاوی الھندیہ ج: ۱، ص: ۴۷۳، کتاب الطلاق، فصل فی ما تحل بہ المطلقۃ وما یتصل بہ

(۲) شرح الوقایہ ج: ۱، ص: ۸۹۰، کتاب الطلاق

سنادے اورشوہر سے مجبور کر کے طلاق نامہ پر دستخط لے لے اور اس کی نیت طلاق دینے کی نہ ہو تو طلاق نہ پڑے گی۔ ہاں اگر وہ اپنی زبان سے پڑھے اور دستخط کرے یا کسی سے طلاق نامہ پڑھوا کر سنے اور رضا مندی سے دستخط کر دے، یا انہیں زبان سے طلاق دیدے خواہ رضامندی سے یا مجبور کر کے طلاق پڑ ہی جائے گی۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ نا گپور

نکاح میں لڑکی کے نام میں غلطی ہو جائے تو کیا حکم؟

مسئلہ: از: عبدالکریم عفی عنہ محلہ قاضی پورہ، ہمیر پور، یو، پی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں:

زید کی شادی ایک شخص کے یہاں طے پائی اس کے یہاں اسی دن دو باراتیں آئیں تھیں۔ جب نکاح ہو چکا تو یہ معلوم ہوا کہ زید کا نکاح اس لڑکی سے ہو گیا ہے جس کو وہ نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی اس لڑکی سے زید کا نکاح ہونا طے ہوا تھا۔ اب زید کی اس غلط شادی ہو جانے کی وجہ سے زید پریشان ہے۔ اور وہ اس لڑکی کو طلاق دینا چاہتا ہے۔ کیا وہ طلاق دے سکتا ہے؟ مطلع فرمائیں کرم ہوگا۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر اس لڑکی کا نام اور اس کے والد کا نام ظاہر کیا گیا نیز لڑکی کی صفت بھی بیان کر دی گئی تھی، کہ وہ بڑی ہے یا چھوٹی ہے یا منجھلی، غرض اس کی تعیین گواہوں کے سامنے ہو گئی تو نکاح صحیح ہو گیا۔ اب اگر زید کسی وجہ سے اسے رکھنا نہیں چاہتا تو طلاق دے سکتا ہے۔ اور اگر گواہوں کے سامنے لڑکی کی تعیین نہیں کی گئی تو وہ نکاح صحیح نہ ہوا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے "لو کان لرجل بنتان کبری اسمها عائشة وصغری اسمها فاطمة واراد ان یزوج الکبری وعقد باسم فاطمة ینعقد علی الصغری"(۱)۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ نا گپور

طلاق میں اضافت کا بیان

مسئلہ: از: عبدالکریم عفی عنہ محلہ قاضی پورہ، ہمیر پور، یو، پی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں:

۱

ایک شخص نے کچھ روپیہ اپنی قمیص کی جیب میں رکھ کر اپنے گھر میں رکھ دیا، کچھ دیر بعد واپس آنے پر قمیص میں روپیہ نہ ملنے کے سبب اس کی تحقیق کی، گھر کے سبھی افراد سے دریافت کیا کسی نے نہ بتایا۔ اس نے اپنی بیوی سے بھی روپیوں کے بارے میں تحقیق کی۔ شوہر کے پوچھنے پر بیوی بہت ناراض ہوئی اور کہا کہ یہ مجھے چور سمجھتا ہے اور مجھ پر اعتبار نہیں کرتا ہے، غرض کہ بہت الٹی سیدھی باتیں کیں اس پر شوہر کو غصہ آ گیا اور اس نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق طلاق طلاق کہہ کر بیوی کو طلاق دیدی۔ کرم فرما کر مطلع فرمائیں کہ کیا طلاق ہوگی؟ اگر ہوگی تو کس قسم کی ہوگی؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں شخص مذکور کی بیوی پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور وہ اس شخص کے نکاح سے ایسی نکل گئی کہ بغیر حلالہ ان دونوں کا آپس میں نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

کافر مرد و عورت مسلمان ہوجائیں تو نکاح باقی رہے گا

مسئلہ: از: محمد عبد اللہ خاں نگینہ مسجد ادن ضلع ایوت محل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

زید اور اس کی بیوی ہندہ دونوں غیر مسلم ہیں اور یہ دونوں اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں دونوں کو کلمہ ایک ساتھ پڑھانا چاہیے یا پہلے ایک کو پھر دوسرے کو؟ اگر یکے بعد دیگرے کلمہ پڑھایا گیا تو اس صورت میں ہندہ عقد سے باہر تو نہ ہوگی یا تاخیر کی کوئی حد ہے کہ ایک گھنٹہ کے بعد یا دس پندرہ منٹ کے وقفہ سے دوسرے کو کلمہ پڑھایا گیا یعنی دونوں کو اسلام قبول کرنے میں کتنی تاخیر پر تجدید نکاح کی ضرورت پڑے گی؟

الجواب بعون الملک الوھاب

دونوں کو بیک وقت کلمہ پڑھائے یا یکے بعد دیگرے چونکہ دونوں نے اسلام لانے کو قبول کرلیا ہے لہٰذا تجدید نکاح کی ضرورت نہیں، ہاں اسلام پیش کرنے کے بعد اگر دونوں میں سے کوئی ایک انکار کرجائے اور بعد میں اسلام لائے تو تجدید نکاح کی ضرورت پڑتی۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

طلاقِ مغلظہ کے بعد بغیر حلالہ کے عورت حلال نہیں ہوگی

مسئلہ: از: عبدالحمید، نظام الدین پور کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ زید اور اس کی بیوی ہندہ کے درمیان گھریلو باتوں کی وجہ سے جھگڑا ہوا۔ ہندہ اپنے گھر سے دوسرے کے گھر چلی گئی، زید اپنی بیوی کو تلاش کرتا ہوا بکر کے گھر پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ ہندہ بکر کے گھر میں موجود ہے، تو زید نے بکر کے گھر پر ہی ہندہ کو گالی وغیرہ دینا شروع کر دیا اور غصہ کی حالت میں زید نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ تو اگر گھر نہیں چلتی تو میں تجھے طلاق دیتا ہوں، متعدد بار اسی طرح سے کہتا چلا گیا۔ بکر کے گھر سے باہر نکل کر بھی یہی بات پھر دہرایا کہ میں نے تجھے طلاق دیا میں نے تجھے طلاق دیا طلاق دیا اور زید کی بیوی ہندہ کا بھی یہی کہنا ہے کہ میرے شوہر زید نے مجھ سے یہی کہا کہ اگر تو گھر نہیں چلتی تو میں تجھے طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں اور بکر کا بھی اسی طرح کہنا ہے، لیکن بکر کے گھر ہی کی ایک عورت کا کہنا ہے کہ زید نے جھگڑے کے درمیان پتہ نہیں کیا کیا کہا، مجھے یاد نہیں رہ گیا صرف اتنا ہی یاد ہے کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کے لیے کئی بار کہا کہ میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ زید کی بیوی ہندہ اپنے شوہر کے گھر چلی آئی، فوراً اسی وقت تھوڑی دیر بعد۔ اب صورتِ مسئولہ میں ہندہ پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ **بینوا وتوجروا۔** فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

جب بکر کے گھر سے نکلتے ہوئے زید نے اپنی بیوی کو کہا میں نے تجھے طلاق دیا میں نے تجھے طلاق دیا طلاق دیا تو بہر حال زید کی بیوی ہندہ پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ اب ہندہ زید کے لیے بغیر حلالہ ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔ **لقولہ تعالیٰ** ”فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ“ (البقرۃ:۲۳۰)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۵/ذوالحجۃ ۱۳۹۲ھ

کیا والدہ کی باپ شریک بہن سے نکاح جائز ہے؟

مسئلہ: از: حبیب الرحمان ریٹائرڈ تحصیلدار، معرفت حافظ عبدالستار پٹیل، گجری بازار کامٹی

مکرمی ومحترمی مفتی عبدالرشید صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مندرجہ ذیل حالات میں شرعی حکم کیا ہے آگاہ کریں نوازش ہوگی۔

(۱) میرے لڑکے عطاء الرحمٰن کی حقیقی نانی یعنی حقیقی والدہ کی حقیقی والدہ کے انتقال کے بعد لڑکے کے حقیقی نانا حقیقی والدہ کے حقیقی والد نے دوسرا نکاح کیا، اس نکاح سے پیدا شدہ لڑکی نفیسہ سے عطاء الرحمان کا نکاح جائز ہے؟ کیا کسی بھی امام کے نزدیک اختلاف ہو تو مخالف اور موافق کون ہے؟

(۲) اگر نکاح درست نہیں اور نکاح ہو چکا ہے اور فریق باہم رجوع بھی ہو چکے ہیں تو معاملہ کیوں کر درست کیا جائے بطریق شریعت؟

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) ماں کی سوتیلی (باپ شریک) بہن سے نکاح حرام ہے اس لیے عطاء الرحمٰن کا اس لڑکی سے نکاح صحیح نہیں۔ **بقولہ تعالیٰ "وخالتکم"** (النساء:۲۳)

(۲) اگر عطاء الرحمٰن کا اپنی ماں کی باپ شریک بہن کے ساتھ نکاح ہو گیا ہے تو دونوں پر ضروری ہے کہ فوراً علاحدگی اختیار کرلیں اور توبہ کر کے خدا سے معافی چاہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

غیر شرعی نکاح سے مولود بچے کا حکم

مسئلہ: از: حبیب الرحمان ریٹائرڈ تحصیلدار، معرفت حافظ عبدالستار پٹیل، گجری بازار کامٹی

اگر اس غیر شرعی نکاح سے حمل قرار پایا ہو یا ولادت وقوع پذیر ہو تو پیدا ہونے والے بچے کی کیا حیثیت ہوگی؟ اس کی پرورش وغیرہ کی ذمے داری کس پر ہوگی؟ نیز مہر، طلاق، نان ونفقہ وغیرہ کے متعلق بھی وضاحت کریں۔ جواب کے لیے ڈاک لفافہ بھی ارسال ہے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

یہ نکاح اگرچہ صحیح نہیں ہوا لیکن بچہ ثابت النسب قرار دیا جائے گا۔ کیوں کہ نکاح فاسد سے پیدا شدہ بچہ ثابت النسب ہوتا ہے لہٰذا اس کی پرورش کے مصارف عطاء الرحمٰن کے ذمہ ہوں گے، عورت کا نفقہ عطاء الرحمٰن پر نہیں البتہ مہر لازم ہوگا، وہ محل طلاق نہیں بلکہ متارکہ ہوگا اور متارکہ کی صورت یہ ہے کہ عطاء الرحمٰن کہے میں نے اسے چھوڑا۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

عدت گزارے بغیر نکاح ثانی کا حکم اور عدت کب واجب ہوتی ہے اور کیوں؟

مسئلہ: از: سید منہاج الدین، ضلع پریشد اردو پرائمری اسکول پچور ضلع چاندہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

ہندہ کم سے کم دس سال سے اپنے والدین کے گھر میں تھی اس مسلسل طویل علیحدگی کے بعد شوہر سے طلاق حاصل کرلی گئی، شوہر نے بخوشی طلاق دیدی۔ تو کیا اب زید سے طویل علیحدگی کے سبب ہندہ کے لیے عدت طلاق واجب نہیں؟ بغیر عدت گزارے ہی ہندہ کا نکاح ثانی کیا جا سکتا ہے؟ یہاں ایک صاحب کا کہنا ہے کہ عدت تو رحم کی صفائی کے لیے ہے اور ہندہ تو اپنے شوہر سے دس

سال الگ رہی اسے عدت کی ضرورت نہیں، بغیر عدت کے بھی اس کا نکاح ہوسکتا ہے۔لہٰذا ان صاحب کے قول کے بموجب نکاح بھی ہوگیا اور ایام عدت ہی میں ہندہ کا نکاح بھی ہوگیا تو کیا از روئے شریعت ہندہ کا نکاح درست ہوا؟

(۱) اس نکاح سے متعلق شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۲) مسلسل علیحدگی کے سبب اب ہندہ کے لیے عدت واجب ہے کہ نہیں؟

(۳) ان صاحب کا قول کہ عدت تو رحم کی صفائی کے لیے ہے اور ہندہ تو دس سال شوہر سے الگ رہی، لہٰذا اس کے لیے عدت واجب نہیں وہ نکاح کرسکتی ہے کہاں تک درست ہے؟

(۴) شریعت مطہرہ میں عدت کس لیے واجب قرار دی گئی ہے؟

(۵) ایسے نکاح خواں اور نکاح میں شرکت کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جب کہ ان میں کچھ ائمۂ مساجد بھی ہوں۔ سوالات بالا کا جواب مفصل مدلل عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔فقط۔

الجواب بعون الملک الوہاب

صورتِ مسئولہ میں ہندہ پر عدت گزارنا ضروری تھا کہ عدت طلاق کے بعد ہے۔**لقولہ تعالیٰ** "**يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ**" (البقرۃ:۲۲۸) مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔ہدایہ میں ہے "**وابتداء العدۃ فی الطلاق عقیب الطلاق**" (۱) طلاق میں عدت کی ابتدا طلاق دینے کے بعد ہے۔ان دلائل شرعیہ کی روشنی میں

(۱) ہندہ کا نکاح ثانی درست نہ ہوا دونوں پر ضروری ہے کہ فوراً علیحدہ ہوجائیں۔

(۲) عدت چوں کہ طلاق کے بعد مشروع ہے لہٰذا ہندہ پر عدت واجب ہے اگرچہ دس سال سے ہندہ اپنے شوہر سے جدا ہے۔

(۳/۴) عدت رحم کی صفائی کے لیے ہے، لیکن یہ صفائی طلاق کے بعد دیکھی جائے گی نہ قبل طلاق جیسا کہ ثبوت اوپر گزرا۔ لہٰذا جس شخص نے شریعت اسلامیہ کے قانون کو نظر انداز کرتے ہوئے محض اپنے قیاس فاسد سے نکاح ثانی کا حکم دے دیا وہ سخت گنہگار ہوا اور عورت و مرد کے درمیان گناہوں کا ذمہ دار ہوا کہ عدت میں نکاح کو حلال سمجھنا کفر ہے۔اور اگر حلال نہ سمجھے جب بھی اسے علانیہ طور پر توبہ کرنی چاہیے۔

(۵) جن جن لوگوں نے اس نکاح میں جان بوجھ کر شرکت کی خواہ نکاح پڑھایا یا گواہ بنے یا ایسے ہی شریک رہے سب پر توبہ ضروری ہے بغیر توبہ کے ایسے ائمہ کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

بچے کا نسب ثابت ہونے نہ ہونے کی چند صورتیں

مسئلہ: از: عبد القیوم خاں رضوی، کوربا ۲۱/ اپریل ۷۳ء

---

(۱) الھدایہ ج:۱، ص:۴۰۵، کتاب الطلاق، باب العدۃ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں:
زید تقریر کے درمیان یہ بیان کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کو طلاق دیدے اور اس کو دو سال کے بعد بھی بچہ پیدا ہوا ہو تو وہ بچہ اسی شخص کا مانا جائے گا جس کے عقد میں وہ پہلے تھی اور بچہ حلال مانا جائے گا؟

الجواب بعون الملک الوھاب

یہ اس صورت میں ہے جب کہ طلاق رجعی دی ہو اور اگر طلاق بائن یا طلاق مغلظہ دی ہو اور دو سال کے بعد بچہ پیدا ہوا ہو تو اس بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔ ہاں اگر شوہر دعویٰ کرے کہ اسی کا بچہ ہے یا عورت کو جڑواں بچہ پیدا ہوا اور اس میں ایک دو سال کے اندر اندر پیدا ہوا اور دوسرا دو سال کے بعد تو دونوں بچے ثابت النسب قرار پائیں گے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے "**ولو جاءت به لاكثر من سنتين ان كان الطلاق رجعياً يثبت النسب ويصير مراجعا لهما وان كان الطلاق بائنا لا يثبت النسب مالم يدع الزوج فاذا ادعى الزوج يثبت منه**" (۱) تنویر الابصار اور درمختار میں ہے "**ولو بتمامهما لا يثبت النسب الا بدعوته والااذا ولدت توأمين احدهما لاقل من سنتين والآخر للاكثر**" (۲) ردالمحتار میں ہے "**قوله والا اذا ولدت توأمين الى آخره اى فيثبت نسبهما**" ملخصاً (۳)
لہٰذا زید کو کسی عالم کے بغیر بتائے ہوئے ایسی باتیں ہرگز نہیں بتانی چاہیے۔ کیوں کہ ایسے مسائل بیان کرنے میں عوام کے گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے اور زید کم علمی کے سبب عوام کو مطمئن نہ کر سکے گا۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۵/ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

غصّے میں تین طلاق دینے کا حکم

مسئلہ: از: نور محمد بھائی، سیہورہ، ضلع بھنڈارہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:
کچھ دن ہوئے ہماری گھر والی، ماں، بھابھی صاحبہ اور بھتیجی بیٹھے تھے۔ اتفاق سے ہماری والدہ اور گھر والی سے جھگڑا ہونے لگا تھا، اتنے میں میں آیا اور دیکھنے کے بعد میں نے اپنی گھر والی سے کہا: اماں کو کچھ مت بول۔ پھر بھی وہ غصہ میں اتنی تھی کہ مان نہیں رہی تھی باہر سے غصہ میں میں بھی آیا تھا اور میرا غصہ ان دونوں کا جھگڑا دیکھتے ہوئے میں اپنے آپ میں نہیں تھا، میں اپنے پورے

---

(۱) الفتاوی الهندیه ج:۱، ص:۵۳۷، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب
(۲) الدرالمختار ج:۱، ص:۲۵۱، کتاب الطلاق، فصل فی ثبوت النسب
(۳) رد المحتار ج:۳، ص:۵۴۱، کتاب الطلاق، فصل فی ثبوت النسب

ہوش وحواس میں نہیں تھا، اس درمیان میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ بلقیس تو ابھی بھی مان جا نہیں تو میں تجھے طلاق دے دوں گا۔ اس کے پندرہ منٹ کے بعد ہم دونوں میں جھگڑا ہونے کا اندیشہ تھا مجھے تو کچھ بھی ہوش نہیں تھا کہ میں اپنے آپ کو خودکشی کرلوں یا زہر کھالوں اس درمیان میں نے اپنی گھر والی سے بولا کہ جا بلقیس تجھے طلاق طلاق طلاق اتنا کہہ کر میں غصہ سے باہر چلا گیا۔ مجھے تو کچھ ہوش نہیں تھا کہ میں نے کیا کیا ہے۔ مگر ہماری بھابھی اور بچی نے بتایا کہ آپ نے طلاق طلاق طلاق بولا ہے، مگر میں تجھے طلاق دے رہا ہوں اس طرح نہیں بولا۔ ہم اپنی گھر والی کو بہت چاہتے تھے آج تک جھگڑا نہیں ہوا اور ہم اچھے سے رہتے تھے اس درمیان ہماری تین بچیاں ہیں ایک پانچ سال کی دوسری تین سال کی اور تیسری ایک سال کی۔ اس وقت میری بیوی میرے پاس نہیں ہے اب میرے حق میں نیک صلاح کیا ہے؟ شریعت کے مطابق کوئی اگر راستہ نکلتا ہو جس سے طلاق نہ ہو اب طلاق ہوئی یا نہیں جہاں تک ہو سکے راستہ نکلے تو ٹھیک ہے کیونکہ تین بچی کا سوال ہے۔ برائے مہربانی مطلع فرمائیں۔ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

عقل کا بالکلیہ زائل ہو جانا خصوصاً فی زماننا بہت نادر ہے اگر واقعی عقل اس طرح زائل ہو گئی تھی کہ قائل کو یہ خبر نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور کیا ارادہ کر رہا ہے، اسے طلاق دینا قطعاً یاد نہیں، تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی۔ وہ دونوں حسب سابق میاں بیوی ہیں۔ مگر اس کی پوری ذمے داری سائل کی گردن پر ہے۔ اگر طلاق دینا کچھ بھی یاد ہے تو تین طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی۔ پھر جان بوجھ کر ایسی عورت کو اپنے پاس رکھنا حرام اشد حرام اور زنائے محض اور اس سے اولاد ولد الزنا ہوگی۔ لہٰذا ایسی عورت کو اپنے سے جدا ہی رکھے تا کہ حرام کے ارتکاب سے محفوظ رہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا حرام ہے

مسئلہ: از: سید محمد اقبال عبدالرزاق میاں، ناگانی گونڈلوی از مالیامیانا ۲۳ رمئی ۱۹۷۳ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

زید نے ایک عورت سے شادی کی ہے لیکن اس عورت سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اس لیے اولاد کی تمنا میں وہ شخص اپنی اہلیہ کی سگی بہن سے شادی کرے تو بحکم شرع جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ایک شخص کے گھر میں دو سگی بہنیں نکاح میں ہوں تو اس کے لیے شریعت مطہرہ کا کیا حکم عائد ہوگا؟ پھر اس شخص کے لیے جائز صورت کیا ہونی چاہیے؟ براہ کرم جواب بالتفصیل تحریر فرمائیے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا حرام ہے۔ ارشاد ربانی ہے "**وَ اَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَیۡنَ الۡاُخۡتَیۡنِ**" (النساء: ۲۳) اور تم پر حرام ہے کہ دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرو۔ حدیث میں ہے "**من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یجمعن ماءہ**

فی رحم اختین"۔(۱) جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنا پانی (منی) کو دو بہنوں کے رحم میں جمع نہ کرے۔ جواز کی صورت یہ ہے کہ زید اپنی بیوی کو طلاق بائن دے اور اس کی عدت گزر جائے یا بیوی کا انتقال ہو جائے تو بیوی کی بہن سے نکاح ہو سکتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

مہر شرعی کی مقدار کم از کم کتنی ہے؟

مسئلہ: از: سید محمد اقبال عبد الرزاق میاں، ناگانی گونڈلوی از مالیا میانا ۲۳ رمئی ۱۹۷۳ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

نکاح کے لیے مہر ہندوستانی حساب سے کتنے روپئے شرعاً مقرر کرنے کا حکم ہے، یہاں پر لوگ پانچ روپیہ دس روپیہ مہر مقرر کرتے ہیں کیا یہ مہر جائز ہے؟ حد شرع سے کم مہر مقرر کیے جانے سے نکاح میں تو کوئی خلل واقع نہ آئے گا؟ برائے کرم جواب مفصل تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

الجواب بعون الملک الوھاب

مہر شرعی کم از کم دس درہم ہے اور ایک درہم شرعی تین ماشہ ایک رتی اور ایک رتی کا پانچواں حصہ چاندی ہے۔ اس اعتبار سے دس درہم شرعی دو تولہ سات ماشہ چار رتی چاندی ہوئی۔ سکۂ رائج الوقت سے اتنی چاندی کی قیمت لگائی جائے کم از کم مہر کی مقدار وہی ہوگی، اگر اس سے کم مہر مقرر کیا گیا تو نکاح ہو جائے گا مگر پورے دس درہم یا اس کی قیمت دینا واجب ہوگا۔ قدوری میں ہے "**فان سمی اقل من عشرۃ فلھا العشرۃ**"۔(۲)۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

اپنا اصلی نام تبدیل کر کے نکاح کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: جانب طرفے میر انور علی، ریٹائر ریلوے کلرک

حضرت مفتی قبلہ عبد الرشید صاحب السلام علیکم

خیریت مزاج شریف آپ کو تکلیف دیتے ہوئے آپ کی خدمت میں کچھ سوالات پیش کر رہا ہوں از راہ کرم فتویٰ عنایت کرنے سے عین نوزاش ہوگی۔ بے ادبی اور تکلیف معاف۔ فقط۔

---

(۱) الہدایۃ ج:۲، ص:۲۸۸، وفی الدرایۃ علی ھامش الھدایۃ حدیث "من کان یؤمن الخ" ل ماجدہ وفی نصب الرایۃ قلت حدیث غریب وفی الباب احادیث (نصب الرایۃ: ج:۳، ص:۱۶۸)

(۲) مختصر القدوری ج:۱، ص:۱۴۷

ایک شخص پہلے ایک شادی کیا۔ اصل اس کی پیدائش کا یعنی فال کا نام۔ اپنے والد کا سچا نام۔ نکاح کے دفتر میں پیش کر کے پہلا نکاح رہا۔ شادی ہونے کے بعد ایک ماہ کوئی پولیس کیس اس پر دائر ہونے پر وہ فرار ہو کر ٹاٹا اور کلکتہ اس طرف قریب دس بارہ سال رہ کر وہ پھر واپس آیا اس کے غم میں اس کی شادی والی بیوی انتقال کر گئی۔ اس شخص نے دوسری شادی کیا۔ اپنا اصلی نام اپنے والد کا اصلی نام بدل کر دوسرا نکاح کیا اپنا نام بدل دیا۔ والد کا نام بھی بدل دیا۔ دوسری شادی جہاں ہوئی وہاں کی مسجد کے نکاح دفتر میں دوسرا دیا ہوا نام درج کیا گیا۔ اس طرح نام بدل کر دوسرا نکاح کیا سو جائز ہے حلال ہے یا حرام کہلاتا ہے؟ یہ دوسری نکاح کی ہوئی اس کی بیوی ایک مسجد کے پیش امامت کرنے والے مولانا سے قریب تھی، وہ اسی شخص کے گھر کھانا، سونا، ہر بات کیا کرتی تھی۔ اس مولانا صاحب نے اس عورت کو محبت کر کے وہ عورت اپنے دو لڑکیوں کو چھوڑ کر مولانا صاحب کے ساتھ پینڈرا روڈ چلی گئی۔ اس کے ہاتھ کی چوڑی وغیرہ پہن کر قریب پندرہ دن اس کے پاس رہی۔ پتہ چلنے پر اس شخص نے ایک ریٹایر مسلمان حولدار پولیس کے پینڈارلے جا کر کچھ چال چلنے پر عورت وہاں صاف صاف کہ دی کہ تم میری چھوٹی بہن سے نکاح کر لو۔ میں مولانا کے ہاتھ کی چوڑی پہن لی ہوں، میں ان سے نکاح کر کے رہوں گی۔ پولیس حولدار دھمکی دے کر مولانا کو اس کی اصلی بیوی کو اور یہ شخص کی بھاگی ہوئی عورت کو ''ڈلی راجھر'' لا کر اچھی طرح مولانا کو مار کر بھگا دیئے وہ عورت کو اپنے گھر میں رکھ لیا ہے۔ کچھ دن کے بعد بھگوڑی عورت کی والدہ وہ اپنے گھر لے جا کر اس کو کچھ ایسا سبق سکھائی کہ تو کچھ دن پاگل کی طرح بن جانا۔ تا کہ مولانا جو بھگا کر لے گیا رہا، اس نے تعویذ گنڈا اور کچھ علم تیرے پر کر کے بھگا کر لے گئے جیسا چند صاحبوں کو معلوم ہو جانے پر تیرا خاوند تیرے کو اپنے گھر رکھے گا اس طرح سبق سکھا دی۔ اس کو قریب دو تین ماہ کا حمل بھی رہا تھا اس کی والدہ نے دوائی وغیرہ کر کے حمل بھی گروا دی کچھ دن پاگل قریب دو ماہ رہی، پھر اس کو ناگپور کوئی درگاہ شریف لے جا کر بہانا کر کے اچھی ہو گئی کر کے لے کر آ گئی۔ یہ عورت ابھی اس شخص کے پاس میں ہے۔ قریب اس شخص کے حمل سے پھر ایک لڑکی پیدا ہوئی، قریب ایک سال کی ہے۔

از راہِ کرم اس عورت نے نام بدل کر جو کیا ہے وہ نکاح حلال ہے یا حرام؟ اور مولانا کے ساتھ بھاگ گئی، مولانا کے ساتھ دوسرے دیس میں پندرہ دن رہی اس کے نام کی چوڑی پہن لی۔ یہ دونوں کا یعنی سوالوں کا جواب فتوی عنایت کرو گے تو عین نوازش ہو گی۔ آپ کی خدمت میں پورا حادثہ پیش کیا ہوں جواب کا منتظر ہوں بے ادبی اور تکلیف معاف۔ فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوھاب

نام بدل کر نکاح کیا لیکن لڑکی کو یا لڑکی کے اولیا کو معلوم تھا کہ فلاں شخص سے نکاح کیا ہے تو نکاح صحیح ہو گیا وہ عورت اس مرد کی بیوی ہے۔ مولوی صاحب کی چوڑی پہن لینے سے اس کی بیوی نہیں ہو سکتی۔ اس بیچ میں جو کچھ ہوا وہ سب ناجائز و حرام ہوا۔ سب توبہ کریں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

کیا وہابیوں سے نکاح ہو سکتا ہے؟

مسئلہ: از: شہادت حسین مینیجر، بیڑی کارخانہ مادھوگڑھ، ضلع ستنا، ایم، پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین در یں مسئلہ:

زید تاج المساجد بھوپال جہاں کہ وہابیوں کا مرکز ہے تعلیم پاتا ہے اور ممبر بھی ہے اور بکر سنّی ہے زید بکر کی لڑکی سے شادی کر رہا ہے، جب کہ زید نے اپنے گاؤں میں اپنے ایک دوست کے پاس خط لکھا کہ تم تبلیغ جاری رکھنا جیسا کہ تمہیں بتایا گیا ہے۔ زید کے دوست نے دس بارہ جوان لڑکوں کے ساتھ دوستی قائم کر کے انہیں تبلیغ کرنا شروع کیا کہ محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب اپنی بیٹی فاطمہ کو نہیں بخشوا سکتے تو ہم لوگوں کو کیا بخشوائیں گے۔ ایک کتاب دکھا کر انہیں سمجھانا شروع کیا، یہ بات عوام پر ظاہر ہوگئی اور کافی اختلاف پیدا ہوگیا۔ آیا بکر کی لڑکی کا نکاح زید سے جائز ہوگا یا نہیں؟ بکر کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

آج کے وہابیوں کو ان کے اکابر مولویوں سے یہ بات وراثت میں ملی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہیں بخشوا سکتے تو ہم لوگوں کو کیا بخشوائیں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہابیوں نے اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں توہین کر کے اپنے اوپر کفر کو لازم کرلیا ہے اس لیے ان کی بخشش نہیں ہوگی نہ ان کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی۔ ہاں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت مسلمانوں کے لیے ہے۔ ترمذی وابوداؤد نے حضرت انس سے اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ حدیث روایت فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "**شفاعتی لاھل الکبائر من امتی**"(۱) میری شفاعت میری اُمت کے بڑے بڑے گنہگاروں کے لیے ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے گنہگاروں کی شفاعت فرما کر بخشش کروا سکتے ہیں تو کیا معاذ اللہ اپنی لختِ جگر سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء کو نہیں بخشوا سکتے؟ یہ تو کوئی وہابی دریدہ دہن ہی کہہ سکتا ہے۔ در مختار (فقہ حنفی کی مشہور کتاب) میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے "**لقوله علیه السلام کل سبب ونسب ینقطع بالموت الا سببی ونسبی**"(۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ہر سبب اور نسب موت سے ختم ہو جاتا ہے مگر میرا نسب قیامت باقی رہے گا۔ رہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا "**یا فاطمة انقذی نفسك من النار فانی لا املك من الله شیئا**" اے فاطمہ اپنے آپ کو عذابِ نار سے بچاؤ کہ بغیر اذن الٰہی میں عذاب خدا سے بچانے کا مالک نہیں اس کے تحت اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے "وایں غایت تخویف وانذار ومبالغہ آنست والافضل بعضے ازیں مذکورین ودر آمدن ایشاں بہشت را وشفاعت آں سرور عصاۃ امت را چہ جائے اقربا وخویشاں وی باحادیث صحیحہ ثابت شدہ است" یعنی اس حدیث سے ایمان لانے اور اس پر ثابت قدم رہنے پر انتہائی خوف دلانا اور مبالغہ کرنا ہے ورنہ ان میں سے بعض کا جنت میں داخل ہونے کا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اُمت گنہگار کے لیے احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ چہ جائے کہ حضور اپنی بیٹی اور قرابت داروں کو نہ بخشوائیں۔ مشکوٰۃ کی ایک دوسری حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ میں قیامت کے دن ہر اس گنہگار امت کو بخشوا کر جنت میں داخل کروں گا جس نے شرک نہیں کیا ہے۔

---

(۱) سنن الترمذی ج:۴، ص:۶۲۵، ابواب صفة القیام، حدیث: ۲۴۳۵، باب ماجاء فی الشفاعة

(۲) الدر المختار ج:۱،ص:۱۱۷، کتاب الجنائز،باب صلاۃ الجنازۃ

مطلب یہ کہ مسلمان ہزار گنہگار رہوں سرکار دو عالم ﷺ یقیناً اس کی شفاعت فرما کر جنت میں داخل فرمائیں گے۔ لہٰذا اس شخص کا یہ کہنا کہ محمد ﷺ اپنی بیٹی کو نہیں بخشوا سکتے تو ہم لوگوں کو کیا بخشوائیں گے اس کی بدعقیدگی بدباطنی اور گمراہی کا کھلا مظاہرہ ہے۔ زید اگر وہابی ہے یا وہابی مسلک کی تائید کرتا ہے تو کافر و مرتد ہے اور مرتد کا نکاح نہ کسی مسلمہ سے ہوسکتا ہے نہ مرتدہ سے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "لا یجوز له ان یتزوج امرأة مسلمة ولا مرتدة الخ"(۱) لہٰذا زید کا نکاح بکر کی لڑکی سے نہیں ہوسکتا۔ اگر کرے گا تو نکاح باطل اور زنائے محض اور اولاد ولدالزنا ہوگی۔

واللہ اعلم بالصواب ورسوله ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

طلاق کی تحریر غائب ہو، عورت طلاق کا اقرار کریں تو دوسرے نکاح کا حکم

مسئلہ: از: مولوی محمد سلیمان خان، پیش امام مسجد چھوٹا پارہ رائپور

گرامی قدر حضرت مولانا مفتی اعظم عبدالرشید خاں صاحب زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ایک معروضہ پیش خدمت ہے۔ مندرجہ ذیل مسئلہ کا جواب عندالشرع مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

ایک حلف نامہ بابت طلاق کہ طلاق نامہ لکھا ہوا ہے اور وہ آٹھ روز کے اندر پیش کر دیں گے اس وقت موجود نہیں ہے اور خدا ورسول ﷺ کو حاضر وناظر جان کر حلف لکھوا کر دستخط کے پر نکاح کر دیا گیا اور دو ماہ گزر گیا طلاق نامہ کی تحریر پیش نہیں کیے ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ اور نکاح پڑھانے والے کے لیے اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ خدا ورسول ﷺ کا حوالہ دے کر چند مسلمانوں نے اور لڑکی اور لڑکی کا باپ اور بھی مسلمانوں نے مکمل تصدیق کیے اور دستخط کیے۔ امید کہ کتب حدیث کا حوالہ دے کر جواب عنایت فرماویں نوازش وکرم ہوگا۔ جواب کے لیے لفافہ ارسال ہے۔ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر تحریر ہذا سے مقصد یہ بتانا ہے کہ کسی نے کہا کہ فلاں لڑکی کو اس کے شوہر نے طلاق تحریری طور پر دیدی ہے اور طلاق نامہ ابھی موجود نہیں ہے بلکہ آٹھ روز کے بعد طلاق نامہ پیش کر دیا جائے گا اور اس طلاق نامہ کی تصدیق لڑکی نے اور لڑکی کے والد اور دوسرے مسلمانوں نے بھی کر دی تو اگر شوہر اوّل سے عدت گزر جانے کے بعد نکاح ہوا تو یہ نکاح صحیح ہوگیا اگرچہ طلاق نامہ اب تک پیش نہیں کیا گیا۔ درمختار میں ہے "اخبرها ثقة ان زوجها الغائب مات او طلقها ثلاثاً او اتاها منه کتابا علی ید ثقة بالطلاق ان اکبر رأیها انه حق فلا باس ان تعتد و تزوج و کذا لو قالت امرأته لرجل طلقنی زوجی وانقضت عدتی لابأس ان ینکحها"(۲) یعنی اگر ایک عادل نے عورت کو خبر دی کہ اس کے غائب شوہر کا انتقال ہو

---

(۱) الفتاوی الھندیه ج:۲،: ۲۵۵، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین

(۲) الدر المختار ج:۳، ص:۵۲۹، کتاب الطلاق، باب العدۃ

گیا یا اسے تین طلاق دیدی ہے یا یہ کہ ایک عادل کے ہاتھ سے عورت کے پاس شوہر کا طلاق نامہ آیا اگر عورت کا غالب گمان یہ ہے کہ خط اس کے شوہر ہی کا ہے تو عدت گزار کر شادی نکاح کرے اسی طرح عورت نے کسی مرد سے کہا کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی اور میری عدت پوری ہو چکی ہے تو کوئی حرج نہیں کہ آدمی اس عورت سے نکاح کرے۔ ردالمحتار میں ’’علی ید ثقة‘‘ کی شرح یوں کی گئی ہے ’’**هذا غير قيد كما في الولوالجية وفي الجامع الفصولين اخبرها واحد بموت زوجها او بردته او بتطليقها حل لها التزوج**‘‘ (۱) یعنی عادل کی قید ضروری نہیں جیسا کہ ولوالجیہ میں ہے اور جامع الفصولین میں ہے کہ خبر دی عورت کو ایک آدمی نے کہ اس کا شوہر مر گیا یا مرتد ہو گیا یا اسے طلاق دیدی ہے تو اس عورت کے لیے عدت گزارنے کے بعد نکاح کرنا حلال ہے اور جب نکاح صحیح ہو گیا تو پڑھانے والے پر کوئی مواخذہ نہیں۔ یوں ہی اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

حالتِ اکراہ میں طلاق لکھ دینے کا حکم

مسئلہ: از: کلوخان، بشیر خان، پان خان، حنیف خان، کرامت خان، عبدالغفور خان اور طیب خان اچھے پور۔

حضور قبلہ عالم مولانا مفتی اعظم عبدالرشید خاں صاحب دارالافتاء جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بابت ذیل مسئلہ غور فرما کر حقیر پر احسان وکرم فرمائیں۔ عبدالدیّان خان ولد کلوخان ساکن اچھے پور، تحصیل سورج پور، ضلع سرگوجہ کی عورت نام رابعہ بی والد صابر خان موضع سندھورا کسی جھگڑے کی وجہ سے رابعہ بی اپنے والد کے ساتھ سندھورا چلی گئی اور بعدہٗ ماں کے اپنے شوہر عبدالدیّان کے اوپر کھانے وکپڑے کے بارے میں شہڈول عدالت میں نالش کر دی لہٰذا عبدالدیّان ۳/ پیشی اپنے ساتھ ۲/ ۲ یا ۳/ ۳ آدمی لے کر اپنے ساتھ جاتا رہا۔ مورخہ ۶/ ۳/ ۱۹۷۳ء کو پیشی میں اکیلا گیا تھا۔ جب عبدالدیّان ریلوے اسٹیشن سے رکشہ میں بیٹھ کر عدالت کے پھاٹک تک پہنچا تو فوراً شیخ محمد رکشہ کو روک لیا اور کہا کہ تم کو رابعہ بی کو طلاق دینا ہوگا تب عبدالدیّان نے کہا کہ میں طلاق نہیں دوں گا۔ اتنے میں عدالت کے اندر پہنچ گئے تو عبدالدیّان نے دیکھا کہ یہ لوگ پانچ آدمی تھے یعنی آصف خاں اور نظام خاں وقلم خان شیخ محمد اور ایک بھدرو نام کا ہندو بھی تھا۔ یہ پانچوں آدمی عبدالدیّان کو گھیر لیا اور بولے کہ تم کو آج رابعہ بی کو طلاق دینا ہی ہوگا تو عبدالدیّان نے کہا کہ میں طلاق نہیں دوں گا اس کے بعد عبدالدیّان کو یہ لوگ باہر لے آئے اور کہے کہ تم طلاق دے دو ورنہ تم کو سونٹائی کیا جائے گا تب عبدالدیّان دوڑ کر اپنے وکیل صاحب کے پاس گیا اور وکیل صاحب سے قصہ سنایا تو وکیل صاحب نے کہا تم طلاق مت دینا، مقدمہ چلنے دو، لیکن شیخ وغیرہ نے پھر سے عبدالدیّان کو گھیر لیا اور سب مل کر بولے کہ تم کو رابعہ بی کو طلاق دینا ہوگا ضرور ضرور۔ تب عبدالدیّان نے بہت کچھ کہا مگر یہ لوگ نہیں مانے اور رابعہ بی سے بھی لوگوں نے کہا تم طلاق لے لو۔ اس پر رابعہ بی بولی میں طلاق نہیں لوں گی۔ تب شیخ محمد نے کہا: ارے آصف دو جوتا رابعہ بی کو لگاؤ طلاق

---

(۱) رد المحتار ج:۳، ص:۵۲۹، کتاب الطلاق، باب العدة

کیسے نہیں لے گی کہہ کر شیخ وغیرہ نے فوراً رابعہ بی کے وکیل کو بلا لائے اور وکیل سے طلاق کا مضمون لکھایا اور عبدالدیّان سے کہہ کر اب تم لکھو تب عبدالدیّان سمجھ لیا کہ اگر طلاق نہیں لکھتا ہوں تو یہ پانچ آدمی ہیں اور میں اکیلا ہوں بہت دور دراز ریل وموٹر سے جانا ہے کہیں نہ کہیں مجھ کو ہلاک کر ڈالیں گے اس ڈر سے عبدالدیّان نے کہا بولو کیا لکھوں تب شیخ وغیرہ نے کہا: لکھو میں نے رابعہ بی کو تین طلاق دیا میں نے رابعہ بی کو تین طلاق دیا۔ اس طرح تین سطر لکھایا اور چوتھے جملہ پر لکھایا کہ میں نے ہندہ سے بھی کہہ دیا۔ اتنا لکھ کر دستخط بھی لکھالیا اس کے بعد عبدالدیّان ان کے گھیرے سے نکل گیا تب یہ لوگ رابعہ بی سے دین مہر معاف کرنے کا کاغذ لکھ کر دستخط کرایا لیکن رابعہ بی دستخط کر دی لیکن زبان سے کچھ نہیں بولی اس کے بعد لوگوں نے دین مہر معافی کا کاغذ عبدالدیّان کو دے دیا اور فوراً رابعہ کو ساتھ لے کر ریلوے اسٹیشن کو چلے گئے لیکن عبدالدیّان شام تک اپنے وکیل کے ساتھ رہا بعد اس کے سروس میں بیٹھ کر بڑھارا چلا گیا۔ جس گاڑی سے عبدالدیّان کو گھر آنا تھا اس کو چھوڑ دیا ان کے ڈر سے پچھلے وقت کی گاڑی سے بڑھہارا سے مینڈرگڑھ آیا اور میندرگڑھ سے سروس میں سورج پور بر گرآیا اس کے بعد رابعہ بی تین ماہ بعد خود بخود اپنے شوہر عبدالدیّان کے پاس چلی آئی اور اپنے بچہ کو آغوش میں لے لی جسے چھوڑ کر گئی تھی۔ اور ساتھ عبدالدیّان کے رہتی ہے جیسے پہلے رہتی تھی۔ اس صورت حال میں حضور ارشاد گرامی ہو کہ اب عبدالدیّان کو کیا عمل اختیار کرنا چاہیے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر عبدالدیّان صاحب کو واقعی یقین تھا کہ اگر وہ لوگوں کے مجبور کرنے پر طلاق نامہ پر نہیں لکھتے تو لوگ انہیں مار ڈالتے یا کوئی عضو بیکار کر ڈالتے تو اگر زبان سے تحریر نہیں پڑھی اور نہ طلاق دینے کا ارادہ تھا بلکہ مجبور کر دینے پر لکھ دیا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”رجل اکرہ بالضرب والحبس علی ان یکتب طلاق امرأته فلانة بنت فلاں ابن فلاں فکتب امرأته فلانة بنت فلاں ابن فلانطالق لا تطلق امرأته“(۱) آدمی مار یا قید کے ذریعہ مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی بیوی فلانۃ بنت فلاں ابن فلاں کو طلاق نامہ لکھے تو اس نے لکھ دیا کہ فلانۃ بنت فلاں ابن فلاں کو طلاق ہے تو اس کی عورت کو طلاق نہیں پڑے گی۔ وہ عورت بدستور عبدالدیّان کی بیوی ہے۔ ہاں اگر طلاق دینے کے ارادے سے لکھا یا زبان سے پڑھ دیا تو البتہ تین طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی۔ مگر اس کی پوری ذمہ داری عبدالدیّان کے سر ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

بالغہ لڑکی کا والدین کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: خادم ایس ایم حافظ طالب الدین بنارسی، مقام ڈومن ہل پوسٹ سوناونی ضلع سرگوجہ

مکرمی جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

---

(۱) الفتاوی الھندیه ج:۱، ص:۳۷۹، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی ایقاع الطلاق

اگر ایک قوم کی لڑکی اپنی ہی قوم کے لڑکے سے اپنی مرضی کے مطابق عقد کرنا چاہتی ہے لیکن اس کے ماں باپ اس لڑکے سے شادی کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ اور اس لڑکی کے گارجین اس لڑکے سے جو اپنی مرضی سے عقد کرنا چاہتی ہے نہ کریں گے تو اس کا یہی کہنا ہے کہ اگر تم لوگ اس لڑکے سے میری شادی نہیں کروگے تو میں زہر کھا کر مرجاؤں گی۔ یوں تو شک ہے کہ وہ کہیں دیگر قوم نہ ہوجائے تو ایسی صورت میں حضرت صحیح حدیث سے مطلع فرمائیں اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

بالغہ عاقلہ لڑکی پر اولیاء کا جبر کرنا جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں سراج وہاج سے منقول ہے "**لا یجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل من اب او سلطان بغیر اذنها بکراً کانت او ثیباً فان فعل ذلك فالنکاح موقوف علی اجازتها فان اجازته جاز وان ردته بطل**"(۱) باپ یا بادشاہ میں سے کسی کے لیے جائز نہیں کہ بالغہ عاقلہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کردے، خواہ لڑکی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ۔ اگر کسی نے کر دیا تو نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ اگر وہ جائز کردے تو جائز ہوجائے گا اور رد کردے تو باطل ہوجائے گا۔ بلکہ اگر بالغہ عاقلہ بلا اذن ولی اپنا نکاح کفو میں کرے تو نکاح صحیح ہوجائے گا اگر چہ ولی یا باپ اس نکاح سے راضی نہ ہو۔ اسی عالمگیری میں ہے "**نفذ نکاح حرة مکلفة بلا ولی عند ابی حنیفة وابی یوسف فی ظاهر الروایة کذا فی التبیین سئل شیخ الاسلام عطاء ابن حمزه عن امرأة شافعیة بکر بالغة زوجت نفسها من حنفی بغیر اذن ابیها والاب لا یرضی ورده هل یصح هذا النکاح قال نعم وکذلك زوجت نفسها من شافعی**"(۲) لہٰذا اگر لڑکی چاہے تو اس لڑکے سے نکاح کرسکتی ہے اگر چہ اس کے ماں باپ راضی نہ ہو ماں باپ کے لیے مناسب ہے کہ لڑکی کی مرضی کے مطابق نکاح کردے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

شوہر کا لکھا ہوا طلاق نامہ شوہر کے علاوہ کوئی اور لا کر دے تو طلاق کا حکم

مسئلہ: از: خادم ایس ایم حافظ طالب الدین بنارسی، مقام ڈومن ہل پوسٹ سوناونی ضلع سرگوجہ

مکرمی جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اگر جاوید نے اپنی منکوحہ کو خط میں تین ۳/ طلاق تحریر کردیا لیکن خط جو ملا منکوحہ کو نہیں ملا لیکن کسی دوسرے کو ملا، وہ لا کر جاوید کی منکوحہ کو خط دیدیا تو ایسی صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟ منکوحہ اب اس پر حرام ہوگی یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

---

(۱) الفتاوی الهندیه ج:۱، ص:۲۸۷، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الاولیاء
(۲) الفتاوی الهندیه ج:۱، ص:۲۸۷، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الاولیاء

الجواب بعون الملک الوھاب

جاوید کی منکوحہ پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ درمختار میں ہے "**ولو کتب علی وجه الرسالة والخطاب کان یکتب یا فلانة اذا اتاك کتابی هٰذا فانت طالق طلقت بوصول الکتاب**"۔(۱) لہٰذا جاوید کی منکوحہ ایسی حرام ہو گئی کہ بغیر حلالہ کے جاوید کے لیے حلال نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: **محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی**

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

دیوبندی خیالات والے کے ساتھ نکاح کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: خادم ایس ایم حافظ طالب الدین بنارسی، مقام ڈومن ہل پوسٹ سوناونی ضلع سرگوجہ

مکرمی جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دیوبندی طور طریقے اپنانے والے کے ہمراہ عقد وغیرہ کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

ہرگز جائز نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: **محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی**

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

مرد کتنی شادی کرسکتا ہے؟

مسئلہ: از: خادم ایس ایم حافظ طالب الدین بنارسی، مقام ڈومن ہل پوسٹ سوناونی ضلع سرگوجہ

مکرمی جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مرد کتنی شادی کرسکتا ہے کتنی عورتوں تک حد ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

بیک وقت ایک شخص کے نکاح میں چار بیویاں رہ سکتی ہیں۔ قرآن کا ارشاد ہے "**فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ**" (النساء:۳)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: **محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی**

---

(۱) الدرالمختار ج:۳، ص:۲۴۶، کتاب الطلاق

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

کیا طلاق نامہ تحریر کرنے سے طلاق ہوجاے گی؟

مسئلہ: از: صدر عبدالسبحان انصاری، محمد حنیف انصاری جنرل سکریٹری، مرکزی تنظیم جماعت فلاح الانصار بھیلواڑہ چتورگڑھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

زید نے نابالغی کی حالت میں ہندہ سے نکاح کیا اور ہندہ بالغ ہونے کے بعد بھی زید کے مکان پر نہیں پہنچی اور نہ خلوتِ صیحہ ہوئی۔ ہندہ کے بالغ ہونے کے بعد بھی زید کے اصرار پر ہندہ سسرال نہیں گئی۔ زید نے مجبور ہوکر دوسری لڑکی سے شادی کرلی زید اور ہندہ کی قوم کی جب پنچایت ہوئی تو ہندہ طلاق لینے کے لیے اپنے والد کو مختار کل بنا کر درخواست پیش کروائی۔ زید نے کہا کہ ہندہ اگر مہر معاف کردے تو میں طلاق دینے کو تیار ہوں۔ ہندہ کے والد نے پنچوں میں یہ اقرار کیا کہ میں اپنی لڑکی ہندہ سے بہرصورت مہر معاف کرواکر تحریر پیش کرنے کا ذمہ دار ہوں، آپ میری لڑکی کو طلاق دلوائیے۔ اس پر زید نے ہندہ کو مہر معاف کرنے کی شرط پر سر مجلس مرکزی تنظیم جماعت فلاح الانصار بھیلواڑہ چتورگڑھ کے طلاق نامہ تحریر کردیا۔ یہ طلاق نامہ ہندہ کے والد نے اپنی دختر ہندہ کو دیا اور تقریباً ڈیڑھ سال تک خاموشی اختیار کی اور تنظیم کو کسی طرح کی کوئی اطلاع نہیں دی۔ اور تاریخ ۲۰ رمئی ۱۹۷۳ء کو ہندہ کا نکاح ثانی دوسری جگہ ہوگیا اور وہ واپس اپنے نئے سسرال سے اپنے میکے آگئی۔ بعدہ اس نے تاریخ ۲ رجون ۱۹۷۳ء کو ایک درخواست تنظیم کے نام بذریعہ اپنے والد کے پیش کی جس میں واضح طور پر لکھا کہ جب میرے والد نے طلاق نامہ بشرط معافی نامہ مہر کے مجھے دیا تو میں نے یہ شرط نامنظور کردی اور اسی درخواست میں ہندہ نے مہر کا مطالبہ کیا اور لکھا کہ اگر تنظیم نے میری مہر نہیں دلوائی تو میں عدالت کے ذریعہ وصول کرونگی۔

جواب مرحمت فرمائیں کہ جب زید نے ہندہ کو مہر معاف ہونے کی شرط پر ہی طلاق دیا ہے اور ہندہ نے بھی آج تک مہر معاف نہیں کیا اور مہر کا مطالبہ کررہی ہے ایسی حالت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوگئی تو مہر لینے کی حق دار ہے یا نہیں؟ وضاحت سے جواب ارشاد فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں اگر ہندہ نے اپنے والد کو مہر وغیرہ لینے یا معاف کردینے کا مختار کل (وکیل) بنایا تھا تو ہندہ کو مہر وصول کرنے کا حق نہیں اور اگر ہندہ نے باپ کو مہر کرنے کا وکیل نہیں بنایا تھا اور باپ نے لڑکی سے مہر معاف کرانے کی شرط پر طلاق لی اور وہ ضامن ہوا اور جب لڑکی کو خبر پہنچی اور اس نے رد کردیا جب بھی طلاق واقع ہوجائے گی اور لڑکی کو شوہر سے نصف مہر لینے کا حق ہے۔ مگر شوہر لڑکی کے باپ سے وصول کرے گا۔ ردالمحتار وفتاویٰ عالمگیری میں ہے "واللفظ للعالمگیری وان ضمن وقع الطلاق فاذا بلغ الخبر الیھا فاجازت نفذ علیھا وبرء الزوج وان لم تجز رجعت علیہ بمھرھا والزوج

یرجع علی الاب بحکم الضمان"۔ (۱)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۶؍ رجمادی الاخریٰ ۱۳۹۳ھ

نابالغ لڑکی کے نکاح کی چند صورتیں

مسئلہ: از: الفقیر محمد معطر علی رضوی خطیب وامام جامع مسجد، نواپارہ راجم، ضلع رائے پور، ایم۔پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

تقریباً بارہ سال کی عمر میں ایک لڑکی اپنے گھر سے ایک لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی۔ احمد نگر میں لڑکی کے بڑے بھائی نے اپنی وکالت سے اس کا نکاح کر دیا۔ البتہ نکاح کے گواہان شرابی تھے۔ ایسی صورت میں کیا یہ نکاح شرعی طور پر صحیح ہوا یا نہیں؟ اگر نکاح صحیح ودرست ہوا تو اگر لڑکے نے طلاق نہیں دیا ہے تو لڑکی کی منگنی دوسری جگہ جائز ہے یا نہیں؟ اور درصورت عدم طلاق جو لوگ اس منگنی میں شریک ہوئے وہ لوگ کس گناہ کے مرتکب ہوئے؟ اور ان کو اب کیا کرنا چاہیے؟ کیا ان لوگوں کے لیے تجدید ایمان ونکاح فرض ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر لڑکی اس عمر میں بالغ ہوگئی تھی اور اس کی رضامندی سے اس کے بھائی نے اپنی وکالت سے نکاح کر دیا یا وہ راضی نہیں تھی اور بھائی نے نکاح کر دیا اور جب اس کے نکاح ہو جانے کی خبر پہنچی تو اس نے رد نہیں کیا بلکہ جائز کر دیا تو نکاح صحیح ہو گیا۔ یا اس عمر میں نابالغ تھی اور اس کے بھائی نے نکاح کر دیا تو اول بلوغ کے وقت اگر اس نے رد نہیں کیا جب بھی نکاح صحیح ہو گیا۔ اور اگر بوقت نکاح بالغ تھی مگر نکاح سے راضی نہیں تھی یا نابالغ تھی تو اول بلوغ میں اس نے نکاح کو رد کر دیا تو نکاح صحیح نہ ہوا۔ (کمافی الکتب العامۃ) نکاح صحیح ہو جانے کی صورت میں بغیر طلاق کے دوسری جگہ منگنی جائز نہیں۔ جن جن لوگوں نے جان بوجھ کر اس میں شرکت کی ہے سب توبہ کریں۔ اگر حلال سمجھ کر شریک ہوئے تو تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

نکاح کی صحت کے لیے لڑکی کی اجازت مان لی جائے گی

مسئلہ: از: محمد صادق

قبلہ جناب مفتی صاحب آداب۔ بعد آداب تسلیمات کے میں ایک سوال آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اس فتوے کا

---

(۱) الفتاوی الھندیہ ج:۱، ص:۵۰۳، کتاب الطلاق، الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمہ

جواب جلدی بھیجنے کی مہربانی کریں گے۔

آج سے چھ سال پہلے ایک لڑکی عمر تقریباً ۱۵/۱۶ سال کی ایک لڑکے کے بہکانے میں ساتھ چلی گئی تھی۔لڑکے نے تین چار شرابی مسلمان اور ایک ہندو کو بلایا اس وقت وہاں پر لڑکی کا بڑا بھائی بھی موجود تھا۔لڑکے نے اور تینوں شرابی مسلمان اور وہ ہندو یہ سب مل کر لڑکی کے بڑے بھائی کو مجبور کیے کہ نکاح کرادو۔اس وقت لڑکی کے بڑے بھائی نے کافی انکار کیا مگر وہ لوگ مجبور کرتے رہے اور یہ طے کیے ہوئے تھے کہ اگر نہیں مانے گا تو شراب پی کر جان سے ماردیں گے۔ان سب مجبوری کی وجہ سے لڑکی کے بڑے بھائی کو اجازت دینی پڑی۔نکاح پڑھانے والے نے لڑکی کو کچھ نہیں پڑھایا صرف ان تینوں شرابی مسلمانوں میں سے ایک نے لڑکی سے جا کر کہا کہ یہ نکاح کا کاغذ ہے ۱۵۰ روپیہ مہر ہے دستخط کردو۔لڑکی نے ہندی میں دستخط کردی۔کیوں کہ لڑکی اردو نہیں پڑھی تھی،نکاح جو پڑھانے آیا تھا اس کی داڑھی نہیں تھی۔بعد میں تینوں چاروں مسلمان اور وہ ہندو شراب پی کر خوب جشن منائے،تو کیا یہ نکاح جائز ہوا یا ناجائز؟

الجواب بعون الملک الوهاب

صورتِ مسئولہ میں لڑکی سے یہ کہا جانا کہ یہ نکاح کا کاغذ ہے ایک سو پچاس روپیہ مہر ہے دستخط کردو بغیر عذر دستخط کر دینا اس کی رضامندی پر دلیل ہے۔عالمگیری میں ہے "**قبول المهر اجازة**"(۱) اور بالفرض راضی نہ بھی تھی لیکن اسے جب نکاح ہو جانے کی خبر پہنچی تو اس نے رد نہیں کیا بلکہ ایک مدت تک اس کے ساتھ رہ کر نکاح کو جائز کر دیا لہٰذا نکاح صحیح ہو گیا۔عالمگیری میں ہے "**زوج رجلا امرأة بغير اذنها فقالت لم يعجبني ما فعل او قالت مرا خوش نيامد ايں كار لا يكون رداً حتى لو رضيت بعد ذلك ينفذ النكاح**"۔اسی عالمگیری میں چند سطر بعد ہے "**رجل زوج امرأة من رجل بغير امرها فبلغها الخبر فقالت باك نيست فهذا الاجازة**"(۲)

والله اعلم بالصواب ورسوله ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

جب تک شوہر اوّل طلاق نہ دے،عورت دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی

مسئلہ: از: حسین خاں پیش امام مسجد،سکتی،پوسٹ سکتی،ضلع بلاسپور،ایم پی

قبلہ مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس مسئلہ میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں کہ گھاسی خان مہر النساء بیگم دونوں میاں بیوی ہیں۔آپس کی نااتفاقی کے جھگڑے سے گھاسی خان کی بیوی مہر النساء اپنے والد دولت خاں کے یہاں چلی آئی اور اپنے والد کے یہاں قریب پانچ سال تک رہی۔اس

---

(۱) الفتاوی الهنديه ج:۱، ص:۲۹۹، الباب السادس فی الوكالة بالنكاح و غيره
(۲) المراجع السابق

دوران میں اس کا خاوند گھاسی خان اس کو لینے بھی نہیں آیا اور نہ خرچ وغیرہ دیا۔ مہر النساء کے والد دولت خان صاحب نے اپنی لڑکی مہر النساء کا نکاح دوسرے گاؤں میں گل شیر خاں کے ساتھ کر دیا اور گل شیر خاں کو دولت خان نے کہا کہ اس لڑکی کا طلاق ہو گیا کہہ کر بتا دیا۔ عرصہ ۱۷ر سال ہو گیا ہے، گل شیر خان کی طرف سے مہر النساء کے پانچ بچے ہیں اور گل شیر خان اور مہر النساء ایک ہی جگہ رہتے ہیں۔ اب گاؤں والے ۱۷ر سال کے بعد طلاق کا ثبوت دولت خان سے پوچھتے ہیں کہ گھاسی خان نے اگر طلاق دیا ہے تو ثبوت پیش کرو۔ دولت خان کا کہنا ہے کہ ہم دیہات میں رہتے تھے وہاں پر ایک گھر بھی مسلمان کا نہیں تھا ہم نے ہندو لوگوں کے سامنے طلاق دلوایا تھا اور لکھوا کر بھی رکھوایا تھا، مگر وہ آدمی سب مر چکے ہیں، اس میں سے کوئی بھی زندہ نہیں ہے اور نہ لکھا ہوا کاغذ ہمارے پاس ہے چوں کہ ہمارے گھر میں آگ لگ گئی، سب مکان جل گیا اور طلاق کا کاغذ بھی جل گیا ہے، ہم کہاں سے لائیں۔ گھاسی خان کا کہنا ہے کہ میں طلاق نہیں دیا ہوں۔ گاؤں والے سب بولے کہ عرصہ ۱۷ر سال کا ہو گیا ہے تمہاری بیوی کو گئے گل شیر خان کے پاس اور اس کی طرف سے پانچ بچے بھی ہیں۔ تو تم اب طلاق دے دو۔ سو اسی سال جنوری ر ۱۹۷۳ء میں گھاسی خان نے مہر النساء کو طلاق دیا اور پہلے شوہر گھاسی خان کو دوسرے شوہر گل شیر خان سے ۵۱ر روپئے پنچ لوگ دلوا دیئے کہ غریب آدمی ہے خرچ اس کو دینا ہوگا۔ بہر حال پوچھنا یہ ہے ۱۷ر سال کے عرصہ میں جو بچے گل شیر خان مہر النساء کی طرف سے ہوئے ہیں وہ سب بچے جائز ہوئے کہ ناجائز ہوئے یا ولد الزنا ہوئے؟ اور گل خان کا نکاح کرنا صحیح ہوا؟ یا اب طلاق دینے کے بعد عدت گزار کر گل شیر خان کو دوسرا نکاح کرنا ہوگا؟ عورت مہر النساء کا کہنا ہے کہ میں طلاق لینا نہیں چاہتی ہوں اگر اب طلاق لوں گی تو بچے سب ناجائز ہو جائیں گے۔ لہٰذا اس مسئلہ کا خلاصہ جواب تحریر فرمائیں۔

نوٹ: مہر النساء کا نکاح شیر خان کے ساتھ ہوا ہے یا نہیں اس کو پہلے والا شوہر گھاسی خان بھی جانتا ہے اور مہر النساء بھی جانتی ہے کہ میرا پہلے والا شوہر زندہ ہے ایک دوسرے کو سب بات کا علم ہے، صرف گل شیر خان کو معلوم نہیں تھا کہ اس کے مرد نے طلاق نہیں دیا تھا وہ تو دولت خان کے نکاح کا ثبوت دینے پر نکاح کیا تھا۔ لہٰذا گل شیر خان کا وہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ خلاصہ تحریر فرمائیں گے۔ جواب کے لیے لفافہ روانہ ہے۔ فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوھاب

مہر النساء یا مہر النساء کے باپ کے ذمہ دو گواہ عادل پیش کرنا ہے کہ شوہر گھاسی خان نے مہر النساء کو طلاق دے دی ہے۔ اگر وہ گواہ پیش نہ کر سکیں جیسا کہ سوال میں مذکور ہے، تو شوہر اول گھاسی خان کا قول معتبر ہوگا۔ اور طلاق جنوری ر ۱۹۷۳ء سے واقع ہوگی۔ اب طلاق کے بعد مہر النساء عدت گزارے، عدت پوری ہو جانے کے بعد گل شیر خان سے نکاح ہو سکتا ہے۔ اس ۱۷ر سال کے طویل عرصہ میں جو کچھ ہوا وہ حرام ہوا اور اولاد ولد الحرام ہوئیں۔ چوں کہ گل شیر خان سے یہ کہا گیا تھا کہ مہر النساء مطلقہ ہے اور بعد میں معلوم ہوا کہ مطلقہ نہیں ہے، تو اس پر کچھ گناہ نہیں، البتہ اطلاع پانے کے بعد متارکہ ضروری تھا۔ متارکہ یہ ہے کہ گل شیر خان کہے کہ میں نے مہر النساء کو چھوڑا، اب مہر النساء پر دو عدتیں ہیں ایک طلاق کی اور دوسری متارکہ کی۔ قرآن کا ارشاد ہے "وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ" (البقرۃ: ۲۲۸) مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔ عالمگیری

میں ہے "**ولو تزوج بمنکوحۃ الغیر وھو لا یعلم انھا منکوحۃ الغیر فوطئھا تجب العدۃ**"(۱) یعنی غیر کی منکوحہ سے نکاح کیا اور اس سے وطی بھی کر لی تو عدت واجب ہے۔ پھر اگر گل شیر خان نے طلاق سے پہلے متارکہ کیا اور جنوری ر ۱۹۷۳ء سے اب تک تین حیض آ گئے تو مہر النساء کی دونوں عدتیں پوری ہو گئیں اور اگر گل شیر خان نے متارکہ نہیں کیا اور طلاق کی عدت پوری ہو چکی تو اب متارکہ کی عدت گزارے۔ اس کے بعد گل شیر خان سے نکاح ہو سکتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ مہر النساء طلاق قبول نہ کرے تو بچہ صحیح اور قبول کر لینے پر ولد الحرام ہوگا، بلکہ وہ قبول کرے یا نہ کرے اس پر طلاق واقع ہو گئی۔ اور پانچوں بچے ولد الحرام ہوئے۔ گل شیر خان سے نکاح صحیح نہ ہوا۔ عدت کے بعد دوبارہ نکاح ضروری ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

کسی کی منکوحہ یا معتدہ کا غیر سے نکاح حرام ہے

مسئلہ: از: چاند خان، جامع مسجد کمیٹی ٹرسٹ یانڈرکوڑہ

(۱) کیا کوئی ایسا مسئلہ ہے جس کی بناء پر بغیر طلاق شدہ عورت کا نکاح دوسرے شخص سے کیا جا سکتا ہے، ایسے قاری النکاح اور یا قاضی کے متعلق کیا فتویٰ عائد ہو سکتا ہے؟

(۲) کیا کسی عورت کا عدت کے دوران نکاح ثانی کیا جا سکتا ہے؟ ایسے قاری النکاح اور یا قاضی امامت کے لیے موزوں ہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱، ۲) ایسا نکاح حرام ہے۔ وہ نکاح صحیح نہ ہوا جو دوسرے کی منکوحہ ہوتے ہوئے یا دوسرے کی عدت میں ہوتے ہوئے کسی غیر سے نکاح ہو۔ ارشاد ربانی ہے "**والمحصنٰت من النساء**" اور حرام ہیں شوہر والی عورتیں۔ اور دوسری آیت میں ارشاد ہے: "**وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ**" (البقرۃ: ۲۲۸) مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "**لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ و کذلک المعتدۃ کذا فی السراج الوھاج سواء کانت العدۃ عن طلاق او وفاۃ الخ**"(۲)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

---

(۱) الفتاوی الھندیہ ج:۱، ص:۲۸۰، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات

(۲) الفتاوی الھندیہ ج:۱، ص:۲۸۰، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس التی یتعلق بھا حق الغیر

دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا حرام ہے، اور ایسے نکاح خواں کا حکم

مسئلہ: از: چاند خان، جامع مسجد کمیٹی ٹرسٹ یانڈر کوڑہ

کیا دو حقیقی بہنوں کا نکاح کسی ایک شخص سے دونوں کی حیات میں کیا جا سکتا ہے؟ کیا ایسا شخص قاری النکاح بن سکتا ہے اور کیا وہ امامت کر سکتا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام قطعی اور قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ ارشاد ربانی ہے "**وَ اَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَیۡنَ الۡاُخۡتَیۡنِ**" (النساء: ۲۳) یعنی تم پر دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے "**من یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یجمعن ماءہ فی رحم اختین**" (۱) جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ دو بہنوں کے رحم میں اپنا پانی نہ ڈالے۔ لہٰذا ان تمام صورت بالا میں جان بوجھ کر نکاح پڑھانا حرام اور پڑھانے والا فاسقِ معلن ہے اور حلال سمجھ کر پڑھانا کفر ہے۔ اس پر توبہ وتجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہے تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔ بہر حال ایسا شخص لائق امامت نہیں۔ ایسے کو امام بنانا گناہ اور اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز کا لوٹانا واجب ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

حاملہ کے نکاح کا حکم

مسئلہ: از: چاند خان، جامع مسجد کمیٹی ٹرسٹ یانڈر کوڑہ

کیا کسی حاملہ عورت کا نکاح کسی اور شخص سے جن کا حمل نہ ہو پڑھایا جا سکتا ہے؟ اور ایسا نکاح پڑھانے والا شخص قاضی یا امام بننے کے قابل ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر وہ حمل شوہر کا ہے اور اس نے طلاق نہیں دی ہے یا طلاق دیدی ہے مگر عدت میں ہے تو اس کا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "**وَ الۡمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوۡٓءٍ**" (البقرۃ: ۲۲۸) اور اگر وہ حمل زنا کا ہے تو زانیہ کا نکاح زانی اور غیر زانی دونوں سے صحیح ہے، پھر اگر وہ حمل اسی کا ہے تو اس سے وطی بھی جائز ہے اور اگر اس کا حمل نہیں تو تا وضع حمل اس سے وطی جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "**قال ابو حنیفۃ ومحمد رحمھما اللہ یجوز ان یتزوج امرأۃ حاملاً من الزنا ولا یطأ حتی تضع**" دوسطر بعد ہے: "**اذا تزوج امرأۃ قد زنیٰ ھو بھا وظھر بھا حبل**

(۱) الھدایۃ ج:۲، ص:۲۸۸، قال صاحب الدرایۃ علی ھامش الھدایۃ: لم اجدہ وفی الباب عن ام حبیبۃ انھا قالت: یارسول اللہ انکح اختی ، قال: انھا لا تحل لی ۔ متفق علیہ

فالنكاح جائز عند الكل وله ان يطأها عند الكل"(۱) ایسا نکاح پڑھانے والے پر کوئی مواخذہ نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

شوہر بیوی کو چھوڑ کر چلا جائے اور نان ونفقہ بھی نہ بھیجے تو کیا کیا جائے؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلمائے دین درج ذیل مسئلے میں:

عبدالرؤف اپنی عورت کو ماں باپ کے گھر چھوڑ کر نوکری کرنے کے لیے گیا اور آج قریب دس سال سے زیادہ ہو گیا نہ کوئی خوراک نہ پوشاک اپنی عورت کے لیے بھیجا اور نہ کوئی خبر کیا نہ زندگی نہ موت کی خبر لیا۔ عورت کے ماں باپ دونوں فوت کر گئے، اس عورت کو کھانا کپڑا دینے والا کوئی نہیں ہے، اب اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عورت غیر قوم کے گھر جا کر تین روز سے تھی۔ جب مسلمانوں کو خبر ہوئی تو بمشکل اس عورت کو اپنے گھر قبضہ میں رکھے ہیں۔ تین انجمن کمیٹی کی یہ عرض ہے کہ آپ مسئلہ دیکھ کر فرمائیں اور آرڈر دیں کہ اس عورت کو کسی مسلمان مرد کے ساتھ نکاح کر دیا جائے ورنہ ایک روز اس عورت کے ذریعہ خون خرابہ ہو جائے گا؟

الجواب بعون الملک الوهاب

ہر امکانی کوشش کی جائے کہ عبدالرؤف اپنی بیوی کو طلاق دیدے یا بیوی مہر وغیرہ معاف کر کے شوہر سے خلع کرائے اگر اس پر عبدالرؤف راضی نہ ہو تو انجمن یا وہاں کے عام مسلمان اسلامی ہمدردی میں کورٹ کے ذریعہ شوہر سے طلاق دلوائیں۔ اسلامی قانون کی رو سے عورت بغیر شوہر کے طلاق دئے یا انتقال کیے دوسری شادی نہیں کر سکتی۔ عورت کو چاہیے کہ خوفِ خدا دل میں رکھ کر ایسی غلطی نہ کرے جس سے مسلمانوں کے جان ومال محفوظ نہ رہ سکیں۔(۲)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

ایک طلاق دے کر شوہر غائب ہو گیا تو غیر سے نکاح کا حکم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلمائے دین درج ذیل مسئلے میں:

نورالدین نے اپنی عورت کو ایک طلاق دے کر آج عرصہ تیرہ سال ہو گئے اور وہ باہر کا رہنے والا تھا اس کا کوئی پتہ نہیں ہے اور اس کے مقام وگرام کے پاس کئی خط وکتابت کیا گیا اس کی زندگی اور موت کی کوئی خبر نہیں ملتی ہے، تو کمیٹیوں کا عریضہ ہے کہ اس عورت کا بھی کسی مسلمان کے ساتھ نکاح کیا جائے؟ آپ حکم فرمائیں۔

---

(۱) الفتاوی الهندیه ج:۱، ص:۲۸۰، کتاب النكاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات

(۲) لیکن اس زمانہ میں علماے اہل سنت نے اس کی اجازت دی ہے کہ شوہر اگر مفقود الخبر ہو یا بیوی کو چھوڑ رکھا ہو، اس کی خبر گیری نہ کرتا ہوں، نان ونفقہ وحقوق زوجیت سے محروم کر رکھا ہو، تو ایسی عورت دارالقضاء میں اپنی درخواست دے کر اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔(مفتی محمد نسیم مصباحی)

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر نورالدین نے اپنی بیوی کو ۱۳ ؍سال پہلے ایک طلاق دیدی ہے تو اس کا نکاح دوسری جگہ ہوسکتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

اِکراہ کی صورت میں طلاق کا حکم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلمائے دین درج ذیل مسئلے میں:

دل جان میاں کی عورت شادی شدہ تھی دل جان میاں کو مار پیٹ کر چھری چاقو دکھا کر زبردستی طلاق لے لیا گیا ہے کیا یہ طلاق جائز ہے یا ناجائز؟ اس کا بھی جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر دل جان نے اپنے منہ سے مجبور کرنے پر طلاق دے دی ہے تو طلاق واقع ہوجائے گی۔قدوری وغیرہ میں ہے "**طلاق المکرہ والسکران واقع**"(۱) مجبور اور نشہ میں بے ہوش کی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

حمل کی مدت کتنی؟ نسب کب ثابت ہوگا؟

مسئلہ: از: نیاز مند محمد ادریس تکیہ پارہ دُرگ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلمائے دین درج ذیل مسئلہ میں:

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی اور ٹھیک سات ماہ بعد لڑکے کا تولد ہوا۔ڈاکٹر لیڈی جو مین ہسپتال میں ہے کا تشخیصی بیان ہے کہ لڑکا سات ماہ کا نہیں ہے بلکہ یہ نارمل ڈلیوری ہے،نو ماہ میں یہ ہوا ہے کیوں کہ بچے میں سات ماہ کے کوئی آثار نہیں ہیں، ہر چیز اس کی مکمل ہے اور بچے کا وزن چھ پونڈ ہے،سات ماہ کے بچے کا وزن چھ پونڈ نہیں ہوسکتا۔لیکن لڑکی کہتی ہے کہ بچہ سات ماہ کا ہے اور بچہ سات ماہ میں بھی ہوسکتا ہے۔لڑکی اپنے میکے میں بیٹھی ہوئی ہے۔لڑکی کے میکے والے اور لڑکی بذات خود ہسپتال کی رپورٹ ماننے کے لیے تیار نہیں ہے کیوں کہ شادی سے پہلے زنا کا الزام لڑکی پر لگتا ہے اور اس الزام کے تحت اس کا شوہر اس کو چھوڑ نہ دے اس لیے کہ وہ ثابت کرنے کو تیار ہے کہ لڑکا سات ماہ ہی کا ہے جب کہ لڑکا یہ کہتا ہے کہ میری شادی کو ابھی صرف سات ماہ ہی ہوئے ہیں اور سات ماہ کا لڑکا کیسے پیدا ہوسکتا ہے؟ گو کہ لڑکی نکاح سے خارج نہیں ہے تاہم تجدید نکاح کریں تو مضائقہ ہے یا ایسی لڑکی کو طلاق

---

(۱) مختصر القدوری ص:۱۵۶، کتاب الطلاق

دے دینا بہتر ہوگا؟

الجواب بعون الملک الوھاب

حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینے ہے۔تنویر الابصار ودرمختار میں ہے "**واقلھا ستة اشھر اجماعاً**"(۱) یعنی حمل کی مدت چھ مہینے ہے بالاتفاق۔عالمگیری میں ہے "**واذا تزوج الرجل امرأة وجاء ت بالولد لاقل من ستة اشھر منذ تزوجھا لم یثبت نسبه وان جاء ت به لستة اشھر فصاعداً یثبت نسبه منه اعترف به الزوج او سکت**"(۲) یعنی جب آدمی نے کسی عورت سے نکاح کیا، پھر نکاح کے دن سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب ثابت نہ ہوگا یا اگر چھ مہینے یا اس سے زیادہ دن پر بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب اس شوہر سے ثابت ہوجائے گا۔خواہ شوہر اقرار کرے یا خاموش رہے۔ان عبارت مذکورہ بالا سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ جب نکاح کے سات ماہ بعد بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ اسی شوہر کا قرار پائے گا۔ڈاکٹر کا یہ کہنا کہ یہ سات مہینے کا نہیں بلکہ نو مہینے کا ہے غلط اور بے بنیاد ہے۔بلا ثبوت شرعی محض غیر مسلمہ یا فاسقہ لیڈی ڈاکٹر کے کہہ دینے سے کہ یہ بچہ نو ماہ کا ہے ہندہ پر شک کرنا یا زنا کا حکم لگانا ناجائز وحرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ہندہ بدستور زید کی بیوی ہے نہ وہ طلاق کی مستحق ہے نہ تجدید نکاح کی ضرورت ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

کیا شوہر کے طلاق دینے پر بیوی کا قبول کرنا ضروری ہے؟

مسئلہ: از: عبد الرحمان خان، عظیم اللہ خان، نبی شیر خان، شیخ احمد، بنگالی پنجہ ناگپور

محترم جناب مفتی صاحب قبلہ دام فیضہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔گزارش ہے کہ:

(۱) زید کا نکاح ۲۶رفروری ۱۹۷۳ء کو ہوا تھا۔زید اور اس کی بیوی کے درمیان نباہ نہ ہوسکا۔ اس لیے زید اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے، یہی پنچوں کے سامنے طے ہوا ہے۔واضح رہے کہ زید نے اسی مجلس میں یہ بھی کہا تھا کہ میں اپنی بیوی کے مطالبہ پر طلاق دے چکا ہوں، لیکن جب تحقیق کی گئی تو پنچوں کے سامنے لڑکی سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ لڑکی نے طلاق کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔جب پنچوں کے سامنے زید کا جھوٹ ثابت ہوگیا تو انہوں نے پنچوں سے یہ کہا کہ یہ طلاق نہیں ہوئی کیوں کہ تم گواہ بھی پیش نہیں کرسکے اور تمہاری بیوی طلاق بھی قبول نہیں کر رہی ہے اس لیے طلاق واقع نہیں ہوئی تمہیں بیوی کو رکھنا ہے۔اگر تم نہیں رکھو گے تو وہ لڑکی دوسرا نکاح نہیں کرے گی۔اور تم کو اس کی پوری زندگی کا خرچہ دینا ہوگا۔اس پر وہ رکھنے پر راضی ہوگیا۔دو روز کے بعد انہیں کی طرف سے ایک آدمی آگیا اور لڑکی کو لے گیا۔لڑکی ۲۷راگست کی رات میں گئی اور اب تک وہیں ہے۔اس معاملہ میں شرع کا حکم کیا ہے؟ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

---

(۱) الدر المختار ج:۱، ص:۲۵۱، کتاب الطلاق، باب العدة

(۲) الفتاوی الھندیہ ج:۱، ص:۵۳۶، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب

(۲) صورتِ مذکورہ بالا میں طلاق واقع ہوئی یانہیں ہوئی؟ اور طلاق دینا چاہتا ہے تو وہ دونوں صورتوں میں مہر دینا شوہر پر واجب ہے یانہیں؟ اگر واجب ہے تو کس شکل میں رفتہ رفتہ یا یک مشت؟

(۳) طلاق ہوجانے یا طلاق دینے کے بعد عدت کا خرچہ یا عدت کی مدت تک رہنے کا مکان شوہر کو دینا ہوگا یانہیں؟ شرع کے احکام سے مطلع فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

(۱) طلاق واقع ہونے کا دارومدار بیوی کے قبول کرنے یا نہ کرنے پر نہیں ہے، بلکہ شوہر کے طلاق دینے پر ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے "بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ" (البقرة: ۲۳۷) شوہر کے ہاتھ میں نکاح کی ڈوری ہے، اور نہ طلاق دیتے وقت گواہ کا ہونا ضروری ہے بلکہ اگر شوہر تنہائی میں بھی طلاق دے تو طلاق واقع ہوجائے گی۔ لہٰذا شوہر کا یہ کہنا کہ میں اپنی بیوی کے مطالبہ پر اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں، طلاق واقع ہوگئی۔ اگرچہ بیوی کے مطالبہ کو گواہوں سے ثابت نہ کرسکا اس لیے پنچوں کا یہ کہنا کہ طلاق نہیں ہوئی تمہیں بیوی کو رکھنا ہے۔ غلط ہے۔

(۲) شوہر پر مہر دینا بہر حال واجب ہے اگر بیوی رفتہ رفتہ لینے پر راضی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ شوہر جلد از جلد مہر ادا کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

(۳) عدت کے مصارف عدت تک رہنے کے لیے مکان دینا بھی شوہر کے ذمہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "**المعتدة عن الطلاق تستحق النفقه والسكنٰى**"[۱] طلاق کی عدت گزارنے والی عورت نفقہ اور رہنے کے مکان کی مستحق ہے۔ لہٰذا شوہر کو عدت کا خرچہ اور رہنے کا مکان بھی دینا ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

طلاق دینا کب واجب ہے؟

مسئلہ: از: رحمٰن خان غوری، کرنل باغ سرکل نمبر ۲ ناگپور

مکرمی محترمی جناب مفتی صاحب قبلہ دام فیضہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) زید اپنی اہلیہ کو جس سے اس کا نکاح ۲۶ رفروری ۱۹۷۳ء کو ہوا تھا۔ یہ بیوی بجائے سہارا ہونے کے ایک بڑی زحمت بن گئی ہے اور ہر معاملہ میں زید کی مرضی کے خلاف چلتی ہے۔ مجبور ہوکے زید اس کو طلاق دینا چاہتا ہے اور یہ اس کا آخری فیصلہ ہے۔ اس کی سابقہ بیوی جو مریضہ بھی ہے، اس کو اس رشتے سے بے حد تکلیف اور صدمہ ہے۔ گھر روزمرہ جہنم بنا ہوا ہے۔ زید کہتا ہے کہ طلاق دے چکا ہوں جس کے لیے معتبر گواہ میسر نہیں ہوسکتے۔ اب شرعی نقطۂ نظر سے طلاق دینے کے طریقے سے آگاہ فرمائیں؟

---

[۱] الفتاوی الهنديه ج:۱، ص:۵۵۷، کتاب الطلاق ، الفصل الثالث فی نفقة المعتدة

(۲) ساتھ ہی اس کا مہر جو ہے اس کے بارے میں شرعی احکام کیا ہیں؟ کیا مہر رفتہ رفتہ لیا جا سکتا ہے؟ مندرجہ بالا سوالات کا ازروئے شرع جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

(۱) شوہر و بیوی کے درمیان نباہ کی امید منقطع ہو جائے تو شوہر پر طلاق دینا واجب ہے۔ درمختار میں ہے "**ویجب لو فات الامساك بالمعروف**"(۱) اگر حسن معاشرت کی امید فوت ہو جائے تو شوہر کے اوپر طلاق دینا واجب ہے۔ طلاق دینے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ جس طہر میں وطی نہ کی ہو اس طہر میں شوہر ایک طلاق رجعی دیدے اور چھوڑے رکھے یہاں تک کہ عدت گزر جائے۔ عدت گزر جانے کے بعد لڑکی کو اختیار ہے جہاں چاہے نکاح کرے۔ زید کا یہ کہنا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں طلاق واقع ہوگئی، اگرچہ گواہ میسر نہ ہوں کہ طلاق دینے کے لیے گواہ کا ہونا شرط نہیں، اور شوہر کے اقرار طلاق سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

(۲) شوہر پر مہر ادا کرنا واجب ہے۔ پھر اگر بیوی رفتہ رفتہ مہر لینے پر راضی ہے تو ٹھیک ورنہ شوہر کو ادا کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

کیا اپنی لڑکی کا نکاح اپنے رضاعی بھائی سے ہو سکتا ہے؟

مسئلہ: از: قاضی محمد اکبر جامع مسجد پرتورہ مورخہ ۲۰ / اگست

قبلہ مکرم محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

زید اور عمر دونوں حقیقی بھائی ہیں زید کی ایک لڑکی ہے اور عمر کا ایک لڑکا ہے۔ عمر کی بیوی کا جس وقت انتقال ہوا اس کے لڑکے کی عمر صرف ایک ماہ کی تھی لہٰذا اس لڑکے کو دودھ عمر کی والدہ نے پلایا جس کا مطلب یہ نکلا کہ عمر کا لڑکا اور زید و عمر یہ تینوں رضاعی بھائی ہوئے۔ لہٰذا ایسی صورت میں کیا عمر کے لڑکے کا نکاح زید کی لڑکی سے کر دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوهاب

عمر کے لڑکے کا نکاح زید کی لڑکی سے نہیں ہو سکتا کہ یہ دونوں رضاعی چچا اور بھتیجی ہیں، حدیث میں ہے: **یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب۔**

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

---

(۱) الدر المختار ج:۳، ص:۲۲۹، کتاب الطلاق

سالی سے نکاح کرنا کب درست ہے؟

مسئلہ: از: قاضی محمد اکبر جامع مسجد پرتورہ مورخہ ۲۰؍ اگست

عمر کی بیوی کا انتقال ہو گیا لہٰذا عمر کی بیوی کی حقیقی بہن سے اس کا نکاح کرنا کب درست ہوگا؟ مطلب یہ ہے کہ ہمارے یہاں ایک صاحب یہ فرماتے ہیں اگر مذکورہ بالا صورت پیش آئے تو جب تک عدت کے دن پورے نہ ہو جائیں تب تک نکاح درست نہیں۔ اگر ان کا یہ فرمانا درست ہے تو پھر اس کی عدت کی مدت کیا ہے اور کیا یہ عدت کا اطلاق مرد پر واجب ہے؟ اور اگر کسی شخص نے اپنی حقیقی سالی سے بیوی کے انتقال کے بعد بغیر عدت پوری کیے نکاح کر لیا تو اب اس کا کیا کرنا چاہیے؟ از روئے شرع مطلع فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

بیوی کے انتقال کے فوراً بعد سالی سے نکاح درست ہے۔ عدت عورت پر ہوتی ہے مرد پر نہیں۔ شخص مذکور نے غلط کہا کہ بیوی کے انتقال کے فوراً بعد بغیر عدت گزارے نکاح نہیں ہوسکتا۔ سالی سے نکاح کرنے کے لیے عدت اس وقت ضروری ہے جب شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ طلاق کے بعد بیوی کی عدت (تین حیض اگر حیض آتا ہو یا وضع حمل اگر حمل ہو یا تین مہینے اگر یہ دونوں نہ ہوں) پوری ہوجانے کے بعد سالی سے نکاح ہوسکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "**من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یجمعن ماءہ فی رحم اختین**"(۱) جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے پانی (منی) کو دو بہنوں کے رحم میں نہ ڈالے۔ عدت اسی لیے ضروری قرار دی گئی تا کہ پتہ چل جائے کہ شوہر کا پانی بیوی کے رحم میں ہے یا نہیں۔ جب بیوی کا انتقال ہو گیا تو عدت کا سوال ہی کیا۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

عورت کا طلاق لیے بغیر دوسرا نکاح جائز نہیں

مسئلہ: از: خاکسار عبد الرحمٰن ہیڈ مدرس حال مقیم ہوسٹنک آباد معرفت یمنی ٹیلرس محلہ بالاگنج پوسٹ ہوسٹنک آباد

جناب قبلہ وکعبہ مولانا عبد الرشید صاحب دار الافتاء جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

علمائے دین مندرجہ ذیل فتوی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں ایک لڑکی جس کے والدین ہندوستان میں رہتے تھے وہ اپنے رشتے داروں سے ملنے پاکستان گئے اور وہاں ان کے کسی رشتے دار کے گھر لڑکی کی سگائی ہوگئی اور شادی بھی ہوگئی مگر رخصتی نہیں ہوئی۔ کچھ دن رہ کر لڑکی کے والدین لڑکی کو لے کر ہندوستان آگئے۔ دولہا والوں نے کہا کہ ہم سال بھر کے اندر اندر آتے ہیں، لڑکی

---

(۱) الھدایۃ ج:۱، ص:۲۸۸، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات، وقال صاحب الدرایۃ علی ھامش الھدایۃ: لم اجدہ وفی الباب حدیث ام حبیبۃ اھ۔

کی رخصتی کر دینا، ہم نے وعدہ کرلیا تھا۔اب اس بات کو قریب قریب تین سال گزر گئے اور وہ لڑکی کو لینے نہ آئے۔اب اس لڑکی کو ہم کب تک گھر رکھیں۔لڑکی بالغ ہے نہ معلوم ایسا کب تک رہے گا۔ہم چاہتے ہیں کہ کسی صورت لڑکی کی شادی ہو جائے اور ہم کسی دوسری جگہ اس کا نکاح ثانی کر دیں اور نہ دولہا والوں کی طرف سے کوئی خط و کتابت اور نہ ہی ہم اسے لکھ سکتے ہیں۔وہ لڑکا سرکاری ملازمت میں ہے تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ فتوی دیا جائے تاکہ اس کے مطابق عمل کیا جاوے۔فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں جب اس لڑکی کا نکاح ہو چکا ہے تو اب اس لڑکی کا دوسرا نکاح نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ اس کا شوہر اول اسے طلاق نہ دیدے اور اس کی عدت پوری نہ ہو جائے۔لہٰذا اس لڑکی کا عقد ثانی کرنے سے پہلے پاکستان والے شوہر سے طلاق حاصل کیا جائے۔

واللہ اعلم بالصواب و رسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۶ رصفر المظفر ۱۳۹۲ھ

کیا طلاق کے لیے بیوی کی حضوری ضروری ہے؟

مسئلہ: از: حافظ عبد الحفیظ بھیونڈی کالری مورخہ ۱۱ رمارچ

المکرم المعظم بحضور حضرت مولانا مفتی جناب عبد الرشید خاں صاحب دامت برکاتہ بانیٔ مدرسہ عربیہ اسلامیہ جامعہ ناگپور مزاج مبارک السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں:

شوہر نے اپنی بیوی کی غیر موجودگی میں طلاق نامہ لکھ کر اپنی بیوی کے مائیکہ میں بھیج دیا جس پر بیوی اور دوسرے شخص بھی کہتے ہیں کہ طلاق نہیں ہوئی، اس لیے کہ عورت کے روبرو طلاق نہیں دیا اس لیے نامنظور کر رہی ہے۔از روئے شرع قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کہ کیا طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ نیز عورت کا دعویٰ اور دیگر شخص کا کہنا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب بعون الملک الوھاب

طلاق کے لیے بیوی کی موجودگی ضروری نہیں۔اگر شوہر نے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دیا ہے اور شوہر اقرار بھی کرتا ہے تو طلاق رجعی واقع ہوگی اگر ایک یا دو طلاق دی ہے اور بیوی مدخول بہا ہے۔اور اگر تین طلاق دی ہے تو تین طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی۔اور لکھنے کے وقت سے عدت کا شمار ہوگا۔عالمگیری میں ہے "ان ارسل الطلاق بان کتب اما بعد فانت طالق فکما کتب ھذا یقع الطلاق وتلزمھا العدۃ من وقت الکتابۃ"۔(۱) جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی نے طلاق نامہ بھیجا جس میں یہ لکھا تھا کہ تجھے طلاق ہے تو لکھتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی اور اس پر عدت لکھنے کے وقت سے ہی لازم ہوگی، لہٰذا

(۱) الفتاوی الھندیہ ج:۱، ص:۳۷۸، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی ایقاع الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات فی الطلاق

بیوی یا دوسرے لوگوں کا کہنا کہ طلاق نہ ہوئی غلط ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۶ / صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

اگر شوہر نان ونفقہ نہ دے تو عورت طلاق کے لیے کیا کرے؟

مسئلہ: از: شیخ محمد شیخ مدار کارنجہ ضلع آکولہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

زید ملازمت کے دوران ہندہ سے عقد کرتا ہے، صرف چار ماہ اپنے پاس رکھ کر اسے اس کے مائیکے بھیج دیا۔ اب عرصہ چار سال کا گزرا، نہ تو لینے کو آتا ہے اور نہ ہی نان ونفقہ ادا کرتا ہے۔ زید فی الحال ایک دیہات میں مقیم ہے۔ ایسی صورت میں ہندہ کے والدین کو کیا کرنا چاہیے۔ علیٰحدگی کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ زید کو بار ہا طلاق کے لیے کہا گیا تو وہ ادھر ادھر کی باتیں کر کے ٹال دیتا ہے۔ جواب فوراً ہی عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں زید پر ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کو نان ونفقہ دے اور حسن سلوک کے ساتھ حق زوجیت ادا کرے یا نباہ نہ ہونے کی صورت میں اسے طلاق دے کر اس کی راہ صاف کردے۔ درمختار میں ہے "**ویجب لو فات الامساك بالمعروف**"(۱) اگر اچھائی سے نہیں رکھ سکتا ہے تو طلاق دینا واجب ہے۔ ہندہ کے والدین زید پر دباؤ ڈالیں کہ وہ ہندہ کو اپنی زوجیت میں رکھے یا طلاق دیدے۔ لڑکی علیٰحدہ ہونے کا حق نہیں رکھتی ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے "**بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ**" (القرۃ: ۲۳۷) یعنی شوہر کے ہاتھ میں نکاح کی ڈوری ہے۔ ردالمحتار میں ہے "**جعله بيد الرجال دون النساء**"(۲) طلاق کا معاملہ مردوں کے ہاتھ میں ہے، عورتوں کے ہاتھ میں نہیں۔ البتہ ہندہ اپنا مہر معاف کر کے یا کچھ رقم وغیرہ دے کر خلع کرا سکتی ہے۔ اگر شوہر ان سب میں سے کسی کے لیے راضی نہ ہو تو مقدمہ دائر کر کے کورٹ کے ذریعہ شوہر سے طلاق لے لی جائے۔ مگر بیوی کے وکیل کو یہ مسئلہ بتا دیا جائے کہ شوہر اپنی زبان سے طلاق دے یا تحریری طلاق دے۔ کورٹ کا یہ فیصلہ کر دینا کہ میں نکاح فسخ کرتا ہوں اور لڑکی کو اجازت دیتا ہوں کہ جہاں چاہے نکاح کر لے کافی نہیں ہے۔ نہ اس سے طلاق پڑے گی اور نہ ہی لڑکی کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

---

(۱) الدر المختار ج: ۳۔ ص: ۲۲۹، کتاب الطلاق

(۲) رد المحتار ج: ۳۔ ص: ۲۲۹، کتاب الطلاق

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۷ رصفر المظفر ۹۲ ۱۳ھ

اگر شوہر طلاق کا اقرار کئی بار کرے تو طلاق کا حکم

مسئلہ: از: احقر چاند خاں، کندیلی نرسنگھ پور، ایم، پی ۲۰/ ۸/ ۱۹۷۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں:

علی چاند خاں ۱۹۶۶ء میں اپنے والد صاحب کے پاس ''بٹکا کھایا'' گیا تھا۔ اور میں نے ان کے تقریباً آٹھ دن رہ چکنے کے بعد اپنے والد سے کہا کہ ابّا آپ میرے ساتھ گھر چلیے۔ اس وقت جناب نزاق منشی اور جناب حبیب صاحب وہاں پر موجود تھے۔ جن کے سامنے والد صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں گھر جاؤں گا تو اس کی صورت مجھے دکھے گی۔ اس لیے میں گھر نہیں جانا چاہتا۔ کیوں کہ میں اسے طلاق دے چکا ہوں۔ میں نے انھیں بہت سمجھایا کہ ابا! ایسا تو ہوتا ہی رہتا ہے، پر انہوں نے ایک نہ مانی۔ اور بار بار یہی کہا کہ میں تمہاری ماں کو طلاق دے چکا ہوں۔ اور انہوں نے تین چار بار طلاق تو کہا۔ اس درمیان نزاق منشی نے بھی سمجھایا کہ غفورا! اپنے ساتھ لے جاؤ۔ پر انہوں نے نزاق منشی سے کہا کہ میں چاند خان کی ماں کو طلاق دے چکا ہوں۔ میں نے اپنے والد صاحب کو پھر سے سمجھایا، پر ان کی زبان پر بار بار طلاق کا ہی نام آیا۔ جو کچھ میں نے اوپر لکھا یہ بات ہم چار آدمیوں کے بیچ کی بات ہے۔ میں چاند خاں، نزاق منشی، حبیب صاحب اور میرے والد (عبدالغفور صاحب) اس درمیان میں ان کے پاس میں دو ماہ تک رہا۔ پھر میں اپنے وطن نرسنگھ پور واپس آ گیا۔

پھر مجھے پتا چلا کہ میرے والد (عبدالغفور صاحب) دگدھار چلے گئے۔ میں پھر دگدھار گیا، دگدھار پہنچنے پر میری ملاقات میرے والد (عبدالغفور صاحب) سے ہوئی اور میں ادھر رہا تو دگدھار میں میرے والد (عبدالغفور صاحب) جناب تیواری صاحب کے یہاں نوکری کرتے تھے۔ دو دن کے بعد جناب تیواری صاحب نے مجھ سے کہا کہ تمہارے والد صاحب نے مجھ سے کہا کہ سب نکاح کی بات ''بٹکا کھایا'' میں چل رہی ہے۔ اور میں چاند خان کی ماں نور بی کو طلاق دے چکا ہوں۔ پھر میں نے تیواری صاحب سے کہا کہ یہی بات ''بٹکا کھایا'' میں کہہ رہے تھے۔

کیا اس گفتگو سے مسماۃ نور بی پر طلاق ہو گئی؟ اور اگر طلاق ہو گئی تو عدت کے دن پورے ہو گئے یا نہیں؟ اور نور بی اپنا دوسرا عقد کر سکتی ہے یا نہیں؟ جواب جلد مہربانی کر کے عنایت کریں عین نوازش ہو گی۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں جب عبدالغفور صاحب اقرار کر رہے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی نور بی کو طلاق دیدی ہے تو ان کا قول معتبر ہے۔ اور نور بی پر طلاق واقع ہو گئی۔ اور اگر انہوں نے ایک یا دو طلاق دی ہے تو رجعی واقع ہو گی، عدت میں اگر چاہیں تو عبدالغفور صاحب رجعت کر سکتے ہیں اور اگر عدت گزر چکی ہے تو نور بی کی اجازت سے تجدید نکاح کے ساتھ نور بی کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتے ہیں۔ اور اگر تین طلاق دیدی ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہو گئی، اب بغیر حلالہ حلال نہ ہو گی۔ اگر نور بی سنِ ایاس کو نہیں پہنچی ہے اور اسے حیض آتا ہے تو اس کی عدت تین حیض ہے۔ اور اگر سنِ ایاس کو پہنچ چکی ہے تو عدت کا شمار مہینے سے ہو گا۔ خلاصہ یہ کہ اگر

حیض آتا ہے تو عدت طلاق دینے کے دن سے تین حیض اور سن ایاس کی صورت میں تین مہینے ہیں اور اگر حمل تھا تو وضع حمل عدت ہے۔اس کے بعد نور بی کو اختیار ہے جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۱/صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

شوہر پر بعد طلاق عورت کو علیحدہ مکان دینا ضروری ہے

مسئلہ: از: خادم عبدالرحمان انصاری، موضع کھوبھا، پوسٹ زوایت، ضلع سیدھی، ایم، پی ۲۲/مارچ ۱۹۷۲ء

بخدمت جناب حضرت مولانا مفتی خطیب صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلے میں:

زید نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی، بیوی نے عدالت میں خرچ کے لیے معاملہ دائر کردیا۔تو زید نے معاملہ خارج کرانے کی غرض سے اپنی بیوی کو ایک مکان دیدیا، مکان دو فرلانگ کی دوری پر ہے۔ بیوی زید کے ہی گھر کا کاروبار کھیتی باڑی کرتی کراتی ہے اور زید کے ہی جائداد سے پرورش پارہی ہے۔ برادروں نے پوچھ تاچھ کیا تو زید نے پہلے کہا کہ میں اپنی بیوی کو دو طلاق دیا ہوں۔ بعد میں شہادت وطلاق نامہ کی تحریر پیش ہوئی تو زید نے بھی کہا کہ میں اپنی بیوی کو تین طلاق دیدیا ہوں۔ وہ اپنے بچوں کو چھوڑ کر نہیں جاتی ہے تو میں کیا کروں؟ اس میں زید کی بھی کچھ شرارت ہے۔اس حالت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

مطلقہ بیوی کو عدت کا نفقہ اور رہنے کا مکان دینا شوہر پر واجب ہے، لیکن مکان ایسا دے جہاں وہ خود نہ جاسکے۔ اگر تین طلاق دینے کے باوجود بھی شوہر بیوی سے تعلقات رکھتا ہے تو بے شک وہ گنہگار رہے، اور مستحق عذاب نار ہے۔ زید پر ضروری ہے کہ وہ اس عورت سے علیحدہ رہے کیوں کہ وہ عورت اس کے لیے ایک اجنبیہ کی طرح ہے۔اب بغیر حلالہ حلال نہ ہوگی۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۳/صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

ہندو نے مسلمان عورت سے زنا کیا تو کیا نکاح ختم ہوجائے گا؟

مسئلہ: از: خادم عبدالرحمان انصاری، موضع کھوبھا، پوسٹ زوایت، ضلع سیدھی، ایم، پی ۲۲/مارچ ۱۹۷۲ء

بخدمت جناب حضرت مولانا مفتی خطیب صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلے میں:

ہندو نے مسلمان عورت سے زنا کیا تو کیا نکاح ختم ہو جائے گا؟ جواب کے لیے ٹکٹ بھیج رہا ہوں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

(معاذ اللہ) اگر غیر مسلم نے کسی مسلم عورت سے زنا کیا تو اس سے نکاح نہ ٹوٹے گا مگر بدترین گناہ کا ارتکاب کیا۔ عورت پر توبہ ضروری ہے۔ فقط **واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ**

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۳ ؍صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

طلاق کے متعلق ایک سوال کا جواب

مسئلہ: بخدمت جناب حضرت مولانا مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلے میں:

زید پاکستان چلا گیا مگر اپنی بیوی راشدہ کو نہیں لے گیا۔ اسی راشدہ کا نکاح یونس کے ساتھ ہوا مگر یونس نے بھی طلاق دے دی۔ بعد عدت گزر جانے کے یعقوب کے ساتھ نکاح ہوا، یعقوب نے اپنی ساس خسر و سے اس بات کی تصدیق کرنی چاہی کہ کیا زید نے دراصل طلاق دی تھی۔ ساس نے بتایا کہ ''ہر پور'' سے فتویٰ آیا تھا، تب یونس کا نکاح ہوا تھا اور خسر و نے بتایا کہ زید نے بذریعہ خط طلاق دی تھی۔ اور ''فرنگی محل'' سے فتویٰ منگوا کر یونس کے ساتھ نکاح ہوا۔ یعقوب نے ثبوت مانگا تو خسر و نے مکھیا صاحب کا تحریری ثبوت دیا جس کی خود ہی تصدیق یہ مکھیا صاحب کا لکھا ہوا ہے۔ یعقوب نے وہ تحریر مکھیا صاحب کی اپنے سالے کو دے کر پوچھا کہ یونس کے نکاح میں مکھیا صاحب شریک تھے یا نہیں؟ ساس نے کہا کہ ہم یونس والے نکاح میں راضی نہ تھے۔ مکھیا نے ہمیں سمجھایا تھا۔ مفتی صاحب اتنا ثبوت یہ کافی ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق وضاحت سے فرمائیے گا۔ اور راشدہ بے وقوف بھی ہے۔ لہٰذا اس کا ثبوت قابل اعتبار نہیں۔ عرصہ ہونے کی وجہ سے زید سے متعلق جو کاغذات تھے وہ نہیں مل سکے ہیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر زید نے اپنی بیوی کو طلاق نامہ بھیج دیا ہے اور اس طلاق نامہ کا ثبوت مکھیا صاحب نے دکھایا تو اگر وہ عادل ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ تحریر اسی زید ہی کی ہے تو یہ ثبوت راشدہ کے نکاح کے لیے کافی ہے۔ اگر چہ طلاق نامہ گم ہو گیا ہو۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۳ ؍صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

الفاظ طلاق خود لکھے یا لکھوائے تو کیا حکم؟

مسئلہ: بخدمت جناب حضرت مولانا مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلے میں:

ایک شخص کا مسئلہ منگوانا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ یونس نے کہا تھا کہ اگر میں کہیں سے نکاح کروں تو طلاق ہے۔ حامد پرچہ پر لکھوا کر لا رہا تھا مسئلہ منگوانے کے لیے، زید اس کو دوسرے پرچہ پر اتارنے لگا، عمر اس پرچہ کو پڑھ کر زید کو لکھوانے لگا۔ چوں کہ حامد کو حالات معلوم تھے اور پرچہ وہی لائے تھے، زید اصلاح کے طور پر درمیان میں حامد سے بھی پوچھ لیتا تھا۔ اس پرچہ میں لکھا تھا کہ میں کہیں سے نکاح کروں تو طلاق ہے۔ حامد پرچہ کے مقابلہ میں لفظ ''کہیں'' کا زیادہ بتایا حالاں کہ نسبت یونس کے بارے میں ہی تھی۔ لکھوانے کے لیے صرف حامد نے اتنے ہی لفظ کہا اور نہ کم کہا اور نہ زیادہ کہا۔ حامد نے بس اتنا ہی کہا تھا اگر میں کہیں سے نکاح کروں تو طلاق ہے۔ زید نے اس سے پہلے حامد سے نہ تو کہیں پر اصلاح کی تھی اور یہاں پر بھی اصلاح نہیں کی، جو الفاظ اس میں لکھے ہیں، واقعات معلوم ہونے کی بنا پر زید حامد سے کہیں کہیں آگے مضمون میں اصلاح کر لیا تھا۔ لہٰذا حامد کا نکاح کہیں ہو سکتا ہے یا نہیں؟ دونوں صورتوں میں وضاحت سے لکھ دینا۔

الجواب بعون الملک الوھاب

چوں کہ حامد نے یونس کے قول کو دہرایا ہے (اگرچہ لفظ کہیں کا اضافہ بھی کر دیا) اس لیے نہ حامد پر کچھ الزام عائد ہوگا نہ زید لکھنے والے پر حامد و زید جہاں چاہیں نکاح کر سکتے ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۳/صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

ایجاب وقبول جانبین سے نہ ہوں تو نکاح کا کیا حکم؟

مسئلہ: بخدمت جناب حضرت مولانا مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلے میں:

کسی کا نکاح مثلاً اس طرح ہوا ہو کہ دو گواہ موجود تھے زید نے کہا: یونس کا نکاح ہم تمہارے ساتھ کر رہے ہیں، تمہیں قبول ہے؟ راشدہ نے کہا: قبول ہے۔ زید نے یونس سے کہا کہ راشدہ کا نکاح ہم تمہارے ساتھ کر رہے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اگر الٹ پلٹ کہا جائے کہ یونس کا نکاح راشدہ کے ساتھ یا راشدہ کا نکاح تمہارے ساتھ کر رہے ہیں، راشدہ سے کہا پھر یونس سے زید نے کہا ہو تمہارا نکاح یا وہ کہا ہو راشدہ کا نکاح، نکاح ہو جانے کے بعد اسی وقت یونس نے راشدہ سے یہ بھی کہا تھا: تمہارے ساتھ ہم نکاح کرنے جا رہے ہیں تمہیں قبول ہے، راشدہ نے کہا: قبول کیا میں نے۔ اس سے نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

شرائط نکاح: دو مسلمان مرد و عاقل بالغ یا ایک مرد اور دو عورتیں پائے جانے کی بناء پر نکاح صحیح ہو جائے گا۔ جب کہ جانبین سے ایجاب وقبول کرایا ہو۔ **واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ**

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۳ر صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

تعلیق طلاق کا ایک عجیب مسئلہ

مسئلہ: بخدمت جناب حضرت مولانا مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلے میں:

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میری بیوی چاند سے بھی زیادہ اچھی نہ ہو تو اس کو طلاق ہے، تین مرتبہ کہہ دے اس سے طلاق ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کس طرح، اگر نہیں ہوئی تو کس طرح؟ اس مسئلہ کو برائے کرم بہت ہی وضاحت سے لکھ دینا تا کہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے اشد ضروری ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اس جملہ سے انسان کی فوقیت مقصود ہو یا تعلیق دونوں صورتوں میں طلاق واقع نہ ہوگی۔ پہلی صورت میں اظہر ہے کہ نوع انسان چاند سے اچھا ہے اور اگر تعلیق مقصود ہے جب بھی طلاق واقع نہ ہوگی کیوں کہ شرط عادتاً محال ہے۔ لہٰذا شخص مذکور کا کلام لغو ہو جائے گا اور طلاق واقع نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے "**والمستحیل کان دخل الجمل فی سم الخیاط لغو**" ردالمحتار میں ہے "**قولہ لغو فلا یقع اصلاً**"(۱)۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۳ر صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

کیا بیوہ کو بعد عدت شوہر کے گھر میں ہی رکھنا ضروری ہے؟

مسئلہ: از: عبد الوہاب ابن شیخ مستان ساکن لاڈکھیڑ تعلقہ دار وا ضلع ایوت محل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں:

ہندہ کے مہر میں ملی ہوئی جائداد ہندہ اگر فروخت کرنا چاہے اور فروخت کر کے اپنے میکے میں یا دوسری جگہ چلی جائے تو ہندہ دوسری جگہ یا میکے میں رہ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

ہندہ اپنے شوہر کی موت کی عدت ۴ر مہینے ۱۰ر دن شوہر کے مکان میں گزارنے کے بعد جہاں چاہے رہے، اس پر شرعاً کوئی مواخذہ نہیں۔ اور شوہر سے مہر میں ملی ہوئی جائداد فروخت کرنا چاہے تو فروخت کر سکتی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

---

(۱) رد المحتار ج:۳، ص:۳۴۲، کتاب الطلاق، باب التعلیق

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۹ رصفر المظفر ۱۳۹۲ھ

بالغہ لڑکی کا کفو میں بلا اجازت نکاح کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: ممتاز احمد کرسی ٹولہ، پوسٹ آفس کانٹی، تحصیل کٹنی، ضلع جبل پور (ایم، پی)

قبلہ وکعبہ مفتی اعظم صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ کے بابت:

ممتاز اپنی بارات حسب دستور شیخ حیدر کے یہاں لے گئے۔ دولہا اسٹیج پر سہرا باندھے ہوئے بیٹھا ہے اور حافظ منور صاحب نکاح پڑھانے کو بیٹھے ہیں، اور بارات ومحفل سماع برابر بیٹھی ہوئی ہے۔ دستورن زیورات اندر چلے جانے کے بعد لڑکی کا وکیل کھڑا ہوا اور مائیکروفون سے یہ اعلان کیا کہ یہاں پر نکاح اب کسی صورت سے نہ ہوگا۔

بشرطیکہ دولہا پہلے اپنی جائداد پانچ آنہ، چار پائی لڑکی کے نام سے رجسٹری شدہ ہونے کے بعد کورٹ میرج سے نکاح ہوگا۔ ورنہ کسی صورت سے نکاح نہ ہوگا۔ یہ اعلان کئی بار متواتر پیش کیا گیا۔ اور بارات محروم واپس لوٹ آئی۔

اس لیے حضور سے التجا ہے کہ لڑکی کے وکیل پانچ آنہ چار پائی مع رجسٹری شدہ اور کورٹ میرج سے نکاح بولنے والے وکیل اور شیخ حیدر کے بارے میں حضور کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ برادری میں بہت زیادہ ناچاقی پھیلی ہوئی ہے۔ اس لیے حضور جلد سے جلد اس کا جواب پیش کریں بڑا اکرم ہوگا۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر بالغ لڑکی نکاح سے راضی تھی اور کفو میں نکاح ہو رہا تھا تو نہ شیخ حیدر کو روکنے کا حق تھا اور نہ لڑکی کے وکیل کو۔ لڑکے سے زیورات لے لینا، پھر نکاح کرنے سے انکار کر دینا لڑکے پر ظلم کرنا اور دھوکہ دینا ہے۔ قرآن پاک میں ہے "وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ" (آل عمران: ۵۷) اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والے کو قطعی پسند نہیں کرتا۔ حدیث شریف میں ہے "الظلم ظلمات یوم القیامۃ" (۱) ظلم قیامت کے دن تاریکی ہے یعنی ظلم کرنے والا قیامت کی مصیبتوں اور تاریکیوں میں گھرا ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے "قیامت کے دن سب سے زیادہ براوہ بندہ ہے جس نے دوسروں کی دنیا کے بدلے اپنی آخرت برباد کر لی (۲)۔ دھوکہ دینے والے کے لیے ارشاد گرامی ہے "لیس منا من غشنا" (۳) جس نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم سے نہیں۔ یہ حدیثیں شیخ حیدر اور لڑکی کے وکیل کے لیے تازیانۂ عبرت ہیں۔ لڑکے پر بیوی کا نفقہ یعنی کھانا کپڑا رہنے کا مکان دینا فرض ہے۔ نہ کہ زمین، جائداد۔

---

(۱) الصحیح للبخاری ج:۳، ص:۱۲۹۔ کتاب المظالم و الغصب، باب الظلم ظلمات یوم القیامۃ

(۲) کنز العمال ج:۲،ص:۸۱، کتاب الامارۃ و القضاء ، الفصل الثالث فی احکام الامارۃ، الفرع الرابع فی اعوان الامیر

(۳) مسند احمد بن حنبل ج:۲۷،ص:۱۷

اورلڑکی کے وکیل کے لیے تازیانۂ عبرت ہیں۔لڑکے پر بیوی کا نفقہ یعنی کھانا کپڑا رہنے کا مکان دینا فرض ہے۔نہ کہ زمین، جائداد۔ بہرحال وکیل نے اگر یہ اعلان لڑکی کی طرف سے کیا ہے تو وہ، اور اگرلڑکی نے ایسانہیں کیا صرف وکیل نے یا شیخ حیدر نے ایسا کیا تو وہ لوگ اپنے اس فعل قبیح کی بنا پر گنہگار ٹھہرے ان کو توبہ کرنا چاہیے اورلڑکے کے زیورات واپس کرتے ہوئے لڑکے سے معافی بھی مانگنا چاہیے۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۰؍صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

نکاح کے بعد لڑکی والے کی طرف سے کھانا دینا اور عقیقے کے گوشت کا ولیمہ میں استعمال کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: خادم شیخ ممتاز گجری چوک بالاگھاٹ مورخہ ۳۰؍مارچ

عالی جناب مفتی اعظم صاحب جامعہ عربیہ اسلامیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش خدمت بابرکت میں یہ ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے شرعی جوابات مطلوب ہیں امید قوی ہے کہ جواب دے کر ممنون فرمائیں گے، تکلیف کے لیے معافی کا خواستگار ہوں۔

(۱) نکاح کے بعد لڑکی والے کی طرف سے کھانا دینا از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟ میرے ایک دوست کا کہنا ہے کہ لڑکی والے کی طرف کھانا دینا خلاف سنت ہے، کیوں کہ یہ فعل سنت سے ثابت نہیں، لیکن دوسرے دوست کہتے ہیں کہ اپنی مرضی اور خوشی سے کوئی کھانا دیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔آپ اس پر شرع کی روشنی میں حکم صادر فرمائیں تاکہ اطمینان ہو جائے؟

(۲) عقیقہ کا گوشت پورے کا پورا استعمال کرنے سے جب کہ اسے غریبوں میں تقسیم نہ کیا جائے، اس پورے گوشت کو نکاح کے کھانے یا ولیمہ کے کھانے میں استعمال کرنے سے عقیقہ کا مقصد پورا ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) نکاح کے بعد لڑکی والے کا بلا جبر واکراہ حسب مقدور اپنے مہمانوں یا متعلقین کو کھانا کھلانے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔

(۲) عقیقہ ادا ہو جائے گا۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۰؍صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

سنّی لڑکی کا نکاح لاعلمی میں وہابی سے ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ: از: عبدالمجید ٹیلر ماسٹر ستنا، ایم، پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں:

مسماۃ بانو جو سنّی عقیدہ لڑکی ہے اس کا نکاح سہراب (جو وہابی ہے) سے لاعلمی میں کرادیا گیا۔ بانو جب اپنے شوہر کے یہاں گئی تو اس نے بانو کو وہابیہ بنانے کی کوشش شروع کردی۔ بانو نے وہابیت کی باتیں قبول کرنے سے صاف انکار کردیا۔ اس لیے سہراب اپنی منکوحہ بانو سے سخت ناراض ہوگیا۔ اب عرصہ آٹھ سال سے اس کا شوہر نہ بانو کو اس کے میکہ سے اپنے یہاں لے جارہا ہے اور نہ ہی نان ونفقہ دے رہا ہے۔ اور نہ بانو کے طلب کرنے اور مہر معاف کردینے کے باوجود طلاق دے رہا ہے بیچاری بانو سخت پریشان ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ بانو اہل سنت والجماعت اور سہراب وہابی کا نکاح (جو لاعلمی سے ہوگیا) وہ جائز وصحیح ہوا یا نہیں؟ اگر نکاح جائز نہیں تو اس سے طلاق لینا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر طلاق لینے کی ضرورت نہیں ہے تو بانو جب چاہے اپنا نکاح ثانی کسی شخص سے کرسکتی ہے یا نہیں؟ یا کسی عالم سے نکاح فسخ کرانا شرط ہے؟ اگر فسخ نکاح شرط ہے تو براہ کرم استفتاء کے جواب کے ساتھ فسخ نکاح کا بھی حکم صادر فرمادیا جائے؟ اگر نکاح منعقد ہوگیا ہے جب کہ صورت مندرجہ بالا ہے یعنی سہراب شوہر نہ تو بانو کو لے جارہا ہے اور نہ ہی طلاق دے رہا ہے تو ایسی صورت میں بانو کیا کرے؟ فقط **بینوا و توجروا۔**

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر سہراب نے اللہ ورسول، جل جلالہ، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں توہین کی ہے یا وہ عمائد وہابیہ جنہوں نے خدا ورسول کی شان اقدس میں توہین کی ہے، ان کا علم رکھتے ہوئے ان کو اچھا اور برحق سمجھتا ہے، یا ان کے کفریات سے راضی ہے تو بلاشبہ سہراب کافر ومرتد ہے اور مرتد سے نہ کسی مسلمان عورت کا نکاح ہوسکتا ہے، نہ کسی کافرہ یا مرتدہ کا۔ عالمگیری میں ہے "**لا یجوز له ان یتزوج امرأة مسلمة ولا مرتدة ولا ذمیّة ولا حرة ولا مملوکة**"(۱) یعنی مرتد کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان عورت سے نکاح کرے یا کسی مرتدہ یا ذمیہ سے یا حرہ سے یا باندی سے۔ لہٰذا بانو کا نکاح سہراب کے ساتھ ہوا ہی نہیں۔ بانو جہاں چاہے کسی سنّی سے نکاح کرسکتی ہے۔ لیکن اگر اس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو تو بانو اس سے طلاق حاصل کرے، اور اگر طلاق نہ دے تو فسخ نکاح کے لیے دار القضا میں درخواست دے، قاضی شرع کے فیصلہ پر عمل کرے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۰ر صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

شوہر اپنی مطلقہ بیوی کے ہاتھ کا کھانا کھا سکتا ہے؟

مسئلہ: از: پیش امام عبد الغفور صاحب انصاری مقام امرہر، ڈاکخانہ جھکراول، تھانہ جیاون، ضلع سیدھی ایم، پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں:

---

(۱) الفتاوی الھندیہ ج:۲، ص:۲۵۵، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین

ایک مرد ہے جو اپنی عورت کو تین طلاق دے چکا ہے، وہ دوسرے مکان میں رہتی ہے جو تین میل کی دوری پر پڑتا ہے۔ شوہر نے اس کو نکال دیا ہے لیکن وہ لڑکا لے کر کھیتی کراتی ہے ہمارے زمین میں لڑکا بالغ ہے ہمارا کوئی کھانا پینا نہیں ہے اس سے، لیکن اس مرد کو کھانا پینا جائز ہے یا نہیں، شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں اس کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ اس سے شوہر و بیوی جیسے تعلقات رکھنا جائز نہیں کہ اب وہ اجنبیہ کی طرح ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۰؍صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

اگر شوہر نے کہا: ”تجھے اپنے گھر میں رکھنا میرے لیے میری اپنی والدہ کے ساتھ رہنے کے برابر ہے“ کیا اس سے طلاق ہو جائے گی؟

مسئلہ: از: عبداللہ، ہینگن گھاٹ مورخہ ۴؍۴؍۱۹۷۲ء

محترمی جناب قبلہ مفتی صاحب مدظلہ العالی

پس از سلام سنت خیر الانام معروضہ آنکہ از راہ مندرجہ ذیل معاملہ میں از روئے شریعت جواب سے شاد فرمائیں:

زید نے اپنی منکوحہ بیوی کو چھوڑ رکھا ہے، اس سے قبل بھی ایک بیوی کو چھوڑ چکا ہے، زید کے پاس ایک غیر مسلم داشتہ ہے، مذکورہ منکوحہ بچی کے والد نے بارہا بچی کو زید کے گھر پہنچایا مگر زید اسے رکھنے سے صاف انکار کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ تجھے اپنے گھر میں رکھنا میرے لیے میری اپنی والدہ کے ساتھ رہنے کے برابر ہے مگر اپنی زبان سے طلاق کا لفظ سے نہیں نکالتا؟ مذکورہ منکوحہ بچی کے والدین کی اقتصادی حالت اس قدر گری ہوئی ہے کہ وہ بیچارے نان شبینہ و پارچۂ پوشیدنی کو محتاج ہیں ایسی صورت میں مذکورہ منکوحہ بچی کے والدین زمانہ کی موجودہ فضا سے گزر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مذکورہ بچی کا دوسرا نکاح کر دیں؟ بچی کے والد نے سرکاری طور پر قانونی کاروائی پوری طور پر کر لی ہے پولیس وغیرہ کے پاس رپورٹیں دی جا چکی ہیں۔ لہٰذا از روئے شریعت جواب سے شاد فرمائیں کہ مذکورہ بچی کا دوسرا نکاح کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں زید پر ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کو نان ونفقہ دے اور حسن سلوک کے ساتھ حق زوجیت ادا کرے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے: ”**وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ**“ (النساء:۱۹) یعنی عورتوں کے ساتھ حسنِ معاشرت سے پیش آؤ اور اگر نباہ نہ ہو سکے تو طلاق دینا واجب ہے۔ درمختار میں ہے: ”**ویجب لو فات الامساك بالمعروف**“(۱) یعنی اگر اچھائی سے نہیں

(۱) الدر المختار: ج۳، ص: ۲۲۹، کتاب الطلاق

رکھ سکتا ہے تو طلاق دینا واجب ہے۔ زید کا یہ کہنا ہے کہ ”تجھے اپنے گھر میں رکھنا میرے لیے میری اپنی والدہ کے ساتھ رہنے کے برابر ہے“ گناہ ہے، زید کو چاہیے کہ ایسا کہنے سے توبہ کرے مگر اس سے طلاق نہ ہوگی۔ لڑکی کے والدین زید پر دباؤ ڈالیں کہ وہ حسن سلوک کے ساتھ اپنی زوجیت میں رکھے یا طلاق دیدے یا لڑکی اپنا مہر معاف کر کے شوہر کو خلع کرنے پر راضی کرے۔ اگر شوہر ان تمام صورتوں میں سے کسی صورت کے لیے راضی نہ ہو تو مقدمہ دائر کر کے کورٹ کے ذریعہ شوہر سے طلاق لے لی جائے مگر بیوی کے وکیل کو یہ مسئلہ بتا دیا جائے کہ شوہر اپنی زبان سے طلاق دے یا تحریری طلاق دے، کورٹ کا یہ فیصلہ کر دینا کہ ”میں نکاح فسخ کرتا ہوں اور لڑکی کو اجازت دیتا ہوں کہ جہاں چاہے نکاح کرے“ کافی نہیں ہے نہ اس سے طلاق پڑے گی اور نہ لڑکی کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۵/صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

جو رافضیوں جیسا عقیدہ نہ رکھے اس سے نکاح جائز ہے

مسئلہ: از: شیخ حسین سائیکل شاپ عمر کوٹ

قبلہ عالم مفتی اعظم جناب مولانا مفتی عبدالرشید صاحب دارالافتاء جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

(۱) زاہدہ اور اس کے والد ابوبکر اہلِ سنت کے نطفہ سے پیدا ہوئے اور عرصۂ دراز تک اہلِ سنت تھے۔ ابوبکر کے والد کے انتقال کے بعد ابوبکر کی والدہ ایک شیعہ سے نکاح پڑھا لی اور ابوبکر اسی شیعہ کے سایۂ عاطفت میں چھوٹے سے بڑا ہوا اور ابوبکر کا نکاح ایک سنّی لڑکی سے کر دیا جس سے زاہدہ پیدا ہوئی۔ اب چوں کہ زاہدہ بالغہ ہو چکی ہے جس سے ایک سنی حافظ صاحب نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ نکاح ہو سکتا ہے کہ نہیں؟

(۲) زاہدہ کی ماں کے فوت ہو جانے کے بعد پندرہ، بیس دن بعد ابوبکر کا نکاح ایک شیعہ لڑکی سے ہو گیا اور ابوبکر اپنے آپ کو شیعہ کہنے لگا۔ اب آپ یہ فرما دیں کہ زاہدہ اہل سنت ہے یا شیعہ؟ ابھی زاہدہ ابوبکر کے زیر سایہ پل رہی ہے ایسی صورت میں لڑکی زاہدہ کی زندگی پر وبال آ گیا ہے نہ تو شیعہ میں جا سکتی ہے اور نہ اہل سنت میں، یہاں کی جماعت نے ابوبکر کے والد سے قطع تعلق بھی کر لیا ہے کیا اس نکاح میں اہل سنت وجمات کے لوگ شامل ہو سکتے ہیں یا نہیں اور اس لڑکے کا نکاح امام اہل سنت کرا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) اگر زاہدہ رافضیوں کا عقیدہ نہیں رکھتی بلکہ وہ سنی ہے تو بلا شبہ اس سے نکاح جائز ہے۔

(۲) اگر زاہدہ اہلِ سنت وجماعت کا عقیدہ رکھتی ہے رافضیوں کے عقائد سے نفرت کرتی ہے تو وہ سنّی قرار دی جائے گی۔ اگرچہ رافضی باپ ابوبکر کے زیر کفالت ہوا گر زاہدہ بالغ ہے تو وہ جہاں چاہے اپنا نکاح بغیر باپ کی مرضی کے کر سکتی ہے اور دوسرے

لوگ اس نکاح میں شرکت بھی کر سکتے ہیں۔ اہل سنت کے امام صاحب زاہدہ کی اجازت سے نکاح بھی پڑھا سکتے ہیں ان پر شرعاً کوئی مواخذہ نہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۰/ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

طلاق کے لیے عورت کی موجودگی ضروری نہیں

مسئلہ: از: خادم العلما حاجی عزیز احمد خان، خطیب مسجد سوداگران، مہوبا، ضلع ہمیر پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

ماں اور بیٹے میں اس بات پر جھگڑا ہوا کہ بیٹا اپنی ماں سے بغرض سودا سلف پیسہ طلب کر رہا تھا اور ماں دینے میں حیلہ حوالہ کر رہی تھی۔ اس جھگڑے نے یہاں تک طول پکڑا کہ ماں کی زبان سے یہ فحش کلمہ نکل پڑا کہ ''تو اپنی لڑکی کو بوروں کو دے جو تمہارے گھر میں رہے اور اپنی اہلیہ کو بھی لے جا''۔ لڑکا غصے میں تو تھا ہی، بے ساختہ اس کے منہ نکل پڑا کہ ''میں نے اس کو طلاق دی'' اور ایک مرتبہ نہیں بلکہ پانچ چھ بار یہی جملہ استعمال کیا۔ ایسی صورت میں کیا عورت اس مرد کے نکاح میں رہی یا خارج ہوگئی؟ جواب باصواب سے مطلع فرمایا جائے نوازش ہوگی۔ اور یہ جھگڑا عورت کی غیر موجودگی میں ہوا۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں عورت پر تین طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی۔ اب بغیر حلالہ وہ عورت اپنے شوہر کے لیے حلال نہیں۔ طلاق واقع ہونے کے لیے عورت کی موجودگی ضروری نہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۴/ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

چند نکاح میں ایک ہی خطبہ کافی ہے

مسئلہ: از: قاضی حسن الدین، مقام وپوسٹ لاڈکھیر، تعلقہ داروا، ضلع ایوت محل، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلے میں:

ایک ہی میں کئی نکاح ہوں تو ایسی صورت میں صرف ایک ہی خطبۂ نکاح سب کے لیے کافی ہوگا یا سب کے لیے علیحدہ علیحدہ خطبۂ نکاح پڑھنا چاہیے؟ ایسے ہی اگر بہت سے جنازے ہوں جن میں مرد عورتیں لڑکے لڑکیاں ہوں تو کیا صورت ہوگی؟

الجواب بعون الملک الوھاب

خطبۂ نکاح ایجاب وقبول سے پہلے مستحب ہے، لہٰذا اس مجلس میں جتنے نکاح ہوں سب کے لیے ایک ہی خطبہ کافی ہے۔ اگر کئی جنازے ہوں تو ان سب کی ایک ساتھ نماز پڑھنا ہے، البتہ الگ الگ جنازے کی نماز افضل ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۶/ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

اگر شوہر پاگل ہوجائے تو کیا عورت اس سے الگ ہوسکتی ہے؟

مسئلہ: از: علی بھائی عبداللہ

محترم المقام واجب الاحترام حضرت مولانا مفتی محمد مصطفی رضا خاں صاحب مدظلہ العالی مفتی اعظم ہند السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

میرے سگے چھوٹے بھائی کی لڑکی جس کا نام خدیجہ ہے۔ آج سے تقریباً اٹھارہ سال پیشتر خدیجہ کا نکاح میرے سگے بڑے بھائی کے لڑکے عبداللہ کے ساتھ کیا تھا۔ میرے دونوں بھائیوں کا ایک مدت سے انتقال ہوگیا ہے۔ نکاح کے دو مہینہ بعد عبداللہ بالکل پاگل ہوگیا ہے، اسے دین ودنیا کا کوئی شعور نہیں ہے، جن کے گواہ موجود ہیں اور اب بھی وہ راہ راست پر آئے ایسی کوئی امید نہیں ہے۔ اسے اپنے جسم کی حفاظت کا بھی کوئی خیال نہیں ہے۔ آج سترہ سال سے لڑکی میرے یہاں ہے۔ وہ اس کا نان ونفقہ کچھ بھی نہیں دیتا ہے اس کے خورد ونوش کا تمام خرچ میرے ذمے ہے۔ لڑکی کی عمر کم ہے، زیادہ نہیں ہے اور اس کے ماں باپ کوئی بھی نہیں ہے۔ میں لڑکی کا بڑا باپ ہوتا ہوں میں بھی ضعیف العمر ہوں۔ اب وہ طلاق دے ایسی بھی کوئی صورت نہیں ہے، کیوں کہ وہ بالکل پاگل ہے۔ خدیجہ بائی سترہ سال سے ہمارے یہاں ہے۔ خدیجہ بائی کے نکاح کے پیغام بھی دوسری جگہوں سے آرہے ہیں، لیکن ہم نے کچھ بھی جواب نہیں دیا۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعی حکم کیا ہے؟ لڑکی کا ہم دوسری جگہ پر شرعی نکاح کرا سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب جلد لکھنے کی زحمت گوارا کریں۔ **بینوا توجروا**

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر واقعی خدیجہ کا شوہر مجنوں یعنی پاگل ہوگیا ہے تو خدیجہ حاکم شرع کے یہاں درخواست کرے وہ بعد تحقیق حال علاج و معالجہ کے لیے ایک سال کی مدت مقرر کرے گا اگر اسی ایک سال میں علاج ومعالجہ سے اس کا شوہر ٹھیک ہوجائے تو فبہا ورنہ عورت دوبارہ حاکم شرع کے حضور رجوع کرے۔ اب حاکم شرع عورت کو اپنے نفس کا اختیار دے گا۔ اگر عورت تفریق چاہتی ہے تو اس وقت عورت اپنے نفس کو اختیا کرے یا شوہر کو۔ اگر نفس کو اختیار کیا تو حاکم شرع نکاح فسخ کردے گا۔ اور یہ فسخ ایک طلاق بائن ہوگی۔ اس کے بعد عورت عدت طلاق یعنی حائضہ ہو تو تین حیض کامل آجانے کے بعد یا حاملہ ہو تو بچہ پیدا ہوجانے بعد جس سے اس کا نکاح درست ہو، اس سے نکاح کرسکے گی۔ اور اگر عورت نے حاکم شرع کے حکم پر شوہر کو اختیار کیا یا بیٹھی تھی تو اٹھ گئی یا کسی نے اسے اُٹھا دیا، یا نفس کو اختیار کرنے سے پہلے حاکم اسلام اٹھ بیٹھا تو اب اختیار جاتا رہے گا۔ ہمیشہ کے لیے یہ اسی مجنوں کی بیوی

رہے گی۔ یہ احکام اس صورت میں جب کہ جنون حادث ہواور اگر حاکم شرع کو ثبوت شرعی سے ثابت ہوجائے کہ شوہر کا جنون مطبق ہے کبھی افاقہ ہی نہیں ہوتا تو سال کی مدت مقرر نہ کرے گا۔ بلکہ فی الفور نکاح فسخ کردے گا۔ "کما قال محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کان الجنون حادثا یؤجلہ سنۃ کالعنۃ ثم یخیر المرأۃ بعد الحول اذا لم یبرأ وان کان مطبقا فھو کالجب وبہ ناخذ کذا فی الحاوی القدسی"۔(۱) جہاں حاکم شرع نہیں جیسے آج کل ہندستان، وہاں اپنے شہر کا سب سے بڑا عالم دین سنی صحیح العقیدہ جو مرجع فتوی ہو وہ قائم مقام حاکم اسلام کے ہے۔ "کما نص علیہ العلامہ عبد الغنی النابلسی عن الامام العتابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور کلھا مفوضۃ الی العلما یصیرون ولاۃ او کما قال"۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: ریاض احمد چھپروی سیوان غفرلہ رضوی
دار الافتاء محلہ سوداگران بریلی ۱۳ رشوال المکرم ۱۳۹۱ھ

"میں نے تجھے تین طلاق دے دیا" طلاق مغلظہ واقع ہوگئی

مسئلہ: از: نیاز مند جمیلہ بی

حضرت قبلہ مولانا مفتی عبد الرشید صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مندرجہ ذیل استفتاء کا جواب شرعاً مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں۔

معروضہ پیش خدمت یہ ہے کہ مسماۃ جمیلہ خاتون ولد پیر علی ساکن کھیرا تحصیل وضلع درگ والی کی شادی مسمیٰ ریاست علی ولد شمشیر علی ساکن کھیرا تحصیل وضلع درگ والے کے ساتھ ہوئی تھی۔ عرصہ تقریباً سوا تین سال ہوا۔ اس سوا تین سال کے عرصہ میں مسماۃ جمیلہ خاتون اپنے شوہر کے گھر چھ ماہ رہی۔ مگر شوہر مذکور مسماۃ کو بلا ناغہ کسی بھی بہانے مار پیٹ گالی گلوج کرتا رہا اور میرے والدین کے گھر لاکر چھوڑ دیا۔ مگر میرے والد نے پھر میرے شوہر کے گھر پہنچا دیا اس وقت تقریباً مجھے چھ ماہ کا حمل تھا۔ لیکن پھر شوہر مذکور نے ایک ماہ کے اندر ہی مار پیٹ کر میرے والدین کے گھر لاکر چھوڑ دیا اور دو آدمیوں کے روبرو یہ کہا "اب میرے گھر نہ آنا میں نے تجھے تین طلاق دے دیا اب تو میرے لائق نہیں اب نہ تو میری اور نہ میں تیرا شوہر" یہ کہ کر چلا گیا۔ میری ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی جو تقریباً سوا دو سال کی ہے اس کے بعد سے پھر کبھی مجھے لے جانے کے لیے نہیں آیا۔ نہ خرچ ہی دیا۔ اب میری زندگی کا مستقبل تاریک ہوگیا۔ ایسی صورت میں شریعت مطہرہ کا میرے لیے کیا حکم ہے؟ میں انتہائی خطرے میں ہوں، ممکن ہے کہ لوگ مجھے بدنام ورسوا کرنے کے لیے کوئی الزام عائد کریں، جس سے میری آبروریزی ہو۔ اس سلسلے میں مسمیٰ مذکور کو دفعہ نوٹس بھی دیا تھا جس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ التماس ہے کہ براہ کرم مندرجہ بالا حالات پر غور فرما کر جواب شرعی عنایت فرمائیں۔ فقط گواہ: (۱) سراج الدین (۲) جمن خاں

الجواب بعون الملک الوھاب

---

(۱) الفتاوی الهندیہ ج:۱، ص:۵۲۶، کتاب الطلاق، الباب الثانی عشر فی العنین

صورتِ مسئولہ میں مسماۃ جمیلہ خاتون پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ اور چوں کہ ریاست کے تین طلاق دے دینے کے بعد وضع حمل ہوا لہٰذا عدت بھی پوری ہوگئی۔ اب نئی عدت گزارنے کی ضرورت نہیں رہی۔ جمیلہ خاتون کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے شوہر اوّل کے علاوہ دوسرے سے نکاح کرے۔ شوہر اول کے لیے جمیلہ خاتون بغیر حلالہ حلال نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور یکم/جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

نکاح میں وکیل بنانے کا صحیح طریقہ

مسئلہ: از: محمد عبداللہ خاں نگینہ مسجد تالاب محلہ ضلع ایوت محل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

ہندہ کا عقد محمود کے ساتھ مقرر ہوا زید وکیل بنا اور عمرو بکر گواہ بنے اور قاضی خالد ہے۔ مہر ۵۰۰/روپیہ مقرر ہوا۔ اب اس کے آگے آپ بتائیں کہ صحیح طریقہ کیا ہے؟ کس طرح سے اجازت وغیرہ اور ایجاب وقبول وغیرہ ہونا چاہیے۔ **بینوا وتوجروا رحمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین خیراً**

الجواب بعون الملک الوھاب

اس کا صحیح طریقہ یہ کہ زید وکیل ہندہ سے اپنی وکالت کی اجازت لے لے ہندہ جب زید کو اپنے نکاح کا وکیل بنادے تو دو گواہوں کے سامنے زید محمود سے ایجاب کرائے ایجاب کرانے کی صورت یہ ہے کہ زید وکیل یوں کہے: فلاں کی لڑکی ہندہ بعوض مبلغ پانچ سو روپے سکۂ رائج الوقت میری وکالت سے ان دو گواہوں کے سامنے آپ کی زوجیت میں دی ہے آپ نے قبول کیا؟ اگر محمود کہتا ہے کہ میں نے قبول کیا تو نکاح ہوگیا۔ زید وکیل کو یہ حق نہیں کہ وہ ہندہ کے نکاح کا وکیل بنے اور خالد قاضی سے کہے کہ آپ ایجاب کرادیجئے، ہاں زید کے ایک دفعہ ایجاب کرادینے کے بعد اگر خالد قاضی زید کی وکالت سے انہیں الفاظ کو دہرادے تو کوئی حرج نہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور یکم/جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

حالت نیند میں دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوجائے گی

مسئلہ: از: عبدالغنی، موضع خواجہ پور، پوسٹ رسول پور، ضلع جونپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

زید کی ماں اور زینب ایک جگہ نیند سے سو رہی تھیں، ایسی حالت میں زینب زید کی ماں کا دودھ پینے لگی، زید کی ماں کی نیند ٹوٹ گئی یعنی جاگ گئی تو اپنا لڑکا دودھ پیتے نہ پایا بلکہ زینب جو دوسرے کی لڑکی تھی اسے دودھ پیتے دیکھا تو فوراً دودھ چھوڑا دیا۔اب زید سے زینب کا عقد جائز ہے یا نہیں۔فقط السلام علیکم

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں اگر زینب کی عمر ڈھائی سال سے کم تھی اور زید کی ماں کا دودھ پی لیا اگر چہ نیند کی حالت میں، حرمت رضاعت ثابت ہوجائے گی۔زید و زینب دونوں آپس میں رضائی بھائی بہن قرار پائیں گے۔**لقولہ تعالیٰ: ’’واخواتکم من الرضاعۃ‘‘**۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۵؍جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

بیوی کے ہوتے ہوئے اس کی سوتیلی بہن سے نکاح درست نہیں

مسئلہ: از: طالب دعا محمد رفیق چندر پور بروز اتوار ۶؍جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

مکرم ومحترم مفتی اعظم مدظلہ العالی سلام سنت الاسلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

زید کی چار بیویاں ہیں جن میں سے دوسری بیوی کی لڑکی بکر سے بیاہی گئی اور انتقال کرگئی۔اس کے بعد تیسری بیوی کی لڑکی سے پھر بکر کا نکاح ہوا اور وہ اب حیات ہے۔ایسی صورت میں بکر کی اس موجودہ بیوی نے اپنی بہن یعنی زید کی چوتھی بیوی کی لڑکی کو گھریلو کام کاج کی خاطر چند روز اپنے پاس رکھا، اس درمیان بکر اپنی اسی سالی کی طرف مائل ہوچکا ہے اور اس سے بیاہ کرنا چاہتا ہے۔تو کیا ایسی صورت میں شریعت اسلامیہ اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق زید کی چوتھی بیوی کی لڑکی یعنی سالی سے شادی کرسکتا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے کہ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو مرد فرض کیا جائے تو وہ عورت اس کے لیے حرام ہو۔لہٰذا صورتِ مسئولہ میں بکر اپنی بیوی کی موجودگی میں بیوی کی سوتیلی بہن سے نکاح نہیں کرسکتا۔**لقولہ تعالیٰ: ’’وَ اَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَیۡنَ الۡاُخۡتَیۡنِ‘‘**۔ (النساء:۲۳)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۹؍جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

نکاح کے متعلق ایک سوال اوراس کا جواب

مسئلہ: از: محمد حبیب خان صاحب شاہ پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلۂ میں:

زید وعمر میں شادی کے تمام شرائط طے پا گئے۔ زید ہندہ کے والد اور عمر بکر کے والد۔ چناں چہ مہر ۹۰۰ طے ہوا۔ بارات آئی لوازمات عقد ونکاح طرفین سے ہو گئے۔ قاضی نے معلوم کیا کہ مہر کتنا؟ طرفین نے کہا: ۹۰۰۔ ہندہ سے قبول کرایا۔ جب قاضی بکر کے پاس آئے تو عمر نے کہا: ۹۰۰ پر نہیں بلکہ ۷۰۰ پر پڑھایئے۔ قاضی صاحب نے کہا: یہ کیا بات ہے ۹۰۰ سو طے پا چکا ہے۔ عمر نے کہا کہ اگر ۹۰۰ سو پر پڑھایا گیا تو ہم بارات لے کر واپس چلے جائیں گے۔ بکر نے کہا: ہمیں ۷۰۰ سو سے زیادہ منظور نہیں۔ تو گاؤں کے چند اشخاص نے قاضی صاحب سے کہا کہ ٹھیک ہے گھر کا معاملہ ہے چل کر لڑکی کو راضی کر لیا جائے گا۔ بکر کو سات سو پر ایجاب کرایا، خطبۂ مسنونہ کے بعد جب ہندہ کے پاس گئے تو ہندہ نے انکار کر دیا۔ ہندہ کے گھر والے بگڑ گئے۔ جھگڑا بڑھتا گیا یہاں تک کہ پولس آگئی۔ نہ ہندہ ۹۰۰ سو سے کم ہوئی اور نہ بکر ۷۰۰ سو سے آگے بڑھا۔ صبح کو ہندہ کا نکاح خالد سے کر دیا گیا تو کون سا نکاح صحیح ہوا اور کون سا غلط؟ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بائع نے ۹۰۰ سو طے کیا اور وقت خریداری خریدار نے پیسہ گھٹایا بائع نے کہا کہ معاملہ تو یوں طے تھا اب ہم کو منظور نہیں۔ اس دلیل پر نکاح خالد سے کر دیا گیا۔ **بینوا وتوجروا**

الجواب بعون الملک الوهاب

ہندہ نے اگر بکر قاضی یا کسی دوسرے کو اپنے نکاح کا وکیل بنایا تھا اور وکیل ہی نے اس کا نکاح پڑھا دیا تب تو پہلا نکاح صحیح ہوا اور اگر اس نے اپنے نکاح کا وکیل کسی کو نہیں بنایا تھا بلکہ بکر قاضی نے فضولی بن کر نکاح پڑھا دیا اور خبر ہوتے ہی ہندہ نے رد کر دیا تو پہلا نکاح صحیح نہ ہوا بلکہ دوسرا نکاح صحیح ہوا۔ بیع پر نکاح کو قیاس کرنا صحیح نہیں بعض مسائل میں دونوں میں فرق ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۱ / جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

نکاح کی ایک مدت کے بعد مردانی قوت زائل ہوئی تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں

مسئلہ: از: عبدالرزاق پریسیڈینٹ انجمن اسلامیہ، بڑکوئی کالری ضلع چھندواڑہ مورخہ ۲۲ / ۶ / ۱۹۷۲ء

اعلیٰ مراتب والا جناب حاجی ومفتی صاحب جامعہ عربیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام کے واضح ہو کہ یہاں پر دختر زرینہ بی ولدیت رمضان خاں عرصہ تقریباً ۱۲ / سال ہوئے اس کا نکاح زید کے ساتھ ہوا۔ اس کے یہاں دختر مذکورہ ڈیڑھ سال رہیں اس کے بعد انہی ایام میں اس کے خاوند کا لکڑی کے ٹرک سے ایکسیڈنٹ ہو کر مضروب ہو گیا اور قوتِ مردانگی سے محروم ہو گیا۔ کچھ عرصہ تک زرینہ بی شوہر ہی کے پاس رہی اس کے بعد اپنی ماں کے پاس آگئی۔

اس کا شوہر طلاق دینا نہیں چاہتا اور لڑکی رہنا نہیں چاہتی۔ اس کو عرصہ بارہ سال ہو رہا ہے۔ بدرجۂ مجبوری آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ شوہر معذوری و مجبوری کی بنا پر دختر مذکورہ اپنا کسی دوسری جگہ دیگر شخص سے بلا طلاق نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب شرعی عطا فرمایا جائے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

زید اگر اپنی قوتِ مردانگی کھو چکا ہے اور علاج و معالجہ کے بعد اب اچھے ہونے کی بظاہر کوئی امید بھی نظر نہیں آتی تو زید کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی زرینہ بی کو طلاق دے کر اپنی زوجیت سے الگ کر دے تا کہ وہ حق زوجیت کی عدم ادائیگی سے بری ہو جائے۔ **بقولہ تعالیٰ** "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ" (البقرۃ:۲۲۹) بھلائی کے ساتھ روکنا یا نیکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا۔ زرینہ بی اپنے شوہر کے پاس ڈیڑھ سال رہ چکی ہے بعد میں شوہر کی قوتِ مردانگی زائل ہو گئی ہے۔ لہٰذا زرینہ کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں۔ عالمگیری میں ہے: "**توصل الیھا مدۃ ثم عجز لا خیار لھا**"(۱) اگر زید بخوشی اپنی بیوی کو طلاق دینے پر راضی نہ ہو تو پنچایت وغیرہ کے ذریعہ زید کو طلاق دینے پر راضی کیا جائے۔ طلاق دینے کے بعد زرینہ بی عدت گزار کر اپنا نکاح جہاں چاہے کر سکتی ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

نکاح پڑھانے کا طریقہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں:

دولہا دلہن کو تو ایجاب و قبول وکیل کراتا ہے لیکن مسجد میں نکاح کا قاضی وکیل اور گواہوں کا بیان سننے کے بعد دولھے سے اس طرح مخاطب ہوتا ہے کہ "کیا تم نے فلاں کی بیٹی فلاں کو بعوض اتنے مہر کے اپنے نکاح میں قبول کیا" جملہ کہنے کے بعد پھر قاضی خطبہ پڑھتا ہے اور بعد خطبہ وکیل صاحب دولھے کا ہاتھ پکڑ کر ایجاب و قبول کراتے ہیں اور بعد ایجاب و قبول دعا مانگی جاتی ہے۔ یہ طریقہ جو عرض کیا گیا اس میں شرعاً کوئی قباحت تو نہیں ہے؟ ارشاد فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

نکاح کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی پہلے خطبۂ مسنونہ پڑھے پھر لڑکی کا وکیل لڑکے سے قبول کرائے۔ وکیل کو یہ اختیار نہیں کہ دوسرے سے کہے کہ تم قبول کرا دو۔ ہاں ایک دفعہ وکیل کے قبول کرا دینے کے بعد اگر اسی وکیل کی وکالت سے قاضی انہیں الفاظ کو دو مرتبہ دہرا دے تو حرج نہیں۔ گو یا ایک دفعہ ایجاب و قبول کافی ہے۔ پھر ایجاب و قبول کے بعد دعا مانگی جائے۔ فقط

(۱) الفتاوی الھندیہ ج:۱، ص:۵۲۴، کتاب الطلاق، الباب الثانی عسر فی العنین

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

اگر بیوی کی بہن سے زنا کیا تو کیا نکاح ٹوٹ جائے گا؟

مسئلہ: از: عبداللہ ناگپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلے میں:

(۱) اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی حقیقی بہن کے ساتھ بری نیت سے دست درازی کی، تو کیا ایسی صورت میں اس شخص کا نکاح ٹوٹ جائے گا؟

(۲) اگر عورت غلط کام دوسرے سے کرلے تو اس میں عورت کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ ازروئے شریعت مسئلہ کا خلاصہ بتانے کی تکلیف گوارہ فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) دست درازی سے مطلب یہ کہ اگر اس نے بیوی کی بہن سے زنا کیا تو اس نے حرام وگناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا۔ فوراً توبہ کرے، مگر اس سے اس کی بیوی کا نکاح نہیں ٹوٹے گا۔ اور اس کی بیوی اس پر حرام نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے: **وطی اخت امراتہ لاتحرم علیہ زوجتہ۔**

(۲) اس صورت میں بھی نکاح نہیں ٹوٹے گا۔ مگر توبہ ضروری ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۶ / جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

شوہر اگر پاگل ہوجائے تو عورت طلاق لے سکتی ہے یا نہیں؟

مسئلہ: از: حاجی اسمٰعیل زکریا مسجد کے پاس، اُپلیٹہ گجرات

جناب اعلیٰ! حضرت مفتی اعظم صاحب السلام علیکم! جناب یونس رحمت اللہ صاحب کی طرف سے قبول فرمانا بعد عرض ہمیں ایک مسئلہ درپیش آیا ہے جس کا شریعت سے کیا حل ہے معلوم کرانے کی مہربانی کرنا۔

جناب صدیق صاحب جس کی عمر بیس ۲۰ / سال تھی ۱۹۶۴ء میں شادی ہوئی لڑکی کا نام حمیدہ بانو جس کی عمر ۱۶ / سال شادی کے وقت تھی۔ لڑکا ۱۹۶۶ء میں پاگل ہوگیا۔ بچہ ایک پیدا ہوا تھا وہ بھی انتقال کرگیا۔ اب کوئی بچہ نہیں ہے۔ لڑکی کے خرچ کا کوئی انتظام نہیں ہے، کیوں کہ لڑکی کے پیچھے کوئی نہیں ہے۔ لڑکی کا گھر جانے سے جان کا پورا خطرہ ہے۔ اب لڑکی جوان ہے اور طلاق چاہتی ہے، اس کا پورا جواب پوری تفصیل سے آپ بھیجیں گے، مجھے پوری امید ہے۔ فقط

الجواب بعون الملک الوهاب

اگر واقعی حمیدہ بانو کا شوہر صدیق مجنوں یعنی پاگل ہوگیا ہے تو حمیدہ بانو حاکم اسلام کے یہاں درخواست کرے۔ حاکم اسلام تحقیقِ حال کے بعد شوہر کو علاج و معالجہ کے لیے ایک سال کی مدت دے گا۔ اگر وہ سال بھر میں ٹھیک ہوجائے فبہا ورنہ پھر عورت دوبارہ حاکم اسلام کے حضور درخواست کرے گی۔ اب حاکم شرع عورت کو اختیار دے گا اگر تفریق چاہتی ہے، تو اپنے نفس کو اختیار کرے یا شوہر کو۔ اگر نفس کو اختیار کرے گی تو حاکم اسلام نکاح کو فسخ کردے گا۔ اور یہ فسخ طلاق بائن کے قائم مقام ہوگا۔ اب عورت عدت گزارنے کے بعد جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب شوہر کا جنون حادث ہو اور اگر حاکم شرع کو ثبوت شرعی سے اس بات کا علم ہوجائے کہ اس کا جنون مطبق ہے یعنی کبھی افاقہ نہیں ہوتا تو ایک سال کی مدت نہ دے گا۔ بلکہ فی الفور نکاح فسخ کردے گا۔ عالمگیری میں ہے: "**قال محمد رحمة الله تعالىٰ عليه ان كان الجنون حادثا يؤجله سنة كالعنة ثم يخير المرأة بعد الحول اذا لم يبرأ ان كان مطبقاً فهو كالجب وبه ناخذ**"(۱) لیکن جہاں حاکم شرع نہیں جیسا کہ آج کل ہندوستان میں ہے تو وہاں اپنے شہر کا سب سے بڑا عالم دین سنی صحیح العقیدہ مرجع فتوی ہو وہ حاکم اسلام کے قائم مقام ہے "**کما نص علیه العلامه عبد الغنی النابلسی عن الامام العتابی رضی الله تعالیٰ عنه واذا خلا الزمان بسلطان ذی کفایة فالامور کلها مفوضة الی العلما یصیرون ولاة او کما قال**"۔ فقط **والله اعلم بالصواب ورسوله ﷺ**

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

حاملہ زانیہ کے نکاح کا حکم

مسئلہ: از: پلگاؤں

مکرمی ومحترمی جناب قبلہ مفتئ مہاراشٹرا جناب عبد الرشید صاحب دام اقبالہ بعد ادب و نیاز کے یہ واضح فرمائیں:

یہاں پر ایک کنواری لڑکی بنام زیتون بی بنت شیخ محبوب ساڑھے چار ماہ کی حاملہ ہے جس شخص کا اسے حمل ہے وہ بھی کنوارا ہے، وہ اس سے نکاح کرنے کو راضی بھی ہے۔ اس صورت میں یہاں کی جماعت کو کیا کرنا چاہیے؟ شرعی حکم صادر فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا مندرجہ بالا حالت میں نکاح ہوسکتا ہے؟ فقط

الجواب بعون الملک الوهاب

صورتِ مسئولہ میں زیتون بی کا نکاح شخص مذکور سے ہوسکتا ہے۔ ہدایہ میں ہے: "**وان تزوج حبلیٰ من زناء جاز**

---

(۱) الفتاوی الهندیه ج:۱،ص:۵۲۶، کتاب الطلاق، الباب الثانی عشر فی العنین

النکاح"(۱) لہٰذا وہاں کی جماعت کو چاہیے کہ دونوں سے توبہ کرا کر نکاح کرادے۔ چوں کہ اسی شخص کا حمل بھی ہے لہٰذا حالت حمل میں اس کے لیے اس سے وطی بھی جائز ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

طلاق کی اقسام مع احکام

مسئلہ: از: محمد یوسف صاحب شولا پور

بخدمت عالی جناب مفتی صاحب جامعہ عربیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش ہے کہ مولانا شبلی نعمانی صاحب اپنی کتاب سیرت النعمان (مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی) ص: ۱۷۷ پر درج کرتے ہیں: ''تین بار طلاق دے، ہر طلاق میں ایک مہینہ کا فاصلہ ہوتا ہے کہ اس اثناء میں شوہر کو اپنے ارادے کے فیصل کرنے کے لیے کافی وقت ملے'' کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں: ''ایک بار تین طلاق دینا حرام ہے اور اس کا مرتکب عاصی ہے''۔ براہ کرم جوابی کارڈ ملفوف سے اطلاع کیجیے کہ آیا مذہب حنفی کا طلاق دینے کا یہی صحیح طریقہ ہے؟ نیز یہ بھی اطلاع کریں کہ آیا بھارت گورنمنٹ کے صیغۂ انصاف میں فقۂ حنفی پر ہی عمل درآمد ہو رہا ہے؟ ازراہ کرم یہ بھی لکھنا کہ مذہب حنفی میں طلاق دینے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

طلاق تین قسم کی ہیں۔ ۱: احسن، ۲: حسن، ۳: بدعی۔

طلاقِ احسن کی صورت یہ ہے کہ جس طہر میں وطی نہ کی ہو اس طہر میں ایک طلاق دے اور چھوڑے رکھے یہاں تک عدت گزر جائے۔

طلاقِ حسن کی صورت یہ ہے کہ جس طہر میں وطی نہ کی ہو اس میں ایک طلاق دیدے اور جماع نہ کرے پھر دوسرے میں دوسری طلاق اور وطی نہ کرے اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے۔

طلاقِ بدعی کی صورت یہ ہے کہ ایک ہی طہر میں تین طلاق دے خواہ ایک ہی دفعہ میں یا دو دفعہ یا چند دفعہ کر کے دیدے۔ یا اسی طہر میں طلاق دے جس میں اس نے وطی کی ہے طلاق بدعی واقع ہو جائے گی۔ مگر طلاق دینے والا گنہگار رہو گا۔

عالمگیری میں ہے: "فالاحسن ان یطلق امرأته واحدۃ رجعیۃ فی طھر لم یجامعھا فیه ثم یترکھا حتی تنقضی عدتھا الخ۔ والحسن ان یطلقھا واحدۃ فی طھر لم یجامعھا فیه ثم فی طھر آخر اخریٰ ثم فی طھر آخر اخریٰ۔ والبدعی ان یطلقھا ثلثاً فی طھر واحد بکلمۃ واحدۃ او بکلمات متفرقۃ او یجمع بین

---

(۱) الھدایة ج:۱، ص:۲۹۲، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات

عاصیاً"،(۱) حنفی مسلک پر طلاق احسن یا طلاقِ سنت دینا چاہیے۔ بھارت گورنمنٹ بعض مسائل کا فیصلہ فقہ حنفی کے مطابق دیتی ہے سب کا نہیں۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۹رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

مرتد کے نکاح کا حکم

مسئلہ: ازمہوبا

جناب مولانا مولوی مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بعد سلام مسنون کے عرض خدمت شریف میں یہ ہے کہ مندرجہ ذیل سوال کا جواب شریعت کی روشنی میں جوابی کارڈ پر عنایت فرمائیے گا،عنایت ہوگی۔

زید کا عقد ایک مسلمان سید لڑکی کے ساتھ کرادیا گیا زید کا کسی وقت کا پرانا نام مسلمان تھا اس نام سے لوگوں نے مغالطہ میں ڈال کر قاضی نے نکاح پڑھادیا۔زید پندرہ بیس سال سے عیسائی مذہب کا ماننے والا ہے اور انہی عقائد سے زندگی گزار رہا ہے۔اور عقد کے وقت بھی عیسائی مذہب کے عقائد رکھتا تھا۔عقد کے وقت زید کی عمر چالیس، پینتالیس سال تھی۔زید کی بہن اور رشتہ داروں نے مل کر ایسا کام کیا۔زید کی بیوی اسلام مذہب کو مان رہی ہے اور زید عیسائی مذہب پر اپنی زندگی گزار رہا ہے۔دولڑکیاں بھی ہوچکی ہیں۔زید نے اپنی بیوی کو عیسائی بنانے کی کوشش بھی کی مگر ابھی تک ناکامیاب رہا۔آئندہ بن جانے کی امید ہے۔زید سے مسلمان ہوجانے کو کہا اس نے صاف انکار کردیا۔زید انجیل پڑھتا ہے، بیوی کلام پاک کی تلاوت کرتی ہے۔جب زید کے سالے اور خوش دامنہ نے کہا کہ ہماری لڑکی کو عیسائی نہ بنانا بلکہ جیسی چل رہی ہے ویسی ہی چلی جائے۔تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے عقائد والے سے نکاح درست رہا یا باطل ہوا؟ زید کی اولاد کیسی ہوئی،اور اس طرح سے زندگی گزارنا اسلامی عقائد سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

زید مسلمان ہونے کے بعد عیسائیت قبول کرلینے سے مرتد ہوگیا "**والمرتد لا دین له**"،(۲) اور مرتد کا کوئی دین نہیں۔لہٰذا مرتد کا نکاح نہ کسی مسلمان عورت سے ہوسکتا ہے نہ مرتدہ سے۔عالمگیری میں ہے:"**لا یجوز له ان یتزوج امرأة مسلمة ولا مرتدة الخ**"،(۳) زید کا نکاح نکاح نہیں بلکہ زنائے محض اور اولاد ولد الزنا ہوئی۔لڑکی پر فرض ہے کہ فوراً مرتد زید سے علیحدہ ہو

---

(۱) الفتاوی الهندیه ج:۱،ص:۳۴۸، کتاب الطلاق، الباب الاول فی تفسیر الطلاق ورکنه وشرطه وحکمه

(۲) تبیین الحقائق ج:۳، ص:۲۸۴، کتاب السیر ، باب المرتدین

(۳) الفتاوی الهندیه ج:۲، ص:۲۵۵، کتاب السیر ، الاب التاسع فی احکام المرتدین

جائے اور اب تک بیوی کی طرح اس شخص کے ساتھ جتنی زندگی گزاری ہے اس سے توبہ کرے، اس کے ماں باپ بھائی وغیرہ اور جان بوجھ کر جن لوگوں نے اس رسمی نکاح میں جانتے ہوئے شرکت کی۔ سب لوگ توبہ واستغفار کریں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۴؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

اگر شوہر نے کہا ''میں نے فیصلہ دے دیا ہے نکل جا گھر سے'' تو طلاق کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے بیانات میں:

صغریٰ بی کا بیان: میں سوئی تھی کہ میرے شوہر نے مجھے جگایا اور کہا کہ میں تم سے دو بات کرنا چاہتا ہوں میں اٹھی، اٹھ کر بیٹھ گئی تو انہوں نے کہا کہ جا میں نے فیصلہ دیا، فیصلہ دیا، فیصلہ دیا۔ میں گھر سے نکلی تو میرے شوہر نے پیچھے آکر کہا میں نے فیصلہ نہیں دیا گھر چلو۔

شوہر کا بیان: میں بھوپال سے آیا تو میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ میں قرض خواہوں سے تنگ آگئی ہوں میرا فیصلہ دے دو میں نے کہا میں نے فیصلہ دیا۔ نکل جا گھر سے نکل جا گھر سے۔

گواہ انصاری کا بیان: عثمان نے مجھ سے کہا: انصاری ذرا میرے ساتھ چلو، میں نے کہا: کہاں جا رہے ہو؟ ان کے ساتھ صغریٰ بی کے بہنوئی کے مکان پر گیا جہاں پر صغریٰ بی ٹھہری تھی۔ صغریٰ بی کے بہنوئی نے کہا: کیوں آئے ہو جب طلاق دے دیا ہے تو عثمان نے کہا میں نے طلاق تو نہیں دی ہے۔ اگر وہ کہتی ہے تو سمجھ لو ہو گیا۔

گواہ شمس الدین کا بیان: عثمان مجھے اپنے ساتھ صغریٰ بی کے بہنوئی کے گھر لے گئے جہاں صغریٰ بی ٹھہری تھی۔ صغریٰ بی نے کہا کیوں آئے ہو جب میرا فیصلہ دے دیا ہے تو عثمان نے کہا: میں نے فیصلہ تو نہیں دیا ہے اگر وہ کہتی ہے تو ایسا ہی سہی۔

الجواب بعون الملک الوھاب

شوہر کا اپنی بیوی سے یہ کہنا کہ ''میں نے فیصلہ دیا'' طلاق کنائی کا جملہ ہے اسی طرح یہ کہنا کہ ''نکل جا گھر سے'' یہ بھی طلاق کنائی کا جملہ ہے۔ سوال سے ظاہر ہے کہ شوہر نے یہ جملے بنیت طلاق کہے ہیں اس لیے اس کی بیوی پر ایک طلاق بائن پڑی، کیوں کہ بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: اس (شوہر) کا کہنا کہ میں اس وقت سے جواب دیتا ہوں اور اپنا کوئی تعلق نہیں رکھتا پھر لکھنا کہ میں قطع تعلق کرتا ہوں۔ یہ مجموع ایک ہی ہوگی۔ فان البائن لا یلحق البائن والنیۃ قد ظہرت (۱)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

(۱) فتاوی رضویہ قدیم جلد: ۵، ص: ۷۵۳۔

اگر شوہر کسی شرط پر دوسرے نکاح کا اختیار دے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ: از: طرف عبدالحفیظ ولد محمد حنیف، سیف آباد، پرتاپ گڑھ مورخہ ۲۰/ ۷/ ۱۹۷۲ء

میں یہ اقرار نامہ اپنی رضا وخوشی سے لکھوا رہا ہوں:

میں اپنی زوجہ یعنی بیوی کو نان ونفقہ ہر ماہ بطور خرچ چالیس روپیہ بحالت صحت نہ دوں تو میری بیوی زاہدہ خاتون کو اختیار رہے کہ تین ماہ انتظار کرنے کے بعد کچھ دیندار لوگوں کے سامنے اپنا بیان دے کر نکاح کر لینے کا اسے حق حاصل ہوگا یعنی اس پر تین طلاق پڑ جائے گی۔

گواہان: محمد ہارون ولد خلیل، محمد صدیق ولد نصیر میاں، نور محمد ولد ابراہیم، ثناء اللہ ولد ممتاز علی، شاہ محمد سیٹھ بالم سیٹھ، کامل، شوکت، مستقیم وغیرہ وغیرہ ناگپور۔

میرے لوگوں کے سامنے عبدالحفیظ کے بابت دو مرتبہ پنچایت ہوئی اور سب باتیں میرے سامنے آئیں بلکہ ہم لوگوں نے بھی بہت کچھ سمجھایا اور ہم لوگوں کے سامنے دس روپیہ ہفتہ کا بھی دینے کا وعدہ کیا لڑکی واسطے، مگر اس پر بھی قائم نہ رہا اور صحیح معنوں میں دیکھا جائے تو لڑکا حقیقت میں نالائق ہے۔ عرصہ تین سال کے قریب ہو رہا ہے نہ تو گھر جاتا ہے نہ تو اپنی بیوی کو خرچ دیتا ہے اور کسی کے کہنے پر عمل بھی نہیں کرتا ہے۔ فقط والسلام مع الاکرام۔ بقلم محمد فاروق ولد محمد خلیل احمد

الجواب بعون الملک الوهاب

صورتِ مسئولہ میں اگر عبدالحفیظ بحالت صحت تین ماہ تک اپنی شرط پوری نہ کرے گا تو اس کی بیوی زاہدہ خاتون پر تین طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی۔ پھر یہ شرط اگر پہلی تاریخ کو لگائی تھی اگر چہ عصر کے وقت ہو تو مہینے کا شمار چاند سے ہوگا۔ ورنہ ہر مہینہ تیس دن کا قرار دیا جائے گا۔ اس کے بعد زاہدہ خاتون کو اختیار ہوگا کہ عدت گزار کر جہاں چاہے نکاح کرے۔ ہاں شوہر اوّل عبدالحفیظ کے لیے بغیر حلالہ حلال نہ ہوگی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۸/ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

طلاق کی نیت کے بغیر بھی الفاظ طلاق سے طلاق ہو جائے گی

مسئلہ: از عبدالقدیر سید مرچنٹ چھوٹی مدار ٹیکری جبل پور، ۳۱/ جولائی ۱۹۷۲ء

مخدومی معظمی حضور قبلہ مولانا الحاج مفتی محمد عبدالرشید خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی بانی ومہتمم وشیخ الجامعہ العربیہ اسلامیہ ناگپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج مبارک بخیر۔ مندرجہ ذیل مسئلہ ارباب دین ومفتیان شرع متین کی رائے مطلوب ہے۔

اپنی بیوی ہندہ کے سامنے زید نے اپنی ماں سے کہا کہ ہندہ کو آپ اس کے میکہ بھجوا کیوں نہیں دیتیں، یہ یہاں سے چلی

جائے تو بہتر ہے۔ زید کی ان باتوں سے نالاں ہوکر ہندہ طنز کرتے ہوئے بولی: ہاں میں سمجھتی ہوں کہ آپ مجھے طلاق دینا چاہتے ہیں اور آپ کی ماں بھی یہی چاہتی ہیں۔ ہندہ کی ان کلمات سے زید کو انتہائی رنج ہوا اور بے حد غصہ آیا، عین غصہ کی حالت میں زدوکوب کے ارادے سے زید ہندہ کی طرف لپکا لیکن زید کی چھوٹی بچی درمیان میں آئی اور ہندہ مار کھانے سے بچ تو گئی لیکن زید نے اسی وقت تین سے زائد بار کہا: جا میں نے تجھے طلاق دیدی۔ اور زید نے اسی وقت چار آدمیوں کو گواہ بنالیا۔ اب زید کا کہنا ہے کہ اگر ہندہ زبان پر طلاق کا نام نہ لاتی تو میں طلاق نہ دیتا، کیوں کہ طلاق دینے کی میری نیت نہیں تھی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ حقائق کی روشنی میں آیا واقعی طلاق ہوگئی؟ اگر ہوئی تو کون سی طلاق ہوئی اور رجوع کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ ازراہ کرم شرعی حکم سے بالتفصیل بحوالۂ حدیث ومہر مستفید فرمائیں۔ فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں زید کی بیوی ہندہ پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ اب ہندہ زید کے لیے بغیر حلالہ حلال نہیں۔ **بقولہ تعالیٰ:** ”**فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ**“ (البقرۃ:۲۳۰) حلالہ کی صورت یہ ہے کہ ہندہ عدت گزارے وہ بھی تین حیض اگر حیض آتا ہو، وضع حمل اگر حمل ہو۔ اس کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح کرے پھر دوسرا شوہر اس کے ساتھ وطی بھی کرے پھر وہ طلاق دے، اس کے بعد ہندہ عدت گزار کر شوہر اول سے نکاح کرسکتی ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۴؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

مجسٹریٹ کے ”میں نے نکاح فسخ کیا“ کہہ دینے سے طلاق واقع نہیں ہوگی

مسئلہ: از: عرض گزار کلیم جوہر نظامی نیا محلہ جبل پور مورخہ ۱۸؍ اگست ۱۹۷۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے متعلق:

زاہدہ کی شادی ہوئے تقریباً ایک سال ہوگیا ہے، لڑکی کی تعلیم وتربیت ایسے ماحول میں ہوئی ہے جس کو تہذیب وتمدن کا گہوارہ سمجھا جاتا ہے۔ زید کی شادی زاہدہ کے ساتھ ہوگئی لیکن زید کے گھر کا ماحول لڑکی کے گھر کے ماحول سے برعکس ثابت ہوا۔ بمشکل تمام چار مہینے ہی گزرے تھے کہ زید اور اس کے والدین کی سختیوں سے ایک خطرناک بیماری میں مبتلا ہوگئی۔ زید اور زید کے والدین نے گھر سے علیٰحدہ کرکے زاہدہ کے والدین کے گھر لاکر چھوڑ دیا۔ زرکثیر خرچ کرکے زاہدہ کے والدین نے زاہدہ کا علاج ومعالجہ کرایا۔ زاہدہ نے آج ایک نئی زندگی حاصل کی ہے۔ اب زاہدہ سسرال جانے کے لیے قطعی انکار کرتی ہے۔ حد سے زیادہ خوف زدہ ہوگئی ہے، شوہر سے خلع چاہتی ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟ فتویٰ عنایت فرمایا جائے نوازش ہوگی۔

الجواب بعون الملک الوھاب

شوہر پر ضروری ہے کہ حسن سلوک کے ساتھ حق زوجیت ادا کرے یا پھر طلاق دے کر اس کی راہ صاف کردے۔ درمختار میں

ہے: ''**ویجب لو فات الامساك بالمعروف**''۔(۱) اگر اچھائی سے نہیں رکھ سکتا تو طلاق دینا واجب ہے۔ اگر شوہر دیانت داری اور خوف خدا سامنے رکھ کر وعدہ کرے کہ بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرے گا۔ اور ہر اس حرکت سے باز آجائے گا جو انسانیت سوز ہو تو زاہدہ اپنے شوہر کے ساتھ رہے۔ اور اگر نباہ کی امید منقطع ہوگئی ہو اور شوہر طلاق دینے پر راضی نہ ہو تو بااثر لوگوں کے ذریعہ اس سے طلاق لی جائے یا مجبوراً کورٹ میں مقدمہ دائر کر کے طلاق حاصل کی جائے۔ لیکن لڑکی کے وکیل کو یہ مسئلہ بتادیا جائے کہ شوہر اپنی زبان سے طلاق دے۔ مجسٹریٹ کے کہہ دینے سے کہ میں نے نکاح فسخ کیا شرعاً طلاق نہ ہوگی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۹/ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

تحریری طلاق نامہ کا حکم

مسئلہ از: مولوی محمد سلیمان خان پیش امام مسجد چھوماپارہ رائپور

حضرت مولانا مفتی عبد الرشید خاں صاحب قبلہ دامت برکاتہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مؤدبانہ گزارش خدمت یہ ہے کہ مندرجہ ذیل سوال واستفتاء کا جواب مدلل بحوالۂ کتب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دریں مسئلہ:

زید نے ایک تحریر بعنوان طلاق نامہ لکھا۔ جس کا مضمون یہ کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدیا اس لیے کہ وہ بہت نافرمان ہے، میرا کہنا نہیں مانتی، اس نے مہر معاف کردی میں نے طلاق دے دیا۔ لیکن زید نے وہ تحریر ہندہ کو نہیں دیا، نہ ہندہ کو یہ معلوم تھا کہ اس میں زید نے کیا تحریر کیا ہے۔ زید کسی ضرورت سے باہر چلا گیا، ہندہ نے وہ تحریر اپنے باپ کے پاس روانہ کردی۔ جب زید واپس آیا، باہر سے تو تحریر نہیں ملی۔ زید نے ہندہ سے دریافت کیا کہ یہاں ایک کاغذ تھا کیا ہوا؟ تو ہندہ نے لاعلمی ظاہر کی۔ بعد میں کو معلوم ہوا کہ وہ تحریر ہندہ کے باپ کے پاس ہے۔ تحریر میں ہندہ کا نام نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ہندہ کو طلاق واقع ہوگئی یا نہیں ہوئی؟ ہندہ زید کے پاس ہے، شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ جواب مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں ہندہ پر تو ایک طلاق رجعی بوقت تحریر واقع ہوگی۔ عالمگیری میں ہے: ''**وان کانت مرسومة یقع الطلاق نوی اولم ینو**''۔(۲) شوہر کو اختیار ہے کہ عدت کے اندر اندر رجعت کرے۔ اور اگر عدت گزر گئی تو طلاق بائن واقع ہوگئی۔ اب ہندہ کو اختیار ہے کہ تجدید نکاح کر کے شوہر اول کے ساتھ رہے یا کہیں اور نکاح کرے۔ فقط

---

(۱) الدر المختار: ۳، ص: ۲۲۹، کتاب الطلاق

(۲) الفتاوی الهندیه ج:۱، ص:۳۷۸، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی ایقاع الطلاق

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور یکم رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

خواب آور گولیاں کھائی جس کی وجہ سے دماغ ماؤف ہوگیا اور طلاق دی تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ: از: حافظ مقبول احمد اشرفی خطیب وامام جونی مسجد مدنپورہ سانکلی اسٹریٹ ممبئی ۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

زید کو آج سے چار سال قبل کسی جرم کی پاداش میں ۶ ؍ ماہ کی قید ہوگئی، سزا کا حکم سنتے ہی زید کا دماغی توازن بگڑ گیا اور جیل میں جانے کے بعد تو اس میں اتنا اضافہ ہوگیا کہ وہ کسی سے سنبھالے نہیں سنبھلتا۔ مجبوراً جیل کے ذمہ دار آفیسروں نے ڈاکٹر کو طلب کیا ڈاکٹر نے معائنہ کے بعد اسے خواب آور گولیاں دینی شروع کیں، گولیوں کے استعمال کے بعد اسے نیند آجاتی تھی۔ یا وہ اپنی جگہ گم سم ہوکر بیٹھا رہتا تھا۔ جیل سے رہائی کے بعد زید خواب آور گولیاں کھانے کا عادی ہوگیا جب تلک وہ گولیاں نہ کھاتا اسے نیند نہیں آتی، اور نیند نہ آنے کی صورت میں چیخنا چلانا مار پیٹ توڑ پھوڑ کرنا شروع کر دیتا۔ زید کے بھائیوں نے کئی تجربہ کار ڈاکٹر سے بھی رجوع کیا اور اپنی حد سے تجاوز کر کے علاج بھی کرایا اور آج بھی کسی نہ کسی ڈاکٹر سے علاج چل ہی رہا ہے، اس کے باوجود بھی زید کا دماغ اکثر ماؤف سا ہو جاتا ہے۔ اور بہکی بہکی باتیں بھی کیا کرتا ہے۔ ایک روز چند دوست اس سے ملنے کے لیے مکان پر آئے۔ ان کے آنے سے ۱۵ ؍ منٹ قبل خواب آور گولی استعمال کی تھی، یکایک زید کا دماغ ماؤف ہوگیا اور کوئی وجہ نہ ہوتے ہوئے بھی اس نے اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہنا شروع کر دیا کہ میں نے تجھے طلاق دیا میں نے تجھے طلاق دیا۔ تین بار ہی نہیں بلکہ وہ تو کافی وقت تک اسی جملہ کو دہراتا رہا۔ اس کی اس حرکت پر زید کے دوست حیران ہوگئے اور زید کی بیوی جو سات بچے کی ماں ہے اس پر سکتہ کا عالم طاری ہوگیا۔ تقریباً دو گھنٹہ بعد جب زید کی جنونی کیفیت ختم ہوئی تو زید کے دوستوں نے زید سے کہا کہ یہ تم نے کیا کیا؟ تو زید نے کہا کہ میں کیا کیا؟ تو زید کے دوستوں نے کہا کہ تم نے اپنی بیوی کو ہماری موجودگی میں طلاق دے دیا۔ تو زید نے کہا کہ آخر میں اسے طلاق کیوں دوں اس نے کوئی قصور بھی تو نہیں کیا پھر میں خواہ مخواہ اسے طلاق کیوں دوں۔ اسے طلاق دے کر کیا میں اپنے بچوں کی زندگی تباہ کر سکتا ہوں۔ اس پر زید کے تمام دوستوں کو تعجب ہوا۔ اس روز سے احتیاطاً زید کی بیوی اس سے الگ اپنے بچوں کو لے کر رہتی ہے۔

برائے کرم قرآن مجید واحادیث مبارکہ اور اقوال ائمہ کے حوالے سے یہ تحریر فرمائیں کہ ایسی حالت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اگر طلاق واقع ہوگئی تو دوبارہ رجوع کی کیا صورت ہے؟ بالکل واضح طور پر جواب مرحمت فرمائیں تا کہ یہ الجھا ہوا مسئلہ سلجھ جائے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

سوال سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ جنون کا دورہ اس پر گولی کھانے کی وجہ سے نہیں بلکہ کبھی کبھی از خود طاری ہو جاتا ہے لہٰذا اس

صورت میں زید کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ ہدایہ میں ہے: "ولا یقع طلاق الصبی والمجنون والنائم لقوله علیه السلام کل طلاق جاز الا طلاق الصبی والمجنون"(۱) اور اگر بالفرض نیند آور گولی کی وجہ سے تھا زائل ہو گیا جب بھی طلاق واقع نہ ہوگی کیوں کہ اس نے مجبوراً نیند لانے کے لیے ایسی گولیاں دوا کے طور پر استعمال کی ہیں جن میں عموماً حرام اشیاء جز نہیں ہوتا اور نہ معصیت مقصود ہے۔ فقہائے کرام نے تصریح فرمادی ہے کہ اگر افیون بھنگ کو دوا کے طور پر استعمال کیا گیا اور عقل زائل ہوگئی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ ردالمحتار میں ہے: "وصرح فی البدائع وغیرها بعدم وقوع الطلاق باكله معللا بان زوال عقله لم یکن بسبب معصیة والحق التفصیل وهو ان کان للتداوی لم یقع لعدم المعصیة"(۲) فتاوی قاضی خان میں ہے: "من زال عقله بالبنج اولبن الرماك لا ینفذ طلاقه"(۳)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ورسوله ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۷/رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

مطلقہ عورت کو گھر میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ نیز عدت کے دنوں کا خرچہ شوہر پر ہے یا نہیں؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

(۱) زید کی بیوی پر اگر تین طلاقوں سے کم واقع ہوگئیں تو کیا زید اپنی مطلقہ بیوی کو اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے یا نہیں جب کہ بیوی کو حمل بھی ہے، نیز ایک بچہ کم یا زیادہ ۵/سال کا ہے اور ایک ۶/یا ۷/برس کا ہے۔ اور زید ملازمت کے سلسلے میں اکثر دورے پر باہر رہتا ہے، بچوں کی پرورش وغیرہ کے لحاظ کو مدنظر رکھتے ہوئے شریعت کے حکم سے جس طرح کا اُصول اپنانا چاہیے آگاہ فرما دیں۔ طلاق شدہ بیوی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا زید کھا سکتا ہے یا نہیں؟ مکان کے باہری حصہ میں زید اور اندر کے حصہ میں مطلقہ رہ سکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ زید کے والد و والدہ اور ہمشیرہ وغیرہ بھی گھر پر ہیں۔

(۲) کیا زید کو اپنی بیوی کی عدت کے دنوں کا اور زچگی کا اور بچے کی پرورش کرنے کا خرچہ دینا چاہیے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوهاب

(۱) جب تین طلاق مغلظہ واقع نہ ہوئی تو عدت میں رجوع کر کے یا عدت گزر جانے کے بعد تجدید نکاح کر کے اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے پھر اس کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا بھی کھا سکتا ہے۔ صورت مذکورہ بالا پر عمل کرنے کے بعد ایک ساتھ رہ بھی سکتا ہے۔

(۲) اگر رجوع کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو عدت کا خرچ دینا ضروری ہے۔ وضع حمل کے بعد عدت پوری ہوگئی لہٰذا زچگی کے

---

(۱) الهدایة ج:۱، ص:۳۳۸، کتاب الطلاق، باب طلاق السنة

(۲) رد المحتار ج:۳، ص:۲۴۰، کتاب الطلاق، مطلب فی تعریف السکران وحکمه

(۳) فتاوی قاضی خان علی هامش الهندیه ج:۱، ص:۴۷۱، کتاب الطلاق، فصل فی طلاق من لا یعقل

بعد کا خرچ دینا ضروری نہیں، بچہ پیدا ہونے سے قبل تک کا خرچ اور بچوں کی پرورش کا خرچ دینا ضروری ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۷؍رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

طلاق کا ایک مسئلہ اور اس کا جواب

مسئلہ: از: عبدالحفیظ راجنا ندگاؤں ضلع درگ ایم، پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

مسمّٰی فرزند حسین ساکن مادھوگڈھ اُچھرا نے اپنی زوجۂ منکوحہ مسمّاۃ بٹّن بی بنت خلیل الدین ساکن اُچھرا کو تین طلاق دی۔ بذریعۂ تحریر جیسا کہ اس کے طلاق نامہ سے ظاہر ہے۔ اب دریافت امر یہ ہے کہ زوجۂ مذکورہ بالا پر کس قسم کی طلاق واقع ہوئی۔ نیز صورتِ مسئولہ میں شوہر کو رجعت کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

استفتاء کے ہمراہ طلاق نامہ بھی بھیج رہا ہوں جو اصل طلاق نامہ کی نقل ہے۔ اس طلاق نامہ کے بارے میں شوہر کا کہنا ہے کہ لڑکی کے والد اور چچاؤں نے چھرا اور کلہاڑی سے جان سے مارنے کی دھمکی دیتے ہوئے کمرہ میں بند کرکے جبراً تحریر طلاق کی حاصل کی۔ اس کا ذکر شوہر نے اپنے نوٹس میں کیا ہے جو اس نے اپنی بیوی عصمت النساء عرف بٹّن بی کو ۱۵/۶/ ۶۵ء کو دیا تھا وہ نوٹس بھی اسی خط کے ہمراہ بھیج رہا ہوں ملاحظہ فرمالیں گے۔ یہ نوٹس ہندی میں تھا اس کی اردو میں نقل کرکے آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ شوہر نے طلاق دینے کی تاریخ ۱۳/۶/ ۶۵ء لکھی ہے۔

نوٹ: اسی استفتاء کے ہمراہ ایک استفتاء کا خط جو لڑکی کے والد کی جانب سے کسی عظیم الدین صاحب نے حضرت مولانا مفتی برہان الحق صاحب کی خدمت میں فتویٰ حاصل کرنے کے لیے بھیجا تھا وہ بھی بھیج رہا ہوں ملاحظہ فرمالیں۔

نوٹ: اب حضور مفتی صاحب قبلہ سے عرض یہ ہے کہ اس استفتاء کے جواب کی ضرورت آن پڑی ہے۔ کیوں کہ دو مسلمان گروہوں میں اسی مسئلہ کو لے کر پھوٹ پڑ چکی ہے، دونوں گروہوں نے ایک دوسرے جس میں خود مولانا برہان الحق تشریف لے جانے والے ہیں۔ اس لیے کہ لڑکے والوں نے مولانا صاحب کے فتویٰ کا انکار کر دیا ہے۔ چوں کہ حضور حکم شرعی کے وقار کو کورٹ میں باقی رکھنے کے لیے آپ کا فتویٰ مددگار ثابت ہوگا۔ اس لیے جلد سے جلد جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔ بذریعۂ رجسٹری یہ استفتاء بھیج رہا ہوں ہمراہ جواب کے لیے ایکسپریس ٹکٹ حاضر خدمت ہے۔

[استفتا از: عظیم الدین ساکن اُچھرا بتاریخ ۱۰؍فروری ۱۹۶۶ء]

طلاق نامہ: میں فرزند حسین ولد محمد حسین مادھوگڈھ اپنی بیاہتا بیوی مسمّاۃ بٹّن بی کو طلاق دیا۔ تین طلاق۔ مجھ سے کوئی تعلق نہ رہا۔ تحریر اس لیے لکھا کہ سندر ہے اور وقت پر کام آئے۔ بقلم فرزند حسین

گواہان: سلیمان خاں، عبدالغنی، رامیشور شرما اُچھرا، نربدا پرشاد ساہو اُچھرا۔

نوٹس: بجانب فرزند حسین ولد محمد حسین صاحب مادھوگڈھ ضلع ستنا ایم، پی۔ بنام عصمت النساء دختر خلیل الدین صاحب اُچہرا ضلع ستنا ایم، پی

بذریعہ نوٹس تمہیں آگاہ کیا جاتا ہے کہ گزشتہ تاریخ ۱۳/ ۵/ ۶۵ء کو تمہارے والد، چچاؤں، بڑے باپ نے مل کر مجھے اپنے مکان کے اندر لے جا کر بند کوٹھے کے اندر چھرا و کلہاڑی لے کر جان سے مارڈالنے کی دھمکی دیتے ہوئے نہایت سختی کے ساتھ پیش آ کر میری مجبوری سے فائدہ اٹھا کر ایک تحریر اس مضمون کی لیا ہے کہ میں اپنی منکوحہ بیوی عصمت النساء بنت خلیل الدین کو طلاق دیا۔ جس کے بموجب حکم شرعی تم پر طلاق رجعی بقایا ہوتی ہے چوں کہ میں اپنی جان کی حفاظت کے لیے وہ تحریر لکھا تھا۔ اگر میں ان کی منشا کے مطابق تحریر نہ لکھتا تو شاید مجھے زندگی سے ہاتھ دھونا پڑتا اور تم سے بمقابلہ بے وجہ ناچاکی تمہیں اپنی طرف سے رجوع کرنے سے بھی قاصر ہوں۔ لہٰذا بذریعہ تحریر تمہیں رجوع کرر ہا ہوں تا کہ تم کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھو کہ میری طلاق ہوگئی۔ میں آج بتاریخ ۱۵/ ۷/ ۶۵ء کو اس تحریر پر جو کہ بتاریخ ۱۳/ ۵/ ۶۵ء لکھا گیا ہے۔ الفاظ واپس لیتا ہوں چوں کہ مجھے ایسا کرنے بموجب شرعی پورا حق حاصل ہے لہٰذا واسطے آگاہی اطلاع ہے۔ من جانب: تمہارا شوہر: فرزند حسین ولد محمد حسین صاحب مادھوگڈھ ضلع ستنا ایم، پی

گواہان: محمد عبدالرزاق، محمد حسین، رامیشور پرساد اُچہرا ، نربدا پرساد اُچہرا

استفتا بخدمت شریف جناب قبلہ مولانا مفتی اعظم برہان الحق صاحب جبل پور، مدھیہ پردیش

جناب عالی عرض ہے کہ تاریخ ۱۳/ ۶/ ۶۵ء کو بسلسلۂ رشتہ داری اپنی نہال مسمّٰی فرزند حسین ولد محمد حسین صاحب مادھوگڈھ ضلع ستنا ایم، پی، ''اُچہرا'' آئے اور اپنے سسر خلیل الدین ساکن ''اُچہرا'' سے ملاقات کی۔ تب ان کے سسر خلیل الدین نے اپنے داماد فرزند حسین ولد محمد حسین سے اپنی بیٹی کی رخصتی کی بات چیت کی اور یہ بھی کہا کہ آپ کے والد محمد حسین ناراض ہیں اور رخصتی کرانا نہیں چاہتے اور آپ کی شادی کرنے کو دوسری جگہ بات چیت کرر ہے ہیں، آپ کا کیا خیال ہے؟ اس وقت فرزند حسین نے جواب دیا کہ جو میرے والد کرتے ہیں وہ ٹھیک کرتے ہیں اور میں ان کے خلاف رخصتی نہیں کرا سکتا۔ اس وقت سسر خلیل الدین نے میرے سامنے سمجھایا کہ تمہاری شادی ہو چکی، میری لڑکی جوان بیٹھی ہوئی ہے اور تمہاری بہن آزاد ہے جو میرے بھائیوں کے ساتھ شادی ہوئی تھی، تو اب کیا کیا جائے؟ تو لڑکے فرزند حسین نے جواب دیا کہ جیسا کہو ویسا کروں، اس پر خلیل الدین نے کہا کہ آپ رجعی طلاق دے دیجئے۔ اس وقت لڑکے نے اپنے ہاتھ بقلم خود ہندی میں طلاق نامہ تحریر کر کے دستخط و تاریخ ۴/ گواہوں کے سامنے تیار کر دیا۔ اور اپنے نہال جس کام کے واسطے آیا تھا چلا گیا۔

طلاق نامہ اصل حضور کے سامنے پیش ہے۔ پھر ایک ماہ بعد ۱۵/ ۷/ ۶۵ء کو بقلم خود ہندی میں ایک نوٹس مادھوگڈھ سے بذریعۂ رجسٹر خلیل الدین کے نام بھیجا وہ بھی حضور کے سامنے پیش ہے۔ آخر میں یہ بھی الفاظ تحریر ہے کہ ''اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں'' دوسری گزارش یہ ہے کہ طلاق نامہ سے طلاق ہوئی یا نہیں؟ فقط

جواب: طلاق نامہ منسلکہ میں فرزند حسین نے اپنی اہلیہ مسمّاۃ بٹن بی کو مخاطب کر کے تین طلاق دی اس کی اہلیہ پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ اور مسمّاۃ بٹن بی اس کے نکاح سے بالکل نکل گئی اور فرزند حسین پر حرام ہوگئی۔ اب بغیر حلالہ کیے دوبارہ دونوں کا

آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا۔فتاوی عالمگیری میں ہے:''ان کان الطلاق ثلثة فی الحرة و ثنتین فی الامة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحاً صحیحا ویدخل بها ثم طلقها او یموت عنها'' جب کہ طلاق تین ہیں تو عورت اس کے لیے حلال نہیں ہوگی جب تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔اور وہ مرد اس کے ساتھ ہم بستر نہ ہو پھر وہ طلاق دے یا مر جائے۔منسلکہ نوٹس جو فرزند حسین نے دیا اس میں بٹن کو نہیں بلکہ کسی اور عورت کو مخاطب کیا ہے اگر بٹن کا واقعی حقیقی نام ہے اور اسی منسلکہ طلاق نامہ کی طرف اشارہ ہے تو اس طلاق نامہ سے طلاق رجعی نہیں بلکہ طلاق مغلظہ واقع ہوئی۔اس لیے اس کا رجعت کا نوٹس بالکل فضول اور بیکار ہے۔طلاق نامہ کی رو سے ذرا بھی رجعت کی گنجائش نہیں۔**واللہ تعالیٰ اعلم**۔الفقیر عبدالباقی محمد برہان الحق قادری سلامی ۱۸رشوال المکرم ۱۳۸۵ھ

الجواب بعون الملک الوهاب

صورتِ مسئولہ میں فرزند حسین کی بیوی بٹن بی پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔اب فرزند حسین کو طلاق مغلظہ دیدینے کے بعد رجعت کا حق نہ رہا۔اور نہ بیوی شوہر کے لیے بغیر حلالہ حلال رہی۔**لقوله تعالیٰ:** ''**فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ**'' (البقرۃ:۲۳۰) حلالہ کی صورت یہ ہے کہ بٹن بی طلاق نامہ لکھنے کے وقت سے عدت گزار کر شوہر ثانی سے نکاح کرے،اور شوہر ثانی اس کے ساتھ وطی بھی کرے،پھر وہ طلاق دے یا مر جائے۔اس کے بعد عدّت گزار کر شوہر اوّل سے نکاح کرسکتی ہے۔تنویر الابصار میں ہے:''**حتی یطأ غیره**''(۱) طلاقِ مغلظہ دیدینے کے بعد فرزند حسین کا بٹن بی کو رجعت کا نوٹس دینا اس کے حق میں کچھ مفید نہیں۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسوله ﷺ

کتبہ:محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۵رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

طلاق دینا کب واجب ہے؟

مسئله: از:محتاج دعا:ساکن تاج نگر(ٹیکہ)،ناگپور

کرم فرما عالی جناب مفتی صاحب قبلہ مدظلہ العالی جامعہ عربیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مؤدبانہ التماس ہے کہ میرے پھوپھی زاد بھائی کی شادی قریبی رشتہ کی لڑکی سے ہوئی تھی،جس کو عرصہ کم وبیش آٹھ سال کا ہورہا ہے مگر شروع ہی سے میاں بیوی کے تعلقات نہایت کشیدہ رہے ہیں،نوبت ہر دو جانب سے طلاق تک آگئی ہے۔لہٰذا بارِ خاطر نہ ہو تو اسی کاغذ کے پشت پر طلاق نامہ تحریر فرمائیں نوازش ہوگی؟ فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوهاب

زوجین کے درمیان اگر حسنِ معاشرت کی امید منقطع ہوجائے تو شوہر پر طلاق دینا واجب ہے۔درمختار میں ہے:''**ویجب لو**

(۱) الدرالمختار:ج۳،ص:۴۱۱،کتاب الطلاق،باب الرجعة

فات الامساك بالمعروف"(۱) طلاق دینے کی بہتر صورت یہ ہے کہ شوہر چند گواہوں کے سامنے کسی کاغذ پر یہ لکھ دے کہ میں نے اپنی بیوی فلانہ بنت فلاں کو بلا جبر واکراہ اپنی خوشی سے ایک طلاق دیدی اور اس کلمہ کو زبان سے بھی دہرادے۔ بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔اب وہ اپنی بیوی سے علیٰحدہ رہے اور رجعت نہ کرے یہاں تک کہ اس کی عدت پوری ہوجائے، اب عدت پوری ہوجانے کے بعد بیوی پر طلاق بائن واقع ہوجائے گی۔ پھر اسے اختیار ہوگا کہ جہاں چاہے اپنا نکاح کرے۔تنویر الابصار اور درمختار میں ہے: "**طلقة رجعية فقط فی طهر لا وطأ فيه وتر كها حتى تمضي عدتها احسن**"(۲)۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور، ۲۵/رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

عورت کو دیے گئے زیورات مہر کا بدل ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ کیا شوہر جہیز فروخت کرسکتا ہے؟

مسئلہ: از: صدر شیر شاہ وجماعت کاٹا بھانجی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں:

زید اپنی بیوی کو تین طلاق بیک وقت دیتا ہے اور مہر نہیں دیتا ہے۔ جب نکاح ثانی کرنے کو تیار ہوتا ہے تو بوقت نکاح ثانی سابق عورت زید کی اپنا مہر طلب کرنے آتی ہے۔ جماعت کے صدر وغیرہ وقت پر حاضر نہ ہونے کی وجہ سے جماعت کے آدمی زید سے مہر طلب کرتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ مطلقہ عورت کے پاس ہمارا دو تولہ سونا اور بیس تولہ چاندی ہے وہ واپس کردے تو ہم مہر دے دیں گے۔ مگر جب نکاح روک دیا جاتا ہے تو مہر کا روپیہ زید جمع کردیتا ہے۔ مطلقہ عورت کہتی ہے کہ یہ سامان انہوں نے فروخت کردیا ہے۔اور گواہی کے لیے خریدار کو پیش کرتی ہے۔ جماعت کے صدر کا یہ کہنا ہے کہ یہ سونا چاندی شریعت کی رو سے مہر کی آڑ بن سکتا ہے یا نہیں؟ لیکن عورت کا کہنا ہے کہ میں جہیز میں کافی سامان لائی تھی، وہ میرے شوہر نے فروخت کردیا ہے۔

یہ سونا چاندی کا زیور رواج الملک کے طرح جو لڑکیوں کو شوہر کے والدین دیا کرتے ہیں اسی طرح یہ بھی سامان دیا گیا ہے۔اور مہر کا روپیہ جماعت کے صدر کے پاس جمع ہے۔شریعت کے قانون سے جمع شدہ روپیہ مطلقہ مسمّاۃ کو دیا جائے یا نہیں؟ جواب سے مستفید فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

شوہر کی طرف سے بیوی کے لیے زیورات وغیرہ بھیجے جانے کا دارومدار وہاں کے عرف پر ہے۔اگر بطور عاریت دئے جاتے ہوں تو بیوی سے واپس لے سکتا ہے۔ ہاں اگر بیوی نے شوہر کے فروخت کردینے پر دو گواہ پیش کردیے تو بیوی کا قول معتبر ہوگا۔اب

---

(۱) الدر المختار ج: ۱، ص: ۲۰۵، کتاب الطلاق

(۲) الدر المختار ج: ۱، ص: ۲۰۵، کتاب الطلاق

شوہر کو مطالبہ کا حق نہ رہے گا۔ اور اگر بطور تملیک دیئے جاتے ہوں جیسا کہ عموماً ہندوستان کے کچھ حصوں کا دستور ہے تو شوہر زیورات واپس نہیں لے سکتا۔ عالمگیری میں ہے: "واذا بعث الزوج الی اھل زوجتھا اشیاء عند زفافھا منھا دیباج فلما زفت الیہ اراد ان یسترد من المرأۃ الدیباج لیس لہ ذلک اذا بعث الیھا علی جھۃ التملیک کذا فی فصول العمادیہ"۔(۱) یوں ہی بیوی کا لایا ہوا جہیز شوہر فروخت نہیں کر سکتا، اگر فروخت کر دیا تو اس کی قیمت ادا کرنی لازم ہوگی۔ اسی عالمگیری میں ہے: "امرأۃ دفعت متاعاً لھا الی الزوج وقالت ایں را فروش و در کتخدائی خرچ کن ففعل ھل علیہ قیمتہ لھا؟ نعم کذا فی الفتاویٰ الخجندی"۔(۲) بہر حال اگر شوہر و بیوی میں زیورات یا سامان جہیز کے بارے میں اختلاف ہے تو مناسب یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کو معاف کر دیں۔ اور شوہر اس کا پورا مہر ادا کر دے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۵ / رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

عورت اگر طلاق قبول نہ کرے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ: از: مامون رشید بھالدار پورہ ناگپور

عالی جناب حضرت مولانا مفتی صاحب جامعہ عربیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

شیخ سردار ولد شیخ نتھو بمقام کنیا ڈھول تحصیل ساؤنیر نے تاریخ ۲۰ / ۹ / ۷۱ء کو اپنی بیوی صغریٰ بی بنت کریم اللہ ساکن ونشی کلمیشور بیدک کو تحریری طلاق بذریعہ ڈاک روانہ کیا مگر صغریٰ بی نے لینے سے انکار کر دیا۔ چند روز بعد اور دوبارہ تحریری طلاق ڈاک سے روانہ کیا پھر بھی لینے سے انکار کر دی اور اپنے والد کے ساتھ اپنے خاوند کے گھر پہنچ گئی۔ وہاں اسی دن اس کے خاوند نے اس کو اپنے بہنوئی کے گھر روانہ کر دیا۔ وہاں آٹھ نو مہینہ رہنے کے بعد وہ خود ہی اپنے خاوند کے گھر آ گئی۔ خاوند نے جب اس کو دیکھا تو اپنے گھر میں قفل لگا کر چلا گیا۔ اب اسی مکان میں کھلی چھپری میں رہتی ہے اور خاوند دوسری بستی میں رہنے چلا گیا۔ وہاں کے اطراف کے دیہاتی مسلمان کہتے ہیں کہ طلاق نہیں ہوں گی۔ کیوں کہ صغریٰ بی نے طلاق لینے سے انکار کیا۔ خاوند یہ کہتا ہے کہ میں دو گواہوں کے سامنے تحریری دو طلاق دے چکا ہوں۔ اب میری اس کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر نہیں ہو سکتی ہے۔

اوپر کے مضمون کو دیکھتے ہوئے آیا طلاق ہوئی یا نہیں ہوئی؟ جواب مہر شدہ عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

---

(۱) الفتاوی الھندیہ ج:۱، ص:۳۲۷، فصل فی جھاز البنت

(۲) ایضاج:۱، ص:۳۲۸، فصل فی جھاز البنت

صورتِ مسئولہ میں صغریٰ بی پر طلاق واقع ہوگئی، خواہ صغریٰ بی قبول کرے یا نہ کرے۔ پھر ایک یا دو طلاق دی ہے تو طلاق رجعی واقع ہوئی، عدت میں شوہر کو رجعت کا حق حاصل ہے۔ اور عدت گزر جانے کے بعد عورت کو اختیار ہے چاہے تو شوہر اول سے نکاح کرے یا جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ اور اگر تین طلاق دیدی ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ **لقولہ تعالیٰ**: "فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ" (البقرۃ: ۲۳۰) حلالہ کی صورت یہ ہے کہ صغریٰ بی وقت تحریر سے عدّت گزارے (تین حیض، اگر حیض آتا ہے۔ یا وضع حمل، اگر حمل ہو۔ یا تین مہینہ، اگر یہ دونوں نہ ہوں) پھر عدّت گزر جانے کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح کرے، شوہر ثانی اس کے ساتھ وطی بھی کرے پھر وہ طلاق دے یا مر جائے، اس کے بعد عدّت گزار کر شوہر اوّل سے نکاح کرے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور، ۳/ شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

عورت پورے مہر کی مستحق کب ہوگی؟

مسئلہ: از: محمد الطاف قریشی گوندیا ضلع بھنڈار

ذوالمجد والکرم مفتی صاحب قبلہ زید مجدکم جامعہ عربیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خیریت سے حضور کی خیریت کا خواہم

گزارش ایں کہ ایک مسئلہ دریافت طلب ہے وہ یہ کہ ایک شخص نے طلاق مغلظہ دے دیا ہے اور عورت نے مہر کا دعویٰ کیا لیکن کل مہر بیک وقت لینا چاہتی ہے تو کیا عورت کا دعویٰ صحیح ہے؟ اگر ہے تو جلد جواب عنایت فرمائیں۔ اور سرخ دینار اور سفید دینار آج کے سکّوں سے کتنا وزن کا یا کتنے روپئے کا ہوتا ہے؟ جواب دیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر عورت مدخول بہا ہے یا اس کے ساتھ خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو عورت کا دعویٰ صحیح ہے وہ پورے مہر کی مستحق ہے اور بیک وقت لینے کی حقدار ہے۔ ہاں اگر شوہر رفتہ رفتہ دینے پر عورت کو راضی کر لے اور عورت راضی بھی ہو جائے تو یہ جانبین کی رضامندی پر موقوف ہے۔

سرخ دینار ہی مروّج ہے سفید نہیں۔ سرخ دینار سونے کا ہوتا ہے جس کا وزن ساڑھے چار ماشہ ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۵/ شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

کیا عورت طلاق قبول نہ کرے تو طلاق نہیں ہوگی؟

مسئلہ: از: عبدالحیات بانس ٹال رائپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

ہندہ کی شادی زید کے ساتھ چار سال کی عمر میں ہوئی تھی، عرصہ دو سال سے ہندہ بالغ ہوگئی ہے چوں کہ نابالغی میں شادی ہوئی تھی اس لیے آج تک زید کے گھر نہیں گئی ہے، زید ہندہ کو بالغ ہونے کے بعد لینے کے لیے آیا تھا لیکن ہندہ کے وارث نے نہیں بھیجا۔ کچھ روز پہلے ہندہ کے وارثوں نے زید پر دباؤ ڈال کر جبراً طلاق نامہ لکھوایا، چوں کہ زید اپنی مرضی سے طلاق نہیں دینا چاہتا تھا اس لیے طلاق جیسا دوسروں نے بولا ویسا وہ لکھتا چلا گیا۔ جب کہ ہندہ کی مرضی آج بھی نہیں ہے طلاق لینے کی، نہ کوئی آپس میں رنجش ہوئی نہ کوئی نااتفاقی ہوئی اور اس کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا کیوں کہ لڑکی ابھی تک سسرال گئی ہی نہیں ہے، اور نہ آج تک اپنے شوہر سے ملاقات کی ہے، لہٰذا زید اپنی بیوی کو رکھنا چاہتا ہے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

نوٹ: طلاق نامہ کی نقل ساتھ میں ہے جسے بغور پڑھ لیں کیوں کہ طلاق کے وقت ہندہ حاضر نہیں تھی اس کے وارث اور چند لوگ حاضر تھے جن کو طلاق نامہ سپرد کیا گیا۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں نیز منسلکہ طلاق نامہ سے از روئے شرع زید کی بیوی ہندہ پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی خواہ ہندہ قبول کرے یا نہ کرے وہ موجود رہے یا غیر حاضر ہو بہر حال طلاقِ مغلظہ لکھتے وقت ہی واقع ہوگئی۔ عالمگیری میں ہے: "**وان کانت مرسومة یقع الطلاق نوی اولم ینو ثم المرسومة لا تخلوا ما ارسل الطلاق بان کتب اما بعد فانت طالق کما کتب هذا یقع الطلاق**"(۱) ہاں اگر درحقیقت زید نے لوگوں کے مجبور کرنے پر طلاق نامہ لکھا اور اپنی زبان سے نہ طلاق دی اور نہ طلاق کے الفاظ دہرائے تو صرف لکھ دینے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ لیکن اگر دو گواہ عادل کہہ دیں کہ زید نے بغیر مجبور کیے ہوئے طلاق دی تو اب زید کا قول معتبر نہ ہوگا۔ مجبوری کا مطلب یہ ہے کہ زید کو یقین تھا کہ اگر نہ لکھوں گا تو لوگ مجھے قتل کر دیں گے یا میرے اعضا بیکار کر دیں گے۔ صرف لوگوں کے کہہ دینے پر لکھنا مجبوری نہیں بلکہ طلاق واقع ہوجائے گی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۴؍شوال المکرم ۱۳۹۲ھ

جمع بین الاختین جائز نہیں

مسئلہ: از: محمد عبدالغنی فاروقی امام جامع مسجد مادھوگڑھ، ضلع ستنا، ایم، پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع ذیل کے مسئلہ کے بارے میں:

---

(۱) الفتاوی الهندیه ج:۱، ص:۳۷۸، کتاب الطلاق، باب فی ایقاع الطلاق، الفصل السادس فی الطلاق بالکنایة

محمد شفیع اور محمد یونس چا چا بھتیجا ہیں اور محمد شفیع اور محمد یونس کی بیویاں دونوں حقیقی بہنیں ہیں یعنی ایک ماں باپ کی بیٹیاں ہیں، محمد شفیع نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دیا ہے محمد یونس کا بیان کہ میری سگی چچی جو کہ سگی سالی بھی ہے کو میں نے اپنی زوجہ بنالیا ہے اور رکھا ہوں اور محمد شفیع کی بیوی کہتی ہے کہ مجھے محمد یونس نے رکھا ہے اور میں اسی کی رہوں گی۔ ابھی محمد یونس کی بیوی محمد یونس ہی کے نکاح میں ہے۔ امید ہے کہ حضور مفتی اعظم جلد ہی ارشاد فرمائیں گے اور ہم لوگوں کو سیدھی راہ دکھائیں گے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

یونس کا اپنی بیوی کی موجودگی میں سالی سے نکاح کرنا جائز نہیں، وہ نکاح نکاحِ باطل وفاسد ہوا۔ **لقوله تعالیٰ:** ''وَ اَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَیۡنَ الۡاُخۡتَیۡنِ'' (النساء: ۲۳) دونوں پر ضروری ہے کہ دونوں فوراً جدا ہوجائیں اور توبہ کریں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۵ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

مطلقۂ ثلاثہ عدت گزارنے کے بعد دوسرا نکاح کرسکتی ہے

مسئلہ: از: نیلا ۱۱/ اکتوبر ۱۹۷۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین جامعہ عربیہ ناگپور

گزارش ہے کہ زید اپنی بیوی کو سات سال سے چھوڑ رکھا ہے، ہندہ اپنے مکان پر ہے۔ زید نے ہندہ کو اسی درمیان دو دفعہ اس کے مکان پر آکر یہ کہا کہ میں تجھ کو طلاق دیا، تین دفعہ اس نے یہ الفاظ استعمال کیے اور زید نے دوسرا نکاح کرلیا ہے۔ ہندہ عقد ثانی کرسکتی ہے یا نہیں؟ جلد سے جلد مرحمت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر زید نے ہندہ کو ایک ہی دفعہ تین طلاق دیدی تو پہلی ہی مرتبہ میں ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ اب ہندہ زید پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔ **لقوله تعالیٰ:** ''فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰی تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَیۡرَهٗ'' (البقرۃ: ۲۳۰) ہندہ کو اختیار ہے، عدّت گزارنے کے بعد جہاں چاہے نکاح کرسکتی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۵ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

مکرہ شرعی اگر طلاق نامہ پر صرف دستخط کرے، زبان سے کچھ نہ بولے تو طلاق نہ ہوگی

مسئلہ: از: اسحاق خان وارثی غفرلہ ناظم اعلیٰ اسلامیہ غوثیہ، اریانواں ڈاکخانہ شنکر گنج ضلع رائے بریلی یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

زید کی منکوحہ ومدخولہ بیوی مسمّاۃ ہندہ ہے، ہندہ کے بھائی وبہنوئی ونیز چند شرارت پسند حضرات نے زید کو بالکل اکیلا اور زید کے وطن سے دور لے جاکر کے زید کو جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دے کر بلکہ زید کو جان سے مار ڈالنے کی تیاری کرکے زید سے کہا کہ اگر اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو اپنی بیوی کو طلاق دے دو ورنہ جان سے مار ڈالیں گے، زید نے ان لوگوں کو قادر اور توانا اس امر پر جان کر کے ان لوگوں کی زبردستی سے طلاق نامہ پر دستخط کر دیا۔ لیکن منہ سے الفاظ طلاق ادا نہیں کیا۔ اب عرض دریافت طلب یہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں طلاق ہوگئی اور جن لوگوں نے زبردستی طلاق نامہ پر دستخط کرالیا ہے کیا ان کے ساتھ اہل وبرادری کو میل جول سلام وقیام وطعام جائز ہے؟ ان دونوں باتوں کا صاف صاف مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں جب زید نے اپنی زبان سے الفاظ طلاق ادا نہیں کیے بلکہ مجبور کرنے سے طلاق نامہ پر دستخط کر دیئے اور طلاق دینے کا ارادہ بھی نہیں تھا اور اسے یقین تھا کہ اگر دستخط نہیں کرے گا تو لوگ اسے مار ڈالیں گے یا اعضا بیکار کر دیں گے۔ تو اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی۔ فتاوی قاضی خان میں ہے: ”رجل اکرہ بالضرب والحبس علی ان یکتب طلاق امرأته فلانة بنت فلاں ابن فلاں فکتب امرأته فلانة بنت فلاں بن فلاں طالق لا تطلق امرأته لان الکتابة اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة ھھنا وجه شرعی“ (۱) جبراً طلاق لینے والے سب کے سب گنہگار ہوئے۔ انہیں توبہ کرنا چاہیے۔ اگر وہ توبہ نہ کریں تو ان سے سلام وکلام بند کرنا درست ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۷/ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

مفقود الخبر شخص کی بیوی دوسرا نکاح کب کر سکتی ہے؟

مسئلہ: از: سید اکرام الدین ڈونگر گڑھ مورخہ یکم/ اگست ۱۹۷۲ء

عالی جناب بزرگ مفتی اعظم صاحب! جامعہ عربیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش یہ ہے کہ آپ کو شرعی فتویٰ دینے کی زحمت دی جارہی ہے۔ مسئلہ کی تفصیل یہ ہے قریشہ بی کی شادی عرصہ چار سال قبل شفیق صاحب سے ہوئی تھی۔ قریب دونوں چار ماہ ساتھ رہے۔ بعدہ وہ ایسے لاپتہ ہوئے کہ اب تک کوئی پتہ نہیں لگ رہا ہے۔ ضرورت اب یہ پڑگئی ہے کہ قریشہ بی کا دوسرا نکاح کر دیا جائے۔ حکم شریعت کا معلوم کرنا ضروری جان کر تکلیف دیا۔ امید ہے کہ جواب سے ممنون ومشکور فرمائیں گے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

شفیق احمد مفقود الخبر ہے اور مفقود الخبر اپنے حق میں زندہ قرار دیا جائے گا۔ لہٰذا اس کی بیوی قریشہ بی دوسرے سے نکاح نہیں

(۱) فتاوی قاضی خان علیٰ ھامش الھندیہ ج: ۱، ص: ۴۷۲، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق بالکنایة

کرسکتی۔ عالمگیری میں ہے: ''**وحکمه انه حی فی حق نفسه لا تتزوج امرأته**''(۱) مفقود الخبر کا حکم یہ ہے کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق اس وقت کی جائے گی جب ظن غالب ہو جائے کہ اس کی موت ہوگئی۔ اور اس کی مقدار یہ ہے کہ اس کی عمر کے ستر سال گزر جائیں۔ اب قاضی اس کی موت کا حکم دے گا۔ اگر عورت چاہے تو اب موت کی عدت گزار کر نکاح کر سکتی ہے۔ فتح القدیر نے اسی قول کو اختیار کیا اور اسی قول پر فتوی ہے لیکن یہ زمانہ فساد کا زمانہ ہے، اس لیے سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وہ عورت قاضی اسلام کو اپنے شوہر کے مفقود الخبر ہونے کی درخواست دے گی۔ قاضی عورت کو چار سال تک انتظار کرنے کا حکم دے گا عورت اور قاضی دونوں اپنے طور پر اس مدت میں اس کی تلاش کریں گے اگر اس چار سال میں پتہ چل جائے فبہا ورنہ عورت دوبارہ قاضی کے یہاں فسخ نکاح کی درخواست دے اب قاضی اسلام اس پر موت کا حکم لگا کر اس کی بیوی کو موت کی عدت گزارنے کا حکم دے گا۔ اس کے بعد عورت دوسری جگہ نکاح کرنے کی مجاز ہوگی۔ چوں کہ اس قول پر استحساناً حکم لگانے کا حق قاضی اسلام کو ہے لہٰذا آپ قاضی ادارۂ شرعیہ پٹنہ بہار سے رابطہ پیدا کیجئے۔ قاضی اسلام کی اجازت کے بغیر عورت دوسرا نکاح نہیں کرسکتی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۷/رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

دودھ پلانے کی زیادہ حقدار بچے کی ماں ہے؟

مسئلہ: از: نثار احمد ولد عبد المنان ٹیکہ نئی بستی ناگپور

عالی جناب مفتی عبد الرشید صاحب مدظلہ جامعہ عربیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آنجناب کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ آج سے دس دن قبل میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں۔ طلاق شدہ بیوی سے ایک لڑکا دس گیارہ مہینے کا ہے وہ اپنی ماں کے دودھ کے علاوہ کسی اور کا دودھ یا کوئی اور چیز کھا پی نہیں سکتا اس لیے ہم دونوں (سابقہ بیوی اور میں) راضی خوشی سے لڑکے کو اس کی ماں کے پاس جب تک وہ دودھ پیتا رہے رکھنا چاہتے ہیں اور میں دودھ کا معاوضہ ۱۵/روپیہ ماہوار دینا چاہتا ہوں جسے میری سابقہ بیوی قبول کرتی ہے۔ لیکن اس کے گاؤں کے دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ یہ عورت اپنے لڑکے کو دودھ نہیں پلاسکتی کیوں کہ طلاق کے وقت لڑکے کا دودھ بخش چکی تھی۔ کیا یہ بات درست ہے کہ طلاق کے وقت ماں اپنے لڑکے کا دودھ بخش چکی تھی؟ اس لیے فتوی درکار ہے کہ کیا دوبارہ میری سابقہ بیوی اپنے لڑکے کو دودھ پلاسکتی ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب بعون الملک الوہاب

جی ہاں پلاسکتی ہے بلکہ دودھ پلانے کی وہی زیادہ حقدار ہے، تنویر الابصار و درمختار میں ہے: ''**وھی احق بارضاع ولدھا**

(۱) الفتاوی الھندیہ ج:۲، ص:۲۹۹، کتاب المفقود

بعد العدۃ"(۱)۔دودھ بخشنا کوئی چیز نہیں،اگر بخش بھی دے جب بھی ماں کو دودھ پلانا جائز ہے۔فقط **واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ**

کتبہ:محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۰/رمضان المبارک ۹۲ ۱۳ھ

عورت طلاق کا دعویٰ کرے اور شوہر حلف اٹھا کرانکار کرے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ:از:حسن جمال چھیپا،محلہ مانک چوک جودھپور راجستھان

عیسیٰ ولد موسیٰ جی چھیپا محلہ مانک چوک جودھپور راجستھان

استفتاء:کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

بی بی فاطمہ زوجہ عبدالستار کا حلفیہ بیان ہے کہ پہلی بار جب میں سسرال گئی تو میرے شوہر عبدالستار نے بلا ثبوت کے مجھ پر یہ بہتان لگایا کہ تمہارے دو یار ہیں،ایک چکی والا دوسرا فرید عالم۔اور مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا کہ مجھ کو تجھ جیسی عورت نہیں چاہیے۔ اس طرح نکال دینے کے بعد میں اپنے میکے چلی آئی۔کچھ عرصہ بعد میرے سسر اور چار پانچ آدمی آئے اور سب نے میرے والد سے معافی مانگی اور مجھ کو اپنے سسرال لے گئے پھر بھی میرے شوہر نے مجھ سے یہی کہا کہ مجھ کو تجھ جیسی عورت نہیں چاہیے۔میں نے تجھ کو چھوڑ دیا،تو کیوں آئی؟ میں تمہاری عزت پر دھبّہ لگا کر چھوڑوں گا اور کئی بار مار پیٹ کرتا رہا اسی اثناء میں چند دوستوں کو بلا کر ساتھ لایا اور کہا کہ ان لوگوں سے باتیں کرو۔میں نے انکار کردیا،تو کہنے لگا کہ میں تمہاری عزت برباد کردوں گا۔اور ناک کان کاٹ کر گھر سے نکال دوں گا۔چناں چہ بقرعید کے موقع پر مجھ کو مار پیٹ کر یہ کہتے ہوئے نکال دیا کہ میں تجھ کو چھوڑ چکا ہوں۔اب جو واپس آئی تو ناک کان کاٹ دوں گا تو میں مجبوراً اپنے میکے آ گئی۔ایک دن میرا شوہر میرے میکہ آیا اور چاقو نکال کر مارنے کے لیے تیار ہوا اور ساتھ ہی یہ بھی دھمکی دیا کہ میں تمہاری عزت تباہ و برباد کر کے چھوڑوں گا۔ایک دن میرے شوہر کے والد انہیں پانچ لوگوں کے ساتھ میرے میکہ آئے جن کو لے کر اس سے قبل آئے تھے اور کہنے لگے کہ فاطمہ کو گھنٹہ بھر کے واسطے ہم لوگوں کے ساتھ بھیج دو ناک کاٹ کر بھیج دیں گے۔اس واقعہ کو قریب چھ ماہ ہو گئے جب سے میں اپنے ماں کے گھر پر ہوں نہ تو میرا شوہر ہے اور نا ہی مجھے نان ونفقہ دیتا ہے اور میں اپنی جان وآبرو کے خوف سے اپنے میکے بیٹھی ہوں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح سے نکال دینا اور یہ کہنا کہ میں نے تجھ کو چھوڑ دیا اور چھوڑ چکا ہوں۔کیا طلاق واقع ہو گئی؟اگر ہوگئی ہے تو طلاق بائن ہوگی یا مغلظہ؟ایسے دیوث اور بے حیا شوہر جو غیروں کے ساتھ مجھ کو خواہشات کے لیے مجبور کرے اس سے رہائی کی کیا صورت ہے؟برائے مہربانی مطلع فرمائیں۔

الجواب:فاطمہ پر اس کے شوہر عبدالستار کے مار پیٹ کر گھر سے نکالتے ہوئے یہ کہنے سے کہ میں تجھ کو چھوڑ چکا ہوں طلاق بائن پڑ گئی۔لہٰذا مسمّاۃ فاطمہ جہاں چاہے دوسرے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

---

(۱) الدر المختار ج:۳، ص:۲۱۹، کتاب النکاح ، باب الرضاع

نوٹ: فاطمہ کے والد نے مندرجہ بالافتویٰ حاصل کر کے اس کا نکاح دوسری جگہ کر دیا تو چھپیا برادری کے نو اشخاص نے اس فتوی کی صحیح نوعیت جاننے کے لیے تحقیق کی۔تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ فاطمہ کا بیان غلط ہے اور عبدالستار نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے یہ الفاظ نہیں کہے کہ میں تجھ کو چھوڑ چکا ہوں یا میرے گھر سے نکل جا۔ بلکہ روز بقرعید راضی وخوشی سے اپنے میکے گئی۔علاوہ ازیں فاطمہ کے بیان کی تصدیق کے لیے اس کے والد سے دو ایسے گواہ پیش کرنے کے لیے کہا گیا جنھوں نے اپنے کانوں سے لڑکے کے منھ سے لڑکی کو مندرجہ بالا جملہ کہتے سنا ہو۔لڑکی کے والد ایسے دو گواہ پیش نہ کر سکے۔صورت مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ براہ کرم شرعی جواب سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

صورتِ مسئولہ میں شرط صحت سوال اگر فاطمہ اپنے دعویٰ پر دو عادل گواہ پیش کر دے تو فاطمہ کا قول معتبر ہوگا۔اور عبدالستار کی قسم نہ سنی جائے گی۔شوہر کا یہ کہنا کہ ''میں تجھ کو چھوڑ چکا ہوں'' اس جملے سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگئی۔فاطمہ کو اختیار ہوگا کہ بعد عدت جہاں چاہے نکاح کرے اور اگر فاطمہ دو عادل گواہ نہ پیش کر سکے تو عبدالستار کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔اور فاطمہ شرعاً عبدالستار کی بیوی قرار پائے گی ''لان البينة على المدعى واليمين على من انكر كما فى الكتب العامة'' (۱) فقط **والله اعلم بالصواب ورسوله ﷺ**

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۲ر رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

بغیر طلاق کیا عورت دوسرا نکاح کرسکتی ہے؟

مسئلہ: از: خادم کریم خاں راج مستری دیوانجی پور، بیل بازار، چھندواڑہ، ایم پی ۲۰/۱۰/۱۹۷۲ء

بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب قبلہ دارالافتاء جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بفضلہ تعالیٰ خیریت طرفین مطلوب ہے۔دیگر آنکہ واضح ہو کہ میری بڑی بہن جس کی عمر آج قریباً ۲۵ر سال ہے، اس کی شادی کو قریباً گیارہ سال ہو چکے۔وہ اپنے خاوند کے ساتھ دو سال رہی، خاوند کا موٹر ٹرک سے ایکسیڈنٹ ہو گیا، تب سے وہ قریباً دس سال سے بیمار ہے جو بہت ہی مجبور ہے اور آج بھی وہ میڈیکل کالج میں بھرتی ہے۔میری بہن دس سال سے میرے پاس پرورش پا رہی ہے اس کے شوہر کی جائداد پر اس کے بھائی قابض ہیں، خاوند کے پاس اس کی کوئی جائداد یا رقم نہیں ہے جس سے پرورش کا ذریعہ بنے۔اس دس گیارہ سال میں ہم لوگوں نے اس کے شوہر سے کئی بار طلاق کے لیے بولے لیکن وہ کچھ دھیان نہیں دیتا ہے۔ با مجبور میری اس بہن نے ۱۱ر سال کے بعد بڑے لوگوں کے مشورہ سے دوسرا عقد کر لیا گیا اور اس بات کو عرصہ گزر گیا ہے۔یہ سب باتیں دوسرے موجودہ شوہر کو پہلے ہم لوگوں نے ظاہر کر دئے تھے اور یہ تحریراً لکھ کر بھی دیا کہ اگر پہلا شوہر کوئی قانونی کاروائی

---

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی ج:۱، ص:۴۲۷، کتاب الدعوی والبینات، باب البینة علی المدعی الخ

کرے گا تو اس کے ذمہ دار ہم لوگ ہوں گے۔ اب موجودہ دوسرا شوہر لوگوں کے بہکانے پر دو ماہ پہلے اس کو میکہ واپس کر دیا اور ہم لوگوں سے فتویٰ طلب کر رہا ہے کہ یہ نکاح ناجائز ہے، مہربانی فرما کر اوپر لکھے ہوئے مسئلہ کا حل شریعت کے مطابق عطا فرمائیں کیوں کہ ایک نوجوان لڑکی کی زندگی برباد ہو رہی ہے۔ فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں آپ کی بہن شرعاً پہلے شوہر کی بیوی ہے اس کے طلاق دیے یا مرے بغیر دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔ دوسرا نکاح نکاح ہی نہیں۔ جن جن لوگوں نے جان بوجھ کر نکاح کرنے کا مشورہ دیا ان سب پر اور آپ کی بہن پر توبہ ضروری ہے، شوہر ثانی نے چوں کہ جان بوجھ کر نکاح کیا لہٰذا وہ بھی توبہ کرے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۵/رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

طلاق واقع ہونے کے لیے اضافت ضروری ہے

مسئلہ: از: محمد اصغر حبیبی غفرلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

مسمّاۃ ہندہ کا زید سے نکاح کیے ہوئے ایک عرصہ گزر گیا، میاں بیوی میں کشیدگی بڑھی اور زید نے ہندہ کو بوقت شب تین طلاق دے دی۔ یعنی یہ کہا طلاق، طلاق، طلاق۔ چوں کہ یہ واقعہ رات میں ہوا لہٰذا میاں بیوی کے علاوہ کوئی تیسرا شخص موجود نہیں تھا۔ اس واقعہ کے بعد سے تقریباً تین سال سے زید ہندہ سے الگ ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ زید کہتا ہے کہ اسے کچھ یاد نہیں کہ اس نے کیا کہا اور جو کچھ بھی کہا وہ غصہ کی حالت میں کہا۔ ہندہ کہتی ہے کہ اس نے زید کے الفاظ سنے ہیں یعنی طلاق طلاق طلاق تین طلاق۔ صورتِ مسئولہ میں کس کی بات کا یقین کیا جائے۔ کیا ہندہ اب دوسری شادی کر سکتی ہے؟ جب کہ شوہر یہ کہتا ہے کہ اس نے طلاق نہیں دیا یعنی اسے کچھ یاد نہیں کہ کیا کہا تھا وغیرہ۔ شرعی مسئلہ سے جلد آگاہ فرمائیں۔ **بینوا توجروا**۔ فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوھاب

زید کا کہنا کہ اسے کچھ یاد نہیں کہ اس نے کیا کہا اور ہندہ کہتی ہے کہ اس نے طلاق طلاق طلاق تین طلاق کہا تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ کیوں کہ طلاق واقع ہونے کے لیے اضافت ضروری ہے۔ مثلاً زید اپنی بیوی کا نام لے کر کہتا کہ میں نے ہندہ کو طلاق دی یا بیوی کو مخاطب کر کے کہتا کہ میں نے تجھے طلاق دی، یا اشارہ کر کے کہتا کہ میں نے اسے طلاق دی، صورتِ مسئولہ میں اضافت نہیں پائی گئی اس لیے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ ہندہ بدستور زید کی بیوی ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۴/ذوالقعدہ ۱۳۹۲ھ

غیر کی منکوحہ سے نکاح کرنا جائز نہیں

مسئلہ: از: عبدالجبار لودھی کھڑا

بخدمت جناب عالی مولوی صاحب دارالافتاء جامعہ عربیہ ناگپور لودھی کھڑا مسلم جماعت کی طرف سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جماعت لودھی کھڑا لکھے موافق تذکرہ پیش کرتی ہے، جس کے مطابق آپ کی طرف سے بتاریخ ۱۰/ ۱۲/ ۱۹۷۲ء کو جواب موصول ہوا ہے، لیکن اس کے ساتھ سوال نہ ہونے سے دوبارہ آپ کی خدمت میں عرض کیا جا رہا ہے جسے آپ معاف کریں جو دوبارہ آپ کو تکلیف دی جا رہی ہے۔

جناب محبوب بھائی نے جمعہ کے روز جماعت کو روک کر مسجد میں یہ بات پیش کی کہ جناب محمد اسمٰعیل شاہ صاحب کی دختر قریب تین سال سے بیٹھی ہے اور اس کے شوہر نے دوسرا نکاح بھی کر لیا ہے اور وہ اس لڑکی کو طلاق نہیں دے رہا ہے۔ لڑکی نے قریب تین نوٹس بذریعۂ ڈاک کے دیدی، جس کے بعد اب وہ نکاح کرنا چاہتی ہے اس پر جماعت کا کیا کہنا ہے؟

جماعت خاموش رہی۔ اس پر جناب عبدالستار ماسٹر صاحب یہ بول اُٹھے کہ آپ لوگ کوئی جواب نہیں دے رہے ہو، اس سے یہ سمجھا جائے کہ نکاح ہو سکتا ہے؟ اس پر عبدالجبار صاحب نے جواب دیا کہ اتنی بات کیوں کہہ رہے ہو، ناگپور دور نہیں ہے جامعہ عربیہ سے فتوی منگوا لیا جائے۔ دوسرے دن یہ بات معلوم ہوئی کہ نکاح ہو چکا اس بات چیت میں جناب ''لودھی کھڑا'' کے قاضی عبدالغفار صاحب خود موجود تھے، اس نکاح میں جماعت کا کوئی آدمی موجود نہیں تھا صرف چار آدمی تھے۔ لہٰذا نکاح پڑھانے والے، اس لڑکا اور لڑکی اور اس نکاح میں شریک رہنے والوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ ارشاد فرمائیں مہربانی ہوگی۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اسمٰعیل شاہ صاحب کی لڑکی بدستور اپنے پہلے شوہر کی بیوی ہے جب تک وہ طلاق نہ دے یا نہ مر جائے اس وقت تک اس لڑکی کا دوسرا نکاح نہیں ہو سکتا۔ اس لیے دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا۔ **لقولہ تعالیٰ:** ''**وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ**'' (النساء: ۲۴) اور شوہر والی عورتیں بھی تم پر حرام کی گئیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''**لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ**''(۱) آدمی کے لیے جائز نہیں کہ غیر کی منکوحہ سے نکاح کرے۔ دونوں کے درمیان شوہر بیوی جیسے تعلقات زنائے محض اور اولاد ولد الزنا ہوگی۔ دونوں پر فرض ہے کہ توبہ کر کے فوراً علیحدہ ہو جائیں قاضی صاحب اور جن جن لوگوں نے جان بوجھ کر اس نکاح میں شرکت کی ہے یا نکاح پڑھایا ہے وہ سب کے سب گنہگار اور مستحق عذاب نار ہوئے سب پر علانیہ توبہ ضروری ہے۔ حلال سمجھ کر نکاح پڑھانا یا شرکت کرنا کفر ہے۔ سب پر توبہ تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتے ہوں تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے جب تک کہ یہ لوگ توبہ نہ کریں عام

---

(۱) الفتاوی الھندیہ ج:۱، ص:۲۸۰، کتاب النکاح، القسم السادس فی المحرمات التی یتعلق بہا حق الغیر

مسلمانوں کو چاہیے کہ ان سب سے سلام کلام میل جول اور ہر قسم کے تعلقات ختم کر دیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۴/ذو القعدہ ۱۳۹۲ھ

ولی اگر نابالغ کا نکاح کرادے تو کیا بعد بلوغ فسخ نکاح ہوسکتا ہے نہیں

مسئلہ: از: کنیزہ بیگم بنت نور محمد معرفت بریلی ہوٹل نیا محلہ جبلپور ایم، پی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

میرے والد نور محمد ولد چھوٹے خاں نے میرا عقد آج سے قریب ڈیڑھ دو سال قبل محمود بن منا خان سے اپنی ولایت سے کر دیا تھا۔ میرا عقد ہونے پر میں بالغ نہ تھی۔ میری بہن بھی اس گھر میں میرے شوہر محمود کے بھائی کے ساتھ بیاہی گئی۔ بہن کا اس گھر میں گزارہ نہ ہوسکا اور وہ لوگ رکھنے کے قابل بھی نہیں ہیں۔ میرے والدین نے شادی کے بعد مجھے رخصت بھی نہ کیا اور نہ ہی میں اپنے شوہر سے ملی۔ اب حالات کو دیکھتے میں خود بھی اپنے شوہر کے یہاں رہنا نہیں چاہتی۔ ایسی صورت میں کیا شریعت مطہرہ مجھے اجازت دیتی ہے کہ میں اس عقد کو نہ مانوں اور نکاح فسخ کر دیا جائے۔ میرے شوہر سے میرا سامنا نہ رہے۔ از راہ کرم قرآن وحدیث کے حوالے سے جو بھی میرے حق میں فیصلہ ہوتا ہے تحریر فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں۔ اس وقت میری عمر تیرہ سال ہے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

جو نکاح نابالغی کی حالت میں باپ دادا نے کر دیا تو لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد اس نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار نہیں۔ ہدایہ میں ہے: "فان زوجها الاب اوالجد یعنی الصغیر والصغیرۃ فلا خیار لهما بعد بلوغهما"(۱) ہاں اگر باپ دادا کا سوئے اختیار اس سے پہلے ثابت ہو چکا ہو، مثلاً غیر کفو میں فاسق وغیرہ سے نکاح کر دیا تو البتہ لڑکی کو حق فسخ بعد بلوغ حاصل رہے گا بشرطیکہ قاضیِ اسلام کی اجازت حاصل ہو۔ لہٰذا آپ اپنے شہر کے مفتی اعظم مدھیہ پردیش حضرت برہان ملت مولانا الحاج الشاہ محمد برہان الحق صاحب قبلہ مدظلہ الاقدس کے پاس اپنے والد کا سوئے اختیار ثابت کر دیں پھر ان سے اجازت لیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۴/ذو القعدہ ۱۳۹۲ھ

بلا تفریق قاضی نکاح ثانی فاسد ہے

مسئلہ: از: شمس الدین انصاری گوپی گنج بذریعہ دار العلوم غریب نواز الہ آباد

---

(۱) الهداية ج:۱، ص:۲۹۷، كتاب النكاح فصل فی المحرمات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

ہندہ کا شوہر آج سات سال سے پاکستان میں ہے اور زندہ ہے اور تین سال سے خط وکتابت بھی نہیں ہوتی ہے، ہندہ کو نان و نفقہ کچھ بھی نہیں دیتا، ہندہ بہت تکلیف میں تھی اس لیے ہندہ نے دوسرا نکاح کرلیا جس بنا پر برادری والوں نے ہندہ سے قطع تعلق کر لیا ہے۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) ہندہ کا نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

(۲) نفقہ نہ ملنے پر تفریق یا فسخ جائز ہے یا نہیں؟

(۳) بنارس سے فتوی آیا ہے کہ نکاح پہلا فسخ کر دیا جاتا ہے نفقہ نہ ملنے کی وجہ سے۔ یہ فسخ عدم نفقہ کی بناء پر جائز ہے یا نہیں؟

(۴ میں نے ہندہ کو طلاق دیا، دیا، دیا۔کیسی طلاق واقع ہوگی؟

جواب جلد مرحمت فرمائیں اور مدلل جواب دیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) اگر وہ نکاح بلا تفریق قاضی ہوا ہے تو وہ نکاح فاسد اور غلط ہوا۔ ہندہ اور اس کے دوسرے شوہر پر واجب ہے کہ فوراً متارکہ کرے کہ جب تک یہ دونوں متارکہ نہیں کرتے وہ نکاح از خود زائل نہیں ہوتا کما فی الفتاویٰ الرضویہ۔اور اگر زوجین کے درمیان قاضی نے تفریق کی ہے تو وہ نکاح جائز اور صحیح ہوگیا۔کماسیأتی الدلیل۔

(۲) اگر عورت شوہر کی جائداد یا مال سے نفقہ حاصل کرنے کی قدرت نہیں رکھتی تو ایسی صورت میں احناف کے نزدیک سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہیں۔البتہ امام شافعی کے مذہب پر اس عورت کو قاضی کے پاس مرافعہ کا حق حاصل ہوگا۔اور قاضی ثبوتِ بینہ کے بعد زوجین کے مابین تفریق کردے گا اور بوقت ضرورت ومصلحت ہمارے فقہا نے اس پر فتوی دیا ہے۔لہٰذا عورت بنظر حالات زمانہ معدومۃ النفقہ ہونے کی حیثیت سے قاضی کے پاس مرافعہ کرا کر اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے جب کہ عورت عدم نفقہ کے بغیر زندگی گزارنے سے مجبور ہو یا اس کے لیے سخت دقت و پریشانی یا گناہ میں مبتلا ہوجانے کا اندیشہ ہو۔مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:"لا یفرق القاضی بین الزوج والزوجة لعجزہ ای بعجز الزوج عن النفقة ولا لعدم ایفاء الزوج حال کونه غائبا حقها ولو کان الزوج موسرا لان العجز عن الانفاق لا یوجب الفراق خلافا للشافعی فانه قال القاضی یفرق بینهما بالعجز عن النفقة ان طیبت الفرقة وهٰذا فیما اذا کان حاضرا وثبت المسائل واما اذا کان غائبا فالتفریق عندہ بعدم ایفائه حقها من النفقة ولا کان موسرا لا یعجزہ عن النفقة صرح بها فی غایة القصوی،قال فی شرحه ولو غاب الزوج حال کونه قادرا علی اداء النفقة ولکن لا یؤفی حقها فاظهر الوجهین انه لا فسخ فیه ولکن یبعث الحاکم الی حاکم بلدہ لیطالبه ان کان موضعه سویا والثانی ثبوت الفسخ والیه مال جمع من اصحابنا وافتوا بذلك

للمصلحة"(۱)

(۳) جب ہندوستان میں کوئی قاضی اسلام ایسا نہیں جو بادشاہ اسلام کا مقرر کردہ ہو تو اس شہر کا سب سے بڑا سنّی صحیح العقیدہ عالم قاضی اسلام کے قائم مقام ہو جائے گا جب کہ عام طور پر لوگ مسائل دینیہ میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں۔ حدیقہ ندیہ میں ہے: "فاذا خلا الزمان عن سلطان ذی کفایة فالامور مؤکلة الی العلما ویلزم الامة الرجوع الیهم" اور جب ایسے عالم کو فسخ نکاح کا حق ہے تو عدم نفقہ کی بنیاد پر فسخ نکاح کر سکتا ہے۔ کما مر الدلیل آنفا۔

(۴) صورتِ مسئولہ میں ہندہ پر تین طلاق واقع ہوگی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۴/ذوالقعدہ ۱۳۹۲ھ

شوہر تین طلاق کا لوگوں کو بتائے اور بعد میں دو یا ایک کہے تو کتنی طلاق؟

مسئلہ: از: شبیر احمد بروندھا، شہڈول، ایم۔ پی

کیا فرماتے ہیں علما ملت اسلامیہ مسئلۂ کے بارے میں:

زید چند لوگوں کی موجودگی میں دریافت کرنے پر یہ بیان دیا کہ ہم نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں پھر تھوڑی دیر کے بعد کہا: نہیں بلکہ دو دیں۔ اور چند دیگر لوگوں سے یہ بھی بیان دیا کہ طلاق نہیں دی بلکہ یہ کہا کہ طلاق دے دیں گے۔ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں اگر ہوگی تو کتنی؟ فقط

الجواب بعون الملک الوہاب

صورتِ مسئولہ میں زید کی بیوی پر تین طلاق مغلظہ واقع ہو گئیں۔ بہار شریعت میں فتاوی ہندیہ سے منقول ہے کہ اگر عورت کو ایک طلاق دی ہے اور لوگوں سے کہتا ہے کہ تین دی ہے تو دیانۃً ایک واقع ہوگی اور قضاءً تین۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

نابالغہ کا نکاح ولی نے کیا ہو تو کیا وہ بعد بلوغ فسخ کر سکتی ہے؟

مسئلہ: از: محمد نعیم ساکن ددری وایا پوپری، سیتا مڑھی، بہار

کیا فرماتے ہیں علما دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

---

(۱) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر: ج:۱، ص: ۴۹۰، کتاب الطلاق، باب الحضانة

ہندہ کا نکاح اس کے والد نے نابالغی کی عمر تقریباً سات سال میں کر دیا جس نکاح سے ہندہ جب سے ہوش گوش والی ہوئی تب سے نفرت کرتی ہے اور اب جب کہ بالغ ہوتے ہی جب پہلا حیض شروع ہوا جبھی علیم اللہ انصاری اور شیخ یتیم کے سامنے گواہ رکھتے ہوئے ہندہ نے کہا کہ آپ لوگ گواہ ہو جائیں ہم اس نکاح کو جو ہمارے مرحوم والد نے کر دیا تھا فسخ کرتے ہیں۔ لہٰذا شریعت مطہرہ کے حکم سے ہندہ کا فسخ نکاح ہوا یا نہیں، ہندہ زید کے نکاح سے خارج ہوئی یا نہیں؟ صحیح طور پر جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

باپ اور دادا چوں کہ اپنی اولاد پر بڑے مہربان اور نہایت شفیق ہوتے ہیں وہ اپنی سمجھ سے اپنی اولاد کا نکاح اپنے ہی خاندان میں یا اپنے سے اعلیٰ خاندان میں شریف اور نیک چلن ہی سے کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ زندگی خوشگوار رہے۔ اسی لیے اسلام نے ان کی شفقت ومحبت کا کافی لحاظ رکھا ہے، لہٰذا باپ دادا نے اپنی اولاد کا نکاح اگر چہ غیر کفو میں یا بہت کم مہر میں کر دیا ہو، جب بھی بعد بلوغ ان کو فسخ نکاح اختیار نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "**فان زوجھا الاب او الجد فلا خیار لھما بعد بلوغھما**"۔(۱) ہدایہ میں ہے: "**فان زوجھا الاب او الجد یعنی الصغیر والصغیرۃ فلا خیار لھما بعد بلوغھما لانھما کاملا الرائی وافرا الشفقۃ**"۔(۲) یعنی اگر نابالغ لڑکے یا نابالغ لڑکی کا نکاح باپ دادا نے کر دیا ہو تو بعد بلوغ انہیں فسخ نکاح کا اختیار نہیں کیوں کہ یہ دونوں بہت سوچ سمجھ کر نہایت شفقت ومحبت میں نکاح کرتے ہیں۔ ہاں اگر کسی کا باپ ایسا بے وقوف ہے جسے اچھے برے نیک چلن بد چلن کی تمیز نہ ہو، مثلاً اس نے اس سے پہلی والی لڑکی کا نکاح ایسے فاسق وبد چلن سے کرایا ہو اور وہ اس میں مشہور بھی ہو گیا تو اب بعد والی نابالغہ لڑکی کو بعد بلوغ فسخ نکاح کا اختیار رہے گا۔ تنویر الابصار میں ہے: "**لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفوء ان کان الولی ابا او جداً لم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لا**"۔(۳) خلاصہ یہ اگر ہندہ کے باپ نے ہندہ سے پہلے اس کی بہن کا ایسی جگہ نکاح کر دیا ہو جو فاسق بد چلن اور غیر کفو ہو اور ہندہ کا باپ اپنی اولاد سے محبت نہ کرنے میں یا ایسے ہی بد چلن فساق وغیرہ سے نکاح کر دینے میں مشہور ہو گیا ہو تو اب ہندہ کو وہاں کے سب سے بڑے عالم سنّی صحیح العقیدہ کی اجازت سے فسخ نکاح کا اختیار ہوگا۔ اور اگر اس کے باپ نے اس سے پہلے اپنی لڑکی کا نکاح اپنی سمجھ سے اچھے گھر میں کیا ہو یا پہلا نکاح ہندہ ہی کا کیا ہو تو ہندہ کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں وہ بدستور زید کی بیوی رہے گی۔ رد المحتار المعروف بفتاویٰ شامی میں ہے: "**الحاصل ان المانع ھو کون الاب مشھوراً بسوء الاختیار قبل العقد فاذا لم یکن مشھوراً بذلك ثم زوج بنتہ من فاسق صح وان تحقق بذلك انہ سیئی الاختیار واشتھر بہ عند الناس فلو زوج بنتا اخری من فاسق لم یصح الثانی لانہ کان مشھوراً بسوء الاختیار قبلہ**

(۱) الفتاوی الهندیه ج:۱، ص:۲۸۵، کتاب النکاح، الباب الرابع فی اولیاء فی النکاح
(۲) الهدایة ج:۱، ص:۲۹۷، کتاب النکاح ، باب فی الاولیاء و الاکفاء
(۳) الدر المختار ج:۳، ص:۶۶، کتاب النکاح ، باب الولی

بخلاف العقد الاول لعدم وجود المانع قبله"(۱)۔فقط
واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

(۱) رد المحتار ج:۳، ص:۲۷، کتاب النکاح، باب الولی

كتاب الأيمان

زید نے کہا ''بکر کے گھر کا کھانا نہیں کھاؤں گا'' کیا یہ قسم ہے؟ اور قسم کا کفارہ کیا ہے؟

مسئلہ: از: شائق ناگپوری

کیا فرماتے ہیں علمائے ملت اسلامیہ اس مسئلہ میں:

زید نے کہا کہ بکر کے گھر کا پکا ہوا نہیں کھاؤں گا۔ اب اگر گھر کا پکا ہوا نہ دیا جائے، کسی اور گھر کا پکا ہوا اسے دیا گیا تو کھا سکتا ہے؟ یا کھانا نہ دیں بلکہ پھل فروٹ دیں تو یہ بغیر کفارۂ یمین جائز ہے یا نہیں؟ اور پہلی صورت میں کیا ہوگا؟ قسم کا کفّارہ کیا ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں قسم واقع نہ ہوگی، لہٰذا زید بکر کے گھر کی ہر چیز کھا سکتا ہے۔ قسم کا کفّارہ دس مسکین کو دونوں وقت پیٹ بھر اوسط درجہ کا کھانا کھلانا یا دس مسکین کو اوسط درجہ کا کپڑا پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے اور اگر ان تینوں کی طاقت نہ رکھتا ہو تو تین روزے رکھنا ہے۔ بقولہ تعالیٰ: ''فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ'' (المائدۃ:۸۹) فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۳؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

کتاب السیر

بودھ، رام، کرشن نبی نہیں، ہندو مذہب قدرتی مذہب نہیں

مسئلہ: از: انجمن کمیٹی اصلاح المسلمین و مدرسہ فیض الانوار امبیکا پور، سرگجہ ایم پی۔ ۳؍شوال المکرم ۱۳۹۲ھ

جناب مفتی صاحب ایک مضمون ہے جس کے کچھ حصے اعتراض کے قابل ہیں، شرعی اعتبار سے ایسا لکھنے والے پر کیا حکم صادر ہوتا ہے؟ مضمون ہندی میں ہے اس لیے اس کا ترجمہ اور اصل کاپی حاضر خدمت ہے جواب دے کر ہمیں اور سارے مسلمانوں کو مطمئن کیا جائے۔

''(۱) اسلام مذہب کے بانی حضرت محمد صاحب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آخری پیغمبر و رسول ہیں ان ایک لاکھ چوراسی ہزار پیغمبروں کی فہرست نہیں ہے، کچھ نام آئے ہیں پھر یہ باقی لوگ کون تھے؟ کیا ان میں دیگر مذہبوں کے بانی اور مہا پرش بھی تھے؟ یقینی طریقے سے ہیں اور بھارت میں قرآن اور حدیث کے علماء اور جانکار اس بات پر متفق ہیں کہ مہاتما بدھ، بھگوان مہابیر شری رام، شری کرشن وغیرہ بھی انہیں ایک لاکھ چوراسی ہزار کے (درجہ) یا گنتی میں آئے ہیں۔

(۲) دراصل بھارت میں اسلام کی ٹریڈی یہی رہی ہے کہ اپنے میں شانتی و امن کا طور طریقہ رکھتے ہوئے اسلام کا آنا بھارت میں اتاتائیوں و لٹیروں کی معرفت ہوا اور یہی وجہ ہے کہ صدیوں گزر جانے کے بعد بھی اسلام مذہب کی معلومات اس کے بھائیوں کو نہ ہو سکی۔

(۳) اس طرح میں آپ سے جو عرض کرنا چاہ رہا تھا کہ ایک لاکھ چوراسی ہزار پیغمبروں میں سے اور اوسطاً ہر ایک پیغمبر کا دور دس سال کا بھی مان لیا جائے تو یہ مدت قریب ۱۸؍۱۹؍لاکھ سال کی ہو جاتی ہے اور اتنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(۱) وہ ہے قدرتی مذہب ہندو مذہب۔

(۴) ڈاکٹر لوہیا نے ایک بار کہا تھا کہ ہر ایک ہندو تہوار کو مسلمان منائیں اور مسلمان تہوار کو ہندو۔ رکچھا بندھن کے موقع پر ہندو مسلمان کو راکھی باندھے اور عید میں مسلمان ہندوؤں سے گلے ملیں ہمیں اسے آزمانے کی ضرورت ہے ہم پیار کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے اس لیے اس کی کتھی کرنی ہوگی۔ یہ کتنی ناکارہ اور بے ہودہ بات ہے کہ سارے گھروں میں دیوالی کا چراغ جھلملاتا رہے۔ اور ہمارے دروازے خاموشی و اندھیرے میں گم سم رہیں''۔

مضمون کے ان چاروں حصوں پر مسلمانوں کے درمیان کافی خلفشار ہے لکھنے والے کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟ بہت جلد جواب سے مطلع کیا جائے اور جواب سے مرحمت فرما کر سب مسلمانوں کو مطمئن کیا جائے۔ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) یہ افترا ہے کہ بھارت میں قرآن و حدیث کے بڑے علما اور جانکار اس پر متفق ہیں کہ بدھ، مہابیر، رام کرشن وغیرہ نبی یا

---

(۱) عبارت نہ مل سکی۔

ان کے درجہ کے ہیں۔اسلام نے جو نبی و رسول کی تعریف بتائی ہے وہ ان میں سے کسی پر صادق نہیں آتی ،اور نہ یہ نبی و رسول کے مرتبہ کے ہیں۔

(۲) اگر (معاذ اللہ) اسلام بھارت میں اتا تائیوں اور لٹیروں کے ذریعہ آیا تو محمد بن قاسم ،سرکار غریب نواز ،شاہ عبد الحق محدث دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں کیا جواب ہوگا جن نفوس قدسیہ نے اپنی پوری زندگی اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لیے وقف کر دی تھیں۔رہا یہ سوال کہ اسلام مذہب کی معلومات اور لوگوں کو نہ ہو سکی تو اس کا جواب اتنا کافی ہے کہ آفتاب کی روشنی پوری دنیا کے لیے ہے مگر کوئی اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے تو آفتاب کی روشنی سے فیضیاب نہیں ہوسکتا۔ٹھیک اسی طرح اسلام یا مبلغین اسلام کا کیا قصور ہے۔قصور ان کی بد باطنی کا ہے۔

(۳) مضمون نگار کا ہر نبی کا زمانہ دس سال شمار کرنا اس کی لاعلمی پر مبنی ہے کیونکہ امم سابقہ میں بیک وقت کئی کئی انبیاے کرام مبعوث ہوئے پھر یہ کہ ہندو مذہب کہ جس کی بنیاد ہی شرک پر ہے۔قدرتی مذہب کہنا کفر ہے عالمگیری میں ہے:"**ومن اعتقد ان الایمان والکفر واحد فھو کافر**"(۱) جو یہ اعتقاد رکھے کہ ایمان وکفر ایک ہی ہے وہ کافر ہے۔

(۴) غیر مسلموں کا تیوہار منانا حرام و گناہ ہے،اور جس میں کفریہ ومشرکانہ افعال کرنا پڑے اسے منانا کفر وشرک ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۶ رشوال المکرم ۹۲ ۱۳ھ

اہلِ قبلہ کی تکفیر

مسئلہ: از: عبد الغفور ساکن: ناگپور

استاذ محترم مولانا مولوی مفتی عبد الرشید خان صاحب شیخ الجامعہ

خدمت گرامی میں گزارش ہے کہ کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین بابت مسئلہ ذیل میں:

(۱) ایک سوال کے جواب میں مولانا عبد الحلیم صاحب نے ۲۷ ررمضان المبارک ۹۲ ۱۳ھ کو یہ حکم صادر فرمایا ہے کہ وہ لوگ جواز روئے شرع کافر ہیں ان کا پیسہ امام کی تنخواہ میں نہیں دیا جا سکتا،مگر جو امام ان کا پیسہ بھی اپنی تنخواہ میں لے رہا ہو اور انہیں دیدہ ودانستہ کافر بھی سمجھتا ہو اور کافر بھی جانتا ہو اور کافر بھی کہتا ہو اور امامت بھی کیے جا رہا ہو اس کی امامت کیسی ہے؟ از روئے شرع جواب صادر فرمایا جائے۔

(۲) استاذ محترم ۲۷ ررمضان المبارک ۹۲ ۱۳ھ جامعہ عربیہ کی جانب سے مولانا عبد الحلیم صاحب نے مسلمانوں کے دو

(۱) الفتاوی الهندیه ج:۲ ، ص:۲۵۷،کتاب السیر، مطلب فی موجبات الکفر، الباب التاسع فی احکام المرتدین

فرقوں میں نفاق پیدا کرنے والے امام کے بارے میں بالتحریر جواب دیا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان نفاق پیدا کرنا سخت ممنوع ہے، اگر امام مذکور نے واقعی مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کردی ہے، تو وہ امام فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اگر امام اہل سنت و جماعت و وہابیت کے درمیان تفریق پیدا کی ہے تو امام پر کوئی مواخذہ نہیں بلکہ اس کا یہ فعل مستحسن ہے۔ اور قانون اسلام کے عین مطابق ہے۔

استاذ محترم کیا اہل سنت و وہابیت کے درمیان تفریق پیدا کرنا اور نفاق کی خلیج پیدا کردینا اور مسلمانوں کے دو فرقوں میں تصادم پیدا کردینا مسلمانوں کے درمیان نزاع پیدا کرنا نہیں ہے؟ جب کہ وہابیت بھی مسلمانوں کے درمیان اور دین اسلام کے زمرے میں ایک فرقہ مانا جاتا ہے۔ اور تسلیم بھی کیا جاتا ہے۔ کیا فرقۂ وہابیت کو خارج از اسلام کیا جاسکتا ہے؟ اگر انہیں خارج از اسلام نہیں کیا جاسکتا اور انہیں بھی مسلمانوں کے درمیان اور دین اسلام جب کہ ایک فرقہ تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ تو بایں صورت امام مذکور فاسق و فاجر ہوگا یا نہیں اور اگر ہوگا تو امام مذکور کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی یا نہیں؟ اور امام مذکور کا فعل مذکور بالا مستحسن ہے (فرمایا گیا ہے) اور قانون اسلام کے عین مطابق ہے۔ (کہا گیا ہے) لیکن اس پر کوئی دلیل شرعی پیش نہیں کی گئی ہے، صرف حکم صادر فرمایا گیا ہے اگر اس پر شرعی دلیل پیش کردی جاتی تو عین نوازش ہوتی تاکہ ہمیں بھی شرعی دلیل سے واقفیت ہوجاتی اور معترضین کا منہ بھی بند کردیا جاتا؟

(۳) استاذ محترم جو حکم کفر ثابت کیا گیا ہے اس کفر سے مراد کفر تہدیدی ہے یا کفر حقیقی؟

نوٹ: استاذ محترم کی خدمت اقدس میں میری یہ مؤدبانہ التجا ہے کہ میرے دل میں یہ شکوک پیدا ہوئے کہ جامعہ کا جواب پڑھ کر اور مجموع الفتاویٰ میں مولانا عبدالحی صاحب کی تحریر فتویٰ پڑھ کر جو انہوں نے مجموع الفتویٰ کی جلد اوّل کتاب العقائد میں تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بہتّر فرقے میں جو اہلِ ہویٰ ہیں ایک بھی کافر نہیں ہے۔ آگے تحریر ہے کہ "امام اعظم سے روایت ہے کہ اہلِ ہویٰ کی گواہی معتبر ہے" اور جب ان کی گواہی معتبر ہے تو وہ مسلمان ہیں اور فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ اہل قبلہ کافر نہیں اور ابن ہمام نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہہ دینے سے بہت سی خرابیاں جلی اور خفی پیدا ہوجاتی ہیں اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ باوجود امام ابوحنیفہ اور امام شافعی سے عدم تکفیر اہلِ قبلہ ثابت ہونے کے، اہلِ ہویٰ کے کفر کا حکم دینا فی نفسہ کفر ہے۔ اور درمختار میں ہے کہ کسی مسلمان میں بہت سے وجوہ ہوں جو کفر کو واجب کرتے ہوں اور ایک وجہ کفر سے مانع ہو تو مفتی کو مانع کی جانب مائل ہونا چاہیے۔ اور مسائرہ میں ہے کہ عدم تکفیر ہی جمہور متکلمین اور فقہا سے منقول ہے۔ اور شیخ اشعری نے کہا ہے کہ اسلام ان کو بھی شامل ہے۔ (ایسا ہی مجموع الفتاوی میں لکھا ہے) اور بھی مجموع الفتویٰ جلد دوم میں لکھا کہ درمختار میں لکھا ہے کہ معتزلہ کے ساتھ مناکحت درست ہے کیوں کہ ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کو کافر نہیں سمجھتے اگرچہ مباحثہ میں الزاماً بعض اوقات ان کے کفر کو ثابت کرتے ہیں (ایسا ہی نہر میں اور فتح القدیر میں ہے) درمختار باب الحیض میں لکھا ہے کہ کسی مسلمان کے کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے گا اگر اس کے کفر میں اختلاف ہو۔ روایت اگرچہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ اور بحر العلوم میں مولانا عبدالعلی رحمہ اللہ القوی شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں کہ حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ روافض کافر نہیں ہے کیوں کہ وہ دین رکھتے ہیں۔ اور جو کچھ کرتے ہیں سمجھ کر کرتے ہیں کہ یہی دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اگرچہ ان کا یہ خیال غلط ہو لیکن وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے نزدیک نہیں جھٹلاتے ہیں۔ پس

کفر کو اپنے سر نہیں لیتے ہیں اور کفر کا لازم کر لینا کفر ہے نہ کہ اس کا لازم آجانا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کیا استاد محترم ہم ہر ایک فرقہ کے بارے میں یہی قیاس قائم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور صحیح مذہب یہی ہے کہ اہلِ قبلہ کو کافر نہیں کہنا چاہیے (ایسا ہی مجموع الفتاوی میں لکھا ہے کتاب الحظر والاباحۃ میں)

استاذ محترم ۲۷/رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ کو مولانا عبدالحلیم صاحب نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ مسجد میں غیر معتکف کو اور غیر مسافر کو کھانا پینا اور سونا جائز نہیں بلکہ مسافر کے بارے میں فقہا کا اختلاف ہے لہٰذا مسافر کو بھی احتیاط چاہیے جب کہ مسافر کو بھی مسجد میں کھانے، پینے، سونے کی اجازت احتیاطاً نہیں کا حکم صادر فرمایا جا رہا ہے بایں وجہ فقہاء کا اختلاف ہے تو اہلِ ہویٰ کے بارے میں جب کہ ائمہ دین کا اور فقہا کرام کا اور علماء دین وملت کا اختلاف ہو تو ان پر تکفیری حکم کیوں عائد کیا جا رہا ہے؟

استاد محترم میرے فہم ناقص میں یہ بات نہیں بیٹھتی ہے اس لیے میں آپ کو دوبارہ تکلیف ضرور دے رہا ہوں معاف فرمایئے گا، اور جواب سے مشکور فرمایئے گا۔

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) اس کی امامت جائز ہے کوئی حرج نہیں۔

(۲) وہابیہ اپنے عقائد باطلہ کفریہ کے سبب اسلام سے خارج ہیں۔ اس لیے ان کے اور اہل سنت کے درمیان تفریق قانون اسلامی کے عین مطابق ہے۔ ارشاد ربانی ہے "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ" (التوبۃ:۱۱۹) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اسی آیت کے تحت تفسیر جلالین کے حاشیہ پر مدارک سے نقل ہے "مع الصادقین ای فی ایمانهم دون المنافقین"[۱] سچوں کے ساتھ ہو جاؤ ان کے ایمان میں نہ منافقوں کے ساتھ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ" (التوبۃ:۲۳) اے ایمان والو! تم اپنے باپ اور بھائی کو بھی دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو پسند کریں۔ اور ارشاد ہے "وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ" (المائدۃ:۵۱) جو تم میں سے ان (کافر ومنافق) سے دوستی برتے وہ انہیں میں سے ہے۔ حدیث میں ہے "ایاکم وایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم"[۲] ان سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور رکھو، وہ تمہیں کہیں گمراہ نہ کر دیں، کہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

ان آیات وتفسیر واحادیث سے واضح ہو گیا کہ اسلام وکفر کا اتحاد ممکن نہیں بلکہ تفریق ضروری ہے۔ یہ کفر تہدیدی نہیں بلکہ کفر حقیقی ہے کیوں کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ اللہ ورسول جل جلالہ، صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وتنقیص ان کی بدگوئی کفر ہے۔ عالمگیری میں ہے "یکفر اذا وصف الله تعالیٰ بما لا یلیق به"[۳] اللہ تعالیٰ کو ایسی چیزوں سے متصف کرے جو اس کے شان کے لائق نہیں

---

(۱) حاشیۃ تفسیر الجلالین ص:۱۷۸

(۲) الصحیح لمسلم ج:۱، ص:۱۲، مقدمه، باب فی الضعفاء والکذابین

(۳) الفتاوی الهندیه ج:۲، ص:۲۵۸، کتاب السیر، باب التاسع فی احکام المرتدین

تو وہ کافر ہے۔ درمختار میں ہے "من نقص مقام الرسالة بقوله بان سبّه ﷺ او بفعله بان بغضه ﷺ بقبله قتل حداً کما مر التصریح به لکن صرح فی آخر الشفاء بان حکمه کالمرتد"(۱) جس نے مقام رسالت کی اپنے قول سے تنقیص کی بایں طور کہ سرکار کو گالیاں دیں یا اپنے فعل سے دل میں بغض رکھا تو وہ حد میں قتل کیا جائے گا۔ جیسا کہ اس کے بارے میں تصریح مذکور ہوگئی ہے۔ اور شفا کے آخر میں تصریح ہے کہ اس کا حکم مرتد کی طرح ہے۔ ردالمحتار میں ہے "قال ابو بکر بن منذر اجمع عوام اهل العلم علی ان من سب النبی ﷺ یقتل وممن قال ذلك مالك ابن انس واللیث واحمد واسحاق وهو مذهب الشافعی وهو مقتضی قول ابی بکر رضی الله تعالیٰ عنه ولا تقبل توبته عند هولاء و بمثله قال ابو حنیفة واصحابه والثوری واهل الکوفة والاوزاعی فی المسلم ولکنهم قالوا هی ردّة وروی مثله الولید بن مسلم عن مالك وروی الطبرانی مثله عن ابی حنیفة واصحابه فمن ینقصه ﷺ او بری منه او کذبه"(۲) یعنی ابوبکر ابن منذر نے کہا کہ عام اہل علم کا اجماع ہے اس بات پر کہ جو شخص نبی پاک ﷺ کو گالی دے وہ قتل کیا جائے گا اور یہی مالک بن انس اور لیث اور احمد و اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ اور یہی سیدنا ابوبکر کے قول کا اقتضا ہے۔ اور ان حضرات کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں اور اسی کے مثل سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور ثوری اور اہل کوفہ اور اوزاعی نے کہا۔ لیکن ان لوگوں نے کہا: یہ دین اسلام سے پھر جانا ہے اور اسی کے مثل ولید بن مسلم نے مالک سے روایت کی اور طبرانی نے اسی کے مثل امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سے روایت کی اس شخص کے بارے میں جس نے حضور ﷺ کی تنقیص کی یا جس نے ان سے برأت ظاہر کی یا ان کو جھٹلایا۔

رہا سوال کہ امام اعظم سے شرح فقہ اکبر میں ہے کہ اہل قبلہ کافر نہیں یہ عقلاً نقلاً دونوں طرح باطل ہے اور عبارت میں تحریف کر کے امام اعظم پر افترا لگایا گیا ہے۔ عقلاً یوں کہ کوئی اللہ و رسول کی تنقیص کرے اور قبلہ کو منہ کرے یہ توجہ الی القبلہ درایۃً مردود ہے۔ نقلا بھی باطل ہے اس کے بطلان پر پہلے آیت کریمہ پیش کی جاتی ہے، پھر امام اعظم کا اصل قول پھر فقہا کی عبارتیں پیش کی جائیں گی۔ ارشاد ربانی ہے "لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ"(البقرۃ:۱۷۷) اصل نیکی یہ نہیں کہ اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو بلکہ اصل نیکی یہ کہ آدمی ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر اور فرشتوں اور قرآن اور تمام انبیا پر۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ نیکی قبلہ کی طرف منہ کرنا نہیں ہے بلکہ اصل نیکی ایمان لانا ہے۔ امام اعظم فقہ اکبر میں فرماتے ہیں "صفاته تعالیٰ فی الازل غیر محدثة ولا مخلوقة فمن قال انها مخلوقة او محدثة او وقف او شك فیها فهو کافر بالله تعالیٰ"(۳) اللہ تعالیٰ کی صفتیں قدیم ہیں پیدا کی ہوئی نہیں ہے اور نہ کسی کی بنائی ہوئی ہے، تو جو کوئی انہیں مخلوق یا حادث کہے یا توقف کرے یا شک کرے تو بلاشبہ وہ کافر ہے۔ نیز امام اعظم کتاب الوصیہ میں فرماتے ہیں "من قال بان کلام الله تعالیٰ مخلوق فهو کافر

---

(۱) الدر المختار ج:۴، ص:۲۳۲، مطلب توبة الیاس مقبولة دون ایمان الیاس

(۲) ردالمحتار ج:۴، ص:۳۳۲ مطلب توبة الیاس مقبولة دون ایمان الیاس

(۳) الفقه الاکبر ص:۲۰

باللہ العظیم "(۱) جو شخص کلام اللہ کو مخلوق کہے وہ کافر ہے۔ جو شخص کلام اللہ کو مخلوق کہے اس نے عظمت والے خدا کے ساتھ کفر کیا۔ معتزلی اور روافض جو قرآن کو مخلوق کہتے ہیں ان دونوں عبارتوں کی روشنی میں کافر ٹھہرے اگر چہ ایک ہزار بار قبلہ کی طرح منہ کر کے نمازیں پڑھیں۔ فقہا نے ان اہلِ قبلہ کو کافر نہیں کہا ہے جو یا تو دائرۂ اسلام میں ہوں یا ان کے اقوال حد کفر کو نہیں پہنچے ہوں۔ شرح فقہ اکبر میں ہے "فی المواقف لا یکفر اهل القبله الا فیه انکار وما علم بمجیئته بالفرورة اوالمجمع علیه کاستحلال المحرمات الخ" "ولا یخفی ان المراد بقول علمائنا لا یجوز تکفیر اهل القبله بذنب بمجرد التوجة الی القبلة فان الغلاة من الروافض الذین یدعون ان جبریل علیه السلام اغلط فی الوحی فان الله تعالیٰ ارسله الی علی رضی الله تعالیٰ عنه وبعضهم قالوا انه اله وان صلوا الی القبلة لیسوا بمؤمنین وهذا هو المراد بقوله علیه السلام من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلك مسلم الخ مختصراً "(۲) یعنی مواقف میں ہے کہ اہلِ قبلہ کو کافر نہیں کہا جائے گا مگر ضروریاتِ دین یا اجماعی باتوں سے کسی بات کا انکار کریں جیسے حرام قطعی کو حلال جاننا، اور مخفی نہیں کہ ہمارے علماء جو فرماتے ہیں کہ کسی گناہ کے سبب اہلِ قبلہ کی تکفیر جائز نہیں اس سے صرف قبلہ کو منہ کرنا مراد نہیں کہ تمامی روافض جو بکتے ہیں، جبریل علیہ السلام کو وحی میں دھوکا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھیجا تھا اور بعض تو مولیٰ علی کو خدا کہتے ہیں یہ لوگ اگر چہ قبلہ کی طرف نماز پڑھیں، مسلمان نہیں۔ اور یہی مراد ہے اس آیت سے کہ جس میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو ہماری جیسی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔ ضروریاتِ دین کا اقرار کرے اور کوئی بات منافیٔ اسلام نہ ہو۔ عالمگیری میں ہے "الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما العیاذ بالله فهو کافر وان کان یفضل علیا کرم الله تعالیٰ وجهه علی ابی بکر رضی الله تعالیٰ عنه لا یکون کافراً الا انه مبتدع والمعتزلی مبتدع الا اذا قال باستحاله الرویة فحنیئذ هو کافر کذا فی الخلاصة "(۳) رافضی جب شیخین کریمین (سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو گالیاں دے اور ان دونوں پر لعنت کرے (العیاذ باللہ) تو وہ کافر ہے، اور جب حضرت علی کو سیدنا ابوبکر صدیق پر فضیلت دے تو کافر نہ ہوگا مگر بدعتی ہے، معتزلی بدعتی ہے، ہاں اگر رویت باری تعالیٰ کو محال کہے تو البتہ ہو وہ کافر ہے۔ اسی عالمگیری میں روافض کے کچھ اوصافِ شنیعہ بیان کرتے ہوئے دس سطر بعد ہے "وهولاء القوم خارجون عن ملة السلام و احکامهم احکام المرتدین "(۴) یہ قوم ملت اسلامیہ سے خارج ہے اور ان کے احکام مرتدین کے احکام ہیں۔ بحر الرائق میں خلاصہ اور بزازیہ سے منقول ہے "بان الرافضی اذا سب الشیخین وطعن فیهما کفر "(۵) یعنی رافضی جب شیخین

---

(۱) شرح الفقه الاکبر ص:۴۳، القول فی القرآن

(۲)

(۳) الفتاوی الهندیه ج:۲، ص:۲۶۴،کتاب السیر ، الباب التاسع فی احکام المرتدین

(۴) ایضاً

(۵) البحرالرائق:۵،ص:۱۳۶

کو گالیاں دے یا طعنہ کرے تو کافر ہو جائے گا۔ ان عبارات مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ رافضی، تبرائی، معتزلی جو حد کفر تک پہنچ چکے ہوں کافر ہیں، خواہ کیسے ہی قبلہ کی طرف رخ کرتے ہوں کہ یہ ان کے لیے اصلاً مفید نہیں۔

پھر سائل کا یہ کہنا کہ کسی مسلمان میں بہت سارے وجوہ ہوں جو کفر کو واجب کرتے ہوں اور ایک وجہ کفر سے مانع ہو تو مفتی کو مانع کی طرف مائل ہونا چاہیے، اور حوالہ میں درمختار کا حوالہ پیش کرنا نا سمجھی پر مبنی ہے۔ اگر بالفرض درمختار کی عبارت کا یہی مطلب ہے تو لازم آئے گا کہ یہود و نصاریٰ حتیٰ کہ مشرکین کو بھی مسلمان کہا جائے کیونکہ ان سب میں کوئی نہ کوئی اسلام کی بات ضرور پائی جاتی ہے۔ مثلاً خدا کے ماننے کا دعویٰ سبھی کرتے ہیں حالاں کہ یہ عقلاً اور نقلاً دونوں طرح سے باطل ہے۔ اصل عبارت یہ ہے جسے درمختار، ردالمحتار اور خلاصہ سے عالمگیری میں منقول ہے "**واللفظ للعالمگيری اذا كان فی المسئلة وجوه توجب الكفر و وجه واحد يمنع فعلى المفتی ان يميل الى ذلك الوجه**"(۱) جب کسی کے لفظ میں بہت سی صورتیں نکل سکیں جو کفر کو واجب کرتی ہوں اور اور ایک صورت کفر سے مانع ہو تو مفتی کو چاہیے کہ اسی معنی کی طرف لفظ کو پھیرے۔ پھر اسی عالمگیری میں بزازیہ اور بحرالرائق سے منقول ہے "**الاصرح بارادة توجب الكفر فلا ينفعه التاويل**"(۲) پھر متکلم جب خود اس کی صراحت کر دے جو کفر کو ثابت کرتی ہو تو مفتی کی تاویل اس کو کچھ نفع نہ دے گی۔ پھر اسی جگہ محیط سے منقول ہے "**ثم ان كان نيّة القائل الوجه الذی يمنع التكفير فهو مسلم وان كان نيّته الوجه الذی يوجب التكفير لا تنفعه فتوىٰ المفتی ويومر بالتوبة والرجوع عن ذلك و بتجديد النكاح بينه وبين امرأته**"(۳) پھر اگر قائل کی نیت وہ معنی ہے جو تکفیر کو روکتا ہے تو وہ مسلمان ہے۔ اور اگر اس کی نیت وہ معنی ہے جو تکفیر کو ثابت کرتا ہے تو مفتی کا فتوی اس کو کچھ نفع نہ دے گا۔ اور اسے توبہ و تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔ اس کی مثال: جیسے زید نے خالد کے بارے میں کہا خالد کو علم قطعی یقینی غیب کا ہے۔ اس کلام میں بہت سے پہلو ہیں (۱) خالد اپنی ذات سے غیب داں ہے۔ یہ صریح کفر ہے (۲) خالد آپ غیب داں نہیں مگر جن علم غیب رکھتے ہیں اسے بتانے سے اسے غیب کا علم یقینی حاصل ہو جاتا ہے یہ بھی کفر ہے۔ (۳) خالد نجومی ہے (۴) رمال ہے (۵) کوے وغیرہ کی آواز سے شگون لیتا ہے (۶) پانسہ پھینکتا ہے (۷) فال دیکھتا ہے (۸) مسمریزم جانتا ہے (۹) روحوں کی تختی سے حال دریافت کرتا ہے (۱۰) قیافہ داں ہے۔ یہ سب کفر ہے (۱۱) خالد پر وحی رسالت آتی ہے جس سے غیب کا علم یقینی ہے، یہ اشد کفر ہے (۱۲) وحی تو نہیں آتی مگر بذریعہ کشف و الہام تمام غیوب علم یقینی حاصل ہے۔ (۱۳) خالد کو کل غیب کا علم نہیں لیکن جو بھی غیب اسے الہام سے ہے وہ بغیر واسطہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل ہوئے یہ بھی کفر ہے۔ (۱۴) خالد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ سے سمعاً یا عیناً یا الہاماً بعض غیوب کا علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ یہ احتمال صریح اسلام ہے۔ تو محققین فقہا اس کو کافر نہیں کہیں گے، اگرچہ اس کی بات کے تیرہ معانی کفر کے پہلو اور ایک معنی میں اسلام کا پہلو ہے۔ تو ان کو مسلمان کہیں گے۔ اگر زید اپنی مراد ظاہر کر دے کہ ہم نے ان تیرہ کفری معنوں میں سے کوئی معنی مراد لیا ہے تو البتہ اسے کافر کہا جائے گا اور مفتی کی بات اس کے لیے

(۱) الفتاوی الھندیہ ج:۲، ص:۲۸۳
(۲) ایضاً
(۳) الفتاوی الھندیه ج:۲، ص:۲۸۳، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین

مفید نہ ہوگی۔

وہ علمائے دیوبند جنہوں نے شانِ الوہیت وشان رسالت کی تنقیص کی ہے اور کسی نے خدا کے لیے جھوٹ کو ممکن مانا ہے اور کسی نے حضور کے علم غیب عطائی کو جانوروں اور پاگلوں سے تشبیہ دی ہے جو صریح کفر غیر تاویل ہے۔ ان کی عبارتوں میں کون سا اسلام کا پہلو نکلتا ہے؟ آج پچاس، ساٹھ سال کا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی علمائے دیوبند ان کفری عبارتوں میں اسلام کا پہلو ثابت نہ کر سکے۔ لہٰذا ان کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے۔ فقہا فرماتے ہیں "**من شك في كفره وعذابه فقد كفر**"(۱) جو شخص ان کے کفر یا عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے "**الرضاء بالكفر كفر**"(۲) کفر سے راضی ہونا بھی کفر ہے۔

خلاصہ یہ کہ علمائے دیوبند نے خدا اور رسول کی شانِ اقدس میں تنقیص کی جن کے سبب وہ اسلام سے خارج ہو گئے۔ ان کی عبارتوں میں کفری پہلو کے سوا اور کوئی اسلام کا پہلو نہیں لہٰذا ان کی عبارتیں تاویل کے قابل نہیں رہیں۔ ان سب پر توبہ، تجدید ایمان وتجدید نکاح سب ضروری تھا پھر کفر پر اصرار تکفیر کو واجب کرتا ہے۔ لہٰذا ان کو جاننا ضروری ہے ان کے درمیان تفریق بین الاسلام والکفر ہوئی نہ کہ تفریق بین المسلمین۔ **نسأل الله التوفيق ولا حول ولا قوة الا بالله العظيم**

والله اعلم بالصواب ورسوله ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

کلمۂ کفر کن چیزوں پر اثر انداز ہوتا ہے؟

مسئلہ: از: محمد خلیل احمد امام جامع مسجد امیہ کا پور، سرگوجہ، ایم۔ پی ۲۹ ر ذو قعدہ ۱۳۶۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں:

ایک شخص نے کلمۂ کفر ادا کر دیا خواہ وہ کسی بھی انداز کا ہو، یہ کلمہ کن کن چیزوں پر اثر انداز ہوگا صرف ایمان پر یا نکاح پر بھی؟ کیا دونوں کی تجدید ضروری ہے یا کسی ایک کی؟ ایک عام ضابطہ بیان کر دیا جائے۔

الجواب بعون الملك الوهاب

اگر کفر قطعی ہے تو اس کے احکام مرتد کے احکام ہیں۔ عالمگیری میں ہے "**واحكامهم احكام المرتدين**"(۳) ارتداد سے اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔ بیوی نکاح سے نکل جائے گی۔ مرتد کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح نہ کسی مسلم سے ہو سکتا ہے نہ کافرہ سے نہ مرتدہ سے اس کا ذبیحہ مردود ہے۔ وہ کسی معاملہ کی گواہی نہیں دے سکتا نہ وہ کسی کا وارث ہو سکتا ہے ارتداد سے ملک جاتی رہتی ہے۔

---

(۱) درر الاحکام شرح غرر الاحکام ج:۱، ص:۳۰۰

(۲) فتاوی قاضی خان ج:۲، ص:۴۲۵ کتاب السير، باب مايكون كفرا من المسلم

(۳) الفتاوی الهنديه ج:۲،ص:۲۶۴، كتاب السير، الباب التاسع فی احكام المرتدين

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

قرآن پاک جلانا کیسا؟

مسئلہ: از: عبد الکریم عفی عنہ محلہ قاضی پورہ، ہمیر پور، یو، پی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں:

ایک شخص نے قرآن جلا دیا، کیا وہ ایمان سے خارج ہے؟ اگر ایمان سے خارج ہو گیا تو کیا اس کا نکاح بھی فاسد ہو گیا؟ ایسی حالت میں کیا اس کی بیوی کو عدت کے دن گزارنا لازم ہیں یا نہیں؟ اگر یہ شخص اسی بیوی سے رجوع کرنا چاہتا ہے تو شرعاً اس کو کیا کرنا چاہیے؟ زحمت فرما کر مطلع فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر اس نے بطور تحقیر وتوہین قرآن پاک کا نسخہ جلا دیا تو یقیناً اسلام سے خارج ہو گیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ اس پر توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح ضروری ہے۔ عالمگیری میں ہے ”**یؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته**“ (۱) ہاں اگر اس کی بیوی اس سے دوبارہ نکاح پر راضی نہ ہو تو عورت عدت گزار کر جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ اور اگر اس نے قرآن پاک جہالت سے جلا دیا ہے تو ہین کی نیت نہیں تھی، تو کافر نہ ہوگا نہ اس کی بیوی نکاح سے خارج ہوگی۔ البتہ فعل حرام کے ارتکاب کی وجہ سے گنہگار رہوگا، توبہ کرے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

جو پیر یہ کہے: ”سر سجدے میں دل دغابازی میں ایسی نماز مت پڑھو“ اس کا حکم

مسئلہ: از: احقر العباد ناچیز عبد العزیز مقام وپوسٹ بھموڑی، چھندواڑہ (ایم، پی)

بخدمت اقدس جناب حضرت مولانا الحاج مفتی عبد الرشید خاں صاحب مفتی اعظم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں:

ہماری بستی میں ایک پیر صاحب آتے ہیں جو پیری مریدی کرتے ہیں۔ ایک دن ان کے مریدین بہت سے بیٹھے تھے، اس وقت ظہر کا وقت ہو گیا۔ انہیں کے ایک مرید صاحب نے کہا کہ چلو نماز کا وقت ہو گیا، اذان پکارو۔ پیر صاحب نے کہا: ”سر سجدے

---

(۱) الفتاوی الھندیہ ج:۲، ص:۲۸۳، کتاب النکاح

میں، دل دغابازی میں ایسی نماز مت پڑھو''۔ از روئے شرع فرمائیں کہ ایسا پیر کیا قابل پیر ہے، جو اپنے مریدوں کو ٹوٹی پھوٹی نماز پڑھنے سے روکے، نقل کرنے سے ہی تو اصل آئے گا۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں کہ نماز کے بارے میں ایسا غلط لفظ کہنا کیسا ہے؟ اور کہنے والا کیسا ہے؟ ہم ایسے پیر کی اتباع کریں یا نہ کریں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں پیر صاحب کا یہ کہنا کہ ''سر سجدے میں، دل دغابازی میں ایسی نماز مت پڑھو'' سے مراد اگر یہ ہے کہ دل کو دغابازی سے پاک رکھ کر نماز پڑھو تو پیر صاحب پر کوئی مواخذہ نہیں اور اگر الفاظ مذکورہ سے پیر صاحب کی مراد یہ ہے کہ نماز نہ پڑھو جیسا کہ بعض نادان پیر بنے پھرتے ہیں، نہ خود نماز پڑھتے نہ لوگوں کو نماز کی ہدایت کرتے ہیں تو وہ پیر حقیقت میں پیر ہی نہیں ایسے کی پیروی کرنا حرام ہے اور اس سے بیعت ہونا ناجائز ہے۔ جو لوگ بیعت ہو چکے ہیں وہ سب بیعت توڑ کر کسی سنی عالم دین پابند شرع غیر منقطع سلاسل سے بیعت کریں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۰ رصفر المظفر ۱۳۹۲ھ

دیوبندیوں کے کچھ عقائد کا رد

مسئلہ: از: محمد مقبول احمد رضوی

سیدی ومولائی حضور مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج شریف مبارک؟ حضور کا شفقت نامہ موصول ہو کر کاشف حالات ہوا! حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب نے جو کوربا کے جامع مسجد کے امام کے خلاف جماعتیوں کے بیانات قلم بند کر کے لے گئے ان سے فرمادیں کہ بیانات کی رو سے جو فیصلہ اس کا جواب جلد بذریعہ رجسٹری ایک عبد الغفار کے نام اور ایک چاہے میرے نام سے یا موسیٰ بھائی کے نام سے روانہ فرمادیں۔ نیز مولانا صاحب سے فرمائیں کہ ایک خط عبد الغفار متولی کے نام اپنی جانب سے خوف خدا دلاتے ہوئے تحریر فرمادیں کہ ہمیشہ امام کے مقرر کرنے سے پہلے اپنے سنی اداروں سے یا کسی بھی سنی عالم سے تصدیق ضرور کرادے تاکہ امام کے عقیدے کی خرابی جاہل امام کی جہالت سے مسلمانوں کی نماز خراب ہونے کی ذمہ داری سے آپ بچیں ورنہ بڑا سخت مواخذہ ہوگا۔ یہ تحریر ہندی میں کسی سے لکھوا کر اور جو مناسب سمجھیں تحریر کرنا چاہیں تو مقبول وعبد السلام وموسیٰ وغیرہ کو لکھ دوں گا کہ وہ آپ کی ہر طرح مدد کریں۔ اگر عبد الغفار کا لیٹر آئے کہ ہاں آپ ان لوگوں کو تاکید کر دیجیے تو پھر آپ ہم لوگوں کو خط تحریر فرمادیں، ان شاء اللہ اس طرح شاید عبد الغفار راستے پر آجائے۔ نیز امام کے بارے میں بھی تحریر فرمادیں کہ آپ کو جس وقت امام کی ضرورت ہو آپ خود ہندی ہی میں لکھ دیں ان شاء اللہ امام کا انتظام کر دیا جائے گا۔ خط لکھنے کے سلسلے میں اسے اتنی سہولت ضرور عنایت کردیں کہ وہ بلا تکلف ہندی میں خط لکھ سکے۔

نقل فیصلہ نامہ امام جامع مسجد کوربا ضلع بلاسپور ۱۰ رجون ۱۹۷۲ء

(۱) حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرح ایک آدمی ہیں۔

(۲) نماز کسی کے پیچھے بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

(۳) بارہ وفات اور جب کوئی مرجائے تو اس کی خوشی کیسی اور اسے حاضر وناظر کہنا کیا معنی۔

(۴) تبلیغی جماعت کے متعلق کہ ایسے نمازی کو مسجد سے نہیں نکالنا چاہیے۔

(۵) پائجامہ کے کنارے کو اٹھا کر پیشاب کرنا۔

(۶) وہابیوں سے میل جول۔

(۷) بشر کا معنی، عدم ثبوت پر جھوٹ۔

بیان مولانا غلام محمد صاحب امام جامع مسجد کوربا۔

(۱) حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولاد آدم ہیں، آپ پیغمبر آخرالزماں ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ کے بعد آپ کا درجہ ہے، بیویاں اُم المؤمنین اور اولاد طیب وطاہر تھے۔

(۲) میں نے ایسا نہیں کہا کہ وہابیوں کے پیچھے نکاح نماز پڑھنا چاہیے، یا کسی کے پیچھے نماز پڑھ لینا چاہیے یہ مجھے خیال نہیں۔

(۳) بارہ وفات کا معنی کہا ہے، لیکن حاضر وناظر کہنا کیا معنی؟ نہیں کہا ہے۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ حاضر وناظر ہیں۔

(۴) ''تبلیغی جماعت کے نماز پڑھتے ہوئے لوگوں کو مسجد سے نہیں نکالنا چاہیے'' یہ کہا ہے۔

(۵) پائینچا اُٹھا کر میں نے کبھی پیشاب کوربا میں نہیں کیا ہے اور نہ ہی اس معاملہ میں کسی نے تاکید کی ہے۔

(۶) دُنیاوی معاملے میں ان سے سروکار رکھنا اچھا سمجھتے ہیں دینی معاملے میں نہیں۔ مجھے جہاں تک خیال ہے کہ میں نے ایسا نہیں کہا۔

گواہوں کے بیانات

(۱) حافظ ابراہیم صاحب وموسیٰ بھائی کا بیان: انہوں نے تقریر کے دوران کہا کہ حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرح بشر تھے بلکہ آدمی تھے۔

مولانا مقبول صاحب: حضور ہماری طرح بشر تھے اور ہماری طرح آدمی بھی تھے۔

(۲) موسیٰ بھائی: مولانا صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھ لینی چاہیے کیوں کہ وہ فرض ہے اور جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ فرض کو چھوڑ کر سنت کے پیچھے دوڑتے ہیں۔

عبدالرزاق بھائی: وہابی وہابی امام کو کہہ رہے ہیں۔ نماز اللہ کے لیے پڑھی جاتی ہے پیش امام کے لیے نہیں۔

(۳) مولانا محی الدین صاحب: آپ نے مجھ سے سوال کیا کہ بارہ وفات کی کیا معنی؟ بعد اس کے آپ نے خود کہا کہ مرجانا۔ اس کے بعد آپ نے کہا کہ جو انسان مرگیا اس کی خوشی کیسے؟ اس پر میں نے صرف یہ جواب دیا کہ بارہ تاریخ ربیع الاول کی حضور کی پیدائش اور اسی تاریخ پر حضور کا وصال بھی ہوا اس لیے پیدائش کی خوشی منائی جاتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ بھی سوال کیا کہ وہ

حاضر وناظر کیسے ہو سکتے ہیں؟

(۴) محمد حمید اللہ خاں صاحب: مسجد میں جو بھی نماز پڑھنے آتا ہے اسے اس طرح نہیں نکالا جاتا ہے۔ مولانا صاحب سے شام کو میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے نصیحت کی کہ اس طرح سختی سے پیش نہیں آنا چاہیے آپ کا رویہ سخت تھا۔ کسی موقع پر نشیمن کے مضمون کی اس کڑی پر مولانا کی توجہ دلائی تو انہوں نے نشیمن کی تائید کی کہ بارہویں شریف کے موقع پر اس کے خرچ فضول ہیں۔

(۵) مؤذن نبی جان صاحب: ایک روز میں نے دیکھا کہ پائینچا اُٹھا کر پیشاب کررہے تھے، اس کے بارے میں میں نے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جائز ہے۔

(٦) عبد الحبیب اشرفی: ان کی تقریر عبد الوحید کے یہاں تھی تقریر کے دوران میں انہوں نے کہا کہ میں نے مولانا حلیم صاحب سے بشر کے معنی پوچھے تو انہوں نے کہا کہ میں لغت دیکھ کر بتاؤں گا۔ اس بات کو کم از کم تین بار دہرایا۔

الجواب بعون الملک الوھاب

شرعی احکام

(۱) حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا جیسا بشر کہنا کفار کا طریقہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھلی توہین ہے۔ اور نبی کی توہین کفر ہے۔ امام صاحب کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا جیسا بشر کہنا وہابیت کی کھلی دلیل ہے۔

(۲) وہابی دیوبندی اپنے کفریہ عقائد کی بنا پر کافر ہیں۔ ان کے پیچھے نماز باطل محض اور پڑھنا حرام ہے۔ امام صاحب کا کہنا کہ دیوبندی کے پیچھے نماز پڑھ لینی چاہیے ان کی وہابیت پر نشاندہی کرتا ہے۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام پر وعدۂ الٰہی کے مطابق ایک آن کے لیے موت طاری ہوئی ہے پھر وہ اپنی حیاتِ ابدی کے ساتھ قبر انور میں جلوہ افروز ہیں۔ حدیث میں ہے: ”ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق“ (۱) بے شک اللہ تبارک تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے جسموں کو زمین پر کھانا حرام فرما دیا ہے۔ پس اللہ کے نبی زندہ ہیں انہیں روزی دی جاتی ہے۔ امام صاحب کا اعتراض کرنا اور خود غیر شرعی جواب دینا ان کے وہابی ہونے کا کھلا ثبوت ہے۔

(۴) تبلیغی جماعت وہابیوں کی جماعت ہے۔ یہ جماعت جہاں گئی نماز وکلمہ کے نام پر لاکھوں مسلمانوں کو گمراہ کر دیا۔ مسلم آبادی میں ایسی تفریق پیدا کر دی کہ باپ بیٹے ماں بیٹی بھائی بھائی شوہر وبیوی میں جدائی ہوگئی اور وہ آبادی ہمیشہ کے لیے اختلاف کا مرکز بن کر رہ گئی، ان کے ساتھ تشدد برتنا حق تھا۔ لہٰذا امام صاحب کا تبلیغی جماعت کی حمایت کرنا، ان کے وہابی ہونے پر بین ثبوت ہے۔ اسی طرح بارہویں شریف کے موقع پر جلسہ وجلوس کے انعقاد کو فضول خرچی کہنا وہابیوں کا کام ہے۔

(۵) مرد کی شرمگاہ ناف سے گھٹنے تک ہے، جس کا چھپانا فرض ہے۔ پائنچا اُٹھا کر ایسی جگہ پیشاب کرنا جہاں لوگوں کی نظر پڑے حرام ہے اور عادت کے طور پر ایسا کرنے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اس کا لوٹانا واجب ہے۔

---

(۱) سنن ابن ماجہ ج:۱، ص:۵۲۴، کتاب الجنائز ، باب ذکر وفاتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۶) وہابیوں سے میل جول ناجائز وحرام ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے: "فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" (الانعام:۶۸) یاد آجانے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ حدیث میں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے: "ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم" (۱) ان سے دور رہو اور ان کو اپنے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں، کہیں تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ جب انسان دنیاوی ضرورتوں میں اپنے دشمن سے ملنا پسند نہیں کرتا تو اللہ ورسول کے دشمن کے ساتھ میل جول کس طرح روا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا امام صاحب کا علانیہ طور پر وہابیوں سے میل جول فسق اور ان کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی اور اس کا لوٹانا واجب ہے۔

(۷) امام صاحب کا ایسا کہنا جھوٹ اور سراسر بہتان ہے، پھر یہ کہ مجمع عام میں ایسی جھوٹی باتوں اور افترا پردازیوں کا اعلان ان کے فاسق معلن ہونے کے لیے کافی ہے۔ ایسے امام کی امامت مکروہ تحریمی اور پڑھی گئی نمازوں کا لوٹانا واجب ہے۔

فیصلہ

حاصل کلام یہ ہے کہ امام جامع مسجد "کوربا" پر عائد کیے گئے الزامات اور گواہوں کے ذریعے ان کی تصدیق وتوثیق کے بعد کسی طرح وہ لائق امامت نہیں رہے۔ نہ انہیں امام رکھنا جائز اور نہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست۔ لہٰذا انہیں امامت سے برطرف کر کے کسی سنّی صحیح العقیدہ مسائل نماز وطہارت سے واقفیت رکھنے والے امام کو متعین کیا جائے۔ اگر وہ بالا اعلان توبہ بھی کر لیں، جب بھی اعتماد نہ ہونے تک ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ جب تک ان کی ایک ایک ادا سے سنیت کا اظہار نہ ہو جائے۔ کیوں کہ اس سے پہلے وہ تحریری طور پر وہابیت سے توبہ کر کے اپنی بیزاری کا اظہار کر چکے ہیں، توبہ کرنے کے بعد پھر انہیں عقائد سے ہم خیال ہونا ان کی تقیہ بازی کا کھلا ہوا مظاہرہ ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۶ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

مطلقاً حدیث کا انکار کفر ہے

مسئلہ: از: مرزا افسر علی بیگ حبیبی قادری جوبرا ضلع کٹک، مورخہ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

ہمارے محلہ کے پریسیڈنٹ صاحب نے ایک مرتبہ قریب دس بارہ لوگوں کے درمیان غصہ کی حالت میں کہہ دیا کہ میں کسی حدیث کو نہیں مانتا بلکہ قرآن جو کہتا ہے میں اس پر عمل کروں گا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ حدیث شریف وکتب فقہ سے ایسا شخص از روئے شرع کیا حکم رکھتا ہے؟ جواب تفصیلاً تحریر فرمائیں۔ اگر از روئے شرع اس پر توبہ فرض ہے تو کیا جتنے لوگوں کے سامنے کہا تھا سب کے سامنے توبہ کرے یا تنہائی میں کرے؟ آگاہ فرمائیں۔

---

(۱) الصحیح لمسلم ج:۱،ص:۱۲، باب فی الضعفاء والکذابین

الجواب بعون الملک الوھاب

مطلقاً حدیث کا انکار کفر ہے۔ عالمگیری میں ہے: "من انکر المتواتر فقد کفر ومن انکر المشهور یکفر عند البعض۔"(۱) پریسیڈنٹ پر ضروری ہے کہ توبہ تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ حدیث پاک کا انکار مجمع عام میں کیا ہے لہٰذا توبہ بھی علانیہ طور پر کرے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۱ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

شرعی مسئلہ کو "مولوی کا چکّر کہنا" کہنا کفر ہے

مسئلہ: از: ایچ، اے صابری

حضور مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حسب ذیل سوال کے جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

زید ایک پیر ہے، اعلیٰ حضرت بریلوی کے بتائے ہوئے شرعی مسئلہ کو کہا کہ مولویوں کے چکر سے اللہ بچائے۔ اس پر بریلی شریف سے کفر کا فتویٰ آیا کیوں کہ شرعی باتوں کو چکر کہنا کفر ہے۔ فتویٰ منگانے والے گروپ کے ایک ممبر نے زید کو سلام کہا تو زید نے کہا کہ میں کافر ہوں، آئندہ سلام مت کرنا، نہ بات کرنا، ایک مسلمان کو ایک کافر سے سلام نہیں کرنا چاہیے۔ احکامِ شریعت میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتویٰ دیا کہ جو شخص اپنے کو کافر، وہابی، غیر مقلد جو بھی بتائے گا وہ انہیں میں سے مانا جائے گا، چاہے مذاق میں کہا ہو یا کسی اور وجہ سے۔ حضور فرمائیں واقعات کی بنا پر توبہ، کلمہ، تجدید نکاح عائد ہو گیا یا نہیں؟ اور جو لوگ زید کو پیر بنائیں اور بوسہ دیں اس کو امام بنائیں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

زید پیر کا شرعی مسئلہ کو مولوی کا چکر کہنا کفر ہے، یوں ہی زید کا کہنا کہ میں کافر ہوں مجھے سلام نہ کرو کفر۔ عالمگیری ہے: "الهازل اوالمستهزی اذا تکلم بکفر استخفافاً اواستهزاءاً ومزاحاً یکون کفرا عند الکل، وان کان اعتقاده خلاف ذٰلك۔"(۲) دل لگی اور مذاق کرنے والے نے بطور استخفاف، استہزا اور مذاق کوئی کلمۂ کفر استعمال کیا تو تمام فقہا کے نزدیک کفر ہے۔ اگر چہ اس کا عقیدہ ایسا نہ ہو۔ لہٰذا زید پر توبہ، تجدید ایمان اور تجدید نکاح دونوں ضروری ہے، جب تک زید توبہ نہ کرے اسے پیر بنانا جائز، نہ اس کا ہاتھ پاؤں چومنا جائز اور نہ اس کی امامت درست ہے کیوں کہ اس میں اس کی تعظیم ہے اور کافر و فاسق کی تعظیم حرام ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

---

(۱) الفتاوی الهندیه ج:۲، ص:۲۶۵، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین

(۲) الفتاوی الهندیه ج:۲، ص:۲۷۶، کتاب السیر ، الباب التاسع فی احکام المرتدین

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ے رشعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

علمائے دیوبند کا کفران کی تاویل کرنے والے چند فتووں کا جواب

مسئلہ: از: عطاء الرحمان عرف احمد میاں سنی حنفی نقشبندی خطیب وامام جامع مسجد قصبہ دیوگڑھ بارید گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع ذیل کے مسئلہ میں:

زید نے بکر کے خلاف فتویٰ لکھا یا کیوں کہ یہ دیوبندی عقیدہ رکھتا ہے اس لیے فتوی مندرجہ ذیل ہے۔

فتویٰ از: دارالافتاء دارالعلوم شاہ عالم، احمد آباد

ایک شخص جس کا نام قطب الدین ہے یہ دیوبندی عقیدہ رکھتا ہے، جناب علیم الدین صاحب کے سامنے ایک صاحب نے قطب الدین کو چمبوڑیا کہا (لفظ چمبوڑیا پورے گجرات میں بے دین دیوبندی عقیدہ رکھنے والے ہی کو کہتے ہیں) جس پر علیم الدین نے چمبوڑیا کہنے والے صاحب سے کہا کہ آپ نے کس برائی کے تحت قطب الدین کو چمبوڑیا کہا؟ ہم نے تو ان میں کوئی برائی نہیں دیکھی اور نہ ہی بدعقیدہ پایا۔ ان صاحب نے کہا کہ اچھا اس کی پہچان یہ ہے کہ میں چار عالموں کے نام لکھتا ہوں جن پر علمائے حرمین شریفین نے کفر کے فتوے صادر کیے ہیں لہٰذا تم ان کے بارے میں معلوم کرو کہ یہ علما کافر ہیں یا حق گو مسلمان ہیں؟ اگر قطب الدین صاحب سے تحریر لکھوا لو تو بہتر ہے۔ علما کے نام یہ تھے (۱) اشرفعلی تھانوی (۲) رشید احمد گنگوہی (۳) خلیل احمد انبیٹھوی (۴) قاسم نانوتوی۔ لہٰذا علیم الدین صاحب جناب قطب الدین صاحب سے تحریر لکھوا کر لائے تھے وہ یہ تھی ''میں ان حضرات کو حق مانتا ہوں، یہ ذی شرع ہیں، ان کی کوئی غلطی نہیں ہے اگر ہے تو ثبوت دو اور تمہاری لکھی ہوئی کو میں نہیں مانتا'' قطب الدین نے ان سبھی کو حق بتایا لہٰذا یہ مولوی (قطب الدین) کافر و مرتد ہوا یا نہیں؟ اور ایسے بے دین مولوی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز یا ناجائز ہے؟ بے دین و بد عقیدہ مولوی کو مسلمانوں کی اصلاح کے لیے برا کہنا کیا غیبت ہے؟ جناب علیم الدین صاحب یا دیگر کوئی بھی شخص ایسے کی حمایت کرے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ نیز ان علما کی ہی لکھی ہوئی کتابوں سے غلطی بھی بتلادیں جن پر علمائے حرمین شریفین نے کفر کے فتوے صادر کیے ہیں اور ان کتابوں کے نام اور صفحہ نمبر بھی تحریر فرمادیں۔ بعض حضرات یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ ہم کو تو کسی کی بھی برائی نہیں کرنی چاہیے، ایسا کہیں نہیں لکھا ہے کہ ہم لوگ ان کی برائی بیان کریں۔ ایسے لوگ جو کہ بے دین ہیں دیوبندی عقیدہ رکھتے ہیں ان لوگوں کو برا بھلا کہنا اور ان کے عقیدے بیان کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ ہم کو ان کی برائی سے کیا مطلب ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ براہ کرم جواب عنایت فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔ فقط

الجواب: اکابر علمائے دیوبند جن کا ذکر سوال میں ہے ان کے عقائد کفریہ علمائے حرمین شریفین صفحہ: ۴۲ حسام الحرمین صفحہ: ۱۱۲ میں کفر کا فتوی دیتے ہوئے یہ بھی صاف صاف فرمادیا ہے کہ ''من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر'' یعنی جو ان لوگوں کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ لہٰذا قطب الدین پر کفر وارتداد عائد ہو گیا۔ جب تک پھر سے مسلمان ہو کر توبہ واستغفار نہ کرے اس کے پیچھے نماز پڑھنی درست نہیں۔ حدیث شریف میں ایسے ہی گمراہ بددین عقائد کفریہ رکھنے والے نام نہاد

مسلمانوں کے لیے ارشاد ہے: "لا تصلوا معھم ولا تصلوا علیھم" نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھو۔ عقائد کفریہ رکھنے والوں کی برائی اور مسلمانوں کو اس سے آگاہ کرنا ضروری اور کارِثواب ہے۔ حدیث پاک میں ہے: "ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم" یعنی تم ان سے دور رہو ان کو اپنے سے دور رکھو کہیں تمہیں گمراہ نہ کر دیں، فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ جو یہ کہتے ہیں کہ "بدعقیدہ کی برائی کرنے سے ہم کو کیا مطلب" ان کا یہ قول غلط ہے۔ قرآن میں جا بجا کافر ومشرک منافق کا بیان ہے۔ لہٰذا ایسے شخص پر توبہ واستغفار لازم ہے۔

علمائے حرمین شریفین نے جن جن کتابوں کے کلمات کفریہ پر کفر وارتداد کا فتویٰ دیا ہے ان کے نام اور ان کے مصنفین کے نام یہ ہیں:

(۱) حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرفعلی

(۲) تحذیر الناس مصنفہ مولوی قاسم نانوتوی

(۳) فتاویٰ رشیدیہ مصنفہ مولوی رشید احمد گنگوہی

(۴) براہین قاطعہ مصنفہ خلیل احمد انبیٹھوی۔

واللہ اعلم

کتبہ عزیز الرحمان دارالافتاء دارالعلوم شاہ عالم

احمد آباد ۱۷ر جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

اس پر بکر نے بھی زید کے خلاف فتویٰ منگا کر عوام میں غلط فہمیاں ڈال دی ہیں اور عوام کو فتویٰ دکھا کر زید کو بدنام کرنا چاہا ہے۔ بکر نے دو فتوے منگائے ہیں، ایک راندیر سے دوسرا بھوپال سے دونوں فتوے مع سوال وجواب مندرجہ ذیل ہیں۔

فتویٰ از دارالعلوم اشرفیہ راندیر سورت:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بکر تمام علمائے دیوبند کو چھوڑ یا اور کافر بتاتا ہے۔ زید چوں کہ علمائے دیوبند کو مانتا ہے اس لیے زید کے متعلق بکر نے فتوی منگا کر لوگوں کو دکھلایا کہ زید کافر ہے اس لیے کہ علمائے دیوبند کو حق مانتا ہے۔ لہٰذا زید کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں جب تک کہ وہ علمائے دیوبند کو کافر نہ کہے اور توبہ کرے پھر سے کلمہ پڑھے۔ اب تمام لوگ پریشان ہیں کہ زید کے پیچھے نماز پڑھے کہ نہیں اور بکر بھی امامت کرتا ہے لہٰذا یہ بتائیں کہ زید کے پیچھے نماز درست ہے یا بکر کے پیچھے؟ از: قطب الدین عفی عنہ

الجواب

بعد سلام مسنون جواب آنکہ زید وبکر کا اختلاف علمائے دیوبند کے بابت بہت پرانا ہو چکا ہے، جس پر اکابر دیوبند بریلویوں کے اس الزام وافتراء (عقائد کفریہ) کے جواب دہی میں کتب ورسائل لکھے ہیں۔ خلاصہ فتوی دارالعلوم دیوبند ص: ۱۴۴، جلد: ۵ ملاحظہ فرمائیے۔ الحاصل دیوبند مسلکاً سنی مذہباً حنفی ہیں۔ عقائد ان کے اہل سنت والجماعت کے مطابق ہیں ان پر کفر کا فتوی محض

الزام وافتراء ہے۔ زید کا قول صحیح ہے اس کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے اور بکر بدعتی ہے اور بدعتی فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ فقط

واللہ اعلم وعلمہ احکم

کتبہ احقر احمد اشرف راندیری غفرلہ

فتویٰ از موتی مسجد بھوپال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے اس مسئلہ میں کہ زید و بکر دونوں میں اختلاف ہو گیا زید کہتا ہے کہ علمائے دیوبند حق پر ہیں اور ان کے عقیدے اہل سنت و جماعت کے مطابق ہیں۔ بکر کہتا ہے کہ علمائے دیوبند کافر ہیں خاص کر (۱) اشرفعلی تھانوی (۲) رشید احمد گنگوہی (۳) خلیل احمد انبیٹھوی (۴) قاسم نانوتوی۔ اور جو ان کو مانے وہ بھی کافر ہے۔ اور اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔ اور بکر وہ بھی نماز پڑھاتا ہے لہٰذا شریعت کی رو سے بتائیں کہ کس کے پیچھے نماز درست ہے اور کس کے پیچھے نہیں ہے بکر کے یا زید۔ گاؤں والے بہت پریشان ہیں اور یہ چاروں مولوی جن کا ذکر اوپر درج ہے کیا وہ سب کافر ہیں اگر نہیں تو کافر کہنے والے گنہگار ہوئے یا نہیں؟ کتب معتبرہ سے جواب مکمل و مدلل تحریر فرمائیں عین کرم ہوگا۔ از قطب الدین

الجواب:

صورتِ مسئولہ میں بشرط حجت سوال شرعاً کسی کو کافر کہنا بہت بڑا گناہ ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے وہ کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور ایک احتمال ایمان واسلام کا ہو تو اس کو بھی کافر نہ کہا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ ''اگر تم پر کوئی دباؤ ڈالے تو یوں مت کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: ''لست مؤمناً'' ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک صحابی کو حضور نے جہاد کے لیے بھیجا تو ایک شخص نے سلام کیا اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا ان صحابی نے اسے قتل کر دیا حضور نے فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے ڈر کے مارے کلمہ پڑھا تھا۔ تو حضور نے فرمایا کیا تو نے اس کے دل کو پھاڑ کر دیکھا تھا۔ ایک اور روایت اسی قسم کی ہے حضور نے ایسے عمل کرنے والے کو فدیہ دلایا، ان تمام آیات قرآنیہ اور احادیث شریفہ کی روشنی سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے معاملات میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ دیکھئے جناب حضور کریم (ﷺ) تو کافروں کو مسلمان بنانے کے لیے تشریف لائے تھے نہ کہ مسلمانوں کو کافر بتانے کے لیے۔ آج کل مسلمانوں کا ایک طبقہ جو کہ اپنے آپ کو حضور کا عاشق اور حنفی مسلمان کہلاتا ہے اس کا یہ عمل ہے کہ مستقل پروگرام بنا رکھا ہے کہ مسلمانوں کو کافر بناؤ۔ کوئی تعمیری کام تو انہیں آتا نہیں، آپس میں اتحاد واتفاق کی بات تو کرتے نہیں، اسلام کو پھیلانے اور تبلیغ اسلام میں حصہ نہیں لیتے جب سنو تو یہ بات ملتی ہے کہ دیوبندی کافر ہیں جو دین اسلام کو پھیلائیں مدرسہ قائم کریں، تبلیغ اسلام پر حضور کی سیرت سنائیں اور اس پر عمل کریں وہ کافر! اور یہ مسجدیں دُھلوائیں گے، حضور نے تو کافروں کو مسجدوں میں ٹھہرایا اور ان کی ضیافت کی اور ان کے لیے خیمہ لگوایا جس نے مسجد میں پیشاب کیا اسے سمجھایا اور جس نے حضور کے بستر کو گندہ کیا اور ستانے کے لیے تمام کھانا کھا گیا اس کی گندگی کو اپنے دست مبارک سے

دھویا گیا، حضور کی اتباع ہے کہ کلمہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"، جو پڑھتا ہو اور حضور کی سیرت بتاتا ہو اور پانچوں وقت کی نماز پڑھتا ہو، روزہ رکھتا ہو۔ زکوٰۃ دیتا ہو، حج کرتا ہو، مدرسہ بناتا ہو، قرآن وحدیث فقہ پڑھاتا ہو اور حضور کی تعلیم وسیرت مبارک کی تبلیغ کرتا ہو اور اسلام پر کتابیں لکھتا ہو، کافروں سے مناظرے کرتا ہو، نبوت کا دعویٰ کرنے والوں سے مناظرہ کرتا ہو، کافروں سے جہاد کرتا ہو، راہِ احسان وتصوف اور پیری مریدی کرتا ہو جس کے لاکھوں اور ہزاروں مرید ہوں اس کے ماننے والے بھی مدارس دینیہ قائم کرتے ہوں وہ مسلمان نہیں ہوں گے تو پھر کیا وہ مسلمان ہوں گے جو صرف کھانا کھانے کی تبلیغ کرتے ہوں اور پانچوں وقت نماز نہ پڑھتے ہوں اور رسم ورواج زندہ کرتے ہوں۔ علمائے دیوبند (۱) اشرفعلی تھانوی (۲) رشید احمد گنگوہی (۳) خلیل احمد انبیٹھوی (۴) قاسم نانوتوی بلا شک وشبہ مسلمان ہیں اور اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ انہوں نے سیکڑوں کتابیں لکھی ہیں اور سیکڑوں لوگ ان کے ہاتھوں پر ایمان لائے ہیں، ہزاروں آدمیوں کی اصلاح کی ہے لاکھوں ان کے مرید ہیں، کروڑوں کی تعداد مسلمانوں کی ان کو اچھا سمجھتی ہے۔ سیکڑوں دینی مدارس انہوں نے اور ان کے مریدوں نے اور ان کے شاگردوں نے قائم کیے ہیں وہ مسلمان نہیں ہو سکتے تو پھر کون مسلمان ہو سکتا ہے؟ یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے انگریزوں سے جہاد کیا، قادیانیت سے مناظرہ کیا اور شیعوں سے لڑتے رہے اور صحیح دین واسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ انگریزوں، قادیانیوں اور شیعوں نے ان کو بدنام کیا اور جھوٹے فتوے نکالے تاکہ مسلمانوں میں نااتفاقی رہے، ذلیل وخوار رہیں۔ بعض علما کو انگریزوں نے تنخواہیں دیں اور کفر کے فتوے لگوائے اور ہندو بھی وہی حرکت کر رہے ہیں اور ان کی شہر بارک اس پر پیسہ خرچ کر رہی ہے، آپس میں مسلمانوں کو لڑاؤ اور حکومت کرو ایک پلیٹ فارم پر جمع نہ ہونے دو، سب اسلام کے دشمن ہیں بھورسیدی اور انگریزوں اور ہندوؤں کی سازش ہے جو ان بزرگوں کو کافر کہتے ہوں، علمائے دیوبند اور ان کے ماننے والوں کو کافر کہتے ہوں، وہ توبہ کریں اور پھر آپس میں مل جل کر رہیں۔ ایسے مولوی کو جو کسی کو کافر کہیں اس کو بھگا دیں اور نہ رکھیں اور جو دین کی تعلیم دے اور دین کو پھیلائے اور حضور کی سنتوں کو زندہ کرے حضور سے محبت کرے اس کو رکھیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں۔

علمائے دیوبند بلا شک وشبہ حنفی اہل سنت وجماعت ہیں، حضور سے محبت کرتے ہیں، حضور کے عاشق ہیں، دین اسلام کو تبلیغ وتحریر وتقریر اور دینی مدارس کے ذریعہ اسلام کو پھیلاتے ہیں، اسلام کی اشاعت کرتے ہیں، پیری مریدی کرتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں اور اچھائیاں پھیلاتے ہیں، جو خدا کا حکم ہے اور رسول کا حکم ہے کرتے ہیں اور حضور کے عاشق ہیں اور قرآن کی اس آیت کے مصداق ہیں "کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر"، تم بہترین اُمت ہو نکالے گئے ہو لوگوں کے لیے تاکہ ان کو اچھی باتیں بتاؤ اور برائیوں سے روکو۔ اللہ ہم سب کو ایمان پر ثابت قدم رکھے۔ آمین

دارالافتاء مدرسہ کمیٹی موتی مسجد بھوپال

اب عرض یہ ہے کہ زید یہ چاہتا ہے کہ بکر نے جو زید کے خلاف فتوے منگا کر عوام میں کھلبلی پیدا کر دی ہے تو بکر کے جواب فتاویٰ پر جواب عنایت فرما کر عوام کو مطمئن فرما دیں۔ نیز یہ جن دارالعلوم سے فتاوے آئے ہیں یہ کس عقیدے کے دارالعلوم ہیں وہ بھی تحریر فرما دیں۔ اور ایسا مدلل ومفصل اور مکمل فتوی جواب فتوی پر تحریر فرمائیں کہ جو ان کے لیے منہ توڑ جواب ہو۔ نیز جو دارالعلوم

شاہ عالم سے فتویٰ آیا ہے یہ صحیح ہے یا غلط؟ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

سوال کے جواب سے پیشتر بطور تمہید چند باتیں ذہن نشیں کر لینا چاہیے۔

اسلام کا مسلمہ اُصول ہے کہ ایمان و اعمال دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔نماز روزہ حج وزکوٰۃ یہ سب اعمال ہیں، ایمان نہیں، ایسا ہوسکتا ہے ایک شخص میں ایمان ہے مگر عمل نہیں، مثلاً آج دنیا میں ہزاروں بے نمازی اور لاکھوں بے روزہ دار ہیں جو اپنی سستی اور کاہلی کی وجہ سے ان کے پابند نہیں، حالاں کہ وہ مسلمان ہیں۔اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص نماز و روزہ کا بڑا پابند ہے مگر اسے ایمان کی دولت نصیب نہیں۔جیسے منافقین کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے اور روزے رکھتے، غزوات میں شریک رہتے، ان کا کلمہ عام صحابہ کی بہ نسبت زیادہ زوردار ہوتا تھا مگر قرآن حکیم نے ان کے اعمال ظاہرہ کی رعایت کیے بغیر صاف صاف اعلان فرمادیا ''اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ'' (المنافقون:۱) اے محبوب! یہ منافقین جب آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ ضرور ضرور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافقین اپنے کلمہ پڑھنے میں جھوٹے ہیں۔کیوں کہ اپنے کلمہ پڑھنے میں جیسی محبت کا اظہار کرتے ہیں وہ محبت ان کے دل میں ہے نہیں۔ظاہری طور پر اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام پر مرتے ہیں مگر اپنے دل میں اللہ ورسول سے بغض وعناد رکھتے ہیں اور اس کا اظہار اپنی محفل خاص میں کرتے ہیں چناں چہ کسی غزوے کی واپسی پر اپنی دلی کدورت کا اظہار ان لفظوں میں کر گئے تھے قرآن نے جس کی ترجمانی ان لفظوں میں یوں کی ''لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ'' (المنافقون:۸) یعنی ہم میں کا اعزاذل کو مدینہ میں پہنچ کر نکال دے گا۔نادان نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے نام پر مرمٹنے والے کو ذلیل کہا۔خدائے ذوالجلال نے ان کا نام ہمیشہ کے لیے اسلامی معاشرے سے نکال دیا اور ان کے ان منافقانہ طرز عمل پر ہمیشہ کے لیے کفر کی مہر ثبت فرما کر اعلان فرمادیا ''وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ'' (التوبۃ:۸۴) یعنی ان منافقین میں سے کوئی مرجائے تو نہ ان کی نماز پڑھو اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہو کیوں کہ انہوں نے اللہ ورسول کے ساتھ کفر کیا۔

اتنی سی تمہید کے بعد اب علمائے دیوبند کا حال معلوم کیجئے اور انصاف و دیانت کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھئے کہ ان کا وہی کردار رہا ہے یا نہیں جو عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقین مدینہ کا رہا ہے۔اگر وہی کردار رہا ہے تو ایمان و محبت رسول کا تقاضہ ہے کہ جس طرح شمع نبوت کے پروانے صحابۂ کرام نے ان کو اپنی سوسائٹی سے نکال باہر کیا تھا، آپ بھی سنّت صحابہ پر عمل کیجئے۔انصاف کی نگاہ میں شخصیت نہیں دیکھی جاتی، قانون پر ثبات قدمی دیکھی جاتی ہے۔

مولوی اشرفعلی تھانوی جو دیوبندی جماعت کے حکیم الامت ہیں موصوف نے اپنی کتاب ''حفظ الایمان'' کے ص:۸ پر زید کے سوال کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم پاک کو بچوں پاگلوں اور جانوروں سے تشبیہ دے کر اپنے اوپر کفر کو لازم کرلیا ہے۔کتاب کی اصل عبارت ملاحظہ کیجئے:

''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے کُل غیب مراد ہے یا بعض اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو زید وعمر (یعنی ہر عامی انسان) بلکہ ہر صبی (بچہ) ومجنوں (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کو بھی حاصل ہے''۔

یہی وہ ناپاک عبارت ہے جس نے قیامت تک کے مسلمانوں کے دل تڑپا کر رکھ دیا۔ واضح رہے کہ حفظ الایمان ۱۳۱۹ھ میں چھپی اور ۱۳۲۰ھ میں اعلی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آئی، اعلی حضرت نے اسی سال اشرفعلی تھانوی سے خط وکتابت کیا اور ہر ممکن کوشش کی کہ کسی طرح مولوی اشرفعلی اپنے اس کفری کلمہ سے توبہ کر لیں اور اتنی سی عبارت کو کتاب سے نکال دیں جو اللہ ورسول کی شان اقدس میں توہین آمیز ہے، تاکہ قیامت تک کے لیے اُمت محمدیہ ﷺ سے اختلاف کا دروازہ بند ہو جائے۔ بجائے اس کے کہ موصوف توبہ کر لیتے اور اتنی سی عبارت کو کتاب سے نکال کر مسلمانوں کو اختلاف سے بچا دیتے، اپنی اس غلط تحریر کو صحیح ثابت کرنے کے لیے طرح طرح کی تاویلیں شروع کر دیں۔ جب اعلیٰ حضرت ان کی توبہ سے مایوس ہو گئے تو ۱۳۲۲ھ میں مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ جا کر اس ناپاک عبارت کو عربی زبان میں علمائے حرمین شریفین (مکہ، مدینہ) نیز بلادِ اسلامیہ کے بہت سارے ممتاز علما کے سامنے رکھی۔ ان علمائے حرمین طیبین نیز بلادِ اسلامیہ کے ممتاز علما نے متفقہ طور پر اس عبارت کو کفری عبارت اور لکھنے والے مولوی اشرفعلی پر کفر کا فتوی دیا۔ ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرمایا: ''من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' (۱) یعنی ان کے کفر پر مطلع ہو جانے کے بعد جو شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

علمائے حرمین طیبین کا فتوی کتابی شکل میں بنام ''حسام الحرمین'' ۱۳۲۳ھ میں چھپ کر منظر عام پر آ گیا جیسے یہ کتاب منظر عام پر آئی عام مسلمانوں کی طرف سے ان پر لعنت و پھٹکار پڑنے لگی، معاشرہ میں انہیں منہ دکھانا مشکل ہو گیا۔ جب لوگ وہابی دیوبندی جماعت کے نام سے نفرت کرنے لگے تو شاطرانہ چال چل کر محض نماز وکلمہ کے نام پر تبلیغی جماعت کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ جماعت وہی رول ادا کر رہی ہے جو منافقین مدینہ کیا کرتے تھے، یعنی لوگوں کے سامنے نماز وکلمہ کی تبلیغ کریں اور دل میں اللہ ورسول اور محبوبانِ الٰہی سے کدورت رکھیں۔ زمانہ گواہ ہے کہ اس جماعت نے جہاں قدم جمایا ہے وہاں اختلاف کی بنیاد پڑ گئی۔ میلاد، قیام، سلام وفاتحہ نیاز اور اولیاء اللہ کے آستانوں کی حاضری کو شرک وبدعت کہہ کر بند کرنے کی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ باپ بیٹا ماں بیٹی بھائی بہن میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ راندیر کے مفتی نے اس مسئلے کو پرانا جھگڑا کہہ کر بات ٹال دی ہے مگر موتی مسجد بھوپال کے مفتی نے اپنی تبلیغ کا ڈھونگ زیادہ رچایا ہے۔ اور اپنا تبلیغی کارنامہ بیان کرتے ہوئے اپنے اکابر پر سے کفر اٹھانے اور انہیں مسلمان ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ حالاں کہ ہر اہلِ علم اور صاحب فہم اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ان کی یہ دلیل تار عنکبوت سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ مدارس قائم کرنا، کتابیں چھاپنا، ایمان کی ضمانت نہیں بن سکتیں۔ صرف مدرسہ قائم کر لینے سے آدمی مسلمان ہو جائے تو انگریزوں نے نہ جانے کتنے مدارس قائم کیے اور اپنے خرچ سے چلایا ہے، اگر کتابیں چھاپنا ایمان کی ضمانت بن جائے تو مطبع نول کشور لکھنؤ نے ہزاروں مذہبی دینی کتابیں عربی کتابیں چھاپ کر اسلامی مدارس کو دی ہیں لیکن انگریز یا نول کشور لکھنؤ

(۱) حسام الحرمین، ص: ۱۳۴

کو ہزاروں دینی کتابیں چھاپنے کے بعد بھی کوئی مسلمان نہیں کہتا۔ رہاان کا دعویٰ کہ قادیانیوں سے مناظرہ کیا تو مجھے ان کی اس تحریر سے حیرت ہوتی ہے کہ وہ قادیانیوں سے کیا مناظرہ کر سکتے ہیں جب کہ ان کے پیشوا بھی وہی کہتے ہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا ہے۔ اگر غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو مولوی قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے حضور کے ختم نبوت کا انکار کرتے ہوئے اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھ دیا کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی سمجھنا عوام کا عقیدہ ہے۔ بلکہ ص: ۲۴ پر لکھ دیا کہ ’’اگر بالفرض آپکے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا‘‘۔

انصاف عوام کے ہاتھ میں ہے اگر غلام احمد قادیانی مجرم ہے کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تو وہی جرم مولوی قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے بھی کیا ہے کہ حضور کے بعد نبوت ملنی جائز رکھی۔ آج سے چند سال پہلے مظفر پور صوبہ بہار میں ایک قادیانی آیا اور اپنی قادیانیت پھیلا رہا تھا، مدرسہ جامع العلوم مظفر پور کے مدرس نے اس سے مناظرہ کیا جو خود فاضل دیوبند تھے، قادیانی نے بھری محفل میں کہا کہ میں وہی کہتا ہوں جو مولوی قاسم نانوتوی بانئ دارالعلوم دیوبند نے کہا ہے، فرق یہ ہے کہ انہوں نے نبوت ملنی جائز رکھی ہے تو مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اس اعتراض پر دارالعلوم دیوبند کے فاضل کو خاموش ہونا پڑا۔ پھر اسی قادیانی سے مناظرہ کے لیے حضرت مولانا سید الزماں صاحب ہیڈ مولوی عابد ہائی اسکول مظفر پور آئے، جب قادیانی نے اسی اعتراض کو دہرایا تو مولانا نے فرمایا: نادان اسی عبارت پر تو علمائے مکہ و مدینہ نے مولوی قاسم پر کفر کا فتوی دیا ہے، لہٰذا ہم مولوی قاسم نانوتوی اور مرزا غلام احمد قادیانی دونوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ اس پر قادیانی لاجواب ہو کر راہ فرار اختیار کر گیا۔ خلاصہ یہ کہ مدارس کا قیام، مسجد کی تعمیر، کتابوں کی طباعت اور گاؤں گاؤں تبلیغ کا ڈھونگ رچانا ان کے اکابر پر سے کفر نہیں اٹھا سکتا۔ جس طرح شراب کا ایک قطرہ پورے کنواں کو ناپاک کر دیتا ہے ٹھیک اسی طرح اللہ و رسول کی شان میں ذرہ برابر توہین بھی سارے اعمال کو اکارت کر دیتی ہے۔ چناں چہ قرآن پاک کا ارشاد ہے: ’’یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ‘‘ (الحجرات: ۲) اے ایمان والو! تم اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور نبی کو ایسے نہ پکارو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو، ایسا نہ ہو کہیں تمہارے اعمال اکارت کر دیئے جائیں اور تمہیں شعور نہ ہو سکے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی کی بارگاہ میں ذرہ برابر کی توہین سے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔

آپ نے دو اکابر علمائے دیوبند کی نبی کی شان میں توہین آمیز عبارت سن لی ہے۔ ان کے تیسرے مولوی رشید احمد گنگوہی نے خدا کی شان میں توہین کر کے اپنے اوپر کفر کو لازم کر لیا۔ چناں چہ انہوں نے اپنی کتاب فتاوی رشیدیہ جلد اول کے ص: ۲۰ پر خدا کے لیے جھوٹ کو ممکن مانا۔ چوتھے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ ص: ۵۱ پر شیطان کے علم کو حضور کے علم سے بڑھایا۔

یہی وہ چاروں علمائے دیوبند ہیں جنہوں نے اللہ و رسول کی شان میں توہین کیں جن پر علمائے حرمین شریفین نے کفر کا فتوی صادر فرمایا۔ اب کون مسلمان ہے جو ان گندی عبارتوں کے لکھنے والوں کو مسلمان سمجھے گا۔

بھوپال کے مفتی نے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ایک عبارت کو منسوب کرتے ہوئے اپنے فتوے میں

لکھا ہے کہ امام اعظم نے فرمایا کہ اگر کسی میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور ایک احتمال ایمان و اسلام کا ہو تو اس کو بھی کافر نہ کہا جائے۔ مفتی نے یا تو کتاب نہیں سمجھی یا پھر جان بوجھ کر مسلمانوں کو فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ اس کتاب کا حوالہ اور اس کی عبارت پیش کرنی چاہیے۔ ایسا نہیں کہ ایک آدمی میں ننانوے باتیں کفر کی اور ایک بات اسلام کی ہو تو اس کو مسلمان کہا جائے گا۔ اگر یہ حقیقت ہو تو بہت سے کفار و منافقین، یہود و نصاریٰ کو بھی مسلمان کہنا پڑ جائے گا۔ کیوں کہ ان میں بہت سی باتیں اسلام کی پائی جاتی ہیں۔ اب آپ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "اذا کان فی المسئلة وجوہ توجب الکفر ووجه واحد یمنع فعلی المفتی ان یمیل الی ذلك الوجه كذا فی البرازیه الا اذا صرح بارادة توجب لکفر فلا ینفعه التاویل کذا فی البحر الرائق"(۱) یعنی اگر کسی کلام میں چند معنی بنتے ہیں جو کفر کو واجب کرتے ہوں اور ایک معنی کفر سے روکتا ہو تو مفتی پر لازم و ضروری ہے کہ اس کے کلام کو اسلام کی طرف پھیرے ایسا ہی خلاصہ اور بزازیہ میں ہے۔ مگر جب بولنے والا اپنے ارادہ کو ظاہر کر دے جو کفر ثابت کرتا ہے تو اب اسے تاویل کچھ نفع نہ دے گی۔ اور بولنے والے کو کافر کہا جائے گا۔ مولوی اشرفعلی کی اس کفری عبارت میں کون سے سو معنی ہیں جن میں ننانوے معنی کفر کے اور ایک معنی اسلام کا ہے۔ تقریباً ستر سال کی طویل مدت گزر جانے کے باوجود علمائے دیوبند حفظ الایمان کی کفری عبارت سے اسلام کا پہلو ثابت نہ کر سکے بلکہ ایسی غلط تاویلیں کیں جس کی رو سے خود ایک دوسرے پر کفر عائد ہوتا ہے۔

چناں چہ مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگوی خلیفہ مولوی اشرفعلی تھانوی نے اپنی کتاب توضیح میں عبارت کی تاویل یہ کی کہ یہاں لفظ ایسا اتنا اور اس قدر کے معنی میں ہے اگر تشبیہ کے معنی میں ہوتا تو کفر کا پہلو نکل سکتا تھا۔

گویا مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگوی کی اس تاویل پر حفظ الایمان کی عبارت کا مفہوم ان لفظوں میں ہوا کہ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے اتنا علم غیب تو ہر عامی انسان ہر بچے ہر پاگل اور جانوروں کو بھی حاصل ہے۔

جب کہ دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد مدنی نے اپنی کتاب ''شہاب ثاقب'' میں لفظ ایسا کی تاویل یہ کی کہ یہاں (یعنی حفظ الایمان) لفظ ایسا تشبیہ کے معنی میں ہے اگر اتنا اور اس قدر کے معنی میں ہوتا تو البتہ تکفیر کی وجہ نکل سکتی تھی کہ حضور کے علم غیب کو جانوروں اور چوپایوں کے برابر کر دیا۔

اس تاویل پر حفظ الایمان کی اصل عبارت کا مطلب یہ نکلا کہ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کیا خاص ہیں حضور جیسا علم غیب تو ہر جانور اور چوپائے کو بھی ہے۔ دیکھئے! بیجا تاویل کا انجام جو بات دو لفظوں ''توبہ و استغفار'' سے حل ہو سکتی تھی ایک لغزش قلم نے مسائل کو کس قدر الجھا کر رکھ دیا۔ اگر مولوی اشرفعلی کے دونوں وکیلوں کی تحریر کا تجزیہ کریں تو دونوں میں سے ہر ایک کے فتوی سے ایک دوسرے کافر ٹھہرتے ہیں۔

مثلاً: مولوی مرتضیٰ حسن نے کہا کہ لفظ ایسا اتنا اور اس قدر کے معنی میں ہے تشبیہ کے لیے نہیں اگر تشبیہ کے لیے ہوتا تو کفر تھا جب کہ مولوی حسین احمد نے کہا کہ ایسا تشبیہ کے لیے ہے اتنا اور اس قدر کے معنی میں ہوتا تو البتہ کفر تھا۔ اب نتیجۃً مولوی مرتضیٰ حسن

---

(۱) الفتاوی الهندیه ج:۲، ص:۲۸۳، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین

کے فتوی سے مولوی حسین احمد کافر ہوئے اور مولوی حسین کے فتوے سے مرتضی حسن کافر ٹھہرے۔اور چوں کہ دونوں اشرفعلی کے وکیل ہیں اور وکیل کی بات مؤکل کی بات ہوتی ہے اس اعتبار سے مولوی اشرفعلی نے انہیں دونوں معنی میں سے کوئی ایک معنی مراد لیا ہے لہٰذا انہیں فتوؤں سے خود کافر ٹھہرے۔ یہ ہے قلم کا تضاد جو علمائے دیو بند کو وراثت میں ملا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مولوی اشرفعلی کی کفری عبارت نہ کسی اسلامی پہلو کا احتمال رکھتی ہے اور نہ تاویل قابل مسموع ہے۔لہٰذا ان علمائے دیو بند کو اطلاع پانے کے بعد برحق سمجھنا کفر ہے۔ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔

راندیر اور بھوپال دونوں مدرسے وہابیوں کے ہیں اسی لیے انہوں نے اپنے اکابر پر سے کفر اٹھانے اور مسلمان ثابت کرنے کی بھر پور کوشش کی ہے۔البتہ دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد اہل سنت و جماعت کا مدرسہ ہے۔خدائے تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ وہ مذہب اہل سنت و جماعت پر پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفا دار بن کر رہیں اور بد مذہبوں سے نفرت کریں۔ نسأل اللہ التوفیق ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

''ہفتہ میں صرف تین وقت نماز پڑھتا ہوں اس کے بعد ہمیں نماز سے کوئی مطلب نہیں'' ایسا کہنے والے کا حکم

مسئلہ: از: عبدالخالق بلاسپور ایم پی ۱۱؍رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں ہفتہ میں صرف تین وقت نماز پڑھتا ہوں اس کے بعد ہمیں نماز سے کوئی مطلب نہیں۔تو کیا اس طرح کہنے والے اسلام سے خارج ہو گئے بعدہ کیا کیا جائے؟ اس سوال کا جواب بحوالۂ کتب دیا جائے، اس طرح کے خیالات رکھنے والوں کو یا اس طرح کہنے والوں کو شریعتاً کیا کہا جائے؟ یا اس طرح کے گندے خیالات رکھنے والے کو کیا لازم آتا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

ایسا کہنا کفر ہے، قائل پر توبہ وتجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہے تو تجدید نکاح بھی کرے کما فی الکتب العامۃ۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۵؍رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

''اہلِ طریقت نماز میں سجدۂ محمدی کرتے ہیں'' ایسا کہنا کیسا؟

مسئلہ: از: مولانا عبدالغفار شمیم ساکن نئی بستی ٹیکہ ناگپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں:

زید کا قول ہے کہ عام لوگ نماز میں سجدۂ خداوندی کرتے ہیں اور اہل طریقت سجدۂ محمدی کرتے ہیں ﷺ۔ آیا زید کا ایسا کہنا از روئے شرع کیسا ہے؟ اور زید پر حکم تکفیر عائد ہوگا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

ایسا کہنا کفر ہے۔ زید توبہ تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہے تو تجدید نکاح بھی کرے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۵؍رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

''حکومت الٰہیہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی منتظر رہتی ہے'' کہنا کیسا؟

مسئلہ: از: مولانا عبدالغفار شمیم ساکن نئی بستی ٹیکہ ناگپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں:

زید اور بکر کہتے ہیں کہ عمر کا قول ہے کہ حکومت الٰہیہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی منتظر رہتی تھی۔ آیا عمر کا ایسا کہنا از روئے شرع کہنا کیسا ہے؟ اور عمر پر حکم تکفیر عائد ہوگا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

کفر نہیں، تحویل قبلہ اس پر شاہد عدل ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۵؍رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

پالن گجراتی وہابی وبدعقیدہ ہے اس کی تقریر نہ سنی جائے

مسئلہ: از: عبدالمجید کنکے پیش امام جامع مسجد وہور

مکرم ومحترم مولانا مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دورِ حاضر میں گجرات سے کسی دہقانی نے سر اٹھایا ہے اس کا دعویٰ ہے کہ وہ متبع سنت ہے، چند مہینے قبل وہ ہمارے علاقے میں آیا تھا، مسلسل تین روز تک اس کی تقریر ہوئی۔ سوائے چند اشخاص کے کوئی بھی فرد اس کی تقریر سے متاثر نہیں ہوا۔

دورانِ تقریر حضور ﷺ اور اولیاے عظام کی شان اقدس میں گستاخیاں کی ہے، ایک کتاب لکھی ہے جس میں حضور اکرم ﷺ اور اولیاء کرام کی توہین وتنقیص کی ہے، اس کتاب کو علمائے حدیث نے کافی سراہا ہے۔ لیکن اس بات کا افسوس ہے کہ بریلی شریف کے علمائے کرام نے بھی اس کتاب کی تعریف کی ہے۔ اس کتاب کے آخر میں بریلی شریف کے ان علمائے کرام کے اسمائے گرامی لکھے ہوئے ہیں جنہوں اس کتاب کی تصدیق کی ہے ان میں سے چند علمائے کرام کے نام نیچے لکھ دیتا ہوں۔

(۱) مولانا عبدالرؤوف صاحب، مہتمم مدرسہ اشاعت العلوم بریلی

(۲) مولانا محمد رفیع صاحب، صدر مدرس ومفتی مدرسہ اشاعت العلوم بریلی

(۳) مولانا سید نور الحسن صاحب، صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بریلی

(۴) حامد علی صاحب، صدر جمعیۃ العلما وانجمن فدایان مصطفی بریلی

آپ سے انتہائی ادب واحترام کے ساتھ پوچھتا ہوں کہ کیا حقیقت میں مندرجہ بالا علما نے حقانی کی کتاب ''شریعت یا جہالت'' کی تصدیق کی ہے؟ آنجناب کی کسی مدرسہ میں تعلیم نہیں ہوئی ہے اور زبان عربی سے بھی نابلد ہے۔ کیا ایسے شخص کی مجالس میں حاضر ہونا اور تقریریں سننا درست ہے یا نہیں؟ بالتفصیل بیان فرمائیں اور حقیقت حال سے آگاہ کر ممنون ومشکور فرمائیں۔ فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوھاب

پالن گجراتی وہابی بدعقیدہ اور انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام واولیاے عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بارگاہ کا گستاخ ہے اس کی تقریر ہرگز ہرگز نہ سنی جائے۔ قال اللہ تعالیٰ: ''وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ'' (الانعام: ۶۷) حدیث شریف میں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا: ''ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم'' [۱] ان سے دور رہو اور ان کو اپنے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ پالن گجراتی کی شخصیت ابھی تک معمہ بنی ہوئی ہے ان شاء اللہ بہت جلد اس راز سربستہ کا انکشاف ہو جائے گا کہ وہ کس اسکیم کے تحت میدان میں لایا گیا ہے۔

بریلی کے جن علما کے نام آپ نے شمار کرائے ہیں وہ سب انہیں کے ہم عقیدہ ہیں۔ مدرسہ اشاعت العلوم محلہ سرائے خام بریلی دیوبندیوں کا مدرسہ ہے۔ فقیر راقم الحروف نے بوقت طالب علمی انہیں لوگوں کے بارے میں ایک لمبی نظم کہی تھی جس کا پہلا شعر تھا:

بد عقیدہ خام جس کا گھر سرائے خام ہو
پھر غلام مصطفی ہیں کیسے اس کا نام ہو

حفظنا اللہ تعالیٰ وایاکم عن شرور الوھابیۃ وحیانا وایاکم علی السنۃ والجماعۃ۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم۔ فقط۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۴ / ذوالقعدہ ۱۳۹۲ھ

---

[۱] الصحیح لمسلم ج:۱، ص:۱۲، مقدمہ، باب فی الضعفاء و الکذابین

کتاب الوقف

قبروں کو پاٹ کر مسجد بنانا جائز نہیں

مسئلہ: از: ظفر اللہ سکریٹری جامع مسجد ایوت محل مورخہ ۹/نومبر ۱۹۷۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسئلے کے جواب میں:

مسجد کے حدود میں اگر قبریں ہوں اور مسجد توسیع چاہتی ہوتو کیا شکل اختیار کی جائے، قبروں کو پاٹ کر اور فرش بنا کر مسجد میں شامل کر سکتے ہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

قبر کو مسجد میں شامل کرنا ہرگز جائز نہیں قبروں کے چاروں طرف دیوار یا ستون اٹھا کر اس پر اس طرح چھت ڈالیں کہ چھت قبر سے متصل نہ ہو، اس طرح مسجد کی توسیع ہوسکتی ہے، قبروں کو پاٹ کر ان پر مسجد بنانا حرام وگناہ ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور، ۱۲/شوال المکرم ۱۳۹۲ھ

مسجد کے بعض حصے کو دوکان سے تبدیل کرنا جائز نہیں

مسئلہ: از: فقیر انوار علی صدیقی غفرلہ اردو ٹیچر گورنمنٹ بوڑ تر ہائی اسکول جے پور ۱۸/دسمبر ۱۹۷۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام درج ذیل مسئلے میں:

ایک جگہ کے لوگوں نے قومی چندے سے ایک مسجد اور ضروریات مسجد بنوانے کے لیے ایک قطعہ زمین خریدی، بعد ازاں اس میں سے مسجد اور صحن مسجد کے لیے تھوڑی سی زمین الگ کر کے چبوترے کی طرح اونچی کر کے مٹی وغیرہ سے گھیر کر اس میں نماز پڑھنے لگے اور بقیہ زمین دوکان وغیرہ بنوانے کے لیے چھوڑ دی، اب جب کہ دوکان بنوانے لگے تو معلوم ہوا کہ زمین کم پڑ رہی ہے۔ اگر مسجد والی زمین میں سے تھوڑی سی زمین لے لی جائے تو یہ کمی پوری ہوسکتی ہے۔ آیا ایسی صورت میں مسجد والی زمین سے کچھ لے سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ مسجد دوسری طرف سے بڑھا دی جائے گی۔ اور کیا صرف زمین کو اونچی کر کے مٹی وغیرہ سے گھیر کر نماز پڑھنے

لگنے سے وہ زمین مسجد ہوجائے گی یا باقاعدہ طور پر اس کو بنوا کر یہ کہنے سے کہ میں نے اسکو مسجد بنایا، مسجد ہوگی؟ **بینوا وتوجروا**

الجواب بعون الملک الوھاب

اس کے مسجد ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ اس میں اذان واقامت کے ساتھ نماز باجماعت پڑھی جائے۔ لہٰذا اب مسجد کے گھرے ہوئے حصے کا کوئی جزء دوکان میں لگانا جائز نہیں۔ عالمگیری میں ہے "**لا یجوز له ان یبنیٰ حوانیت فی المسجد او فی فنائه لان المسجد اذا جعل حانوتا او مسکنا یسقط حرمته وهذا لا یجوز**"(۱)

واللہ اعلم بالصواب ورسوله ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

مسجد کی پرانی لکڑیوں کا کیا کرے

مسئله: از: محمد علی راجاپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں:

مسجد کی درستی کرنے کے بعد پرانی لکڑی نکالی جاتی ہے۔ وہ بیچ کر اس کا پیسہ مسجد کے مصرف میں لا سکتے ہیں یا نہیں، اور وہ لکڑی یا سامان خریدنے والا اپنے کام میں لاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر وہ سامان مسجد کے مصرف کا نہیں ہے اور نہ آئندہ مسجد کو اس کی ضرورت ہے اور یہ اندیشہ ہے کہ اگر سامان یوں ہی پڑا رہا تو خراب ہوجائے گا یا لوگ اُٹھالے جائیں گے تو ایسی صورت میں بدرجۂ مجبوری بیچ کر اس کی رقم ضروریاتِ مسجد میں صرف کی جا سکتی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسوله ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

وارث مال وارثت سے کتنا حصہ وقف کر سکتا ہے؟

مسئله: از: زین العابدین خان چشتی نظامی قادری تاجی، سابقہ رسیور ٹرسٹی تاج آباد شریف ناگپور

بملاحظہ عالی جناب معلی الالقاب مفتی صاحب جامعہ عربیہ ناگپور

استفسار برائے فتویٰ ادباً عرض ہے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

---

(۱) الفتاوی الهندیه ج:۲، ص:۴۶۲، کتاب الوقف ، الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق به، الفصل الثانی فی الوقف

علاقہ تاج آباد شریف (بیر پیٹھ) ناگپور میں ایک بزرگ محمد حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک ایکڑ زمین کی ملکیت تھی، اسی زمین میں مدفون ہوئے۔آپ کے وصال کے بعد آپ کی ایک خادمہ نومسلمہ مسماۃ رنگو بائی عرف بائی اماں زمین پر قابض ہوگئی۔ جس کی اطلاع یٰسین پٹیل صاحب جو بابا صاحب کی خدمت کیا کرتے تھے اور لنگر خانہ کے منتظم تھے اور حضرت بابا صاحب نے تجہیز وتکفین وغیرہ کی نصیحت کی تھی۔عبدالعزیز صاحب کو بذریعہ تار خبر کی کہ حضرت بابا صاحب کا وصال ہو چکا ہے اور ایک نو مسلمہ نے ناجائز طور پر ملکیت پر قبضہ کی ہے۔آپ فوراً ناگپور آ کر اپنے بھائی کی جائداد کا تصفیہ کرلیں۔لہٰذا عبدالعزیز ناگپور آ کر اپنی اس زمین کی نسبت وراثت کا دعویٰ عدالت دیوانی میں کیا اور عدالت نے اس زمین پر ان کا حق تسلیم کرلیا (یہ فیصلہ رسیور آفس میں محفوظ ہے) بعد ازاں عبدالعزیز صاحب نے اپنے برادر کلاں حضرت بابا محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کی اس زمین کو جو ان کی وراثت اور ملکیت ہو چکی ہے۔اس کو تاج آباد اسٹیٹ میں وقف قرار دے کر بغرض انتظام اس وقت کی منتظمہ کمیٹی تاج آباد کو جس کے سکریٹری جناب سید علی صاحب مرحوم تھے سپرد کر دیا۔اور خود اپنے وطن مچھلی بندر (مدراس) چلے گئے۔اس وقت کی تحریر بدست جناب عبدالحفیظ خاں صاحب مع عبدالکریم خاں صاحب سکند تاج طعام گاہ مؤمن پورہ نے کی تھی۔موصوف اب بھی سلامت ہیں افسوس یہ تحریر پئے در پئے تبدیلیوں کے باعث لا پتہ ہے۔اس وقت سے تا حال یہ زمین تاج آباد کمیٹی کے زیر انتظام چلی آرہی ہے۔اور موجودہ ریسیور وٹرسٹی کے قبضہ میں ہے۔اس کے درمیان مسماۃ بائی اماں نومسلمہ (رنگو بائی) کی درخواست اور سابقہ خدمات کے پیش نظر جناب سید علی صاحب سکریٹری تاج آباد کمیٹی وقت نے مسماۃ مذکور کو برائے خدمت ونگراں مقرر کیا تھا تا کہ اس وقف کا منشا مکمل طور ہوتا رہے۔دورانِ حیات مسماۃ مذکور وقف جائداد کا نصف حصہ زمین بھی فروخت کر دی تھی اور چند سال قبل مسماۃ مذکور کا انتقال ہو جانے پر رسیور وقت میر فضل علی صاحب مرحوم نے اپنے قبضہ میں لے کر دیگر ملازمان کو نگرانی کے لیے مقرر کر دیا۔اب ایک صاحب مسمیٰ بادشا بابا صاحب سکندر بجر یہ ناگپور دفتر چیریٹی کمشنر ناگپور میں رجوع ہو کر دعویٰ پیش کیا۔میں بابا محمد حسین صاحب کا بھانجہ ہوں اور وراثت کی ملکیت کا مجھ کو حق پہنچتا ہے، جب کہ یہ جائداد تاج آباد وقف میں مستقل وقف کی صورت میں ضم ہونے جارہی تھی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا شرعاً دعویٰ کیا ہے؟ جب کہ بھانجا ہونے کا کوئی ثبوت (بمقابلہ دیگر اراکین خاندان حقیقی) نہیں۔براہ کرم اس خصوص میں شرعاً فتویٰ صادر فرمایا جائے تا کہ وقف کا منشا شرعاً پورا ہو سکے۔فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

محمد حسین صاحب کی وفات کے وقت اگر صرف بھائی عبدالعزیز ہی زندہ تھے اور کوئی دوسرا وارث زندہ نہیں تھا تو عبدالعزیز صاحب کا وقف صحیح ہے اور کسی دوسرے کا دعوائے وراثت باطل ہے۔اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ عبدالعزیز صاحب کے علاوہ محمد حسین صاحب کا اور بھی دوسرا وارث زندہ تھا تو صورتِ مسئولہ میں عبدالعزیز صاحب کا یہ وقف صرف اپنے حصے میں صحیح ہوگا، دوسرے ورثہ اپنے حصہ کے حق دار رہیں گے۔جس شخص نے محمد حسین صاحب کے بھانجا ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اگر محمد حسین صاحب کی وفات کے وقت ان کی والدہ زندہ تھیں تو عبدالعزیز کے ساتھ اس زمین میں ان کی بہن کا بھی حق ہوگا اور ان کے بعد ان کے حصے کا وارث ان کا لڑکا یعنی محمد حسین صاحب کا بھانجہ بھی ہوگا۔اور اگر شخص مذکور کی والدہ محمد حسین صاحب کی وفات سے پہلے ہی وفات

کرگئی ہیں تو اب اس بھانجا کو کچھ نہیں ملے گا، یا ان کا حقیقی بھانجا نہیں تو بھی حقدار نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

وقف جائیداد آراضی واقف کی نیت پر موقوف ہے

مسئلہ: از: سید احمد، عثمان آباد

محترم عالی جناب مولوی مولانا مفتی شاہ محمد عبدالحلیم صاحب قبلہ رضوی مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُمور ذیل کی نسبت فتوی مطلوب ہے از راہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں رہبری فرمائی جائے تو باعث کرم ہوگا۔

یہ کہ میرے دو حقیقی برادران کلاں سید عبدالحمید وسید صدرالدین تھے۔ نمبر ایک فوت ہو چکے ہیں جن کے دولڑکے بقید حیات ہیں۔ نمبر ۲ لا ولد فوت ہوئے ہیں۔ ان کے خاندان میں خدمت مؤذنی کا پیشہ ہے۔ برادر (۱) نے اپنی زندگی میں کوئی خدمت انجام نہیں دیا اور نہ ان کی اولاد خدمت انجام دیتی ہے۔ کمترین خدمت مؤذنی کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ اور میرے بھتیجے بلا روزی خدمت آراضی انعام سے مستفید ہو رہے ہیں۔ ایسی صورت میں جب کہ خدمت انجام نہیں دی جاتی کیا بلا روزی خدمت آراضی انعام سے مستفید ہو سکتے ہیں یا نہیں اور خدمت گزار پوری جائیداد سے استفادہ کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

یہ جائداد کوئی موروثی جائداد نہیں ہے جس پر ترکہ تقسیم ہو سکے بلکہ وہ جائداد آراضی وقف کرنے والے کی نیت پر موقوف ہے۔ اگر وقف کرنے والے نے اس لیے وقف کی ہے کہ مسجد کے مؤذن اس سے فائدہ اُٹھائیں گے تو ایسی اراضی کے حقدار وہ لوگ نہیں ہو سکتے جو اس خدمت مؤذنی کو انجام نہیں دیتے بلکہ اس کے حقدار وہ لوگ ہیں جو اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۱ ر صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

غیر کے مکان پر قبضہ کر کے مسجد میں وقف کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: حافظ غلام مصطفی۔ ٹیکم گڑھ، ایم، پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین صورتِ مسئولہ میں:

زید نے اپنا مکان ہندہ کو کرایہ پر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہندہ نے کرایہ دینا بند کر دیا تو زید نے کرایہ کا دعویٰ کر دیا۔ ہندہ نے

دو جھوٹے گواہ پیش کیے کہ یہ میرا ذاتی مکان ہے۔مجسٹریٹ نے ہندہ کی موافقت میں فیصلہ کر دیا۔ بعدہ ہندہ نے اسی مکان کومسجد میں وقف کر دیا مسجد کے لیے عندالشرع اس مکان کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا وتو جروا

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں وہ مکان شرعاً ہندہ کا نہیں اس لیے نہ اسے اس مکان کو مسجد میں وقف کرنے کا اختیار ہےاور نہ ایسا مکان مسجد میں لیا جاسکتا ہے بلکہ ہندہ پر واجب ہے کہ مکان مالکِ مکان کو واپس کر دے ہاں اگر زید مالک مکان اس مکان کو مسجد پر وقف کر دے تو یہ وقف صحیح ہو جائے گا۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۵/صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

نیچے دکانیں اوپر مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں

مسئلہ: از: محمد عبداللہ خاں نگینہ مسجد تالاب محلہ ضلع ایوت محل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

اصل مسجد اوپر ہے اور نیچے دو کانیں ہیں جیسا کہ بڑے شہروں میں دیکھنے میں آیا ہے اس کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر قبل تمام مسجد یت نیچے دوکانیں بنائی گئیں اور اوپر مسجد تو کوئی حرج نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور یکم/جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

مسجد جدید کی تعمیر اور ایک مسجد کی اشیا دوسری مسجد میں استعمال کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: احمد میاں کٹلیری اسٹور دیسائی گنج ۲۸/جون ۱۹۷۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں:

قصبہ دیسائی گنج میں ایک مسجد عرصہ سے قائم ہے جس میں نماز جماعت باقاعدہ انتظام ہے۔ یہ مسجد مسلمانوں کے بڑے محلے سے دور ہے۔اتنی دور کہ اذان کی آواز وہاں تک نہیں پہنچتی۔اس محلہ کے مسلمان وہاں مسجد قائم کر کے باقاعدہ اذان اور نماز جماعت کا انتظام کرنا چاہتے ہیں۔مسلمانوں کا یہ اقدام برائے قیام مسجد واہتمام نماز شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور سابق مسجد کی آمدنی میں سے کچھ پیسہ اس نئی مسجد کے کام آسکتا ہے یا نہیں یا اور کسی قسم کا فائدہ اس نئی مسجد کو پہنچایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح مدرسہ کی آمدنی سے دوسرے مدرسہ یا کسی مسجد کو مالی فائدہ پہنچایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

موجودہ مسجد جب مسلمانوں کے بڑے محلے سے دور ہے تو اس محلہ کے لوگ اپنی آسانی کے دوسرے مسجد تعمیر کر سکتے ہیں، البتہ پہلی مسجد کو بھی آباد رکھنا فرض ہے۔ ہاں ایک مسجد کی چیزیں دوسری مسجد میں استعمال کرنا جائز نہیں۔حتی کہ فقہا نے ایک مسجد کا لوٹا دوسری مسجد میں استعمال کرنے کے لیے ممنوع قرار دیا ہے۔ ردالمحتار میں ہے: **لا یجوز نقلہ و نقل مالہ الی مسجد آخر۔** (۱) اور ایک مدرسے کا سامان دوسرے مدرسے میں بھی استعمال کی اجازت نہیں۔ اور مدرسہ کے پیسے سے خریدی ہوئی چیز کو دسرے مدرسے میں استعمال کی بھی اجازت نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

شرعاً وقف کب ثابت ہوگا؟

مسئلہ: از: منظورالحسن اٹارسی نئی مسجد کے پاس نالہ محلہ اٹارسی

بخدمت جناب مفتی اعظم عبدالرشید صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ

اب سے تقریباً چھ سال قبل ایک صاحب جن کا نام ابراہیم صاحب ہے ایک پلاٹ زمین مسجد کے لیے دیدی تھی جس کی رجسٹری ہو چکی ہے اور مسجد تعمیر ہو چکی ہے، کچھ زمین مسجد سے الگ رفع حاجات وغیرہ کے لیے زبانی وقف برائے مسجد کی تھی، اب اسی زمین کے بازو میں ایک صاحب نے مکان تعمیر کر لیا ہے اور اس مسجد کی وقف شدہ زمین کو خریدنے کی کوشش کی تھی اور مسجد کو دوسو روپیہ معاوضہ دے کر زمین اپنے نام چاہتا تھا۔ لہٰذا اس کو کمیٹی مسجد نے نامنظور کیا لیکن ابراہیم صاحب نے اس زمین کو اس شخص کو رجسٹری کر دی جس سے کہ مسجد کی ضروریات کو صدمہ پہنچا۔ برائے کرم شریعت مطہرہ کی روشنی میں علمائے دین ومفتیان شرع متین کا کیا حکم ہے اس مسئلہ کے درمیان؟ تفصیل کے ساتھ لکھیں۔ زمین کی قیمت ابراہیم صاحب اپنی ذاتی خرچ میں لے چکے ہیں۔ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

عاقل بالغ آزاد آدمی کا اپنی زبان سے کہہ دینا کہ میں نے اپنی فلاں چیز مسجد کے لیے یا کسی اور کارخیر کے لیے وقف کر دی، شرعاً وقف ثابت ہو جائے گا۔ اور وقف شدہ جائداد واقف کی ملک سے نکل جائے گی۔ عالمگیری میں ہے: "**وانما یزول ملک الواقف عن الوقف عند ابی حنیفۃ بالقضاء**" (۲) اسی عالمگیری میں ہے: "**ولا یباع ولا یوھب ولا یورث**" (۳)

---

(۱) ردالمحتار: ج:۶، ص:۵۴۸، کتاب الوقف

(۲) الفتاوی الھندیہ ج:۲، ص:۳۵۰، کتاب الوقف، الباب الاول فی تعریفہ

(۳) ایضاً

نہ اسے فروخت کیا جائے گا نہ ہبہ کی جائے گی اور نہ ہی اس میں وراثت چلے گی۔ زمین مذکور زبانی وقف کر دینے کے بعد ابراہیم صاحب کو فروخت کرنے کا شرعاً حق نہیں تھا۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں بیع باطل ہوئی۔ ابراہیم صاحب پر ضروری ہے کہ وہ قیمت واپس کریں اور خریدار پر ضروری ہے کہ وہ اپنی قیمت واپس لے کر زمین خالی کر دیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۶ /رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

کتاب البیوع

کافروں کو مردار بیچنا جائز اور خریدنا ناجائز

مسئلہ: از: فقیر انوار علی صدیقی غفرلہ اردو ٹیچر گورنمنٹ بوڑ ترہائی اسکول جے پور ۱۸ /دسمبر ۱۹۷۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام درج ذیل مسائل میں:

(۱) تجارت کے طور پر کافروں سے مردار کا چمڑہ خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جس طرح سے ایک مسلم کافر حربی کے ہاتھ مردار بیچ کر کھا سکتا ہے، کیوں کہ مردار کافر حربی کے حق میں مال متقوم ہے تو کیا اسی طرح شراب، آتش بازی وغیرہ مسلم کافر حربی کے ہاتھ نہیں بیچ سکتا جب کہ یہ چیزیں بھی اس کے حق میں مال ہیں اگر نہیں بیچ سکتا تو دونوں میں ما بہ الفرق کیا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) کافروں سے مردار کا چمڑہ خریدنا جائز نہیں۔

(۲) کافر حربی کے ساتھ مردار بیچ کر مال حاصل کرنے کی علت اس کے حق میں مردار کا مال صرف متقوم ہونا نہیں ہے بلکہ اس کے مال کا غیر معصوم ہونا ہے۔ جو کسی بھی حیلے سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا بیع جائز شراء حرام ہے۔ شامی میں ہے "ان مرادھم عن حل الرباء والقمار ما ذا حصلت الزیادۃ للمسلم نظراً الی العلۃ" تین سطر بعد ہے "حتی لو باعھم درھما بدرھمین او باعھم بدراھم او اخذ مالا عنھم بطریق القمار فذلك کله طیب له"(۱)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

(۱) رد المحتار ج:۵، ص:۱۸۶، کتاب البیوع، باب الربوا

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

ہندوستان کیا دارالاسلام ہے؟ حربی سے سود لینا کیسا؟

مسئلہ: از: حاجی زکریا ابن داؤد، چشمہ والا، اپلیٹا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسائل میں:

(۱) ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟

(۲) ہندوستان کے ہندو مشرکین حربی ہیں یا ذمی؟

(۳) اگر حربی ہیں تو ان کو پیسے دے کر یا ان کی کوئی چیز اپنے پاس رکھ کر جو پیسے ان کو دیں ان پر زیادہ پیسے لینا سود ہے یا منافع؟

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) ہندوستان دارالاسلام ہے دارالحرب نہیں۔ دارالاسلام کے دارالحرب ہونے کے لیے حکومت کفار کافی نہیں بلکہ شرط ہے کہ وہ جگہ کسی طرف دارالحرب سے متصل ہو اور کوئی مسلم یا ذمی پہلے امان پر باقی نہ رہے اور شعائر اسلام اس سے بالکل بند کر دیئے جائیں۔ جب تک شعائر اسلام سے کچھ بھی باقی ہے وہ حکومت دارالاسلام رہے گی۔ درمختار میں ہے "**لا تصیر دار الاسلام دار حرب الا باجراء احکام الشرك وباتصالها بدار الحرب وبان لا یبقی فیها مسلم او ذمی آمنا بالامان الاول**"(۱) فتاویٰ رضویہ میں مبسوط سے منقول ہے "**وذکر الاسبیجابی فی مبسوطه ان دارالاسلام محکوم بکونها دارالاسلام فیبقی هذاالحکم ببقاء حکم واحد فیها ولا تصیر دارحرب الا بعد زوال القرائن**"(۲) اور ظاہر ہے کہ اذان، نماز، قربانی، حج وغیرہ آج بھی بفضلہٖ تعالیٰ بالاعلان ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان دارالحرب نہیں بلکہ دارالاسلام ہے۔

(۲) یہاں کے کافر حربی ہیں۔ عارف حق حضرت ملّا احمد جیون استاد اورنگ زیب عالمگیر علیہما الرحمۃ والرضوان تفسیرات احمدیہ میں اس وقت کے کفار کے متعلق فرماتے ہیں کہ "یہاں کے کافر حربی ہیں جب اس وقت کے کفار حربی تھے تو آج کے کفار تو بدرجۂ اولیٰ حربی ہوں گے۔"

(۳) مسلمان اور حربی کے درمیان سود نہیں۔ قدوری میں ہے "**لا ربوا بین المسلم والحربی**"(۳) الدرالمختار میں ہے

---

(۱) الدر المختار ج:۴، ص:۱۷۵، ۱۷۴، کتاب الجهاد، باب المستامن، فصل فی استئمان الکافر

(۲) الفتاوی الرضویه مخرجه ج:۶، ص:۳۶۹، کتاب الصلاة، باب القراءة

(۳) مختصر القدوری ج:۱، ص:۸۷

کرام فرماتے ہیں کہ کفار حربی سے بدعہدی کیے بغیر ان کا مال جس طرح ہاتھ آئے جائز ہے حتی کہ مردار کی بیع باطل ہے، مگر حربی کے ہاتھ ایک درہم کو دو درہم کے بدلے بیچنا جائز ہے اور حاصل کی ہوئی رقم اس کے لیے طیب ہے۔ ردالمحتار میں ہے "لو باعهم درهما بدرهمين او باعهم ميتة بدراهم او اخذ مالا منهم بطريق القمار فذلك كله طيب له"(۱)

والله اعلم بالصواب ورسوله ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

تجارتی مال میں کتنا نفع لینا مباح ہے؟

مسئلہ: از: حاجی زکریا ابن داؤد، چشمہ والا، اپلیٹا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسائل میں:

(۱) اپنے تجارتی مال میں بیع کرتے ہوئے ایک روپیہ پر زائد منافع کتنا مباح ہے؟

(۲) اگر تاجر اپنی مرضی سے چاہے جتنا لے اس پر کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

(۱) اس کی کوئی مقدار متعین نہیں، ہاں خریدار کو اختیار رہے کہ اگر غبن فاحش (بازار بھاؤ سے دوگنی) ہے تو نہ لے۔

(۲) لے سکتا ہے۔

والله اعلم بالصواب ورسوله ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

کیا رہن لینا جائز ہے؟

مسئلہ: از: خادم ایس ایم حافظ طالب الدین بنارسی، مقام ڈومن ہل پوسٹ سوناونی ضلع سرگوجہ

مکرمی جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کوئی شخص اپنا کھیت یا باغیچہ اپنی مجبوری کی بنا پر رہن کے طور پر رکھ رہا ہے اور اس کا کہنا ہے کہ ایک سال تک تم اس کو سینچو جو غلہ پیدا ہوگا کھانا پینا۔ تو یہ صحیح حدیث سے مطلع فرمائیں کہ رہن لینا مسلمان کے لیے جائز ہے یا حرام ہے؟ اس مسئلہ سے اچھی طرح مطلع فرما کر ممنون فرمائیں انتہائی عین کرم ہوگا کیوں کہ یہ ساری باتیں فقیر کے کان تک نہ گزریں ویسے خادم بھی ایک معمولی قسم کا حافظ قرآن ہے۔ فی الحال مقام ڈوہنل، پوسٹ سوناونی، ضلع سرگوجہ میں تعلیم دیتا ہے، لیکن یہاں کے حضرات وہی دیوبندی عقیدے کو اپنائے ہوئے ہیں، اس لیے اپنی طبیعت بھرتی نہیں ہے۔ حضرت سے ملتمس خدمت ہوں کہ مناسب جگہ آں جناب کی

---

(۱) رد المحتار ج:۵، ص۱۸۶، کتاب البیوع، باب الاقالۃ،م فصل فی القرض

نظر میں ہوتو مطلع فرمائیں۔ ماہانہ کم از کم مبلغ ایک سو پچاس ۱۵۰/روپیہ خرچ ہوگا تو ممکن ہے کہ دو افراد کے اخراجات اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پورے ہوجائیں گے۔ میں یہاں پر منکوحہ کے ساتھ رہتا ہوں اس لیے خوب جو بھی ہوتا ہے طعنہ بریلویوں پر دیتے رہتے ہیں بلکہ ایک صاحب سے مار پیٹ بھی اس لیے ہوگئی۔ بقیہ سب خیریت ہے جواب کا انتظار رہے گا۔ جیسی بھی مرضی ہو آگاہ فرمائیں۔ فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوھاب

یہ شکل سود کی ہے اور مسلمان کے لیے مسلمان سے سود لینا جائز نہیں۔ ہاں کافر حربی کا کھیت یا غیچہ اس شرط پر لے سکتے ہیں۔ (کما فی الکتب العامہ)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

کفار کو کم تول کر دینے کا شرعی حکم

مسئلہ: از: الفقیر محمد معطر علی رضوی خطیب وامام جامع مسجد، نواپارہ راجم، ضلع رائے پور، ایم۔ پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

کیا کفار کو کم تول کر دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں درصورت عدم جواز حرام ہے یا غیر حرام؟

الجواب بعون الملک الوھاب

کفار کو کم تول کر دینا حرام ہے کیوں کہ یہ بدعہدی ہے اور بدعہدی کفار کے ساتھ جائز نہیں، علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے ردالمحتار میں حربی کے مال کو مباح گردانتے ہوئے فرمایا: "**الا ان الغدر حرام**"(۱) یعنی کفار سے بدعہدی حرام ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

مردار کی کھال کی بیع کب جائز اور کب باطل؟

مسئلہ: از: الفقیر محمد معطر علی رضوی خطیب وامام جامع مسجد، نواپارہ راجم، ضلع رائے پور، ایم۔ پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

کچھ لوگ مردار گائے بیل بھینس وغیرہ کے چمڑے اور ان کی ہڈیاں غیر مسلموں سے خرید کر مسلم وغیر مسلم کے ساتھ فروخت کرتے ہیں کیا یہ تجارت جائز ہے یا ناجائز درصورت عدم جواز حرام ہے یا غیر حرام؟

---

(۱) رد المحتار ج:۴، ص:۱۲۹، فصل فی استئمان الکافر

الجواب بعون الملک الوھاب

مردار کی کھال جب دباغت دیدی جائے تو پاک ہوجائے گی۔ اور اس کی بیع جائز ہے (سوائے آدمی اور خنزیر کے) تنویر الابصار میں ہے "**وجلد میتة قبل الدباغ فباطل وبعدہ یباع**،مردار کی کھال کی بیع قبل دباغت باطل ہے اور دباغت کے بعد بیچی جاسکتی ہے۔ درمختار میں ہے "**الا جلد انسان وخنزیر**"(۱) اسی طرح مردار کی ہڈی وغیرہ بھی پاک ہے اور اس کی بیع جائز ہے۔ شرح وقایہ وقدوری میں ہے "**وشعر المیتة وعظمھا طاھر**"(۲) مردار کا بال اور اس کی ہڈی پاک ہے۔ رد المحتار میں ہے "**قولہ (کعصبھا وصوفھا) ادخلت الکاف عظمھا وشعرھا الخ**"۔(۳)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

دباغت شدہ کھال کی بیع جائز ہے

مسئلہ: از: احقر العباد زین العابدین عابد

مکرمی ومحترمی مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مندرجہ ذیل فتویٰ خدمت میں ارسال ہے۔ از راہ کرم جواب جلد از جلد عنایت فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بھنگی، چمار، گونڈ، بھیل اور دیگر پست طبقہ کے لوگ مرے ہوئے جانور کی کھال اتار کر زید، عمر، بکر جو اپنے آپ کو سنّی مسلمان گردانتے ہیں ان کو فروخت کرتے ہیں۔ زید، عمر، بکر اس مرے ہوئے جانور کی کھال اونے پونے داموں میں خرید کر اس میں نمک وغیرہ لگا کر اچھے داموں میں فروخت کرتے ہیں۔ بعض اوقات حلالی جانوروں کی کھالوں میں بھی ملا کر پوری پوری قیمت میں فروخت کر دیتے ہیں۔

(۱) ازروئے شرع اس قسم کی تجارت جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اس ملی جلی دولت سے فرائض حج وزکوٰۃ ادا کرنا اور مساجد کی تعمیر میں عطیہ وغیرہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر وہ کھال دباغت دے دی گئی ہے تو پاک ہوجائے گی اور اس کی بیع جائز ہے۔ تنویر الابصار میں ہے "**وجلد میتة قبل الدباغة فباطل وبعدہ یباع**"،(۴) یعنی مردار کی کھال کی بیع دباغت سے پہلے باطل ہے اور دباغت کے بعد مباح ہے اور جب جائز ہے تو اس کی حاصل کی ہوئی رقم ہر کار خیر میں خرچ کی جاسکتی ہے۔ ہاں اگر قبل دباغت خریدی اور فروخت تو یہ بیع باطل

(۱) الدر المختار ج:۵،ص:۷۳کتاب البیوع، باب البیع الفاسد
(۲) شرح الوقایہ ج:۱،ص:۵۱،کتاب الطھارۃ
(۳) رد المحتار ج:۵، ص:۷۳، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد
(۴) الدر المختار ج:۱، ص:۴۱۶، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد

ہوگی اوراس کی منفعت ممنوع،اورایسی رقم نہ مسجد میں لگانا جائز ہے اورنہ ہی حج وزکوۃ میں۔

جو چیز کھال کی بدبو کو زائل کردے یا خراب ہونے سے بچادے اس کو دباغت کہتے ہیں،خواہ دھوپ میں سکھا کر ہو یا مٹی وغیرہ ڈال کر،غرض جس طرح صاف ہوجائے وہی دباغت ہے۔ ہدایہ میں ہے "ثم ما یمنع النتن والفساد فھو دباغ وان کان تشمیتاً او تتریباً"۔(۱)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

نوٹ دے کر کم وبیش ریزگاری لینا کیسا؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

میں سودی پیسہ لے کر تجارت نہیں کرتا جو میرے پاس ہے اسی پیسے کو لوٹ پھیر کرتا رہتا ہوں اور جو کام کرتا ہوں اس میں ریزگاری کی ضرورت پڑتی ہے اور ریزگاری لینے میں ایک روپے میں پانچ پیسے کم ملتے ہیں،تو ایسا کرنے میں کوئی حرج واقع تو نہیں کیوں کہ سود لینا برا ہے اس لیے اپنی صفائی چاہتا ہوں مطلع فرمایئے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

نوٹ دے کر کم وبیش ریزگاری لے سکتے ہیں، یہ سود نہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۴/ربیع الاول ۹۲ ۱۳ ھ

سود کی تعریف

مسئلہ: از: محمد عبداللہ خاں نگینہ مسجد تالاب محلہ ضلع ایوت محل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

سود کی جامع مانع تعریف کیا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

عقد معاوضہ میں جب دونوں طرف مال ہو اور ایک طرف زیادتی ہو کہ اس کے مقابلے میں دوسری طرف کچھ نہ ہو تو یہ سود ہے بشرطیکہ دونوں طرف کی چیزیں ناپ تول کی ہوں اور ایک جنس کی ہوں۔

(۱) الھدایہ ج:۱، ص: ۲۴، کتاب الطھارۃ، باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور یکم/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

بینک یا پوسٹ سے لی ہوئی زائد رقم سود نہیں

مسئلہ: از: محمد عبداللہ خاں نگینہ مسجد تالاب محلہ ضلع ایوت محل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

بینک اور پوسٹ کا سود جو ملتا ہے وہ کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوہاب

بینک یا پوسٹ سے لی ہوئی زائد رقم سود نہیں اس کا لینا جائز ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور یکم/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

گورنمنٹ یا بینک سے ملنے والی زائد رقم سود نہیں

مسئلہ: از: مرزا افسر علی بیگ چشتی قادری، راجو برا ضلع کٹک ۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلے ذیل میں:

یہاں کی گورنمنٹ یا بینک سے جو زیادہ پیسہ ملتا ہے وہ سود ہے یا نہیں اگر سود نہیں تو کیا اس کو خود کھا سکتے ہیں اور مسجد وغیرہ جائز کام میں لگا سکتے ہیں؟ اس کے ثبوت میں حدیث شریف یا کسی کتب فقہ کی عبارت عربی میں پیش کریں۔

الجواب بعون الملک الوہاب

بینک یا پوسٹ پالیسی سے جو رقم ملتی ہے وہ جائز ہے، سود نہیں۔ فقہ کی کتابوں میں ہے: "**لا ربوا بین المسلم والحربی**"۔(۱) مسلم اور حربی کے درمیان سود نہیں۔ لہٰذا زائد رقم کو نیک اور ہر جائز کام میں صرف کر سکتے ہیں۔ البتہ اگر لینے کا جی نہ چاہے تو اسے بینک یا پوسٹ آفس میں ہرگز نہ چھوڑا جائے بلکہ اسے لے کر کسی مستحق کو دے دیا جائے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

---

(۱) الہدایۃ ج:۱، ص: ۷۰، کتاب البیوع، باب الربوا

ہندوستان کی بینکوں اورکافروں سے زائدرقم لینا سودنہیں

مسئلہ: از: شیخ گلاب شیخ برکت، ہول سیل بیڑی مرچینٹ، نرسنگھ پور، ایم پی

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں:

(۱) ہندوستان کے بینکوں اورڈاک خانوں میں جومسلمان روپیہ جمع کرتے ہیں ان روپیوں پرگورنمنٹ اصل رقم کے علاوہ زیادتی کی رقم جوسود کہہ کردیتی ہے، توکیاوہ رقم سود ہے؟ اوراس سودنامی زیادتی کی رقم کومسلمانوں کولینااوراپنے خرچ میں لاناجائز ہے یانہیں؟ نیزکسی کارخیرمیں حصول ثواب کی نیت سے بھی لگاسکتے ہے کہ نہیں؟

(۲) ہندوستان کے ہندوکوکچھ رقم دے کراس پرزیادہ رقم لیناجوبھی آپس میں طے ہوجائے جس کو عرف عام میں سود کہاجاتا ہے جائز ہے یانہیں؟ مثلاً کوئی مسلمان کسی ہندوکوسوروپیہ دےاوردیتے وقت یہ کہے کہ اس سوروپیہ پرمیں تم سے تین روپیہ ماہانہ لیا کروں گااوروہ ہندوتین روپئے اس مسلمان کوسودسمجھ کردےلیکن وہ مسلمان اس تین روپئے کوسودنہیں بلکہ نفع سمجھ کرلےتووہ تین روپئے اس مسلمان کونفع سمجھ کرلینااوراپنے خرچ میں لانایاکسی بھی کارخیرمیں حصول ثواب کی نیت سے خرچ دیناجائز ہے یانہیں؟ اور اس کوخرچ کرنے ثواب ملےگایانہیں؟

الجواب بعون الملک الوہاب

سوال کے جواب سے پیشتر اسلام کے مسلمہ اصول کوذہن نشین کرلیناچاہیے۔سودلینادیناحرام اوراس کی حرمت کامنکرکافر ہے۔**بقولہ تعالیٰ:** ”**حَرَّمَ الرِّبٰوا**“(البقرۃ:۲۷۵) سود! مسلمان ومسلمان یامسلمان اورذمی کے درمیان ہوگا۔مسلمان اور حربی کے درمیاں سودنہیں۔قدوری، ہدایہ، بدایہ، کفایہ میں ہے: ”**لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب**“(۱) تنویر الابصار درمختاروردالمحتارمیں ہے: ”**لا بین حربی ومسلم ثمۃ**“(۲) ہندیہ میں ہے: ”**لا بین المسلم والحربی فی دار الحرب**“(۳) مسلمان اورحربی کے درمیان دارالحرب میں سودنہیں۔

غرض کہ حدیث جملہ متون وشروح وحواشی میں اس کی تصریح ہے کہ مسلم اورحربی کے درمیاں سودنہیں۔نصوص فقہا میں فی دارالحرب کی قیداحترازی نہیں ہے، کہ دارالحرب میں سودنہ ہوا، اوردارالاسلام میں سودہوا۔بلکہ یہ قیدقیدِاتفاقی ہے۔جیسے آیت قرآنی ”**لَا تَأْكُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً**“(آل عمران:۱۳۰) سوددونادوں نہ کھاؤ۔اس کایہ مطلب ہرگزنہیں کہ دونادوں سود کھاناحرام ہواورقدرقلیل جائزہوبلکہ جیسے سودکاکثیرسودحرام ہے، ویسے ہی قلیل حرام ہے۔اسی طرح مسلمان اورحربی کے درمیان جیسے دارالحرب میں سودنہیں، ایسے ہی دارالاسلام میں بھی سودنہیں۔مسلمان اورحربی کے درمیان سودکے ارتفاع کی علت دارالحرب

---

(۱) مختصر القدوری ج:۱، ص:۸۷، کتاب البیوع، باب الربوا

(۲) الدر المختارج:۵، ص:۱۸۶، کتاب البیوع، باب البوا، مطلب فی استقراض الدراھم

(۳) الفتاوی الھندیہ ج:۳، ص:۱۲۱، کتاب البیوع، الفصل السادس فیتفسیر الربوا

میں ہونا نہیں ہے بلکہ حربی ہونا اوراس کے مال کا غیر معصوم ہونا ہے۔ ہدایہ میں ہے: "ولان مالهم مباح فی دارهم فبایّ طریق اخذه الحلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیه غدر"(۱) اس لیے کہ ان (حربی) کا مال ان کے دیار میں مباح غیر معصوم ہے، مسلمان جس طرح چاہے حربی کے مال کو لے لے بشرطیکہ اپنی عزت خطرے میں نہ پڑے۔ خواہ قہر وغلبہ کے ذریعہ حاصل ہو یا کسی ایسے حیلہ کے ذریعہ جو غیر مسلموں کے ساتھ ممنوع نہ ہو۔ فقہا صاف صاف تصریح فرماتے ہیں کہ مردار کو مسلمان کے ہاتھ بیچنا حرام ہے مگر حربیوں کے ہاتھ جائز ہے۔ شامی میں سیر کبیر اور اس کی شرح سے منقول ہے: "لو باعهم درهماً بدر همین او باعهم میتة بدراهم او اخذ مالا منهم بطریق القمار فذلك کله طیب له"(۲) یعنی اگر حربیوں کے ساتھ ایک درہم دو درہم کے بدلے بیچا یا ان کے ہاتھ چند درہم میں مردار بیچا تو یہ تمام کے تمام مسلمان کے لیے طیب ہے۔

فقہائے کرام نے "فی دار الحرب" کی قید صرف اس لیے لگائی ہے کہ ان کے زمانے میں حربی کافر دارالاسلام میں نہیں رہتے تھے۔ اگر دارالاسلام میں آئے بھی تو مستأمن بن کر آئے۔

کافر کی تین قسمیں ہیں:

(۱) **ذمی:** وہ کافر ہے جو سلطنت اسلام میں حاکم اسلام کو جزیہ دے کر رہتا ہو۔

(۲) **مستأمن:** وہ کافر ہے جو سلطنت اسلامیہ میں حاکم اسلام سے پناہ لے کر تجارت وغیرہ کے لیے آیا ہو۔

(۳) **حربی:** وہ کافر ہے جو ان دونوں میں سے کوئی نہ ہو۔

سطور بالا مذکورہ سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہوگئی کہ یہاں کے کافر حربی ہیں۔ عارف باللہ حضرت ملا احمد جیون علیہ الرحمۃ استاد سلطان اورنگ زیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیرات احمدیہ میں فرماتے ہیں: "فانظروا ایها المسلمون ان هو الا حربیون ومایعقلها الا العالمون"(۳) جب سلطان اورنگ زیب کے زمانے میں وہاں کے کفار حربی تھے تو آج بدرجۂ اولیٰ حربی ہوں گے۔ اگرچہ ہندوستان دارالاسلام ہے مگر یہاں کے کافر حربی ہیں۔ اتنی سی تمہید کے بعد اب جواب ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) ڈاک خانہ یا بینکوں سے جو رقم زائد ملتی ہے وہ سود نہیں بلکہ مال مباح ہے جو حربی سے حاصل ہوا ہے۔ گورنمنٹ کے سود کہنے سے وہ سود نہیں ہو جائے گا۔ اگر بکری کو کوئی سور کہہ دے تو بکری حرام نہ ہوگی۔ بینک یا ڈاک خانہ کی زائد رقم کو سود سمجھ کر چھوڑ دینا کسی طرح مناسب نہیں۔ ممبئی کے خام کار مفتیوں نے سود کا فتویٰ دے کر رقم کو چھوڑ وا دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جامع مسجد کی زائد رقم سے گرجا گھر بن گیا اور لاکھوں روپئے ماہوار آمدنی کی جائداد بنائی گئی۔ اس رقم کا لینا اور اپنے مصرف میں لانا جائز ہے اور جب جائز ہے تو بہ نیّت ثواب کارخیر میں بھی صرف کر سکتے ہیں۔

(۲) جائز ہے۔ اور بہ نیت ثواب کارخیر میں بھی صرف کر سکتے ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

---

(۱) الهدایه ج:۲،ص:۷۰، کتاب البیوع، باب الربوا

(۲) رد المحتار ج:۵، ص:۱۸۶، کدتاب البیوع، باب الربوا

۳

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۲ رشوال المکرم ۹۲ ۱۳ ھ

ہندو کی شئے مرہون استعمال کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: شیخ گلاب شیخ برکت، ہول سیل بیڑی مرچینٹ، نرسنگھ پور، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں:

ہندوستان میں یہاں کے ہندوؤں کے کھیت، باغیچہ یا مکان وغیرہ مسلمانوں رہن لینا اور اس کھیت یا باغیچہ یا مکان کی علیٰحدہ سے کرایہ دئے بغیر اپنے تصرف میں لانا مسلمان کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً کوئی مسلمان ایک ہندو کا کھیت یا باغیچہ یا مکان ایک طے شدہ رقم دے کر زمین رکھنے اور جب تک وہ ہندو اس کھیت وغیرہ کو روپئے دے کر رہن سے آزاد نہ کرائے، تب تک باغیچہ کا پھل کھاتا رہے یا دوسرے کو پھل بیچ دے یا مکان میں رہنے لگے یا دوسرے کو مکان کرایہ پر دیدے یا وہ کرایہ خود لیتا ہے۔ان تمام کاموں میں رہن میں دی جانے والی رقم کے علاوہ علیٰحدہ سے کوئی رقم نہ دے تو ایسا کرنا مسلمان کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کھیتی کے غلے یا باغیچہ کے پھل اور مکان کے کرایہ کو کسی کار خیر پر لگا سکتا ہے کہ نہیں اور دوسرے اس کو ثواب ملے گا کہ نہیں؟ جواب مدلل مفصل عنایت فرمایا جائے۔ **بینوا توجروا**

الجواب بعون الملک الوھاب

جائز ہے۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۲ رشوال المکرم ۹۲ ۱۳ ھ

بیع بالوفا کیا ہے اور اس کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ: از: الحاج محمد نصیر قدوائی، جہانگیر آباد، بھوپال

کیا فرماتے ہیں علما دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

بیع بالوفا یعنی زید عمر سے ایک قطعہ مکان خرید کر اپنے نام بیع نامہ کرا لیتا ہے اور زید ایک اقرار نامہ لکھ کر عمر کو دیتا ہے کہ جب تم مجھ کو میری رقم ادا کر دو گے تو میں تمہارا یہ مکان تم کو واپس کر دوں گا۔لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ بیع مذکور جائز ہے یا نہیں؟ اور مکان سے فائدہ اٹھانا مثلاً خود رہنا یا کرایہ پر لگا دینا کیسا ہے؟ نیز یہ شرط لگانا کہ اگر تم نے ایک سال میں رقم ادا نہ کی تو پھر یہ مکان تم کو واپس نہ کیا جائے گا کیسا ہے؟ فقط **بینوا وتوجروا**

الجواب بعون الملک الوھاب

بیع بالوفا حقیقت میں رہن ہے، اس میں وہی احکام جاری ہوں گے جو رہن میں ہوتے ہیں، لہٰذا مکان مذکور سے زید کو کسی قسم کا فائدہ اُٹھانا جائز نہیں۔ درمختار میں ہے: "**کل قرض جر نفعا حرام**"(۱) اور اگر اسے بیع بھی تسلیم کرلیا جائے جب بھی یہ شرط بیع کو فاسد کردے گی کیوں کہ بیع کے لیے یہ شرط لگانا کہ جب تم رقم واپس کردو گے تو مکان واپس کردوں گا فساد بیع کا سبب ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

کتاب الاضحیہ

مسافر پر قربانی واجب نہیں نیز میت کی طرف سے قربانی کرنے اور میت کو سرمہ لگانے کا حکم؟

مسئلہ: از: محمد مصطفی کمال الدین صدیقی اشرفی، پداپلی ضلع کریم نگر (اے، پی) مورخہ ۲۰/ مارچ ۱۹۷۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسائل میں:

(۱) زید کا ادّعا یہ ہے کہ حاجی پر قربانی واجب نہیں کہ وہ مسافر ہے۔ اور حاجی منیٰ میں جو قربانی دیتے ہیں وہ سنت ابراہیمی کی تکمیل کے لیے نہیں بلکہ شکرانۂ حج ہے۔ اس لیے حاجی کو چاہیے کہ وہ منیٰ میں بہ نیت شکرانۂ حج قربانی دے۔ اور بشرط وسعت سنت ابراہیمی کی تکمیل کے لیے علیٰحدہ قربانی دے۔ اگر وسعت نہ ہو تو حاجی کو چاہیے کہ وہ اپنے وطن میں اہل وعیال کو پابند کرے کہ وہ بقرعید میں اس کی جانب سے قربانی دیں۔ اگر حاجی بہ نیت شکرانۂ حج قربانی نہ دے گا اور سنت ابراہیمی کی تکمیل کے لیے قربانی دے گا تو اس کا حج مقبول نہ ہوگا۔ کیا یہ درست ہے؟

---

(۱) الدر المختار ج:۵، ص:۱۶۶، کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، فصل فی القرض

(۲) کیا میت کی طرف سے قربانی دی جاسکتی ہے؟

(۳) کیا میت کو سرمہ لگانا درست ہے یا بوجہ زینت مکروہ تحریمی ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) حج تمتع اور قران کرنے والے پر قربانی واجب ہے مگر یہ وہ قربانی نہیں جو بقرعید میں ہوتی ہے بلکہ یہ شکرانۂ حج کی قربانی ہے، جو قارن اور متمتع پر واجب ہے اور مفرد پر مستحب ہے۔ بقرعید کی قربانی اگر وہ مسافر ہے تو واجب نہیں۔ اور اگر مسافر شرعی نہیں ہے تو واجب ہے۔ بشرطیکہ صاحب نصاب ہو۔ ردالمحتار میں ہے "**والذبح له افضل ويجب على القارن والمتمتع**"(۱) یعنی مفرد بالحج کے لیے ذبح کرنا افضل ہے اور قارن و متمتع پر واجب۔ لیکن اگر مسافر ہے تو قربانی واجب نہیں۔ اور اگر مقیم ہے تو مکی کی طرح واجب ہے۔ اسی ردالمحتار میں ہے "**اما الاضحية فان كان مسافرا فلا تجب عليه والا كالمَكّي فتجب**"(۲)

(۲) جی ہاں میت کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہے۔

(۳) بوجہ زینت ترک چاہیے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۳ رصفر المظفر ۱۳۹۲ھ

قربانی کی نیت سے خریدا ہوا چھوٹا جانور بیچنا کیسا؟

مسئلہ: از: خادم العلما حاجی عزیز احمد صاحب، خطیب مسجد سوداگران، مہوبا، ضلع ہمیر پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں:

میں نے ایک بکرا عمر صغیر اس نیت سے خریدا ہے کہ میں اس کی عیدالاضحیٰ میں قربانی کروں گا۔ اب وہ اس وقت چار پانچ ماہ کا ہے اور بقرعید کو کافی ایام ہیں، میں ضعیف العمر ہوں، چلنے پھرنے سے معذور ہوں، پتی لینے بہت دور جانا پڑتا ہے۔ کیا ایسی صورت میں اس بکرے کو فروخت کر کے ایام عید میں دوسرا بکرا انہیں داموں میں خرید کر کے قربانی کر سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر آپ صاحب نصاب ہیں تو اس کو فروخت کر کے دوسرے بکرے کی قربانی کر سکتے ہیں۔ اور اگر صاحب نصاب نہیں ہیں اور قربانی کی نیت سے بکرا خریدا ہے تو اب اسے فروخت نہیں کر سکتے، بلکہ اس معین بکرے کی قربانی واجب ہوگی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

---

(۱) ردالمحتار ج:۲، ص:۵۱۵، کتاب الاضحیہ

(۲) ایضاً

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۰ رصفر المظفر ۱۳۹۲ ھ

قربانی کس پر واجب ہے؟

مسئلہ: از: محمد عبداللہ خاں نگینہ مسجد تالاب محلہ ضلع ایوت محل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

زید اپنی زندگی میں قربانی کے موقع پر ایک بکرا اپنی طرف سے اور ایک بکرا اپنے والد مرحوم کی طرف سے قربانی کے لیے ذبح کرتا تھا۔ زید کے انتقال کے بعد اس کے چار لڑکے ایک ہی دوکان پر بیٹھتے ہیں اور یہ چاروں لڑکے عید الضحیٰ کے روز ایک بکرا اپنے باپ کی طرف سے اور ایک بکرا اپنے دادا کی طرف سے قربانی کرتے ہیں اپنی طرف سے کوئی نہیں کرتا۔ لہٰذا صحیح مسئلہ سے مطلع کیا جائے؟ جواب عام فہم سلیس اور افراط وتفریط سے پاک ہونا چاہیے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

ہر مسلمان آزاد بالغ مقیم صاحب نصاب پر اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔ لہٰذا اگر زید کے لڑکے صاحب نصاب ہیں تو ان کے ذمے واجب سے ساقط نہ ہوگا۔ اپنے اپنے نام سے قربانی نہ کرنے کی وجہ سے سب کے سب گنہگار ٹھہریں گے۔ اگرچہ میت کی طرف سے قربانی کرنے سے میت کو ثواب مل جائے گا۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور یکم رجمادی الاولیٰ ۹۲ ۱۳ ھ

قربانی کے بکرے کو خصی کرانا کیسا؟

مسئلہ: از: قاضی محمد عبدالحی پیش امام مسجد یوسفیہ، کپل و پوسٹ تعلقہ ضلع رائچور میسور اسٹیٹ جمادی الاولیٰ ۹۲ ۱۳ ھ

بخدمت شریف عالیجناب مفتی صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اگر کوئی شخص قربانی کے بکرے کو خصی کرائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

جائز ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۹ رجمادی الاولیٰ ۹۲ ۱۳ ھ

کتاب الحظروالاباحة

نس بندی کرانا ناجائز وحرام ہے

مسئلہ: از: احقر سید حسن علی عفی عنہ کارپریٹر ناگپور کارپوریشن وارڈ ۳۴ ربھاراپورہ ناگپور

(۱) کیا مسلمان مرد یا عورت کو یا دونوں کو زائد اولاد ہو جانے کی وجہ سے اپنے (اپنا) کروانا چاہیے یا نہیں؟

(۲) کیا مسلمان مرد یا عورت کو زائد اولاد سے بچنے کے لیے اور دوسرے ذرائع یا دوائیں استعمال کرنی چاہیے یا نہیں؟

(۳) اگر عورت کی صحت خراب ہو اور اسے خطرہ لاحق ہو تو ایسی حالت میں مجبوراً آپریشن کروایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۴) کیا مالی پریشانی سے مجبور ہو کر دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک (مرد یا عورت) آپریشن کرواسکتا ہے یا نہیں؟

(۵) اگر کسی شخص نے اپنا یا اپنی اہلیہ کا آپریشن کروالیا ہے تو ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

(۱، ۲، ۳) مسلمان مرد عورت کو کثرت اولاد کے سبب آپریشن کرانا شرعاً جائز نہیں بلکہ اشد حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ اب قدرے تفصیل سے اس کی خرابیاں پیش کی جاتی ہیں:

(الف) خالق کائنات نے انسان کے ہر دو اوصاف (مرد و عورت) میں علیٰحدہ علیٰحدہ ایسی صفتیں پیدا فرمائی ہیں جن سے ہر ایک میں جنسی میلان طبعی دوسرے کی طرف ہو۔ پھر یہ جنسی ملاپ صرف چند لمحے کی دنیاوی لذتوں کے لیے نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد رہتی دنیا تک انسانی نسل کی افزائش ہے جو اپنے خالق و مالک کی تسبیح و تقدیس کرتے رہیں۔ حدیث میں ہے: "**زوجوا بالودود الولود**"(۱) ایسی عورت سے نکاح کرو جو محبت کرنے والی اور بچے زیادہ زیادہ جننے والی ہو۔ ایسی صورت میں خالق کائنات کی بنائی ہوئی ساخت کو خواہ وہ آپریشن کے ذریعہ ہو یا یا رحم مادر کو نکال کر یا کسی اور دوا کے ذریعہ ساقط کر کے، خداوند عالم کے اس قانون کو بدلنا ہے، جس کو اس نے دنیا میں جاری فرمایا ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اس پر عمل در آمد دراصل شیطان کی پیروی ہے۔ جب شیطان راندۂ بارگاہ ہوا تھا، تو یہ کہہ کر آیا تھا "**وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰهِ**" (النساء:۱۱۹) میں اولاد آدم کو بتاؤں گا کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی چیز کو بدلتے رہیں۔ ہر منصف مزاج فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگا۔ کہ نس بندی تخلیق ربانی کو بدلنے کا دوسرا نام ہے۔

(ب) برتھ کنٹرول اور نس بندی کھلی ہوئی بے حیائی اور بے شرمی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ جن اعضا کا کھولنا ایک شریف آدمی کے لیے گوارا نہیں، انہیں دیکھا جائے اور چھوا جائے اور ٹٹولا جائے پھر کاٹا جائے یہ کتنی بے حیائی ہے۔ حالانکہ قرآن نے بے حیائی کو حرام قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے "**وَلَا تَقۡرَبُوا الۡفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ**" (الانعام:۱۵۱) بے حیائی کے قریب نہ جاؤ خواہ وہ چھپی ہو یا ظاہر۔

(ج) فیملی پلاننگ خدائے رزاق پر سے بے اعتمادی اور ایمان میں تزلزل پیدا کرنے کی بنیاد پر قائم ہے، لہٰذا یہ پلان اسلام پر ایک ضرب کاری کی حیثیت رکھتا ہے۔ اقتضائے الٰہی یہی ہے کہ مسلمان تنگیِ رزق، اندیشۂ فقر کی وجہ سے اس حرام فعل کا ارتکاب نہ کرے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے "**وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ مِّنۡ اِمۡلَاقٍ نَحۡنُ نَرۡزُقُكُمۡ وَاِيَّاهُمۡ**" (الاسراء:۳۱) اے لوگو! تم اپنی اولاد کو روزی کے خوف سے نہ قتل کرو، ہم تمہیں اور انہیں دونوں کو روزی دیتے ہیں۔ اندیشۂ معاش کی بنیاد پر نس بندی یا برتھ کنٹرول قتل اولاد کے حکم میں ہے۔ آیت مذکورہ بالا سے یہ بات واضح ہوگئی کہ فیملی پلاننگ جیسی اسکیم پر عمل کر کے کثرت اولاد کو تنگیِ رزق کا سبب قرار دینا جاہلانہ عقیدہ اور کھلا الحاد ہے۔ تمہیں کیا خبر جسے تم تنگیِ رزق کا سبب سمجھتے ہو وہی کثرتِ رزق کا سبب ہے۔ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "**التمسوا الرزق بالنكاح**"(۲) تلاش رزق نکاح کے ذریعہ کرو۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "**وابتغوا الغنى بالنكاح**"(۳) مالداری نکاح میں ڈھونڈو۔ سیدنا فاروق اعظم رضی

---

(۱) سنن ابی داؤد ج:۲،ص:۲۲۰، کتاب النکاح ، باب النهی عن تزويج من لم يلد من النساء

(۲) ردالمحتار ج:۲،ص:۵۱۵،کتاب الاضحیه

(۳) ایضاً

اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "وابتغوا الغناء فی البائۃ وتلا: ان یکونوا فقراء یغنیہم اللہ"(۱) خوش حالی نکاح میں ڈھونڈ و اور آیت تلاوت فرمائی: اگر وہ غریب ہوں تو اللہ انہیں مالدار بنادے گا۔ یہاں پر واضح رہے کہ نکاح سے مقصود کثرتِ اولاد ہی ہے۔ جب کہ اوپر حدیث بیان کی گئی کہ ایسی عورت سے نکاح کرو جو زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے دینے والی ہو۔ لہٰذا غذائی بحران کا بہانہ بنا کر فعل حرام کا ارتکاب کرنا اس نقطۂ نظر کے خلاف ہے۔ اسلامی نقطۂ نگاہ سے غذائی مسئلہ بندے کا کام نہیں بلکہ خدائے ذوالجلال کا کام ہے۔ ہمیں صرف معاش کی تلاش اور اس کے اسباب وذرائع فراہم کرنے کا حکم دیا ہے، لہٰذا قانون اسلامی کبھی اجازت نہیں دے گا کہ آپریشن کر کے ہمیشہ کے لیے اولاد سے محروم رکھا جائے۔

(۴) نہیں ہرگز نہیں بلکہ استقرار حمل کے ذرائع سے اجتناب کیے جاسکتے ہیں۔

(۵) سخت گنہگار اور فاسق ہوا صدق دل سے توبہ کرے اور خدا سے معافی مانگے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

دھنسی قبر پر مٹی ڈال کر اونچا کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: محمد خلیل احمد امام جامع مسجد امیکا پور، سرگوجہ، ایم۔ پی ۲۹/ذوقعدہ ۱۳۶۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں:

اگر کوئی پرانی قبر دھنس جائے اسے نئی مٹی ڈال کر اونچی کرنا تا کہ نشان باقی رہے کہاں تک درست ہے؟

الجواب بعون الملک الوہاب

درست ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

خودکشی کرنے والے کے لیے دعائے مغفرت کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: محمد خلیل احمد امام جامع مسجد امیکا پور، سرگوجہ، ایم۔ پی ۲۹/ذوقعدہ ۱۳۶۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں:

اگر کسی نے خودکشی کر لی تو قرآن خوانی وایصال ثواب وغیرہ اس کے حق میں مفید اور باعث ثواب ہوگا یا نہیں؟ اور یہ خودکشی

۱

کرنے والا بخشش کا مستحق ہے یا نہیں؟ توضیح فرمائی جائے۔ بینوا و توجروا۔ فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوهاب

اصح قول یہی ہے کہ ایسا شخص مستحق ایصال ثواب ہے اور خدا کے رحم و کرم سے یہی امید کی جاتی ہے کہ اس کی مغفرت ہو جائے۔

واللہ اعلم بالصواب و رسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

مسلمان و مسجد کی بے عزتی جائز نہیں

مسئلہ: از: متولی جامع مسجد کل میشر ۲۴ رجنوری ۱۹۷۳ء

بخدمت شریف جناب عالی مفتی صاحب قبلہ دار الافتاء جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بیچ کل میشر میونسپل چیف آفیسر جو کہ مسلم ہے۔ آپ نے تیرہ ایک اکھتر کو مسجد پر باقی ایجوکیشن ساڑھے بائیس روپئے وصول کرنے مسجد کے کمرے کے ہندو کرایہ دار کی دوکان یعنی ہندو مسلم ایکتا ختم کرنے اور جھگڑا پیدا کروانے کی نیت سے ضبطی بھیج کر بے عزتی کرائی اور جھگڑا دونوں میں پیدا کر دیا گیا۔ یہ مسلم ناطے جائز کام کیا شریعت مطہرہ سے ان پر کیا حکم ہے؟

(۲) اس مسلم میونسپل آفیسر نے تاریخ ۱۳،۱۷ کو ۷۱، ۷۲ کا ٹیکس اور ساڑھے بائیس روپیہ کل رقم وصول کرنے شہر میں اس پر بھی ضبطی نہ نکلوا کر صرف شرارت سے مسجد میں ضبطی بھیجی۔ کیا مسلم ناطے یہ کام جائز کیا؟ اس طرح کہ خانۂ خدا کے مکان کی توہین اور بے ادبی کروانے والے مسلم میونسپل چیف آفیسر پر شریعت سے کیا حکم ہے؟ جماعت کا ان کے ساتھ کیسے تعلقات ہونے چاہیے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

(۱) ہندو مسلم فساد کی کوشش کر کے مسلمانوں کو بے عزت یا پریشان کرنا نہایت قبیح اور مذموم حرکت ہے۔

(۲) مسجد اس لیے بنائی جاتی ہے کہ اس میں خدا کی عبادت کی جائے، کسی کی جاگیر نہیں کہ اسے ضبط کیا جائے یا ضبطی کا آرڈر لگایا جائے۔ قرآن پاک کا ارشاد گرامی ہے "**وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَ سَعٰى فِيْ خَرَابِهَا**"، (البقرۃ: ۱۱۴) اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں سے روکے کہ اس میں اللہ کا نام لیا جائے، اس کے ویران کرنے میں کوشش کرے۔ لہٰذا مسجد کو ضبط کرنا ناجائز و حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ مسلم کمشنر کو چاہیے کہ اپنی ان مذموم حرکتوں سے توبہ کرے۔

واللہ اعلم بالصواب و رسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

مسجد کی دیوار پر آیت قرآنی لکھنا کیسا؟

مسئلہ: از: محمد علی راجا پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں:

مسجد کے قبلہ (محراب) میں زمین سے ایک فٹ یا اس سے کچھ کم زیادہ فاصلہ پر قرآن شریف کی آیات وغیرہ لکھی جائیں تو وہاں پر امام نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں اور وہ نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر امام نے لکھی ہوئی آیت کے پڑھنے کا قصد کیا ہے تو نماز نہیں ہوگی۔ ورنہ ہو جائے گی۔ پھر یہ کہ مسجد کی دیوار پر یا محراب پر قرآن پاک کا لکھنا جب کہ اس کے گرنے کا احتمال ہو تو مستحسن نہیں۔ عالمگیری میں ہے "ولیس بمستحسن کتابة القرآن علی المحاریب والجدران لما یخاف من سقوط الکتابة وان توطأ" (۱) ہاں اگر گرنے کا احتمال نہ ہو تو پھر بھی اتنے نیچے حصے پر لکھنا مکروہ ہے جتنے حصے پر عموماً نماز میں نظر جاتی ہے۔ اور اگر اوپر کو لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

مسجد کے باہر حصے میں کھانا پکانا کیسا؟

مسئلہ: از: محمد علی راجا پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں:

قبرستان کے اندر مسجد میں ایک آدمی اذان دینے اور صاف صفائی کرنے کے لیے رکھا ہوا ہے اور وہ مدراس کا ہونے کی وجہ سے اس کے رہنے سہنے اور کھانے پینے کے لیے کوئی دوسری جگہ نہیں ہے، ایسی حالت میں وہ مسجد کے باہر حصہ میں جہاں پر میلاد شریف وغیرہ پڑھا جاتا ہے وہاں پر اگر وہ پکائے اور سوئے تو کیا جائز ہے؟ نیز قبرستان میں اسی جگہ مچھلی اور گوشت پکائے تو کیا حکم ہے؟ اور دوسرے لوگوں کو اپنی طرف سے چائے وغیرہ دے تو پینا کیسا ہے؟ اگر اس کو رہنے سہنے، کھانے پینے سے منع کیا جائے تو اس کو دقت ہوگی اور مسجد کو بند رکھنا پڑے گا اس لیے کہ چوری ہونے کا ڈر رہتا ہے۔

براہ کرم یہ تحریر فرمائیں کہ مندرجہ بالا اُمور جائز ہیں یا نہیں وہ شخص جہاں پر سوتا ہے اور پکا کر کھاتا ہے اس جگہ کی مثال مندرجہ ذیل نقشہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

---

(۱) الفتاوی الھندیہ ج:۱، ص:۱۰۹، کتاب الصلاة،الفصل الثانی فی ما یکرہ فی الصلاة وما لا یکرہ

اگر وہ جگہ خارج مسجد ہے تو پکا سکتا ہے اور اگر داخل مسجد ہے تو مسجد میں غیر معتکف وغیر مسافر کو کھانا پینا سونا سب ناجائز ہے، بلکہ مسافر کے بارے میں فقہا کا اختلاف ہے۔ اس لیے احتیاط یہ ہے کہ مسافر بھی اعتکاف کی نیت سے رہے۔ اگر گوشت یا مچھلی میں بدبو نہیں ہے تو پکانے میں حرج نہیں ہے۔ وہاں چائے وغیرہ بھی پی جاسکتی ہے۔ قبرستان میں کھانا اور پکانا دونوں مکروہ تنزیہی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

نکاح خوانی کے نذرانے کا حق دار کون؟

مسئلہ: از: محمد عبد اللہ خاں نگینہ مسجد ادن ضلع ایوت محل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

نگینہ مسجد ''ادن'' میں گزشتہ ابتدائی زمانے میں ایک امام صاحب تھے اور اتفاق ان کو ایک مؤذن بھی اچھا خدمت گزار مل گیا تھا جو کہ مسجد کی خدمت جان ودل سے کرتا تھا، نیز امام صاحب کی خدمت بھی بہت کرتا تھا امام صاحب نکاح پڑھانے جاتے تھے نکاح پڑھانے میں دولہا دلہن دونوں کی طرف سے امام صاحب کو ملتا تھا ان امام صاحب نے ان کی خدمت گاری کی وجہ سے دلہن کی طرف کا اپنا حصہ مؤذن کو دے دیا اور کہہ دیا کہ دلہن کی طرف سے جو ملے وہ تو لے لیا کر، اب یہ سلسلہ قائم ہو گیا۔ امام بدلتے رہے اور مؤذن بھی بدلتے رہے۔ حتیٰ کہ امام عبد اللہ خاں صاحب کے وقت میں بھی یہی دستور رہا، مگر جو خدمت کہ پہلا مؤذن کر گیا وہ خدمت ومحنت کسی مؤذن نے نہیں کیا۔ حالاں کہ امام عبد اللہ خاں صاحب کے زمانے میں موجودہ مؤذن امام صاحب کی خدمت تو بعد میں کرے گا پہلے تو مسجد کی خدمت ہی پوری نہیں ہوتی، اس کے ہر کام میں کچھ نہ کچھ نقص رہتا ہے۔ ایک دفعہ امام عبد اللہ خاں صاحب نے سمجھانے کے طور پر کچھ بولا تو ایک دم سے مؤذن گرم ہو کر بولا کہ تم جھوٹ بولتے ہو میرا سب کام برابر رہتا ہے تمہارے دل میں میری طرف کپٹ ہے۔ بات رفع دفع ہو گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر کچھ ایسا اتفاق ہو جاتا ہے کہ امام عبد اللہ خاں پھر سمجھانے کے طور پر کچھ بولتے ہیں تو پھر پہلے کی طرح کڑک کر جواب دیتا ہے تو امام صاحب نے کہا کہ تم ناراض کیوں ہوتے ہو، میں تو سمجھانے کے طور پر کہہ رہا ہوں، تو مؤذن کہتا ہے: پس جاؤ رہنے دو بڑے سمجھانے والے آئے ہو، ہمیشہ جلتے رہتے ہو۔ ان دو دفعہ کے واقعات سے امام عبد اللہ خاں کا بھی دل اس مؤذن سے ہٹ گیا۔ جو کچھ نکاح خوانی کے موقع پر مؤذن کو دیا جاتا تھا وہ دینا بند کر دیا۔ اب تو مؤذن بہت چراغ پا ہوا کہ میرا حق نہیں دیتے۔ کہیں کسی سے کہتا ہے کہ تم لو، تو کسی نے امام کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا۔ صرف دریافت طلب یہ امر ہے کہ نکاح پڑھانے والوں کو جو کچھ بھی دولہا اور دلہن کی طرف سے ملتا ہے اس میں کسی دوسرے کا حق بھی ثابت ہے یا نہیں؟ نکاح پڑھانے والا اپنی خوشی سے دیدے تو الگ بات ہے یا جیسے پہلے امام مؤذن کے بعد جو بھی آیا تو متولی نے یہ ایک قاعدہ بنا دیا کہ دولہا کی طرف کا امام لے اور دلہن کی طرف کا مؤذن لے۔ متولی کو اس میں کوئی قاعدہ بنانے کا حق ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

نکاح خوانی کا نذرانہ نکاح خواں کا حق ہے۔ نہ اس میں مؤذن کا حق ہے، نہ اس میں متولی کو اختیار ہے کہ اس میں سے کچھ حصہ مؤذن کے لیے مقرر کرے۔ ہاں اگر نکاح خواں اپنی خوشی سے کچھ دیدے تو لینے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

بلا وجہ کسی فتوے کو غلط سلط کہنا حرام ہے

مسئلہ: از: محمد نعیم، مقام انصار نگر، ناگپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ آج کل کے مفتیان غلط سلط، اوٹ پٹانگ فتوے دیا کرتے ہیں۔ ایسے شخص کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرما کر اجر عظیم حاصل کریں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر واقعی کسی مفتی نے غلط فتوی دیا ہے اور فتوے کا غلط ہونا ثابت بھی ہو گیا ہے تو ایسے مفتی کے لیے یہ کہنا کہ وہ غلط سلط فتوی دیتا ہے صحیح ہے۔ اور اگر وہ مفتی متدین ہے اور فتوی بھی صحیح ہے تو بلا وجہ ایسے مفتی کے فتوے کو اٹا نگ پٹا نگ کہنا حرام اشد حرام اور گناہِ کبیرہ بلکہ کفر ہے۔ کیونکہ اس میں قانون اسلامی کی توہین ہے جو کفر ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے "**رجل عرض علیہ خصمہ فتوی الائمۃ فردھا وقال چہ بار نامۂ فتوی آوردۂ قیل یکفر لانہ رد حکم الشرع و کذا لو لم یقل شیئاً لکن القی الفتوی علی الارض وقال ایں چہ شرع است کفر**"(۱) یعنی کسی کے سامنے کسی نے ائمہ کا فتویٰ پیش کیا، اس نے انہیں یہ کہتے ہوئے رد کر دیا کہ یہ کیا فتوی کا بوجھ لایا ہے تو کہا گیا ہے کہ کفر ہے اس لیے کہ اس میں شریعت کے حکم کا رد کرنا ہے یوں ہی زبان سے کچھ نہ بولا اور زمین پر فتوی ڈال دیا اور کہا کہ یہ کیا شرع ہے کفر ہے۔ اسی طرح علمائے ربانیین کی توہین بھی کفر ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے "**من قال لعالم عویلم او العلوی او علیوی او بصیغۃ التصغیر ۔۔۔۔ لتحقیر قاصداً بہ الاستخفاف کفر**"(۲) یعنی اگر کسی عالم دین کو کسی جاہل نے حقارت سے عویلم کہا تو کفر ہو جائے گا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح فتوی کو اٹا نگ پٹا نگ غلط سلط کہنا یا عالم ربانی کی توہین کرنا کفر ہے۔ شخص مذکور پر ضروری ہے کہ توبہ کرے اور تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہے تو تجدید نکاح بھی کرے۔ عالمگیری میں ہے "**ما کان فی کونہ کفراً اختلاف فانہ قائلہ یومر بتجدید النکاح وبالتوبۃ والرجوع عن ذلک بطریق الاحتیاط**"(۳)

---

(۱) الفتاوی الهندیه ج:۲، ص:۲۸۲، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین
(۲)
(۳) الفتاوی الهندیه ج:۲، ص:۳۸۳، کتاب السیر، الباب التاسع فصل فی احکام المرتدین

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

السلام علیکم میں لفظ سلام کے حرف میم پر پیش یا زبر؟

مسئلہ: از: شیخ عبداللہ اشرفی نائب صدر انجمن اسلامیہ، اکولہ

محترمی حضرت مفتی صاحب السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں کہ ''السلام علیکم'' میں لفظ سلام کے میم (م) کو پیش پڑھا جائے گا یا زبر؟ اگر کسی نے پیش کے ساتھ سلام کیا تو جواب دینا ضروری ہے یا منع ہے؟ ہمارے علاقہ میں ایک مشہور عالم دین گزرے ہیں جن کا اسم گرامی حضرت علامہ مقبول احمد شاہ قادری ہے، مزار مبارک ہانگل ضلع دھارواڑ میں ہے۔ حضرت کی زندگی میں وہاں سے ایک رسالہ بنام ''الرشاد'' شائع ہوتا تھا۔ حضرت اس رسالہ کے نگراں تھے۔ نیز حضرت کی طرف سے جتنے مضامین شائع ہوتے تھے وہ حضرت کے حکم پر دوسرے محررین تحریر کیا کرتے تھے۔ الرشاد کے جلد نمبر: ا، شمارہ: اا میں ایک مسئلہ درج ہے کہ السلام علیکم میں لفظ سلام کو زبر پڑھا جائے گا۔ اگر کسی نے پیش یا جزم سے سلام کیا تو درست نہیں اور نہ ہی اس کو جواب دینا ضروری ہے۔ حوالہ کے لیے درمختار اور حلبی کا نام درج ہے۔ برائے کرم اس مسئلہ کا تفصیلی جواب قرآن وحدیث اور کتب فقہ وکتب نحو کی روشنی میں عنایت فرمائیں کیوں کہ یہاں اس سلسلے میں سخت اختلاف ہے۔ والسلام

الجواب بعون الملک الوھاب

السلام علیکم میں میم اول مضموم (پیش) ہے۔ مفتوح (زبر) یا مجزوم (ساکن) نہیں ہے۔ فن نحو کی مشہور ومعروف کتاب شرح جامی میں ہے ''**ومثل قولك سلام عليك لتخصيصه بالنسبة الى المتكلم اذ اصله سلمت سلاما عليك فحذف الفعل وعدل الى الرفع لقصد الدوام والاستمرار**''(۱) سلام علیک میں تخصیص اس حیثیت سے ہے کہ اس کی نسبت متکلم کی جانب ہے اس لیے کہ اس کی اصل ''**سلمت سلاما عليك**'' تھی تو فعل کو حذف کردیا گیا اور سلاما کو دوام واستمرار کے قصد سے رفع کی طرف معدول کیا۔ حاشیہ عبدالغفور میں ہے ''**وقوله عدل الى الرفع لقصد الدوام لان النصب يدل على الفعل والفعل على الحدث**''۔ شارح کا قول ''**عدل الى الرفع لقصد الدوام**''(۲) اس لیے ہے کہ نصب فعل پر دلالت کرتا ہے اور فعل حدث پر۔ ان عبارت مذکورہ بالا سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ سلام علیک کو جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ کی طرف اس لیے عدول کیا گیا ہے، تاکہ اس کی دلالت دوام واستمرار پر ہو اور جب ثابت ہوگیا کہ السلام علیکم جملہ اسمیہ ہے تو معمولی نحو سے واقفیت رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ جملہ اسمیہ کا جزو اول مبتدا ہوتا ہے اور مبتدا مرفوع ہوتا ہے۔ لفظ السلام

---

(۱) شرح الجامی ص:۱۵۷

(۲)

مفرد منصرف صحیح ہے جس کا اعراب حالت رفع میں ضمہ ہوگا لہٰذا مدعیٰ ثابت ہوگیا کہ السلام علیکم میں میم اول کو پیش ہی پڑھا جائے گا نہ کہ زبر و ساکن۔

رہا سوال حضرت علامہ علیہ الرحمہ کے رسالہ کا حوالہ تو میرے خیال میں یا تو کتابت کی غلطی ہوگئی ہے یا پھر تسامح ہوگیا ہے۔ حلبی تو یہاں نہیں البتہ درمختار ہے، جس کی عبارت یوں ہے "**ولا یجب رد سلام علیکم بجزم المیم**" حاشیہ ابن عابدین المعروف بردالمحتار میں ہے "**قوله بجزم المیم الاولیٰ بسکون المیم**" یعنی اگر کسی نے سلام علیکم کہا (پہلے میم کو جزم یعنی ساکن کرکے) تو جواب دینا واجب نہیں۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں "**وکان عدم الوجوب لمخالفة السنة التی جاءت بالترکیب العربی**"(۱) گویا عدم وجوب کی وجہ اس سنت کی مخالفت ہے جو ترکیب عربی میں واقع ہوئی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ فقیر بے علم کے نزدیک السلام علیکم میں میم اوّل کو پیش ہی پڑھا جائے گا، زبر یا ساکن پڑھے جانے کی کوئی وجہ نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۵ / ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

غیر عالم کو تقریر کرنے کا حق نہیں

مسئلہ: از: عبدالقیوم خاں رضوی، کوربا ۲۱/ اپریل ۷۳ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں:

زید برابر اردو لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتا ہے اور نہ وہ کسی ادارہ سے فارغ ہے، ایسی صورت میں کیا زید کو تقریر کرنے یا دینی مسائل پر بحث مباحثہ کرنے یا مسئلہ بتانے کا حق حاصل ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

تقریر کرنا یا دینی بحث و مباحثہ کرنا مولانا کا کام ہے۔ لہٰذا زید کو نہ تقریر کرنے کا حق ہے نہ دینی مسائل میں بحث و مباحثہ کی اجازت ہے۔ ہاں اسے اتنی اجازت ہے کہ علمائے اہلِ سنت کی لکھی ہوئی کتابوں کو پڑھ کر سنائے یا کسی معتمد عالم کے بتائے ہوئے مسئلہ کو عوام کے سامنے پیش کرے۔ مگر اپنی طرف سے رائے دینے کی اجازت ہرگز نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۵ / ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

علما کا ادب و احترام ضروری ہے

---

(۱) رد المحتار ج:۶، ص:۴۱۵، کتاب الحظر والاباحة، باب فی البیع

مسئلہ: از: عبدالقیوم خاں رضوی، کوربا ۲۱/ اپریل ۷۳ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں:

زید اپنے کو سنّی اور عاشق رسول کہتا ہے اور علمائے دین کا شیدائی بھی بتاتا ہے، لیکن جب کسی عالم دین کا نام لیتا ہے تو بڑے بے ادبی سے لیتا ہے، مثلاً حضرت برہان الحق مدظلہ العالی کا نام لیتا ہے تو کہتا ہے برہان میاں، لہٰذا جس کے قول وفعل میں تضاد پایا جائے یعنی کہے کچھ اور کرے کچھ تو ایسے فرد کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

علما کے نام ادب واحترام کے ساتھ لینا چاہیے کیوں کہ علما نائبین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۵/ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

غیر فاسق کو فاسق کو کہنا فسق ہے

مسئلہ: از: عبدالقیوم خاں رضوی، کوربا ۲۱/ اپریل ۷۳ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں:

زید ایک سنی مسلمان کو فاسق کہتا ہے جب کہ وہ شخص شریعت کے مطابق داڑھی بھی رکھا ہے اور حتی المقدور شریعت مطہرہ پر عمل کا کوشاں رہتا ہے، انجانے میں کوئی غلطی ہو تو اور بات ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صحیح بخاری شریف کی حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا جو شخص دوسرے کو فسق وکفر کی تہمت لگائے اور وہ ایسا نہ ہو تو اس کہنے والے پر لوٹتا ہے(۱)۔ لہٰذا غیر فاسق کو فاسق کہنا فسق ہے زید کو اپنی اس غلطی سے توبہ کر کے شخص مذکور سے معافی مانگنی چاہیے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۵/ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

عورتوں کو مسجد میں جانا منع ہے

مسئلہ: از: محمد ادریس خاں اشرفی، واہل پورے فیض

---

(۱) الصحیح للبخاری ج:۸، ص:۱۵، باب ما ینھی من السباب و اللعن

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ پر کہ:

اس زمانے میں عورت خواہ بوڑھی ہو یا جوان، خواہ شادی شدہ ہو یا بیوہ مسجد میں جا کر نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

مطلقاً عورتیں مسجد میں جانے سے روکی جائیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

مروّجہ تعزیہ داری حرام ہے

مسئلہ: از: نیازمند محمد یونس، مقام: بلاسپور

عالی مقام قبلہ مولانا صاحب دام اقبالہ مفتی اعظم مہاراشٹرا ناگپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بابت تعزیہ داری، سواری، ماتم اور شیر وغیرہ بنانے کے ماہ محرم میں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

تعزیہ مروجہ، سواری، ماتم اور شیر وغیرہ بنانا ناجائز وحرام اور بدترین گناہ ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۵ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

سہرا باندھنا، مہندی اور ہلدی لگانا کیسا؟

مسئلہ: از: نیازمند محمد یونس، مقام: بلاسپور

عالی مقام قبلہ مولانا صاحب دام اقبالہ مفتی اعظم مہاراشٹرا ناگپور

سہرا باندھنا، مہندی لگانا، ہلدی لگانا اور باجہ بارات کے ہمراہ لے جانا جائز ہے یا نہیں؟ یہ سوال دونوں لڑکے اور لڑکی کے لیے ہے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

خالص پھولوں کا سہرا جائزہ ہے۔ مہندی عورتوں کو لگانا جائز ہے مرد کو حرام۔ ہلدی میں اگر کوئی ناجائز اشیاء نہیں ملی ہیں تو جائز ہے۔ باجہ خواہ بارات میں ہو یا اس کے علاوہ بہر حال ناجائز ہے۔ **لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام: "کل لھو المؤمن باطل الا ثلاثا"**، (۱) علامہ شامی علیہ الرحمہ آلات لہو کو ممنوع قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "**لانھا زی الکفار واستماع**

(۱) نوادر الاصول ج: ۴، ص: ۲۵۳

ضرب الدف والمزمار وغیر ذلك حرام وان سمع بغتة یکون معذورا ویجب ان یجتهد ان لا یسمع"(۱)
اس لیے کہ یہ سب کے سب کفار کے شعار ہیں۔اور دف اور بانسری یا اس کے علاوہ کا سننا حرام ہے۔اور اگر غیر اختیاری طور پر سن لیا تو معذور ہے لیکن یہ کوشش کرنا واجب ہے کہ نہ سنے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۵؍ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

مزارات پر عورتوں کی حاضری

مسئلہ: از: نیازمند محمد یونس، مقام: بلاسپور

عالی مقام قبلہ مولانا صاحب دام اقبالہ مفتی اعظم مہاراشٹر ناگپور

بزرگوں کے مزارات پر حاضر ہوکر قدم بوسی کرنے، عرس میں مستورات کا حاضری دینا، عرس میں لاؤڈ اسپیکر پر قوالی وغیرہ کروانا اور بخور نیاز چراغی وغیرہ چڑھانا کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

مزاراتِ اولیاء کو بالخصوص عوام کے سامنے بوسہ نہ دیا جائے۔عرس میں عورتوں کا مزارات پہ جانا روا نہیں۔آج کل مروجہ قوالیاں جس میں فساق وفجار کا مجمع رہتا ہے ناجائز وحرام ہے۔نیاز ایصال ثواب کا نام ہے۔خدام کو چراغی کے نام پر کچھ دے کر مدد کرنا ثواب ہے۔اور اس ثواب کا ایصال بزرگ کے نام ہوسکتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۵؍ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

بزرگوں کے ہاتھ چومنا جائز ہے

مسئلہ: از: نیازمند محمد یونس، مقام: بلاسپور

عالی مقام قبلہ مولانا صاحب دام اقبالہ مفتی اعظم مہاراشٹر ناگپور

کیا بزرگوں کا دست مبارک بوقت مصافحہ چوم سکتے ہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

بزرگوں کے دست مبارک کو بوسہ دینا جائز ہے۔تنویر الابصار ودر مختار میں ہے "ولا باس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرك"(۲) یعنی کسی عالم یا پرہیزگار کے ہاتھ تبرکاً کو بوسہ دینے میں حرج نہیں۔

---

(۱) ردالمحتار ل:۶، ص:۳۹۵، کتاب الحظر والاباحة
(۲) الدر المختار ج:۶، ص:۲۵۸، کتاب الحظر والاباحة

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۵ر ربیع الاول ۹۳ ۱۳ھ

لڑکا پیدا ہو یا لڑکی دونوں کے کان میں اذان مستحب ہے

مسئلہ: از: شاکر علی، حال مقام کیتھون کوٹہ راجستھان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

لڑکی پیدا ہونے پر بھی اس کے کان میں اذان واقامت دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

لڑکا پیدا ہو یا لڑکی دونوں کے کانوں میں اذان واقامت کہنا مستحب ہے۔فتاویٰ شامی میں ہے "**فیندب للمولود**"[1] یعنی مولود کے لیے اذان مستحب ہے۔ مولود کا اطلاق مذکر ومؤنث دونوں پر ہوتا ہے۔ **کما لا یخفیٰ علی من لہ العلم باللغة العربیة**۔ نیز اذان کی غرض شیاطین کے تسلط سے بچوں کو محفوظ رکھنا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۴ر ربیع الثانی ۹۳ ۱۳ھ

قبرستان کے تکلیف دہ درخت کو کاٹنا کیسا؟

مسئلہ: از: سید محمد اقبال عبدالرزاق میاں، ناگانی گونڈلوی از مالیامیانا ۲۳رمئی ۱۹۷۳ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

(۳) کسی قبرستان میں نیلے درخت کانٹے دار ہوں اور لوگوں کے چلنے میں کانٹوں کے سبب تکلیف ہوتی ہو تو ان نیلے درختوں کو بالکل کاٹ کر وہاں پر نیم یا دوسرے اچھے درخت اگانا شریعت کی رو سے جائز ہے یا ناجائز؟ کانٹے دار نیلے درختوں کو قبرستان سے کاٹ کر نیست ونابود کرنا جائز ہے یا نہیں؟ پھر ان درختوں کو بیچ کر ان کی رقم کو قبرستان کے کاموں میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تفصیلاً جواب تحریر فرما کر ہمیں شکریہ کا موقع دیں۔ بینوا وتوجروا

الجواب بعون الملک الوھاب

(۳) ایسے کانٹے دار درخت کو کاٹ سکتے ہیں۔ شرعاً کوئی قباحت نہیں پھر اس درخت کو بیچ کر اس کی رقم قبرستان ہی میں صرف کی جائے۔

---

(۱) رد المحتار ج:۱، ص:۳۸۵، کتاب الصلاۃ، باب الاذان

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

جس محفل میں پابند شرع اور فاسق دونوں ہی ہوں اس مجلس میں سلام کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: حاجی خلیل احمد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

اگر کسی جگہ چار یا زیادہ آدمی مسلمان بیٹھے ہیں ان میں کچھ نمازی اور شرع کے پابند اور کچھ بے نمازی اور داڑھی منڈے بیٹھے ہیں اس حالت میں آنے والے کو سلام کرنا چاہیے یا نہیں؟ کیا مذکورہ اشخاص مشرک اور فاسق کہلائیں گے۔ ان اشخاص کو مشرک اور فاسق کہنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟ تفصیل سے جواب دے کر مشکور وممنون فرمائیں۔ فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوھاب

جس محفل میں کچھ لوگ پابند شرع اور کچھ لوگ بے نمازی داڑھی منڈے بیٹھے ہوں وہاں آنے والے کو سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ صرف فاسق معلن کو سلام کرنے میں سبقت کرنا مکروہ ہے "**ویکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا والا لا**"، یعنی فاسق معلن کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر فاسق معلن نہیں ہے تو مکروہ نہیں۔ رد المحتار میں "**ولو معلنا**"، کی شرح میں یوں ارشاد ہے "**ولا علی الفاسق المعلن**"،(۱) فاسق معلن کو سلام نہ کرے۔ بے نمازی اور داڑھی منڈے فاسق معلن ہیں مشرک نہیں۔ فاسق مسلمان ہے مگر مشرک مسلمان نہیں۔ فاسقِ معلن کو بطور ایذا رسانی مشرک کہنا حرام اور عقیدتاً مشرک کہنا کفر ہے۔ عقیدتاً مشرک کہنے والے پر توبہ وتجدید ایمان ضروری ہے۔ اور اگر عقیدتاً نہ کہا جب توبہ کرے اور معافی مانگے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

اولیاء اللہ کی طرف منسوب جانور حلال وطیب ہے جب کہ وقت ذبح اللہ کا نام لیا گیا ہو

مسئلہ: از: عبدالشکور، شکور واچ میکر پاکور ضلع منتال پرگنہ بہار

جناب مکرمی ومعظمی مفتی اعظم عبدالرشید خاں صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کسی حلال جانور کو اولیاء کرام کے مزار پر فاتحہ کے لیے شیرینی یا پھول استعمال کرنا حلال ہے یا حرام؟

الجواب بعون الملک الوھاب

---

(۱) رد المحتار ج:۶، ص:۴۱۵، کتاب الحظر و الاباحۃ

سوال کے جواب سے پیشتر بطور تمہید یہ بات ذہن نشیں کر لینی چاہیے کہ بعض لوگ فاتحہ وغیرہ دلانے کے پابند ہیں وہ کچھ عرصہ پہلے بکرا یا مرغا وغیرہ خرید کر فربہ کرتے ہیں۔ تاریخ فاتحہ پر ان کو خدا کے نام پر (بسم اللہ اللہ اکبر) کہہ کر ذبح کر کے کھانا پکا کر فاتحہ کرتے ہیں اور وہ کھانا مزار شریف پر یا گھر پر فقراء وغیرہ کو کھلا کر اس کا ایصال ثواب بزرگوں کی ارواح کو کرتے ہیں، چونکہ وہ جانور اس نیت سے پالا گیا ہے اس لیے اس کو بزرگ کی طرف نسبت کر دیتے ہیں یہ شرعاً حلال ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ولیمہ کا جانور۔ اتنی سی تمہید کے بعد جواب ملاحظہ فرمائیے۔

جس حلال جانور کو مسلمان نے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا وہ حلال ہے ہاں اگر مسلمان بسم اللہ چھوڑ دے یا خدا کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کرے مثلاً بجائے بسم اللہ اللہ اکبر کے کہہ دے یا غوث، وہ جانور البتہ حرام ہو جائے گا، کیوں کہ ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا۔ یہ واضح رہے کہ حلت وحرمت میں ذبح کرنے کا اعتبار ہے نہ مالک کا۔ اسی طرح ذبح کے وقت نام لینے کا اعتبار ہے نہ آگے پیچھے کا۔ زندگی میں جانور بت کے نام تھا مگر ذبح کے وقت خدا کا نام لے کر ذبح کیا وہ جانور حلال ہے۔ اور قربانی کا جانور تھا ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا وہ حرام ہے۔ اسی کو قرآن پاک نے فرمایا "وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ" (البقرة: ۱۷۳) وہ جانور بھی حرام ہے جو کہ غیر خدا کے نام سے پکارا گیا۔ یہاں پکارنے سے ذبح کے وقت پکارنا ہے۔ چناں چہ تفسیر بیضاوی میں اسی آیت کے ماتحت ہے "ای رفع الصوت لغیر الله به كقولهم بسم اللات والعزىٰ عند ذبحه"(۱) یعنی اس جانور پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو جیسا کہ کفار ذبح کے وقت کہتے تھے بسم اللات والعزیٰ۔ تفسیر خازن میں اسی آیت کے تحت ہے "ما ذكر على ذبحه غير اسم الله وذلك ان العرب فى الجاهلية كانوا يذكرون اسماء اصنامهم عند الذبح فحرم الله ذلك بهذه الآية ولقوله لا تأكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه"(۲) یعنی وہ جانور حرام ہے جس کے ذبح پر غیر خدا کا نام لیا گیا ہو اور یہ اس لیے ہے کہ اہل عرب زمانۂ جاہلیت میں ذبح کے وقت بتوں کا نام لیتے تھے۔ پس خدائے تعالیٰ نے اس کو اس آیت سے اور آیت "لا تأكلوا" سے حرام فرما دیا۔ ورنہ اگر بتوں کے نام کا پلا ہوا جانور مسلمان نے خدا کے نام پر ذبح کر دیا تو حلال ہے۔ فتاویٰ عالمگیری باب الذبح میں ہے "مسلم ذبح شاة المجوسى لبيت نارهم او لكافر لآلهتهم تؤكل لانه سمى الله ويكره للمسلم"(۳) مسلمان نے مجوسی کی وہ بکری جو ان کے آتش کدہ کے لیے یا کافر کی ان کے بتوں کے لیے تھی، ذبح کی، حلال ہے۔ کیوں کہ اس مسلمان نے اللہ کا نام لیا ہے۔ مگر یہ کام مسلمان کے لیے مکروہ ہے۔ ان تفاسیر وفقہ سے صاف واضح ہو گیا کہ جو جانور خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو وہ حلال ہے۔ اگر چہ کسی بزرگ کی طرف منسوب ہو۔ تفسیراتِ احمدیہ میں اسی آیت "ما اهل لغير الله" کے تحت ہے "ومن هٰهنا علم ان البقرة المنذورة للاولياء كما هو الرسم فى زماننا حلال طيب لانه لم يذكر اسم غير الله عليها وقت الذبح وان كانوا ينذرونها

---

(۱) تفسیر البیضاوی ج:۲، ص:۱۱۴، المائدة:۳

(۲) تفسیر الخازن ج:۲، ص:۷، المائدة:۳

(۳) الفتاوی الھندیہ ج:۵، ص:۲۸۶، کتاب الذبائح، الباب الاول فی حکم الذبح

له،، (۱) اس سے معلوم ہوا کہ جس گائے کی اولیاء اللہ کے لیے نذر مانی گئی جیسا کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے یہ حلال طیب ہے کیوں کہ اس پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام نہیں لیا گیا اگر چہ اس گائے کی نذر مانتے ہیں۔ عارف حق حضرت ملاّ جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ استاذ سلطان اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ جو استاد حرمین ہیں، جنہیں علمائے دیو بند بھی مانتے ہیں۔ اپنی کتاب تفسیراتِ احمدیہ میں واضح فرمادیا کہ اولیاء اللہ کے نام کا جانور حلال وطیب ہے۔ شیرینی پر بھی فاتحہ دینا جائز ہے کیوں کہ اس سے ایصالِ ثواب مقصود ہے۔ اسی طرح مزارات پر پھول ڈالنا بھی جائز و مستحسن ہے اس کے جواز کا ثبوت احادیث سے ملتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

سلام وقیام کا حکم

مسئلہ: از: خادم ایس ایم حافظ طالب الدین بنارسی، مقام ڈومن ہل پوسٹ سوناونی ضلع سرگوجہ

مکرمی جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جو دیو بندی طور طریقے والے حضرات ہیں وہ سلام قیام نہیں کرتے اور ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ حدیث قرآن میں کوئی اس کو ثابت کرے یہ مسئلہ کہاں تک صحیح اور کس حد تک غلط ہے؟ صحیح حدیث سے مطلع فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

ارشاد ربانی ہے ''اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا'' (الاحزاب:۵۶) بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، اے ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب خوب سلام کرو۔ ''**صلوا وسلموا**،، دونوں امر کے صیغے ہیں جو مطلق ہیں کسی قید سے مقید نہیں اور مطلق اسے کہتے ہیں کہ اس افراد میں سے جس فرد پر عمل کیا جائے مأمور بہ بن کر ادا ہو جائے جیسا کہ اُصولِ فقہ کی کتابوں میں موجود ہے، پس درود وسلام وہ مامور بہ ہے جسے کھڑے ہو کر پڑھا جائے یا بیٹھ کر، بہر طور مامور بہ بن کر ادا ہو جائے گا۔ دیو بندیوں کے دادا پیر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں: ''میں سال میں ایک دفعہ محفل مولود شریف کرتا ہوں اور آخر میں کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پڑھتا ہوں۔ جس سے مجھے روحانی لذت محسوس ہوتی ہے''۔ دادا پیر جس میں روحانی لذت محسوس کریں، مرید لوگ اسی کو شرک و بدعت کہتے ہیں۔ دیو بندیوں کا یہ کہنا کہ اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں، قرآن وحدیث سے لاعلمی کا پتہ چلتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

---

(۱) التفسیرات الاحمدیہ ص:۳٦

کیا مزار پر چادر چڑھانا اور منت مانگنا شرک ہے؟

مسئلہ: از: خادم ایس ایم حافظ طالب الدین بنارسی، مقام ڈومن ہل پوسٹ سوناونی ضلع سرگوجہ

مکرمی جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزار شریف پر قوالی یا چادر وغیرہ چڑھانا یا مزار کے سامنے کھڑے ہو کر منت مانگنا جائز ہے یا ناجائز؟ دیوبندی حضرات کا کہنا ہے کہ یہ سب شرک ہے کیا واقعی شرک ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

مروجہ قوالیاں جس میں عام طور پر فساق وفجار جمع ہوتے ہیں یہ بالاتفاق ناجائز ہے لیکن جو قوالیاں شرائط کے ساتھ ہوں ان میں بھی علما کا اختلاف ہے۔ اصح قول یہ ہے "**لاھلہ حلال ولغیرہ حرام**"۔ صالحین اور اولیاء اللہ کے مزارات پر اس نیت سے چادر چڑھانا کہ عوام کی نظر میں ان کی تعظیم مقصود ہو صاحب قبر کو حقیر نہ سمجھیں اور فاعلین وزائرین کو خشوع خضوع حاصل ہو اور ادب بجالائیں تو جائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے "**انما الاعمال بالنیات**"۔(۱) عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔ فتاویٰ شامی میں ہے "کرہ بعض الفقھا وضع الستور والعمائم والثیاب علی قبور الصالحین والاولیاء ثم قال فی فتاویٰ الحجۃ وتکرہ الستور۔اھ۔ ولکن نقول الآن اذا قصد بہ التعظم فی عیون العامۃ حتی لا یحتقروا صاحب القبر ولیجلب الخشوع والادب للغافلین الزائرین فھو جائز لان الاعمال بالنیات"۔(۲) دیوبندیوں نے آج تک شرک کا مفہوم نہیں سمجھا ورنہ آپ ان سے سوال کیجئے کہ شرک کی تعریف تو یہ ہے کہ خدا کی ذات وصفات میں شریک ٹھہرانا۔ کیا (معاذ اللہ) خدا کی بھی کہیں قبر ہے کہ اس کی قبر پر چادر نہ چڑھا کر بندگان خدا کی قبر پر چادر چڑھاتے ہیں اگر نہیں تو شرک کیسے ہوا؟ قیامت تک جواب نہ دے سکیں گے۔ منت ماننا بایں معنیٰ کہ آپ محبوبان الٰہی ہیں میرے لیے دعا فرمایئے یا خدا کی عطا سے میری حاجت پوری فرمادیجئے جائز ہے۔ حضرت شیخ مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں اور صاحب درمختار نے درمختار میں اس کی بڑی توضیح فرمائی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

کیا سود خور کے یہاں کھانا کھا سکتے ہیں؟

مسئلہ: از: چاند خان، جامع مسجد کمیٹی ٹرسٹ پانڈر کوڑہ

کیا امام مسجد خصوصاً اور اور مسلمانان عموماً سود خوار کے یہاں کھانا کھا سکتے ہیں؟

---

(۱) الصحیح للبخاری ج:۱، ص:۲، حدیث:۱، باب بدء الوحی کیف کان
(۲) ردالمحتار ج:۶، ص:۳۶۳، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس

الجواب بعون الملک الوہاب

سود خوار کے یہاں سودی کاروبار کے علاوہ اور کوئی دوسرا حلال ذریعۂ معاش ہے تو عوام کو اجازت ہے خواص کو نہیں تاکہ وہ عبرت حاصل کرے۔ اور اگر صرف سود ہی کی آمدنی ہے تو وہ مال خبیث ہے۔ عوام وخواص کسی کے لیے جائز نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

تصاویر اور کتے کا گھر میں رکھنا مکروہ ہے

مسئلہ: از: غلام حسین ولد شیخ احمد (ریٹائرڈ ٹیچر) نائک نیتل وے ناگپور

بخدمت شریف عالی جناب ناظم ومفتی صاحب دار الافتاء جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب عالی مسئلہ حسب ذیل دریافت طلب ہے براہ کرم جواب عنایت فرمایئے گا۔

(۲) مسلمان گھروں میں تصاویروں کا آویزاں کرنا، کتوں کو گھروں میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوہاب

(۲) گھر میں کسی جاندار کی تصویر آویزاں کرنا یا بلاضرورت کتا رکھنا ممنوع ہے۔ حدیث شریف میں ہے ”جس گھر میں کسی جاندار کی تصویر یا کتا ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے“(۱)۔ شامی میں مسلم شریف کے حوالے سے حضرت جبریل علیہ السلام کا قول نقل کیا گیا ہے ”انا لا ندخل بیتاً فیہ کلب ولا صورۃ“(۲)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

نیاز ونذر میں کافروں کے پیسے ملانا بے معنی ہے

مسئلہ: از: غلام حسین ولد شیخ احمد (ریٹائرڈ ٹیچر) نائک نیتل وے ناگپور

(۳) نیاز، نذروں میں یہود ونصاریٰ کے پیسے یا مال استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوہاب

(۳) نذر ونیاز ایصال ثواب ہے اور یہود ونصاریٰ کے مال سے ایصال ثواب بے معنیٰ ہے۔

---

(۱) الصحیح لمسلم ج:۳، ص:۱۲۶، کتاب اللباس والزینۃ، باب لاتدخل الملائکۃ۔۔۔

(۲) رد المحتار ج:۱،ص: ۶۴۹، کتاب الصلاۃ ، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیہا

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

کون سا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے؟

مسئلہ: از: حافظ عبدالحفیظ بھیونڈی کالری مورخہ ۱۱ / مارچ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں:

وہ کون سی چیز ہے جو کھڑے ہو کر پینا سنت ہے؟ اگر کوئی شخص پانی یا چائے یا کوئی چیز پئے کھڑے ہو کر وہ سنت کے خلاف امر کر رہا ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

زمزم شریف اور وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے۔ اس کے علاوہ تمام چیزیں کھڑے ہو کر کھانا پینا خلاف سنت ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۶ / صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

تاڑی نشہ نہ دے تو پینا کیسا؟

مسئلہ: از: ایوب علی مؤذن نگینہ مسجد کارنجہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

تاڑی عموماً جسے لوگ موسم گرما میں پیتے ہیں، عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ قبل طلوع شمس پی سکتے ہیں کیوں کہ اس وقت نشہ نہیں رہتا۔ از روئے شرع جواب تحریر فرمائیں کہ کیا اسے کسی وقت کسی طریقہ پر پی سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر یہ بات صحیح ہو کہ دھوپ نکلنے سے پہلے نشہ کا اثر اس میں نہیں ہے تو اگر چہ اس کی اباحت کا حکم تھا لیکن چوں کہ مفضی الی المعصیۃ کا احتمال ہے، اس لیے ایسی چیزوں کے استعمال کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ فقط۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۷ / صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

عاشورہ کے دن کیا ذبیحے کی ممانعت ہے؟

مسئلہ: از: گاڈروارہ مورخہ ۹/مارچ ۱۹۷۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

کیا عشرہ محرم الحرام (عاشورۂ محرم) کے دن کسی بھی جانور بیل گائے، بکری، بھینس اور مرغی وغیرہ کے ذبیحہ کی ممانعت ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

عاشورہ کے دن جانور ذبح کرنے میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۰/صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

مرد کو کوسے کا کرتا پہننا کیسا؟

مسئلہ: از: چھوٹے خان پیش امام گنج مسجد، چھندواڑہ۔ ۳۱/۳/۱۹۷۲ء

کوسے کا کرتا پہننا جائز ہے یا نہیں (مردوں کے لیے)؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اجتناب کرنا چاہیے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۳/صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

ایک مشت داڑھی کا حکم

مسئلہ: از: چھوٹے خان پیش امام گنج مسجد، چھندواڑہ۔ ۳۱/۳/۱۹۷۲ء

ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا کیا ناجائز ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا فسق ہے اور کم رکھنے والا فاسق معلن ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۳/صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

حرام پیشہ سے توبہ کرنے والے کے گھر کھانا پینا جائز ہے

مسئلہ: از: خادم عبدالرحمان انصاری، موضع کھوبھا، پوسٹ زوایت، ضلع سیدھی، ایم، پی ۲۲/ مارچ ۱۹۷۲ء

بخدمت جناب حضرت مولانا مفتی خطیب صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلے میں:

قوم ''کنگریا'' جو کہ اسلام کے ماننے والے ہیں پہلے یہ لوگ ایک طرح کا باجہ کنگری ہوتا ہے بجایا کرتے تھے اور مانگتے تھے۔ اس لیے مسلمان ان کا چھویا ہوا کھانا پانی نہیں کھاتے پیتے تھے اور ابھی بھی ان لوگوں سے اسی طرح سے پرہیز رکھا جاتا ہے۔ چوں کہ اب وہ لوگ پیشہ باجا وغیرہ بجانا چھوڑ دیے، اب ان سے کھانا پانی وبرادری میں کیا سلوک رکھا جائے۔ ان کے گھر کھانا کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر وہ لوگ مسلمان ہیں اور کوئی ناجائز پیشہ نہیں کرتے، یا کرتے تھے لیکن اس سے توبہ کرلیا اور حرام پیشہ کو چھوڑ کر حلال پیشہ اختیار کرلیا تو بے شک وہ لوگ ہمارے بھائی ہیں ان کے ساتھ کھانا پینا سب جائز ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۳/صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پڑھنا کیسا؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

اسی سال ایک دیہات میں ایسا ہوا کہ بعد نماز عید محفل میلاد کی طرح حضور ﷺ پر درود شریف پڑھا گیا، جہاں تک درود وسلام کا تعلق ہے ظاہر ہے کہ یہ بہت اچھا عمل ہے؟

بحث موقع محل سے ہے جیسا کہ خطبہ کے وقت بلند آواز سے درود شریف پڑھنا منع ہے بلکہ آہستہ پڑھنے کا حکم ہے تو اس کے لیے بھی کوئی ضابطہ مقرر ہے یا نہیں، دوسرے کچھ لوگوں نے اس کو بدعت بھی کہا ہے، درود شریف پڑھنا بدعت نہیں بلکہ موقع محل کے اعتبار سے اور وہ بدعت کہنے والے کیا کافر ہیں؟ اگر ہیں تو مسلمان ہونے کا معیار کیا ہے اور یہ اگر بدعت نہیں ہے تو پھر بدعت کیا شئے ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

نماز جمعہ یا کسی ذکر خیر کے بعد صلاۃ وسلام کے پڑھنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں بلکہ آیت قرآنی واحادیث مبارکہ کے عین مطابق ہے۔ حکم ربی ہے: ''صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا''۔ (الاحزاب:۵۶) اے ایمان والو! نبی پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔ یہاں ''صلوا وتسلموا'' دونوں امر کے صیغے ہیں، جو کسی قید سے مقید نہیں تو آیت کا اطلاق باقی رہا۔ مطلق کہتے ہی اسے ہیں جس کے افراد میں سے کسی فرد پر عمل کیا جائے تو مامور بہ بن کر ادا ہو جائے گا۔ اُصول الشاشی میں ہے ''**فان حکم المطلق**

ان یکون الاٰتی بای فرد کان اٰتیاًبه بالمأمور به"(۱) یعنی مطلق کا حکم یہ ہے کہ جس فرد پر عمل کیا جائے مأ مور بہ بن کر ادا ہو جائے۔ پس درود وسلام وہ مأ مور بہ ہے جسے نہ خداوند کریم نے کسی قید سے مقید کیا، نہ ہی شارع علیہ السلام نے، لہٰذا مواضع ممنوعہ کے علاوہ تمام اوقات میں درود وسلام پڑھنا باعثِ خیر و برکت ہے۔ بعد نماز عید صلاۃ وسلام کے ناجائز ہونے کو خطبہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں، کیوں کہ خطبہ کے وقت ہر وہ کام ممنوع ہیں جو خطبہ سننے میں حارج ہو۔ حضور کریم ﷺ فرماتے ہیں: "اذا خرج الامام فلاصلاۃ ولا کلام"(۲) ہدایہ میں ہے: "اذا خرج الامام یوم الجمعۃ ترك الناس الصلوٰۃ و الکلام"(۳) جب امام جمعہ کے دن خطبہ کے لیے نکل جائے تو لوگ نماز وکلام ترک کر دیں۔ صاحب ہدایہ اس کی وجہ بیان کرتے ہیں "لان الکراھۃ للاخلال بفرض الاستماع"(۴) نماز وکلام مکروہ اس لیے ہے کہ فرض چیز خطبہ کے سننے میں مخل ہے، فقہا اور خود شارع علیہ السلام نے تصریح فرمادی کہ ہر وہ شئے جو فرض میں مخل ہو وہ ناجائز ہے۔ بعد نماز عید درود وسلام کا پڑھنا کون سے فرض میں مخل ہے، جسے غیر محل قرار دے کر خلاف اُصولِ شرع محض اپنے قیاس فاسد سے ناجائز ٹھہرایا جائے۔ جو لوگ اسے بدعت کہتے ہیں ان پر ضروری ہے کہ وہ بعد نماز عید درود وسلام پڑھنے کو کسی آیت قرآنی یا احادیث مبارکہ یا کسی معتمد فقہا کے اقوال سے غیر محل میں ہونا ثابت کریں اور اگر ثابت نہ کر سکیں تو انہیں اس بات کا یقین کر لینا چاہیے کہ درود وسلام مواضع ممنوعہ کے علاوہ عین سعادت اور تعظیم مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کے عین مطابق ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ"(الفتح:۹) نبی کی تعظیم وتوقیر کرو۔ تعظیم میں کوئی پابندی نہیں جس طرح ممکن ہو تعظیم کرو بشرطیکہ شریعت نے اس کو حرام نہ قرار دیا ہو، جیسے سجدۂ تعظیمی وغیرہ۔ جس طرح "کلوا واشربوا" کھاؤ پیو میں مطلقاً ہر حلال چیز جائز ہے، اسی طرح "تؤقروہ" میں ہر جائز تعظیم داخل ہے۔ خواہ خیر القرون میں اس کا ثبوت ملتا ہو یا نہ ملتا ہو۔ مطلقاً درود وسلام کو بدعت کہنا بدعتیوں کا کام ہے۔ درود وسلام کا ثبوت قرآن وحدیث نے دیا جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔ رہ گیا ان مواقع مذکورہ میں کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پڑھنا اگر بالفرض بدعت ہے تو ہر بدعت ناجائز نہیں بلکہ وہ بدعت ناجائز ہے جس سے کوئی سنت مٹے یا جو سنت کے خلاف ہو۔ جیسے غیر عربی میں خطبۂ جمعہ وعیدین وغیرہما کا پڑھنا۔ لیکن بدعت حسنہ (وہ نیا کام جو خلاف سنت نہ ہو) جائز بلکہ کارِ ثواب ہے۔ مشکوٰۃ شریف باب العلم میں ہے: "من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فله اجرها واجر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اجورهم شئی ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اوزارهم شئی"(۵) جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے اس کا اس کو ثواب ملے گا اور ان کا بھی جو لوگ اس پر عمل کریں گے اور اس کے ثواب سے کچھ بھی کم نہ ہوگا۔ اور جو شخص اسلام میں برا طریقہ جاری کر گیا اس پر اس کا گناہ ہے، اور ان کا گناہ بھی جو اس پر عمل کریں

---

(۱) اصول الشاشی :۲۶، بحث المشترک و المؤول

(۲) الهدایه ج:۱،ص:۱۵۱، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعه

(۳) ایضاً

(۴) ایضاً

(۵) مشکاۃ المصابیح ج:۱، ص:۷۲، کتاب العلم ، الفصل الاول

اوراس کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام میں کارِ خیر (بدعتِ حسنہ) ایجاد کرنا ثواب کا باعث ہے۔ اور بُرے کام (بدعت سیئہ) کا نکالنا گناہ کا سبب ہے۔ شامی کے مقدمہ میں فضائل امام ابوحنیفہ بیان فرماتے ہیں: "قال العلماء هذه الاحاديث من قواعد الاسلام وهو ان كل من ابتدع شيئا من الشر كان عليه مثل وزر من اقتدى به فى ذلك فعمل مثل عمله الى يوم القيامة وكل من ابتدع شيئاً من الخير كان له مثل اجر كل من يعمل به الى يوم القيمة"[1] علما فرماتے ہیں کہ یہ احادیث اسلام کے قانون ہیں کہ جو شخص کوئی بری بدعت ایجاد کرے اس پر اس کام میں سارے پیروی کرنے والوں کا گناہ ہے اور جو شخص اچھی بدعت نکالے اس کو قیامت تک کے سارے پیروی کرنے والوں کا ثواب ہے۔

مذکورہ بالا حدیث وفقہ سے معلوم ہوا کہ بدعت دو قسم کی ہے بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ بدعت حسنہ کی تین قسمیں ہیں: بدعتِ جائز، بدعتِ مستحب، بدعتِ واجب۔ اسی طرح بدعتِ سیئہ کی بھی دو قسمیں ہیں: بدعتِ مکروہ، بدعتِ حرام۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں ہے "البدعة اما واجبة كتعلم النحو وكتدوين اصول الفقه واما محرمة كمذهب الجبرية واما مندوبة كاحداث الربط والمدارس وكل احسان لم يعهد فى الصدر الاول وكالتراويح اى بالجماعة العامة واما مكروهة كزخرفة المساجد واما مباحة كالمصافحة عقيب الصبح والتوسع فى لذائذ المأكل والمشارب"[2] بدعت یا تو واجب ہے جیسے علم نحو کا سیکھنا اور اُصولِ فقہ کا جمع کرنا اور یا حرام ہے جیسے جبریہ کا مذہب اور یا مستحب ہے جیسے مسافر خانوں اور مدرسوں کا ایجاد کرنا اور ہر وہ اچھی بات جو پہلے زمانے میں نہ تھی، اور جیسے عام جماعت سے تراویح پڑھنا، یا مکروہ ہے جیسے مسجدوں کو فخریہ زینت دینا اور یا جائز ہے جیسے نماز فجر کے بعد مصافحہ کرنا اور عمدہ عمدہ کھانوں اور شربتوں میں وسعت کرنا۔ عبارت مذکورہ بالا سے بدعت کی پانچ قسمیں واضح ہوئیں جن میں سے بعض بدعت ضروری بھی ہے۔ لہٰذا صلاۃ وسلام کو بلا دلیل شرعی (جسے اللہ ورسول نے ناجائز نہ کہا) ناجائز کہنا خیال فاسد اور عین جہالت ہے۔ صلاۃ وسلام کو بدعت کہنے والے اگر اسے بدعتِ سیئہ اور ناجائز سمجھتے ہیں تو وہ شریعت مطہرہ پر افترا لگاتے ہیں جیسا کہ اس زمانہ میں وہابیہ صلاۃ وسلام کو بدعت وناجائز کہہ کر رسول دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ رب العٰلمین۔ حالاں کہ ایسا نہیں اگر ہر بدعت ناجائز ہوتو پانچوں کلمے اور ایمان مجمل وایمان مفصل کی ترتیب قرآن کا اعراب سب ناجائز ہوں کیوں کہ ان چیزوں کا ثبوت خیر القرون میں نہیں ملتا۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۴؍ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

---

(۱) رد المحتار ج:۲، ص:۵۸، مقدمہ
(۲) مرقاۃ المفاتیح ج:۱، ص:۲۲۳، باب الاعتصام بالکتاب

غیر محرم سے دست و پا دبوانا کیسا؟

مسئلہ: از: خادم العلما حاجی عزیز احمد خان، خطیب مسجد سوداگران، مہوبا، ضلع ہمیر پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل سوال میں:

ایک مقرر صاحب جو اپنے کو نائب رسول کہلانے کے مدعی ہیں، جن کی عمر فی الحال ۴۰/ ۴۵ سال کی ہوگی، جوان لڑکیوں سے دست و پا دبواتے اور سر شریف میں روغن خوشبودار ملواتے ہیں۔ کیا بالغہ لڑکیوں سے نامحرم اپنے دست و پا دبوا سکتے ہیں یا نہیں؟ باخبر کنید۔

الجواب بعون الملک الوھاب

ایسا مقرر فاسق ہے جو غیر محرم سے تیل ملوائے یا مالش کرائے یا دست و پا دبوائے۔ ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو تیسرا شیطان ہوتا ہے۔(۱) فتاویٰ عالمگیری میں ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ عورت و مرد اجنبی کے جسم کو ہرگز نہ چھوئے جب کہ دونوں میں سے کوئی بھی جوان ہو اس کو شہوت ہو سکتی ہے اگرچہ اس بات کا دونوں کو اطمینان ہو کہ شہوت پیدا نہ ہوگی۔(۲) سب سے قابلِ عبرت بات یہ ہے کہ جب صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لیتے بلکہ صرف زبان سے بیعت لیتے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر محرم کا ہاتھ اپنے دست اقدس میں نہ لیا تو کسی اور کو کس طرح اجازت ہو سکتی ہے کہ غیر عورت سے اپنا ہاتھ پاؤں دبوائے۔ بہر حال ایسے شخص کو توبہ کرنی چاہیے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۸ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

”واللہ ورسولہ اعلم“ کہنا کیسا؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

لوگ جب کوئی ایسی بات ہوتی ہے یا کچھ پوچھا جاتا ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں ”خدا جانے اس کا رسول جانے“ تو یہی امام صاحب فرماتے ہیں کہ آدمی کو ایسا نہیں کہنا چاہیے، کیوں کہ اللہ عالم الغیب ہے اور رسول کو علم غیب نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

---

(۱) سنن الترمذی ج:۲، ص:۴۶۵، ابواب الرضاع، باب ماجاء فی کراهیة الدخول علی المغیبات

(۲) الفتاوی الهندیه ج:۵، ص:۳۲۷، کتاب الکراهیة، الباب الثامن فی ما یحل للرجال النظر الیه وما لا یحل له

نبی کے علم غیب کا مطلقاً انکار نبوت کا انکار ہے۔عربی کے لغات متداولہ میں المنجد کو کافی شہرت حاصل ہے۔اسی المنجد میں نبی کا معنی لکھا ہے "النبیئ و النبی المخبر عن الغیب"یعنی نبی کا معنی غیب کی خبر دینے والا۔دیوبند کی کتاب مصباح اللغات میں ہے "النبیئی والنبی"یعنی نبی، اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں بتانے والا۔آئندہ کی پیشن گوئی کرنے والا۔(۱) جسے غیب کا علم نہیں وہ غیب کی خبر کیا دے گا۔قرآن وحدیث اور بزرگوں کے اقوال حضور کے علم غیب پر شاہد عدل ہیں۔اللہ رب العزت فرماتا ہے "وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا"(النساء:۱۱۳)اے محبوب! جو کچھ تم نہیں جانتے تھے وہ سب اللہ نے بتادیا اور تم پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔دوسری آیت میں ہے "وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ"(التکویر:۲۴) اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب کی باتیں بتانے پر بخیل نہیں۔سنن ترمذی میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"فاذا انا بربی تبارك وتعالیٰ فی احسن صورة فقال یا محمد قلت لبیك ربِّ قال فیم یختصم الملأ الاعلیٰ قلت لا ادری قالها ثلٰثاً قال فرأیته وضع کفه بین کتفی حتی وجدت بردا نامله بین ثدیّ فتجلیٰ لی کل شئی وعرفت"(۲) اچانک اپنے رب کے ساتھ ہوں اچھی صورت میں پروردگار نے فرمایا یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں نے عرض کی: پروردگار! حاضر ہوں۔اللہ رب العزت نے فرمایا: ملأ اعلیٰ کے فرشتے کس بات میں جھگڑتے ہیں؟ میں نے عرض کی: میں نہیں جانتا، پروردگار نے تین مرتبہ یہی دریافت فرمایا۔حضور نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ پروردگار نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ مجھے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان معلوم ہوئی۔پس مجھ پر ہر چیز ظاہر ہوگئی۔اور میں نے ان سب کو پہچان لیا۔مواہب لدنیہ میں طبرانی سے بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی ہے:"قال قال رسول الله ﷺ ان الله قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والی ما هو کائن فیها الی یوم القیٰمة کانما انظر الی کفی هذه"(۳) راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا کو پیش کر دیا ہے پس میں اس کو اور جو چیزیں اس میں قیامت تک ہونے والی ہیں ان سب کو میں ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اس ہتھیلی کو۔حضرت شیخ مولانا عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات میں "فعلمت ما فی السمٰوات والارض" کی تشریح یوں فرماتے ہیں:''عبارت است از حصول تمامۂ علوم جزوی وکلی واحاطۂ آں''یعنی اس حدیث سے مراد کہ میں نے جان لیا جو زمینوں میں اور آسمانوں میں ہے تمام جزئی وکلی کے حاصل ہونے اور اس کا احاطہ کرنے سے ہے۔علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

"فان من جودك الدنیا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم"

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بے شک آپ کی تمام بخششوں میں دنیا وآخرت ہے۔اور آپ کے جملہ علوم میں سے بعض لوح وقلم کا علم ہے۔لوح محفوظ کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے "وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ"(القمر:۵۳) ہر چھوٹی بڑی چیز اس میں لکھی

---

(۱) مصباح اللغات ص:۸۴۷

(۲) سنن الترمذی ج:۵، ص:۲۲۱، ابواب فضائل القرآن، سورة: ص

(۳) المواهب اللدنیه ج:۳، ص:۱۲۹، الفصل الثالث فی انبائه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالنباء المغیبات

ہے۔ جہاں پر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہو وہ حضور ﷺ کے علم میں سے بعض علم ہے تو حضور کے کل علوم کا اندازہ خدائے تعالیٰ کے سوا کون لگا سکتا ہے؟ بہر حال ان آیات واحادیث مذکورہ بالا اور بزرگان ملت کے اقوال سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ سرکار دو عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ''علم ما کان وما یکون'' عطا فرمایا ہے۔ جس کا انکار کوئی بددین گمراہ ہی کر سکتا ہے۔ جب قرآن وحدیث اور بزرگوں کے اقوال سے حضور کا علم غیب بعطائے الٰہی حاصل ہو گیا تو اب کسی امر میں مسلمانوں کا یہ کہنا کہ اللہ ورسول جانے کوئی حرج نہیں۔ صحابۂ کرام نے بہت سے مقامات ومواقع پر سرکار ﷺ کے جواب میں کہا: "**اللہ ورسولہ اعلم**" اللہ اور اس کا رسول جانے۔ امام مذکور وہابی ہے، وہ کسی طرح امامت کے لائق نہیں۔ مسلمانوں پر ضروری ہے کہ اسے امامت سے برطرف کر کے کسی دوسرے سنّی صحیح العقیدہ کو امام مقرر کریں جو مسائل نماز وطہارت سے واقف ہو۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۴ / ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

حمل کا گرانا کیسا؟

مسئلہ: از: خادم عبد الرزاق سائیکل والے، مقام و پوسٹ سہلوا، رائے پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

ہمارے ایک مسلمان بھائی کی بیوی کی صحت بہت ہی کمزور ہے جس کو جلدی جلدی دو بچے ہو چکے ہیں، جس کی وجہ سے وہ اور بھی کمزور ہو گئی ہے ابھی دونوں بچے چھوٹے ہیں اور اللہ کے فضل وکرم سے پھر وہ بیوی حمل سے ہے اب ڈر یہ ہو گیا ہے کہ یہ حمل والا بچہ ہونے سے پھر وہ بیوی زیادہ کمزور ہو جائے گی۔ حمل قریب دو ماہ کا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر تندرستی کی نیت سے دو ماہ کے حمل کو دواؤں کے ذریعہ گرا دیا جائے تو کیا شریعت ایسی مجبوری میں حمل گرانے کی اجازت دیتی ہے یا نہیں؟ برائے کرم جلد سے جلد شرعی جواب عطا فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

حمل کا گرانا گویا اولاد ہی کا قتل کرنا ہے۔ اور قرآن نے قتل اولاد کو سختی سے منع کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے جس کا معنی یہ ہے ''اپنی اولاد کو قتل نہ کرو'' (الانعام: ۱۵۱) لہٰذا حمل کا گرانا محتاط علما کے نزدیک کسی طرح جائز نہیں۔ یہی راجح قول ہے اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۹ / ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

علم نجوم سیکھنا اور اس پر یقین رکھنا کیسا؟

مسئلہ: از: قاضی حسن الدین، مقام و پوسٹ لاڈکھیر، تعلقہ داروا، ضلع ایوت محل، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلے میں:

علم نجوم سیکھنا، اس پر یقین کرنا، اس کی اشاعت کرنا، نجومیوں کے پاس جانا، آئندہ کے حالات معلوم کرنا، غرضیکہ علم نجوم سے متعلق تمامی باتوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

علم نجوم سیکھنا جائز ہے، لیکن اس پر یقین رکھنا یا نجومیوں سے آئندہ کے حالات دریافت کرنا جائز نہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۶؍ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

دولہا کو کس قسم کا سہرا جائز ہے؟

مسئلہ: از: نور العین امجدی وارا کین اصلاحی وتعمیری کمیٹی، مؤمن پورہ ناگپور ۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شادی میں نوشاہ کے لیے سہرا کسی قسم کا جائز ہے؟ عام طور پر جو طریقہ مروج ہے کہ سہرا سر سے باندھا جاتا ہے جس میں پنّی چمکی نیز کاغذ کے پھول وغیرہ ہوتے ہیں، یہ کیسا ہے؟ از روئے شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے مفصل جواب سے ہمیں مطلع فرمائیں نوازش ہوگی۔ فقط

الجواب بعون الملک الوهاب

سوال کے جواب سے پیشتر اسلام کے مسلمہ اُصول کو دیکھ لینا چاہیے جس کی روشنی میں صورتِ مسئولہ حل ہو سکے۔

چیزیں تین طرح کی ہیں: ایک وہ جن کا حلال ہونا صراحۃً قرآن میں مذکور ہے۔ دوسرے وہ کہ جن کی حرمت صراحۃً آ گئی ہے۔ تیسرے وہ کہ جن کے بارے میں خاموشی فرمائی گئی ہے معاف ہے۔ اس کی دلیل ترمذی کی یہ حدیث ہے: "**الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفی عنہ**"(۱) یعنی حلال وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے اور جس سے سکوت کیا ہے وہ معاف ہے۔

اس قاعدۂ کلیہ کے تسلیم کر لینے کے بعد خود بخود یہ بات آفتاب کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ خالص پھولوں کا سہرا جائز ہے جس میں نہ شرعاً کوئی گناہ ہے نہ ممانعت۔ کیوں کہ ممانعت کے لیے کوئی دلیل شرعی ہونی چاہیے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے: "**وقد فصل لکم ما حرم علیکم**" جو چیزیں تم پر حرام ہیں وہ تفصیل وار بیان کر دی گئیں۔ اور ظاہر ہے کہ سہرے کے ناجائز وممنوع ہونے پر نہ کوئی قرآن کی آیت ہے نہ کوئی حدیث، پس یہ شئے اپنی اصل پر رہے گی اور اشیا کی اصل مباح ہے۔ اُصول فقہ کی

(۱) سنن الترمذی جص۳، ص:۲۷۲، ابواب اللباس، باب ماجاء فی لبس الفراء

معروف ومشہور کتاب توضیح وتلویح وکشف المبہم میں ہے: "الاصل فی الاشیاء الاباحة"(۱) اشیا کی اصل مباح ہونا ہے۔شامی میں ہے: "المختار ان للا صل الاباحة عند الجمهور من الحنفية والشافعية"(۲) جمہور احناف وشوافع کے نزدیک یہ مسئلہ ہے کہ اشیا کی اصل اباحت ہے۔اگر اس اُصول کو تسلیم نہ کیا جائے تو موٹر کار، ریل گاڑی، ہوائی جہاز، تار، ٹیلیفون، لاؤڈ اسپیکر کا استعمال حرام ہو جائے گا، کیوں کہ ان چیزوں کے حلال ہونے کی صراحت نہ قرآن مجید میں ہے، نہ حدیث مبارکہ میں۔ان بعض وہابیوں نے سہرے کو حرام یا بدعت سیئہ بتا کر ضرور شریعت مطہرہ پر بہتان لگایا ہے، جس سے بحمد اللہ اہل السنة والجماعة بری ہیں۔خلاصۂ کلام یہ ہے کہ خالص پھولوں کا سہرا جائز ہے، ہاں پنّی وغیرہ سے اجتناب بہتر ہے۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسوله ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

کچھ معمولاتِ اہلِ سنت کا ثبوت

مسئلہ: از: قاضی محمد عبد الحی پیش امام مسجد یوسفیہ، کپل وپوسٹ تعلقہ ضلع رائچور میسور اسٹیٹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

بخدمت شریف عالیجناب مفتی صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) فاتحہ پڑھنا درود کی آیت دعا میں ہو یا کسی اور جگہ ہو جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

(۲) عرس منانا، اور گیارہویں کرنا اور شعبان کے مہینے میں بڑوں کے نام سے فاتحہ دلانا کیسا ہے؟

(۳) کسی شخص کے مرنے کے بعد زیارت کرنا، دسویں، بیسویں اور چہلم وبرسی کرنا کیسا ہے؟ اور آج کل ہمارے یہاں بعض اشخاص اپنی زندگی میں ہی قرآن بخشوا لیتے ہیں اپنے ناموں سے۔اور زیارت، دسویں وبیسویں، چالیسویں اور برسی کرا لے رہے ہیں۔اسی طرح قبر کا گڑھا بھی اپنی زندگی میں کھودوا کر پہلے ہی سے تیار رکھتے ہیں یہ کہاں تک جائز ہے؟

(۴) جمعہ میں اذان اول کے تھوڑی دیر بعد سنتوں کے اعلان کے بعد "**الصلوٰۃ اخبرکم اللہ اجد الصلوٰۃ سنة قبل الجمعة احکم اللہ**" کہنا کیسا ہے؟ اسی طرح رمضان میں صلوٰۃ کہنا یعنی انبیاء کرام کے ناموں کو بلند آواز سے ملقب بہ پکارنا کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) فاتحہ پڑھنا یا آیت درود، دعائیں پڑھنا یا اور کسی اچھی جگہ بشرطیکہ مواضع ممنوعہ نہ ہو جائز ہے۔اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ دعا کے آخر میں آیت درود پڑھی جائے اور پھر درود پاک پڑھ کر دعا ختم کی جائے۔علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی

(۱) توضیح تلویح ج:۲، ص:۳۰، الرکن الثانی فی السنة، فصل فی شرائع من قبلنا

(۲) رد المحتار ج:۱، ص:۱۰۵، کتاب الطهارة، سنن الوضوء

کتاب ردالمحتار میں موضع ممنوعہ کے علاوہ تمام مواقع پر درود پاک کا پڑھنا مستحب قرار دیا ہے۔

(۲، ۳) عرس کرنا، گیارہ شریف کرنا، شعبان کے مہینے میں بڑوں کے نام فاتحہ دلانا، یا کسی کے مرنے کے بعد دسواں، بیسواں اور چالیسواں برسی کرنا سب جائز اور مستحسن ہیں۔ کیوں کہ ان چیزوں سے مقصود ایصال ثواب ہے جو اہل سنت و جماعت کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے۔ ردالمحتار میں ہے: "من صام او صلیٰ او تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة" یعنی جس شخص نے نماز پڑھی یا روزہ رکھا یا صدقہ کیا اور اس کا ثواب اپنے علاوہ کسی دوسرے کو خواہ مردہ ہو یا زندہ ہو بخشا تو جائز ہے۔ اور اہل سنت و جماعت کے نزدیک ان کار خیر کا ثواب ان مردوں اور زندوں کو پہنچتا ہے۔ پھر اسی کے بعد مذکور ہے "وبهذا علم انه لا فرق بين ان يكون المجعول ميتا او حيا والظاهر انه لا فرق ان ينوىٰ به عند الفعل للغير او يفعله لنفسه" (۱) یعنی کوئی فرق نہیں کہ جس کو ثواب بخشا گیا وہ مردہ ہے یا زندہ اور ظاہر ہے کہ اس بات میں بھی کوئی فرق نہیں کہ ایصالِ ثواب کے وقت غیر کی نیت کرے یا خود اپنی نیت کرے۔ اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ زندہ اپنی زندگی میں قرآن پاک پڑھ کر یا پڑھوا کر یا اور کوئی کار خیر کر کے ثواب حاصل کر سکتا ہے۔ ہاں دسواں، بیسواں، چالیسواں وغیرہ عوام کی اصطلاح میں مردوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ لہٰذا دسواں، بیسواں، چالیسواں زندوں کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا۔ زندگی میں قبر کھودنے کے بارے میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض نے مکروہ فرمایا ہے اور بعضوں نے جائز رکھا ہے۔ درمختار میں ہے: "ويحفر قبراً لنفسه وقيل يكره" (۲) لیکن اصح قول یہ ہے کہ بلا کراہت جائز ہے۔ عالمگیری میں ہے: "من حفر قبراً لنفسه فلا باس به" (۳) جو اپنے لیے قبر کھودے تو کوئی حرج نہیں۔

(۴) اسے تثویب کہتے ہیں اور جائز ہے۔ ردالمحتار میں "بما تعارفوه" کی شرح میں ہے "كتنحنح او قامت قامت او الصلوٰة الصلوٰة ولو احدثوا إعلاما مخالفا لذلك جاز" (۴) اسی طرح انبیاے کرام بالخصوص سید الانبیا حضور احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو "الصلوٰة والسلام عليك يا رسول الله" کہہ کر پکارنا بھی جائز ہے۔ درمختار میں ہے: "التسليم بعد الاذان حدث فی ربيع الاخر سنة سبعمأة وإحدى وثمانين فی عشاء ليلة الاثنين ثم يوم الجمعة ثم بعد عشر سنين حدث فی الكل الا المغرب ثم فيها مرتين وهو بدعة حسنة" (۵) یعنی اذان کے بعد سلام کرنا ربیع الآخر ۷۸۱ھ سات سو اکاسی ہجری میں عشاء کے وقت دوشنبہ کی رات میں جاری ہوا، پھر جمعہ کے دن، پھر اس کے بعد

(۱) رد المحتار ج:۲، ص:۲۴۳، کتاب الجنائز، مطلب فی زیارۃ القبور

(۲) الدر المختار ج:۲، ص:۲۴۴

(۳) الفتاوی الهندیه ج:۱، ص:۱۶۶، باب فی الجنائز، الجسل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان الیٰ آخر

(۴) ردالمحتار ج:۱، ص:۳۸۹، کتاب الصلاة، باب الاذان

(۵) الدر المختار ج:۱، ص:۳۹۰، کتاب الصلاة، باب الاذان، فائدة التسليم بعد الاذان

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

مسجد میں چندے کے لیے ڈبہ گھمانا کیسا؟

مسئلہ: از: قاضی محمد عبدالحی پیش امام مسجد یوسفیہ، کپل و پوسٹ تعلقہ ضلع رائچور میسور اسٹیٹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

بخدمت شریف عالیجناب مفتی صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مساجد میں مسافروں کی امداد کے لیے چندہ کے لیے ڈبہ مسافرین اور وعظ کے وقت یا فوراً فرض نماز کے سلام کے ساتھ گھمایا جاتا ہے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

مسجد میں ضروری کام سے ڈبہ گھمانا جائز ہے۔ درمختار میں ہے: ”**والمختار ان السائل ان کان لا یمر بین یدی المصلیّ ولا یتخطی الرقاب ولا یسأل الحافا بل لامر لا بد منه فلا بأس بالسوال والاعطاء**“(۱) یعنی مختار مذہب یہ ہے کہ سائل اگر اپنے لیے مصلیوں سے نہیں حاصل کر رہا ہے اور نہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہے اور نہ گڑگڑا کر سوال کرتا ہے بلکہ ایسے کام کے لیے سوال کرتا ہے جس کے بغیر چارۂ کار نہیں تو اسے سوال کرنے میں اور دینے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ بلا وجہ یا معمولی باتوں کے لیے سوال کرنا مسجد میں جائز نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

دُلہن اور دولہا کے کچھ مسائل

مسئلہ: از: قاضی محمد عبدالحی پیش امام مسجد یوسفیہ، کپل و پوسٹ تعلقہ ضلع رائچور میسور اسٹیٹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

بخدمت شریف عالی جناب مفتی صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عورت کے گلے میں لچھا باندھنا اور دولہے کو نفل نماز جماعت کے ساتھ بطور شکرانہ پڑھانا اور عورت کے ہاتھوں میں چوڑیاں پہنانا اور نکاح کے بعد جلوہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

لچھا اگر سونا چاندی کا ہے تو کوئی حرج نہیں، نفل با جماعت اعلان واہتمام کے ساتھ مکروہ ہے۔ البتہ بغیر اعلان واہتمام کے ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ دولہا کی نفل نماز با جماعت اسی میں داخل ہے۔ عورتوں کے ہاتھ میں چوڑیاں پہنانے میں کوئی حرج

(۱) الدر المختار ج:۲، ص:۱۶۴، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ

نہیں۔ محفل عام میں جلوہ کرنا کوئی اچھی بات نہیں اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

گودن گدوانا کفار کا طریقہ ہے

مسئلہ: از: از رائے پور مورخہ ۳/ جولائی ۱۹۷۲ء

مکرمی جناب مدظلہ العالی دام برکاتہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عرض گزارش ہے کہ:

ایک مسلمان شخص نے دوسرے مسلمان شخص کے ہاتھ میں ''یا علی'' نام کو گودنے سے زبردستی گودوایا اور کہا کہ کچھ نہیں ہوتا اور عرب میں تو سب عورتیں مرد گودنا گودوائے ہوئے ہیں۔ لہٰذا مکرمی یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور ایسے شخص جو گودوانے کو کہے اس کے لیے شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

گودن گودوانا یا گودنا کافروں کا طریقہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "**من تشبه بقوم فهو منهم**"(۱) جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اسی میں سے ہے۔ یعنی اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے: "**عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ العين حق ونهیٰ عن الوشم**"(۲) نظر حق ہے اور منع فرمایا گودنے سے۔ بخاری شریف ہی کی دوسری حدیث شریف ہے: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "**لعن الله تعالیٰ الواشمة والموتشمة**"(۳) گودنے والی اور گودانے والی پر خدا کی لعنت۔ لہٰذا دونوں کو توبہ کرنا چاہیے۔ موجودہ اہلِ عرب کی غلط کاری عجم کے لیے دلیل نہیں بن سکتی۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور یکم/ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

''یہ بکرا غوث پاک کا ہے'' کہنا کیسا اور اس کا کھانا کیسا؟

مسئلہ: از: عبد الغفار کپڑا دوکان نیر، ضلع ایوت محل

محترم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا سوال عرض خدمت یہ ہے:

---

(۱) سنن ابی داؤد ج:۴، ص:۴۴، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة

(۲) الصحیح للبخاری ج:۷، ص:۱۳۲، کتاب الطب، باب العین حق

(۳) الصحیح للبخاری ج:۷، ص:۱۲۶، کتاب اللباس، باب الموصولة

(۱) ایک شخص نے ایک بکرا یہ کہہ کر پالا کہ یہ بکرا غوث پاک کا ہے، اور غوث پاک کی نذر کے دن اس کو ذبح کر کے کھانا پکا کر کھلاؤں گا۔ اس نے بکرا ذبح کیا اب اس کا کھانا حلال ہوسکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ نذر صرف اللہ کے لیے ہوسکتی ہے غیر اللہ کے لیے نہیں اور وہ بکرا بھی حضرت غوث کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) جس حلال جانور کو مسلمان نے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہو تو وہ جانور بلا شبہ حلال ہے اگر چہ ذبح کے قبل و بعد اس جانور پر غیر خدا کا نام پکارا گیا ہو۔ لہٰذا شخص مذکور کا یہ کہنا کہ بکرا غوث پاک کا ہے اور ذبح کے وقت اسے خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو تو بلا شبہ وہ بکرا حلال اور اس کا کھانا جائز ہے۔ استاذ الحرمین حضرت مولانا ملا احمد جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب تفسیرات احمدیہ میں "وما اھل بہ لغیر اللہ" کے تحت فرماتے ہیں: "ومن ھٰھنا علم ان البقرۃ المنذورۃ للاولیاء کما ھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لم یذکر اسم غیر اللہ علیھا وقت الذبح وان کانوا ینذرونھا لہ"(۱) یعنی اس سے معلوم ہوا کہ جس گائے کی اولیاء اللہ کے لیے نذر مانی گئی جیسا کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے، یہ حلال طیب ہے کیوں کہ اس پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام نہیں لیا گیا۔ اگر چہ اس گائے کی نذر مانتے ہیں۔ اس عبارت میں غوث پاک کے بکرے کا نام پورے طور پر واضح ہو گیا۔ شامی باب الذبح میں ہے: "اعلم ان المدار علی القصد عند ابتداء الذبح"(۲) جاننا چاہیے کہ حلت و حرمت کا دارو مدار ذبح کے وقت نیت کا ہے۔ عالمگیری باب الذبح میں ہے: "مسلم ذبح شاۃ المجوسی لبیت نارھم او الکافر لاٰلھتھم تؤکّلُ لانہ سمی اللہ تعالیٰ ویکرہ للمسلم کذا فی التاتار خانیہ ناقلا عن جامع الفتاویٰ"(۳) یعنی مسلمان نے مجوسی کی وہ بکری جوان کے آتش کدہ کے لیے یا کافر کی ان بتوں کے لیے تھی، بسم اللہ کہہ کر ذبح کی وہ حلال ہے کیوں کہ اس مسلمان نے خدا کا نام لیا ہے، مگر یہ کام مسلمان کے لیے مکروہ ہے۔ اسی طرح تاتارخانیہ میں جامع الفتاویٰ سے نقل کیا ہے۔ عالمگیری کی اس عبارت نے واضح کر دیا کہ جب جانور پالنے والا کافر ذبح کرتا ہے تو بت یا آگ کی عبادت کی نیت سے، مگر مسلمان نے بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا تو حلال ہے۔ کیا غوث پاک کے نام کا بکرا اس بت پرست یا آتش پرست کے بکرے سے بھی گیا گزرا ہے جو ناپاک اور حرام ہو جائے گا۔ یہاں نذر کے معنی نذرانہ اور ہدیہ کے ہیں۔ ہاں نذر شرعی یہ عبادت ہے اور عبادت غیر خدا کے لیے جائز نہیں۔ کون سا مسلمان غوث پاک کو خدا کہے گا اور ان کی نذر شرعی کہہ کر ان کی عبادت کرے گا۔ کسی چیز کے غیر خدا کی طرف منسوب ہو جانے سے وہ شئے حرام نہیں ہو جائے گی۔ جیسے آپ بولتے ہیں میری بھینس، زید کا بکرا، خالد کی گائے ظاہر ہے یہ بکرا گائے بھینس اگر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے تو بلا شبہ حلال و طیب ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

---

(۱) التفسیرات الاحمدیہ ص:۳۶

(۲) رد المحتار ج:۶، ص:۳۱۰، کتاب الذبائح

(۳) الفتاوی الھندیہ ج:۵، ص:۲۸۶، کتاب الذبائح، الباب الاول فی رکن الذبح

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۵؍جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

کیا ایصالِ ثواب کا کھانا مالک نصاب کھا سکتا ہے؟

مسئلہ: از: عبدالغفار کپڑا دوکان نیر، ضلع ایوت محل

(۲) جو کھانا ایصال ثواب کے لیے پکایا گیا ہو وہ کھانا صاحب نصاب کھا سکتا ہے یا نہیں؟ اس کھانے کو ایصال ثواب کرنے والا کھا سکتا ہے یا نہیں؟ جواب سے نوازیں عین نوازش ہوگی۔ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

(۲) اگر عام میت کے ایصالِ ثواب کی نیت سے پکایا گیا ہو تو وہ صرف فقرا و مساکین کا حصہ ہے۔ کسی غنی یا سید کے لیے ایسا کھانا کھانا مناسب نہیں۔ ہاں اگر بزرگانِ دین کی نیاز ہے تو اسے غربا و اغنیا سب کھا سکتے ہیں۔ خود بھی تبرکاً کھائے تو کوئی حرج نہیں۔ شاہ عبدالعزیز محدث صاحب نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے کہ نیاز کا کھانا تبرک ہو جاتا ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۵؍جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

حرام کمائی کرنے والے کے گھر طعام وقیام کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: خادم محمد ابرہیم اشرفی، ناسک مورخہ ۱۴؍جولائی ۱۹۷۲ء بروز جمعہ

قبلہ وکعبہ بزرگ محترم صاحب جامعہ عربیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض گزارش یہ ہے کہ ہمارے شہر ناسک گلشن آباد میں زیادہ تر جواری، سٹوری غرضیکہ برے دھندہ والے ہیں۔ پیر صاحب ان ہی لوگوں کے مہمان ہیں۔ ان کے یہاں کا کھانا پینا وغیرہ۔ ایسی ہستی کے لیے یہ تمام باتیں جائز ہوسکتی ہیں کیا؟ اسی جگہ قیام فرمایا پیرومرشد نے۔ عصر ومغرب کی نماز باجماعت ہوئی، نماز میں کثرت سے لوگ شریک تھے، بعض لوگوں کو جگہ کی کمی کی وجہ سے موقع نہ ملا۔ پیرومرشد کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقع نہ ملنے کی وجہ سے لوگ مایوس ہو گئے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

جوا کھیلنا، سٹا لگانا حرام ہے اور علانیہ طور پر کرنے والے سخت گنہگار اور فاسق معلن ہے۔ **لقولہ تعالیٰ:** "**یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ**"۔ (البقرۃ:۲۱۹) لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کریں گے تو آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔ جوئے یا سٹے کے ذریعہ حاصل کیا ہوا مال مالِ حرام ہے، جہاں دعوت ہو اس کے یہاں اگر حلال وحرام دونوں قسم کے مال ہوں مگر غالب مال حلال ہے تو اسے کھانے میں حرج نہیں اور اگر اس کا غالب مال حرام ہے تو اس کے یہاں دعوت کھانا جائز نہیں، جب تک اسے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ یہ چیز جو کھلائی گئی ہے وہ حلال مال سے ہے، حرام مال سے نہیں۔ یہ حکم عوام کے لیے ہے لیکن اگر وہ مذہبی پیشوا ہے جیسا کہ صورتِ مسئولہ میں مذکور ہے تو نہ پیر صاحب کے لیے کھانا جائز نہ

قیام کرنا۔ بلکہ پیر صاحب پر ضروری ہے کہ وہاں سے فوراً نکل جائیں تا کہ ان کا نکل جانا جواریوں کے لیے تازیانۂ عبرت اور عوام کے لیے ہدایت کا سبب بن جائے۔ ارشاد ربانی ہے: "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" (آل عمران: ۱۱۰) تم بہتر ہوان سب امتوں میں جو لوگوں کے لیے ظاہر ہوئیں کہ بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے: جو شخص بری بات دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے اس کی استطاعت نہ ہو تو اسے دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور حصہ ہے۔(۱)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ نا گپور ۱۱ر جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

نیاز کا بچا ہوا کھانا دفن کر دینا اسراف ہے

مسئلہ: از: محمد حسن ماسٹر مقام سیہورہ ضلع بھنڈارہ

مکرمی جناب مفتی صاحب مدظلہ جامعہ عربیہ نا گپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ گزارش خدمت ہے:

ہمارے یہاں ماہ رجب میں مرغوں کی نیاز کرتے ہیں۔ مرغ ذبح کر کے پلاؤ گوشت پکا کر فاتحہ کا ثواب رجب ہٹیلے کوئی پیر صاحب ہیں، ان کی روح کو بخشتے ہیں اور بعد فاتحہ کے لوگوں کو کھلاتے ہیں۔ گوشت کی ہڈیاں وغیرہ، بچا ہوا کھانا یا زخمی کھانا وغیرہ ایک گڑھا کھود کر گاڑ دیتے ہیں۔ آپ سے مؤدبانہ التماس ہے کہ کیا اس طریقہ سے نیاز کرنا شرع مبین کے مطابق جائز ہے یا ناجائز؟ جواب باصواب سے مطلع کیجئے۔ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر بسم اللہ پڑھ کر مرغ ذبح کیا گیا اور اس کے گوشت سے پلاؤ پکا کر نیاز دلائی گئی تو شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ یونہی پیر صاحب مذکور واقعی بزرگ ہیں تو لوگوں کو کھانا کھلا کر ان کی روح کو ایصالِ ثواب کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ البتہ بچا ہوا کھانا زمین میں دفن کر دینا اسراف ہے اور رزق خداوندی کو ضائع کرنا ہے، بلکہ زمین میں دفن کرنے کے بجائے کسی غریب کو دے دینا چاہیے تا کہ صدقہ کا ثواب حاصل ہو۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ نا گپور ۱۱ر رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

کیا شب معراج منانا بدعت ہے؟

---

(۱) الصحیح لمسلم ج:۱، ص:۲۹، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر

مسئلہ: از: محمد عبدالقیوم گھڑی ساز جالیہ مارکیٹ گنٹور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین شب معراج کی اہمیت کے سلسلے میں:

کیا معراج کی شب منانا جائز ہے یا نہیں؟ اس رات مسلمانوں کو عبادت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یہاں کے امام صاحب فرماتے ہیں کہ شبِ معراج منانا بدعت ہے مسجد میں روشنی کرنا بھی بدعت ہے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں جو دین میں نئے فتوے دیتے ہیں؟ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

اس مبارک شب میں حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے قدرت کے مناظر دکھائے، زمین و آسمان کی سیر کرائی، خود اپنی ذات کا مشاہدہ کرایا۔ اسی مبارک شب میں رب العزۃ جل جلالہ وعم نوالہ نے اپنے بندوں پر نماز فرض فرمائی، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے انعامات سے نوازا۔ جس مقدس رات میں اتنے انعامات واکرامات ہوتے ہوں تو ایسی مقدس رات کی یادگار منانا قرآن وحدیث اور عین فطرت کے مطابق ہے۔ جس کا انکار نہیں کرے گا مگر بد دین گمراہ۔ رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا "وَذَكِّرْهُمْ بِأَيّٰمِ اللّٰهِ" (ابراہیم:۵) یعنی بنی اسرائیل کو وہ دن بھی یاد دلاؤ جس دن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں اُتاریں۔ اس آیت قرآنی سے معلوم ہوا کہ جن دنوں میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نعمتیں عطا فرمائیں، ان کی یادگار منانے کا حکم ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دوشنبہ کے روزہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا: "**فیہ ولدت وفیہ انزل علیّ**"۔[1] یعنی اس دن میں مَیں پیدا ہوا ہوں اور اسی دن وحی الٰہی کا نزول ہوا ہے۔ حج کے ارکان سب کے سب بطور یادگار ہی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات واحادیث ہیں۔ اختصار جس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ جس دن حضرت اسمٰعیل علیہ السلام قربان کیے جا رہے تھے وہ قربان نہ ہوئے بلکہ ان کی جگہ ایک دنبہ فدیہ میں ذبح ہوا۔ خداوند قدوس نے اس دن کو مسلمانوں کے لیے عید بنا دیا تو جس دن ہمارے سرکار نے مناظر قدرت دیکھے خدا کا جلوہ دیکھا، جنت و دوزخ کی سیر فرمائی، امت کی بخشش کا سامان نماز لے کر تشریف لائے تو اس دن کو کیوں نہ یادگار منایا جائے اور کیوں نہ اس کی خوشی میں عبادت کیا جائے۔ اگر امام شب معراج منانا یا روشنی کرنا بر بنائے وہابیت بدعت کہتا ہے جیسا کہ اس زمانے میں بدعقیدہ لوگ کہا کرتے ہیں۔ تو بلا شبہ ایسے کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز باطل ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۶/رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

خالص پھولوں کا سہرا باندھنا جائز ہے

(۱) مشکاة المصابيح ج:۱، ص:۲۳۵، کتاب الصوم، باب القضاء

مسئلہ: از: طالب شیخ: ساکن تاج نگر، ٹیکہ، نا گپور

مکرمی ومحترمی عالی جناب مفتی صاحب قبلہ دامت برکاتہم جامعہ عربیہ نا گپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مندرجہ ذیل مسئلہ زیر بحث ہے امید کہ آنجناب مسئلہ پر روشنی ڈال کر ہماری پریشانی دور کرنے کی زحمت فرماتے ہوئے مشکور فرمائیں گے۔

اہلِ سنت حضرات بھی بوقت شادی دولہے کو پھولوں کا سہرا باندھتے ہیں۔کیا یہ طریقہ (سہرا) درست ہے؟ فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوهاب

خالص پھولوں کا سہرا جائز ہے اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ نا گپور ۲۵/رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

فاسق کی غیبت کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: خادم۔ایم،ایس،ایچ۔ایم،وائی،قاسم کمپنی، پوسٹ کوڈیاڈ، ضلع کوراپوٹ

کسی بھی سرکاری ملازمین کی رشوت لینے کی نسبت یا اس کی ناجائز حرکتوں کی شکایت، ان کے بڑے آفیسروں کو چغلی کرنا ممنوع ہے کہ نہیں؟

الجواب بعون الملک الوهاب

رشوت لینا دینا حرام ہے، اور لینے دینے والے فاسق ہیں۔حدیث میں ہے: "**الراشی والمرتشی کلاهما فی النار**" (۱) رشوت لینے اور دینے والے دونوں جہنمی ہیں۔فاسق کی توہین اور اس کی غیبت جائز ہے۔حدیث شریف میں ہے: حضور سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بما فیه یحذره الناس**" (۲) کیا فاجر کو برا کہنے سے پرہیز کرتے ہو لوگ اسے کب پہچانیں گے، فاجر کی برائی بیان کرو کہ لوگ اس سے بچیں۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ نا گپور ۲۵/رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

چند مستحبات

(۱) جامع الاحادیث ج:۱۳، ص:۱۶

(۲) السنن الکبریٰ ج:۱۰، ص:۳۵۴، باب الرجل من اهل الفقه یسال عن الرجل من اهل الحدیث

مسئلہ: از: احقر العباد محبوب احمد عفی عنہ ناگپور

محترم المقام واجب الاحترام مفتی صاحب جامعہ عربیہ ناگپور بعد سلام مسنونہ کے درخواست ہے کہ درج ذیل سوالات کے جوابات سے مشکور فرمائیں۔ جزاک اللہ۔

(۱) دعاے ثانی کیا ضروری ہے؟

(۲) باآواز بلند دعا کے بعد کلمۂ طیبہ اور کلمۂ شہادت پڑھنا کیا ضروری ہے؟

(۳) خطبۂ جمعہ سے پہلے کسی اردو کی کتاب کا پڑھنا کیا ضروری ہے؟

(۴) مصافحہ کیا ہر نماز پنج گانہ کے ساتھ ضروری ہے؟

(۵) قیام وسلام کیا ہر نماز کے بعد ضروری ہے؟

(۶) تمام نمازوں کی نفل نمازیں مستقل چھوڑ دینا کیسا ہے؟

نوٹ: جواب مختصر ہاں یا نہیں کے ساتھ اتنا اور تحریر فرمادیں کہ مندرجہ بالا میں کوئی چیز فرض، واجب، سنت بھی ہے۔ نیز اپنی مہر تصدیق ثبت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

---

(۱) ضروری نہیں، مستحب ومباح ہے۔

(۲) ضروری نہیں، لیکن صفائی قلب کا بہترین طریقہ ہے۔

(۳) ضروری نہیں، لیکن عام مسلمانوں کو نصیحت حاصل کرنے کا سبب ہے۔

(۴) ضروری نہیں، مستحب ومباح ہے۔

(۵) ضروری نہیں، لیکن سرکار دوعالم کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ اور اس دور میں پیارے محبوب کی وفاداری کی بہترین مثال ہے۔

(۶) ایسا ثواب سے محروم رہے گا۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۵/رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

مصنوعی مزار اور چلہ بنانا کیسا؟

مسئلہ: از: حافظ محمد حنیف خان، بلوداواہیا اکاترا ضلع بلاسپور

قبلہ محترم بزرگوار السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش یہ ہے کہ آپ کی خدمت میں یہ خط روانہ کررہا ہوں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک صاحب اجمیر شریف گئے تھے۔ وہاں سے

واپسی میں دہلی سے ایک اینٹ لے کر آئے ہیں اور اس کو ایک تر کپڑے میں لپیٹ کر دفن کیا ہے اور مزار بھی بنوایا ہے اور سید روشن چراغ کا چلّہ بتاتے ہیں۔کیا چلّہ کی شکل ایسی ہوتی ہے؟ کیا من گھڑت بات جائز ہوسکتی ہے؟اس کا مسئلہ آپ جلد از جلد تحریر کے ساتھ ہندی اور اردو دونوں میں روانہ کریں۔فقط آپ کی دعاؤں کا طالب۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں بہ صحت سوال نہ ایسا مزار بنانا جائز ہے نہ ایسا چلّہ شخص مذکور پر ضروری ہے کہ وہ ایسے مصنوعی مزار اور چلّہ کے بنانے میں خدائے ذوالجلال سے ڈرے اور لوگوں کو فریب دے کر حصول زراندوزی سے اجتناب کرے۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۷رشعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

مصافحہ بعد نماز مباح ہے

مسئلہ: از: قاضی حبیب الدین، پریسیڈنٹ، انتظامیہ کمیٹی جامع مسجد بینا (ایم، پی) ۱۲رستمبر ۱۹۷۲ء

مکرمی ومحترمی مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم

عرض یہ ہے کہ ہمارے یہاں ایک رواج سا ہوگیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد نمازی پہلے پیش امام صاحب سے پھر آپس میں ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں، جب کہ اکثر بزرگانِ دین نے ایسا کرنے کو منع کیا ہے کہ کوئی خاص وقت مقرر کر کے مصافحہ کرنا یہ دین کے اندر نئی بات پیدا کرنا ہے اور یہ طریقہ بدعت ہے۔حالاں کہ انہوں نے خود ہی مصافحہ کرنے کی فضیلت کو حدیث سے ثابت کیا کہ یہ اچھی بات ہے اور سنت ہے، لیکن ساتھ ہی اس کی بھی تاکید فرمائی کہ کوئی خاص وقت مقرر کرنا پھر اسی وقت مصافحہ کرنا یہ جائز نہیں ہے۔ براہ کرم اپنی اولین فرصت میں اس مسئلہ سے آگاہ فرمائیں کہ اس بابت بزرگان دین وحامیان دین کیا فرماتے ہیں؟ فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوھاب

مصافحہ مطلقاً سنت قدیمہ متواترہ ہے۔حدیث شریف میں ہے: "**ان المؤمن اذا لقی المؤمن فسلم علیه واخذ بیدہ فصافحه تناثرت خطایاھما کما یتناثر ورق الشجر رواہ الطبرانی والبیھقی**"(۱) جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملتا ہے پھر اسے سلام کرتا ہے اور اس کے ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے تو ان دونوں کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے پتے۔رہ گیا نماز فجر کے بعد مصافحہ کرنا تو اس بارے میں فقہا کا اختلاف ہے۔صحیح یہ ہے کہ مصافحہ بعد نماز مباح ہے۔درمختار میں ہے: "**یفید جوازھا مطلقاً ولو بعد العصر وقولھم انه بدعة ای مباحة حسنة**"(۲) یعنی

(۱) المعجم الاوسط للطبرانی ج:۱، ص:۸۴

(۲) الدر المختار ج:٦، ص:۳۸۱، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء

مصافحہ کا جواز مطلقاً حاصل ہوتا ہے اگر چہ عصر کے بعد ہو۔ اور فقہا کا کہنا کہ بدعت ہے اس سے مراد مباح حسن (اچھی بدعت) ہے۔ علامہ خفاجی نے نسیم الریاض میں اسی کو صحیح بتایا ہے۔ لہٰذا نماز فجر یا ہر نماز کے بعد مصافحہ مطلقاً جائز ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۹؍شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

جاندار کی تصویر چھاپنا اور مورتی بیچنا حرام ہے

مسئلہ: از: حاجی یعقوب، نائگاؤں، ضلع ناندیڑ، گجرات

بخدمت حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی خدمت میں چند ضروری سوالات حاضر ہیں، جواب بہت ضروری ہیں۔

(۱) ہم دوکان کی تشہیر کے لیے کیلنڈر چھاپتے ہیں جس میں غیر کے معبودانِ باطل کی تصاویر ہوتی ہیں۔ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ہم دیوالی کے وقت کیلنڈر کا بیوپار کرتے ہیں۔ جس میں کیلنڈر کے اوپر اصنام کی تصویریں ہوتی ہیں، یہ ہمارے بیوپار ہے۔ ایسا کرنا کہاں تک جائز ہے؟

(۳) زید غیر قوم کی مورتیاں فروخت کرتا ہے مثلاً گنیش وغیرہ، کیا یہ درست ہے؟

ان تینوں سولات کے جوابات از روئے شرع تحریری مدلل عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔ جواب بے حد ضروری ہے۔ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) کسی جاندار کی تصویر چھاپنا یا بنانا حرام اشد حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو لوگ تصویر سازی کرتے ہیں قیامت کے دن عذاب دیئے جائیں گے۔ اور ان سے کہا جائے گا زندہ کرو جسے تم بناتے تھے (۱)۔ دوسری حدیث میں ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب کا مستحق خدا کے نزدیک تصویر سازی کرنے والے ہیں۔ (۲)

(۲) جائز نہیں معصیت کی تائید وتشہیر خود معصیت ہے۔

(۳) غیر قوم کی مورتیاں بیچنا حرام اشد حرام ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۰؍شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

---

(۱) الصحیح لمسلم ج:۳، ص:۱۶۶۹، کتاب اللباس والزینۃ، باب من لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب او صورۃ

(۲) سنن النسائی ج:۸، ص:۲۱۶، کتاب الزینۃ، ذکر اشد الناس عذابا

سنیما دیکھنا حرام ہے

مسئلہ: از: المستفتیان: سنیما بند کمیٹی ادونی، راقم بی ایس شیخ احمد اشرفی، بتاریخ ۲۷رشعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

محترم حضرت مولانا مفتی صاحب قبلہ دام فیوضکم جامعہ عربیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب مولانا شہر ادونی میں مسلمان ضرورت سے زیادہ سنیما دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ افسوس ان سے کہیں زیادہ عورت و بچے سنیما دیکھا کرتے ہیں۔ بعض حضرات تو ایسے ہیں کہ بغیر سنیما دیکھے ان کو رات میں نیند نہیں آتی ہے، جب کسی سے بات کرتے ہیں تو وہی جو سنیما میں باتیں ہوتی ہیں وہی کرتے ہیں اور کپڑے بھی وہی پہنتے ہیں، کیا یہ مذہب اسلام میں جائز ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

سنیما وہ مخرب اخلاق شئے ہے جس کا دیکھنا حرام اور شیطان کی پیروی کرنا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ" (لقمان:۶) اور کچھ لوگ کھیل کی بات خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں بے سمجھے اور اسے ہنسی بنالیں ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ اور ارشاد ہے: "وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ" (البقرۃ:۱۶۸) اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو وہ ہمارا کھلا دشمن ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "کل لھو للمؤمن باطل" (۱) مسلمان کا ہر کھیل باطل ہے۔ اور سنیما برائیوں، بے حیائیوں اور حرام کاریوں کی جڑ ہے۔ ارشاد ربانی: "قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ" (الاعراف:۳۳) تم فرمادو کہ میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں جو ان میں ظاہر ہیں اور جو چھپی ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۹رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

ٹوپی پہننا کیسا؟

مسئلہ: از: المستفتیان: سنیما بند کمیٹی ادونی، راقم بی ایس شیخ احمد اشرفی، بتاریخ ۲۷رشعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

اکثر مسلمان مرد یعنی بچے نوجوان اور ضعیف تک بھی سر پر ٹوپی نہیں پہنتے، یہاں تک کہ محفل عقد و بزم ادب میں بھی ٹوپی نہیں پہنتے۔ کم از کم کھانا کھاتے وقت تو پہننا چاہیے لیکن اس وقت بھی نہیں پہنتے، کیا یہ جائز ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

حدیث شریف میں ہے: "من تشبہ بقوم فھو منھم" (۲) جو شخص جس قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں

(۱) نوادر الاصول ج:۴، ص:۳۳۵، الاصل الحادی والتسعون والمائتان

(۲) سنن ابی داؤد ج:۴، ص:۴۴، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ

سے ہے۔ یہ حدیث ایک اصل کلی ہے۔لباس عادات واطوار میں کن لوگوں سے مشابہت کرنی چاہیےاور کن لوگوں سے نہیں، کفارو فساق وفجار سے مشابہت بری ہے۔اور علما وصلحا کی مشابہت اچھی چیز ہے۔کفاروفساق کی مشابہت کا ادنیٰ درجہ کراہت ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ ان لوگوں سے اپنے آپ کوممتاز رکھیں اس ہیئت میں کہ وہ پہچانے جاسکیں اور غیر مسلم کا شبہ ان پر نہ ہو۔ٹوپی پہننا سنت انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام وسنت صحابہ وطریقۂ علما وصلحا اور اسلام کا شعار عظیم ہے۔ اورٹوپی نہ پہننا نصاریٰ اور عجمیوں کا طریقہ ہے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:"**وایاکم وزی الاعاجم**"(۱) عجمیوں کے بھیس سے بچو،ان جیسی وضع نہ بناؤ۔لہٰذا بلا عذر شرعی ٹوپی نہ پہننے والے تارک سنت نبوی ہوئے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۹؍رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

عورت کا پورا جسم عورت ہے

مسئلہ: از: المستفتیان: سنیما بند کمیٹی ادونی، راقم بی ایس شیخ احمد اشرفی، بتاریخ ۲۷؍شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

تمام کے تمام مسلمان عورتیں نماز تو پڑھتی ہیں، مگر صرف جسم پر ایک جمپر یا نیم آستین اور ساڑھی رہتی ہے، کیا یہ نماز جائز ہے؟ اور کیا نماز پوری ہوگئی عورت کو نماز پڑھتے وقت کیسا لباس پہننا چاہیے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

عورت کا پورا جسم چھپانا فرض ہے، سوائے چہرے اور دونوں ہتھیلی کے۔تنویر الابصار میں ہے:"**للحرۃ ولو خنثی جمیع بدنہا حتی شعرہا النازل فی الاصح خلا الوجہ والکفجین**"(۲)۔ ھدایہ میں ہے: "**بدنہا کلہا عورۃ الا وجہھا و کفیہا**"،(۳) لہٰذا جن اعضا کا چھپانا فرض ہے، اگر ان کا ایک چوتھائی ایک رکن کی مقدار درمیان نماز کھل جائے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔اور اس کا لوٹانا ضروری ہوگا۔تنویر الابصار اور درمختار میں ہے:"**ویمنع کشف ربع عضو قدر اداء رکن**" اگر ابتدائے نماز ہی کے وقت چوتھائی حصہ کھلا رہا تو نماز کا انعقاد ہی نہ ہوگا۔ردالمحتار میں ہے:"**اما المقارن لابتدائہا فانہ یمنع انعقادہا مطلقا اتفاقا بعد ان یکون المکشوف ربع العضو**"(۴) مسلمان عورتوں کو چاہیے قمیص ٹخنے تک

---

(۱) نصب الرایۃ ج:۴، ص:۲۲۶، فصل فی اللبس

(۲) الدر المختار ج:۱، ص:۴۰۵، کتاب الصلاۃ، باب شروب الصلاۃ، مطلب فی سترالعورۃ

(۳) الھدایۃ ج:۱، ص:۴۰۸، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاہ التی تتقدمھا

(۴) الدر المختارو رد المحتار ج:۱، ص:۴۰۸، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، مطلب فی سترالعورۃ

شلوار پہنے اور ایسی چادر یا دوپٹہ سر پر رکھیں جس سے بال ظاہر نہ ہوں۔ حضور کا ارشاد گرامی ہے: "**المرأة عورة مستورة**"(۱) عورت ایک ایسی شرمگاہ ہے جس کا چھپانا ضروری ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۹ر رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

کمیٹی کی تشکیل بہتر جب کہ خرافات سے خالی ہو

مسئلہ: از: المستفتیان: سنیما بند کمیٹی ادونی، راقم بی ایس شیخ احمد اشرفی، بتاریخ ۲۷ر شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

ہم لوگ ایک کمیٹی تشکیل دینا چاہتے ہیں اور اس کمیٹی کے صدر یا رکن بحیثیت واعظ کے کچھ احکام اسلام سے متعلق تبلیغ کرے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں؟ اس کے متعلق بھی خلاصہ فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

کمیٹی کی تشکیل بہترین اقدام ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "**كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ**"(آل عمران:۱۱۰) تم بہتر ہوان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور بُری باتوں سے منع کرتے ہو۔ اس مقصد کی کامیابی زندگی کا حسین شاہکار رہے۔ رب قدیر ہر مسلمان کو آپ کا نمونہ بنائے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۹ر رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

جھوٹ کا سچ کرنے والے وکیل کو متولّی بنانا کیسا؟

مسئلہ: از: بمبئی بٹ ہاؤس، چوک بازار مقام و پوسٹ ونی، ضلع ایوت محل، مہاراشٹرا

جامعہ عربیہ کے مفتی صاحب کو ونی سے عبد المجید شیخ گلاب صاحب کی طرف سلام عرض ہے قبول ہو۔ نیچے لکھے ہوئے سوال کا جواب آپ سے طلب ہے امید ہے جلد سے جلد جواب دیں گے۔

وکیل یا ایڈوکیٹ جو جھوٹ کا سچ کرتے ہیں یہ مسجد کے متولی رہ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر وکیل صاحب علانیہ طور پر سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بتاتے ہیں تو انہیں کسی مسجد کا متولی بنانا جائز نہیں اور نہ انہیں متولی

---

(۱) العنایة شرح الهدایة ج:۱۰، ص:۲۴، کتاب الکراهیة، فصل فی الوطی والنظر واللمس

ہونے کا حق ہے۔متولی بن گیا ہوتو اسے معزول کرنا واجب،متولی دین دار صالح آدمی کو ہونا چاہیے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۰؍رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

قرآن مجید کو احتراماً چومنا کیسا؟ ندائے یارسول اللہ اور صلاۃ وسلام کا حکم

مسئلہ: از: حافظ عبدالکریم اجمیری کھیڑ تعلقہ مورسی ضلع امراوتی مہاراشٹرا

حضرت مفتی صاحب قبلہ جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

ایک شخص جو فقیری لائن رکھتا ہے اور سلسلۂ چشت سے تعلق رکھتا ہے، وہ اپنے اوراد ووظائف میں اس بات کا اہتمام کرتا ہے کہ

(۱) وہ قرآن مجید کو چومتا ہے، سینے سے لگاتا ہے اور سر پر رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ادب واحترام کے لیے ایسا کرتا ہوں اور میرے اوراد ووظائف کا تعلق بھی اسی سے ہے۔

(۲) اس کے بعد جب وہ کھڑا ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے تو تنہا پڑھتا ہے اور "یا نبی اللہ علیک الصلاۃ والسلام یا رسول اللہ علیک الصلاۃ والسلام یا حبیب اللہ علیک الصلاۃ والسلام" غرضیکہ "علیک الصلاۃ والسلام" پڑھتا ہے اور سر جھکائے ہوئے ہاتھوں سے جس طرف عرف عام میں ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا جاتا ہے اشارے بھی کرتا ہے اور زبان سے بھی "یارسول اللہ یا نبی اللہ یا حبیب اللہ علیک الصلاۃ والسلام" کہتا جاتا ہے اور چاروں طرف دَم بھی کرتا ہے اور پھونکتا بھی ہے اور کہتا ہے کہ اس کا تعلق میرے دل اور وظیفہ سے ہے اور اسی میں مجھے سرور اور کیف حاصل ہوتا ہے۔اب آپ سے عرض یہ ہے کہ کیا مندرجہ بالا دونوں چیزیں قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اور جائز ہیں یا ناجائز؟ دلیلوں سے جواب عنایت کر کے مشکور فرمائیں۔فقط والسلام۔

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) قرآن مجید کا احتراماً چومنا جائز ہے۔شرح بخاری لابن حجر میں حضرت امام احمد ابن حنبل سے ایک روایت نقل کی گئی ہے:

"انہ سئل عن تقبیل منبر النبی ﷺ وتقبیل قبرہ فلم یر بہ باسا ونقل ابن ابی صیف الیمانی احد علماء مکۃ من الشافعیہ جواز تقبیل المصحف واجزاء الحدیث وقبور الصالحین"[(۱)] ان سے حضور ﷺ کے منبر شریف اور قبر شریف کے چومنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کوئی حرج نہیں اور ابن صیف یمانی سے جو علمائے مکہ کے علمائے شافعیہ سے ہیں، ان سے منقول ہے کہ قرآن پاک، اوراق حدیث اور قبور صالحین کا بوسہ دینا جائز ہے۔

---

(۱) فتح الباری لابن حجر ج:۳، ص:۴۷۵، کتاب الحج، تحت قولہ باب من لمیستلم الا الرکنین الیمانیین

درمختار جلد پنجم باب الاستبراء بحث مصافحہ میں بوسے کی پانچ قسموں کا ذکر ہے۔ اسی جگہ مذکور ہے: "قبلة الديانة للحجر الاسود وتقبيل عتبة الكعبة تقبيل المصحف قيل بدعة لكن روى عن عمر رضى الله تعالىٰ عنه انه كان يأخذ المصحف كل غداة ويقبله وكان عثمان رضى الله تعالىٰ عنه يقبل المصحف ويمسه على وجهه"۔(۱) ایک بوسہ دین داری کا ہے وہ حجر اسود اور کعبہ شریف کی چوکھٹ کا بوسہ ہے قرآن پاک کا چومنا بھی لوگوں نے بدعت کہا ہے لیکن روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ ہر صبح کو قرآن پاک ہاتھ میں لے کر چومتے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ قرآن پاک کو چومتے اور اپنے چہرے پر ملتے تھے۔

(۲) اس سوال کی دو الگ الگ شقیں ہیں:

[۱] ندائے یارسول اللہ۔ [۲] حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجنا۔

اب دونوں کے جوابات قدرے تفصیل سے دیے جاتے ہیں۔

[۱] حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو ندا کرنا قرآن کریم، فعل ملائکہ، طریقۂ صحابہ اور عمل امت سے ثابت ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "یایھا النبی" (التوبۃ:۸۳) "یایھا الرسول" (المائدۃ:۴۱) "یایھا المزمل" (المزمل:۱) "یایھا المدثر" (المدثر:۱)۔ مسلم شریف کی حدیث ہے: حضرت جبریل نے عرض کیا: "یا محمد اخبرنی عن الاسلام"(۲) کنز العمال میں ہے کہ بوقتِ وفات ملک الموت علیہ السلام نے عرض کیا: "یا محمد ان الله ارسلنی الیك"(۳)۔ ابن ماجہ باب صلوٰۃ الحاجۃ میں حضرت عثمان ابن حنیف سے روایت ہے کہ ایک نابینا بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا ان کو تعلیم فرمائی: "اللهم انی اسئلك واتوجه الیك بمحمد نبی الرحمة یا محمد انی قد توجهت بك الیٰ ربی فی حاجتی هذه لتقضی اللهم فشفعه فی۔۔قال ابو اسحٰق هذا الحدیث صحیح"(۴) اے اللہ! میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے میں اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں تاکہ میری حاجت پوری ہو جائے اے اللہ میرے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کو قبول فرما۔ ابو اسحاق نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ یہ دعا قیامت تک کے مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد بھی مانگی گئی ہے۔

حضرت امام زین العابدین اپنے قصیدے میں فرماتے ہیں:

یارحمة للعالمین ادرك لزین العابدین۔۔۔۔۔محبوس ایدی الظالمین فی مرکب والمزدحم

---

(۱) الدر المختار ج:۶، ص:۳۸۴، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء

(۲) الصحیح لمسلم ج:۱، ص:۳۶، کتاب الایمان، باب معرفة الایمان والاسلام

(۳) کنز العمال ج:۷، ص:۲۶۴، کتاب الشمائل ، باب شمائل الاخلاق

(۴) سنن ابن ماجه ج:۱، ص:۴۴۱، کتاب اقامة الصلاة، باب ماجاء فی صلاة الحاجة

یارحمۃ العالمین! زین العابدین کی مدد کو پہنچو اس ازدحام میں ظالموں کے ہاتھ میں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

یاسید السادات جئتك قاصداً ......ارجو رضاك واحتمی بحماك

اے سرداروں کے سردار! دلی قصد سے آپ کی بارگاہ میں آیا ہوں آپ کی رضا کا امیدوار ہوں اور اپنے آپ کو آپ کی بارگاہ میں دیتا ہوں۔

مولانا جامی فرماتے ہیں:

زمهجوری برآمد جان عالم .....ترحم یا نبی الله ترحم

آپ کی جدائی سے پورے عالم کی جان نکل گئی اے اللہ کے نبی رحم فرمائیے۔

[۲] یارسول اللہ کے ساتھ درود وسلام بھیجنے کے احکام ملاحظہ کیجئے:

عالمگیری آداب قبر النبی علیہ السلام میں ہے: "**ثم یقول السلام علیك یا نبی الله ورحمة الله وبركاته اشهد انك رسول الله**"(۱) نماز میں پڑھا جاتا ہے "**السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبركاته**" سلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور اللہ کی برکتیں ہوں۔ درمختار جلد اول باب صفۃ الصلوٰۃ میں ہے: "**ویقصد بالفاظ التشهد الانشاء کانه یحی الله تعالیٰ ویسلم علی نبیه**"(۲) الفاظ تشہد میں انشاء کا ارادہ کرے گویا کہ رب کو تحیت اور اپنے نبی کو سلام کر رہا ہے۔ شفاء میں ہے: "**ان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علیك یایها النبی ورحمة الله وبركاته**"(۳) اگر کوئی گھر میں نہ ہو تو کہو سلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ اس کے تحت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری شرح شفاء میں فرماتے ہیں: "**لان روح النبی علیه السلام حاضر فی بیوت اهل الاسلام**"(۴) اس لیے کہ حضور کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر رہتی ہے۔ ان آیات واحادیث واقوال بزرگان دین واحکام فقہ سے واضح ہو گیا کہ "**یا نبی الله علیك الصلوٰة والسلام**" کہنا جائز بلکہ باعث برکت ہے۔

(۳) اشارہ نہ چاہیے البتہ صلوٰۃ وسلام کے بعد بدن پر دم کرنے میں حرج نہیں۔ فقط

والله اعلم بالصواب ورسوله ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

---

(۱) الفتاوی الهندیه ج:۱، ص:۲۶۵، کتاب المناسک، خاتمة فی زیارة قبر النبی ﷺ

(۲) الدر المختار ج:۱، ص:۵۱۰۔ کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة

(۳) الشفاء لقاضی عیاض ج:۲، ص:۶۷ ، فصل فی المواطن التی یستحب فیها الصلاة

(۴) شرح الشفاء لعلامة علی القاری ج:۲، ص:۱۱۸، فصل فی المواطن التی یستحب فیها الصلاة

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۵؍رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

ختم قرآن کے وقت تین بار "قل ھو اللہ" پڑھنا کیسا؟

مسئلہ: از: عبد الخالق بلاسپور ایم پی ۱۱؍رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

تراویح یا غیر تراویح میں ختم قرآن کے وقت **قل ھو اللہ** شریف کئی مرتبہ پڑھنا کیا بہتر ہے؟ بہت سے حفاظ کو دیکھا کہ ختم قرآن کے وقت میں تین مرتبہ **قل ھو اللہ** شریف پڑھتے ہیں۔ یہ تعداد کا تعین کرنا کیسا ہے؟ بعض لوگ نے لکھا ہے کہ **قل ھو اللہ** شریف تین مرتبہ پڑھنا مکروہ ہے، کیا اس طرح لکھنا اچھا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

مستحب ہے، مکروہ نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: سورۂ اخلاص ثلث قرآن ہے(۱)۔ تو تین مرتبہ پڑھنے میں پورے قرآن مجید کے ثواب ملنے کی امید ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۵؍رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

امام مصلے پر کس رخ پر بیٹھے؟

مسئلہ: از: عبد الخالق بلاسپور ایم پی ۱۱؍رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

امام کو مصلیٰ پر بیٹھنا کیسا ہے اور بیٹھے تو کس رخ پر بیٹھنا افضل ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

امام کو بعد سلام دائیں بائیں یا مقتدیوں کی طرف رخ کرنے کا اختیار ہے۔ منیۃ المصلی وصغیری میں ہے: "**فاذا تمت صلوٰۃ فالامام فھو مخیر ان شاء انحرف عن یسارہ وجعل القبلۃ عن یمینہ وان شاء انحرف عن یمینہ وجعل القبلۃ عن یسارہ وان شاء اقبل الناس بوجھہ ملخصاً**"(۲) قبلہ رو ہو کر بیٹھنا اور مسلمانوں کی طرف پیٹھ کرنا بلا وجہ خلاف سنت ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

---

(۱) سنن الترمذی ج:۵، ص:۱۸، ابواب فضائل القرآن، سورۃ الاخلاص

۲

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۵/ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

مسجد میں کھانا کیسا؟

مسئلہ: از: عبد الخالق بلاسپور ایم پی ۱۱/ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

مسجد میں غیر مسافر کے لیے کھانا پینا کیسا ہے؟ رمضان شریف میں مسجد میں ہی لوگ افطار کرتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد ہی نہیں ہے۔ بلکہ گھر یا دوسری کوئی اور جگہ ہے۔ مسجد کا کوئی ادب واحترام نہیں، مسجد کے متولی یا سکریٹری پر کیا لازم ہے؟ جب کہ امام یا مؤذن نے منع کر دیا مگر باوجود اس کے نہیں مانتے؟

الجواب بعون الملک الوھاب ___

مسجد میں غیر معتکف اور غیر مسافر کو کھانا پینا سونا جائز نہیں بلکہ مسافر کے بارے میں بھی فقہائے کرام کا اختلاف ہے کہ مسافر کو بھی احتیاط چاہیے۔ افطار کے لیے اگر خارجِ مسجد جگہ نہ ہو تو مجبوراً افطار کرنے کے لیے مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کرلیں اور کچھ تسبیح وغیرہ پڑھیں پھر کھائیں۔ لیکن مسجد کے فرش کو آلودہ کرنا سخت ممنوع ہے احتیاط ضروری ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۵/ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

قرآن کے بوسیدہ اوراق دفنائے جائیں گے

مسئلہ: از: عبد الخالق بلاسپور ایم پی ۱۱/ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کو کہاں دفن کرنا چاہیے؟ بعض حضرات نے یہ لکھا ہے کہ قرآن کے اوراق کو کسی گندی نالی یا کوڑے میں ڈال سکتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب ___

قرآن مجید اگر ایسا بوسیدہ ہو جائے کہ پڑھنے کے کام نہ آئے تو کفنا کر لحد کھود کر دفن کر دیا جائے جہاں پاؤں پڑنے کا احتمال نہ ہو۔ درمختار میں ہے: "**المصحف اذا صار بحال لا یقرأ فیه یدفن کالمسلم**"(۱) قرآن جب اس حال میں ہو جائے کہ اس میں نہ پڑھا جاسکے تو اسے دفن کر دیا جائے، جیسا کہ مسلمانوں کو دفن کیا جاتا ہے۔ ردالمحتار میں ہے: "**قوله یدفن ای یجعل**

---

(۱) الدر المختار ج: ۱، ص: ۱۷۷، کتاب الطهارة

فی خرقۃ طاھرۃ ویدفن فی محل غیر ممتھن لایوطا"۔(۱) قرآن پاک کے اوراق کو گندی جگہ ڈالنا حرام سخت حرام ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

کسی غیر مسلم کو قرآن شریف پیش کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: قاری عبدالوہاب

عالی جناب مفتی اعظم مہاراشٹر جامعہ عربیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

کسی غیر مسلم کو قرآن شریف پیش کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور عربی متن میں قرآن شریف ہوتو دیا جاسکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

قرآن پاک ارشاد ہے "لَّا يَمَسُّهُۥٓ إِلَّا ٱلْمُطَهَّرُونَ"(الواقعۃ:۷۹) قرآن کو نہ چھوئیں مگر پاک ہوکر۔ جب مسلمان بے وضو کو قرآن پاک چھونا جائز نہیں، تو غیر مسلم کو کس طرح چھونے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ کیا معلوم جس وقت قرآن پاک غیر مسلم کو دیا گیا، اُس وقت وہ پاک تھا یا ناپاک۔ پھر یہ کہ کافر قرآن کی عظمت واحترام کا کیا خیال رکھے گا۔ کافر کی خوشنودی کے لیے یا اپنے سیاسی مفاد کی خاطر قرآن پاک کافر کو دینا کہ وہ اس کا احترام نہ کرسکے، ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۴ ذوالقعدہ ۱۳۹۲ھ

تعزیہ سازی اور تصویر سازی حرام ہے

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

ہمارے ملک ہندوستان میں عموماً ہمراہ تعزیہ گھوڑا اور براق مصنوعی (کاغذ وقینچی کا تیار کردہ) یکم تا دس محرم الحرام مسلمان طبقہ جہلا نکال کر باجے گاجے کے ساتھ بازار وگلی کوچوں میں گشت لگاتے ہیں۔ پس دریافت طلب بات یہ ہے کہ

(۱) اس قسم کا مصنوعی گھوڑا اور براق بنانے والوں کی نسبت قرآن وحدیث سے کوئی وعید آئی ہے؟ آیت وحدیث مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

(۲) ان دو مجسموں پر پان، پھول، مالیدہ اور شربت چڑھا کر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟

(۳) طبقۂ جہلا کے چند افراد ان ہر دو مجسموں کی نسبت توہین آمیز الفاظ کہنے والا شخص ان کی اصطلاح میں مجرم دین

---

(۱) رد المحتار ج:۱، ص:۱۷۷، کتاب الطھارۃ

ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ امام کی سواری ہے اس کا بنانا عین مذہب ہے کیوں کہ یہ ریت ہے یعنی یہ حکم خدا اور فرمان رسول ہے۔ لو یہ نہیں ہے اسے لو یہ کہنے والا مذہب کا مجرم ہے اسے سزا دینی چاہیے۔ اس نے امام کی نہیں بلکہ مذہب کی توہین کی۔

اس قسم کے معتقدین شرع مطہر کے مجرم تو ہیں ہی لیکن مسلمان اہل اسلام کی جانب سے انہیں کون سی سزا ملنی چاہیے؟

(۴) شراب، سور اور ان ہر دو مجسموں کی حرمت میں کیا فرق ہے؟ **بینوا و توجروا**

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) تعزیہ سازی کو اسلام نے سختی سے منع کیا ہے۔ چناں چہ بخاری شریف کی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: "**ان اشد الناس عذاباً عند اللہ المصورون**"(۱) بے شک اللہ کے نزدیک وہ شخص سب سے زیادہ عذاب کا مستحق ہے جو تصویر سازی کرتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے: "**قال رسول اللہ ﷺ ان الذین یصنعون ھذہ الصور یعذبون یوم القیامۃ یقال لھم احیوا ما خلقتم**"(۲) یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک جو لوگ ان صورتوں کو بناتے ہیں انہیں عذاب دیا جائے گا قیامت کے دن کہا جائے گا ان لوگوں سے کہ زندہ کرو جسے تم لوگوں نے بنایا ہے۔

ان احادیث مذکورہ بالا سے واضح ہوگیا کہ تصویر سازی اشد حرام ہے اور گناہ کبیرہ اور بنانے والے مستحق عذاب نار ہیں۔ اگر اسلام میں کسی جاندار کی تصویر جائز ہوتی تو حضور سرکار دو عالم ﷺ فتح مکہ کے سال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر کو اپنے دست اقدس سے نہ دھوتے جو خانۂ کعبہ کی دیوار پر منقش تھی۔

(۲) ناجائز و حرام ہے۔ **لقولہ تعالیٰ: "مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ"** (الاعراف:۷۱)

(۳) ان اختراعی مجسموں کی نسبت ایسا خیال رکھنا جہالت وفساد عقیدہ بلکہ کفر ہے کہ حرام چیز کے بنانے کو عین مذہب قرار دے رہا ہے۔ **قال اللہ تعالیٰ: "اِنْ هِیَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ"** (النجم:۲۳) یعنی وہ تو نہیں مگر کچھ نام کے تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اُتاری، وہ نرے گمان اور نفس کی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہیں۔

ایسے کہنے والوں پر توبہ تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتے ہوں تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔ جب تک توبہ نہ کریں تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ ان سے سلام کلام میل جول سب بند کردیں۔

(۴) شراب وسور قبیح لعینہ اور تصویر سازی قبیح لغیرہ ہے۔ لہٰذا شراب وسور کی حرمت تصویر سازی کی حرمت سے اشد ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

---

(۱) الصحیح للبخاری ج:۷، ص:۱۶۷، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ

(۲) الصحیح للبخاری ج:۷، ص:۱۶۷، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۴/ ذوالقعدہ ۱۳۹۲ھ

نمازِ جنازہ کے بعد فاتحہ کرنا مستحسن ہے

مسئلہ: از: عبدالمجید پیش امام جامع مسجد

مکرم ومحترم مولانا مفتی صاحب قبلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

نمازِ جنازہ کے بعد فاتحہ خوانی جائز ہے کہ نہیں؟ دو روز قبل ہمارے گاؤں میں میت ہوئی تھی ہمارے گاؤں کے لوگ شافعی المسلک ہیں، نماز جنازہ کے بعد امام صاحب نے فاتحہ پڑھی، اس پر ایک شخص نے اعتراض کیا کہ نماز کے بعد فاتحہ پڑھنا درست نہیں ہے یہ محض ایک رسم ہے اس میں حقیقت کو بالکل دخل نہیں فاتحہ پڑھنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔

ہمارے گاؤں کے ایک شخص نے جو حدیث اور فقہ سے کافی واقفیت رکھتے ہیں۔ شخص معترض سے کہا کہ کسی بھی مسئلے کے جواز یا عدم جواز کے لیے دلیل ضروری ہے، بغیر دلیل کوئی بھی مسئلہ قابل قبول نہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ آپ ہمیں ثابت کر کے دیجئے کہ ایصالِ ثواب جائز نہیں ہے۔

لہٰذا آپ سے از روئے شرع مستفتی ہوں کہ کیا معترض کا کہنا بجا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد فاتحہ خوانی بدعت قبیحہ میں سے ہے۔ بحوالۂ کتب احادیث وفقہ مکمل اور مدلل جواب باصواب سے جلد از جلد ممنون گردانیں گے۔ فقط والسلام **بینوا وتوجروا**

الجواب بعون الملک الوھاب

بعد نمازِ جنازہ فاتحہ خوانی ایصال ثواب ہے اور ایصال ثواب فی نفسہ جائز و مستحسن ہے۔ سنن ابن ماجہ میں ہے: "**اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ دعاء**"(۱) جب تم میت پر نماز پڑھو تو اس کے لیے خالص دعا مانگو۔ "**فاخلصوا**" میں "ف" کا قرینہ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ دعا بلا تاخیر فوراً کی جائے کیوں کہ "**صلیتم**" شرط ہے اور "**فاخلصوا**" جزا اور شرط وجزا میں مغایرت ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا نماز سے خارج ہے۔ پھر یہ کہ "**صلیتم**" ماضی ہے اور "**فاخلصوا**" امر۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ دعا کا حکم نماز پڑھنے کے بعد ہے۔ مشکوٰۃ میں ہے: "**قرأ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب**" (۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنازہ پر سورۂ فاتحہ پڑھی۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے تحت ہے: "واحتمال دارد کہ فاتحہ بعد از نماز یا پیش از بقصد تبرک خواندہ باشد چناں متعارف است" (۳) ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ فاتحہ بعد نماز یا قبل نماز برکت کے لیے پڑھی ہو جیسا کہ آج کل رواج ہے۔ مفتاح الصلوٰۃ مصنفہ مولانا فتح محمد صاحب برہانپوری میں ہے "چوں از نماز فارغ شدند مستحب است کہ امام صالح دیگر فاتحہ بقر تا **مفلحون** طرف سر جنازہ وخاتمۂ بقر **آمن الرسول** طرف پائیں بخواند کہ در

---

(۱) سنن ابن ماجہ ج:۱، ص:۴۸۰، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصلاۃ علی الجنازۃ

(۲) سنن ابن ماجہ ج:۱ ص:۴۸۹، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی القراءۃ علی الجنازۃ

(۳)

حدیث وارداست ودربعض حدیث بعداز دفن واقع شدہ ہر دووقت کہ میسر شود بخواند'' (۱) یعنی جب نماز سے فارغ ہوجائے توامام یا کوئی دوسرا ایک آدمی سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرتا مفلحون سرہانے اور سورۂ بقر کا ختم آمن الرسول آخر تک پائتانے پڑھے۔ کیوں کہ حدیث شریف میں آیا ہے، اور بعض حدیث میں دفن کے بعد ہے۔ اگر دونوں وقت میسر ہوتو بھی درست ہے۔ وہابیہ بلا دلیل شرعی محض اپنے قیاس فاسد سے اس کو ناجائز کہتے ہیں حالاں کہ اس کے ناجائز ہونے پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۴/ذوالقعدہ ۱۳۹۲ھ

دوا کے طور پر شراب پینا کیسا؟

مسئلہ: ایک شخص مسجد کا متولّی ہے، شراب پیتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ شراب بطور دوا استعمال کرتا ہے۔ نماز پنج گانہ کا بالکل پابند نہیں، صرف نمازِ جمعہ کبھی کبھی ادا کر لیتا ہے۔ وہ شخص مشرع بھی نہیں اور نہ ہی دینی مسئلہ مسائل جانتا ہے۔ ایسے شخص کا مسجد کا متولی ہونا کہاں تک درست ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

دوا کے طور پر بھی شراب پینا حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''**لا شفاء فی الحرام**'' (۲) حرام میں شفا نہیں۔ اسی طرح بلا عذر شرعی ایک وقت کی نماز بھی قضا کرنی حرام حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ متولی کسی دین دار کو ہونا چاہیے، عام مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے فاسق کو تولیت سے معزول کر کے کسی سنّی صحیح العقیدہ، پابند شرع کو متولی منتخب کریں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

---

(۱) مفتاح الصلاۃ ص: ۱۱۲
(۲) لم نجد ھذہ العبارۃ۔ وما وجدنا ہی ''لا تداووا بالحرام'' فیض القدیر ج: ۲، ص: ۲۱۶

کتاب المیراث

وراثت کا مسئلہ

مسئلہ: از: الف الدین صاحب تکیہ دیوان شاہ، ناگپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دادا میاں کے نام ایک مکان ہے۔انہوں نے انتقال کیا اپنے وارثین میں ایک بیوی کلثوم بی ایک لڑکی زیتون بی اور ایک بھائی الف الدین چھوڑا اس کے بعد لڑکی کا بھی انتقال ہو گیا اس نے اپنی ماں کلثوم بی اور گیارہ اولاد جن میں پانچ لڑکے چھ لڑکیاں اور ایک چچا الف الدین کو چھوڑا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ دادا میاں کی جائداد جو بشکل مکان ہے از روئے شرع کس طرح تقسیم ہوگی اور الف الدین صاحب کا کتنا حصہ نکلے گا؟

الجواب بعون الملک الوھاب

بر تقدیر صدق مستفتی وحسب شرائط فرائض تر کہ دادا میاں کی کل جائداد جو بشکل مکان ہے ایک سو بانوے ۱۹۲ ر سہام پر تقسیم ہو کر چالیس ۴۰ ر سہام ان کی بیوی کلثوم بی کو اور بہتر ۷۲ ر سہام ان کے بھائی الف الدین کو اور دس دس سہام زیتون بی کے پانچوں لڑکوں کو اور پانچ پانچ سہام زیتون بی کی چھوؤں لڑکیوں کو ملیں گے۔جیسا کہ المبلغ الاحیاء میں ہر ایک نام کے نیچے مندرج ہے۔

المبلغ ۱۹۲ الاحیاء

کلثوم بی	الف الدین	پسران زیتون بی	دختران زیتون بی
۴۰	۷۲	۵۰	۳۰

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

وراثت کا ایک مسئلہ

بنو میاں کے تین مکان تھے، دو بڑے اور ایک چھوٹا ہے۔ان کے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے (۱) ودو میاں (۲) یوسف میاں (۳) فاطمہ بی، والد کے مرنے کے بعد تینوں گھر کا بٹوارا ہوا۔ بڑے اور چھوٹے بھائی کے حصہ میں دونوں بڑے مکان اور بہن کے حصہ میں ایک چھوٹا گھر آیا، چند سال کے بعد چھوٹے بھائی یوسف میاں کا بھی انتقال ہو گیا اپنے حیات ہی میں انہوں نے اپنا مکان فروخت کر دیا جس کا بیعانہ کی شکل میں ۵۰۰۰ ر روپیہ لگائے گئے،لیکن ان کا انتقال رجسٹری سے پہلے ہی ہو گیا۔اب ان کی بیوی تاج بی ہے اور ان کی کوئی اولاد نہیں ہے، بڑے بھائی ودو میاں کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں اور ایک بیوی حیات ہے اور مرحوم یو سف میاں کی بہن فاطمہ بی ہے۔ان سب کو ورثہ میں سے کس حساب سے ملنا چاہیے اور کن کن کو ملنی چاہیے؟ اس کا فتوی دیجئے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

برتقدیر صدق مستفتی وحسب شرائط فرائض ترکہ یوسف میاں کی کل جائداد آٹھ سہام پر تقسیم ہوکر دو سہام ان کی بیوی کو، چار سہام ان کی بہن کو، اور ایک ایک سہام ان کے دونوں بھتیجے کو ملیں گے۔ دونوں بھتیجیوں کو کچھ نہ ملے گا۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

مرض الموت کی وصیت کا حکم

مسئلہ: از: عبدالوہاب وعبدالعزیز

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

جناب شیخ قاسم صاحب کی دو بیویاں تھیں پہلی بیوی سے ایک لڑکا بنام شیخ گلاب ولد شیخ قاسم اور دو بیٹیاں پہلی بیٹی کا نام دلیا بائی بنت شیخ قاسم عید یا بائی بنت شیخ قاسم۔ اور دوسری بیوی سے ایک لڑکا بنام شیخ عثمان ولد شیخ قاسم اور ایک بیٹی آمنہ بی بنت شیخ قاسم ہے۔ جناب شیخ قاسم صاحب نے اپنی پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسری بیوی کے نام ایک رجسٹر وصیت نامہ لکھ دیا کہ میرے انتقال کے بعد میری بیوی اس جائداد کی آمدنی کھا سکتی ہے۔ رہن گہن وفروخت نہیں کرسکتی ہے اور میری بیوی کے انتقال کے بعد اس جائداد کے مالک میرے دو بیٹے شیخ گلاب وشیخ عثمان رہیں گے اور اپنی تینوں لڑکیوں کے بابت کوئی وصیت نہیں کی۔ یہ جائداد شیخ قاسم کی خود کی خریدی ہوئی ہے۔ لہٰذا جناب والا سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ ان لڑکیوں کے حق کے سلسلے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ معلوم کریں۔ فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں اگر شیخ قاسم نے اپنے مرض الموت میں یہ وصیت نامہ لکھا ہے تو یہ وصیت نامہ ہی حنفیوں کے نزدیک باطل ہے۔ درمختار میں ہے "**ولا تجب للوالدین والاقربین**"(۱) وصیت والدین اور قرابت داروں کے لیے نہیں۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ردالمحتار میں حضرت ابوامامہ سے ایک حدیث روایت فرمائی ہے انہوں نے کہا "**سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان اللہ تعالیٰ اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث**"(۲) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے تو کسی وارث کے لیے وصیت نہیں۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے "**لا تجوز الوصیۃ للوارث عندنا الا ان یجیزھا الورثۃ**"(۳) یعنی ہمارے (حنفیوں) کے نزدیک وارث کے لیے وصیت جائز نہیں مگر یہ کہ ورثا اس کو جائز کردیں۔ فتاویٰ سراجیہ میں ہے "**الوصیۃ للوارث لا تجوز الا باجازۃ الورثۃ**

---

(۱) الدر المختار ج:۱، ص:۷۳۲، کتاب الوصایا

(۲) ردالمحتار ج:۶، ص:۶۴۹، کتاب الوصایا

(۳) فتاوی قاضی خان ج:۳، ص:۳۲۶، کتاب الوصایا

بعد الموت،،(۱) وصیت وارث کے لیے جائز نہیں مگر ورثہ وصیت کرنے والے کے مرنے کے بعد جائز کردیں تو جائز ہو جائے گی۔ لہٰذا اگر تمام ورثہ اس وصیت کو جائز نہ رکھیں تو قاسم کی وصیت ہی باطل ہو جائے گی اور وہ جائداد ترکہ کے طور پر تقسیم ہوگی۔ یعنی شیخ قاسم کی کل جائداد آٹھ سہام پر تقسیم ہو کر ایک سہام بیوی کو اور دو دو سہام دونوں لڑکے گلاب اور عثمان کو اور ایک ایک سہام تینوں لڑکیوں دلیا بی عدیا بی اور آمنہ بی کو ملیں گے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

وصیت کے مطابق وراثت تقسیم کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: ہدایت حسین گانجہ کھیت ناگپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

بکر کی موت کے بعد ان کے خاندان کی تفصیل حسب ذیل ہے ہر ایک کو شریعت کے مطابق بکر کی جائداد سے کیا حصہ ملے گا جب کہ بکر نے اپنی زندگی میں سب کے حصہ کی وصیت بھی لکھ دی ہے۔ کیا وصیت کے مطابق حصہ دینا شریعت میں جائز ہے جب کہ بکر نے بمرض حالت موت وصیت لکھی ہو۔ تفصیل نیچے درج ہے۔

بکر کی موت واقع ہو چکی ہے۔ پہلی بیوی (جس کی موت واقع ہوگئی تھی بکر کی زندگی ہی میں) سے ایک لڑکا ہے۔ دوسری بیوی (جو بقید حیات ہے) سے چار لڑکیاں ہیں۔

وصیت: کل جائداد اسی ۸۰ ایکڑ زمین (دو مواضعات کی مال گزاری جس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا)

(۱) لڑکے کو بیس ۲۰/ ایکڑ زمین۔

(۲) بیوی کا حصہ مع مہر بیس ۲۰/ ایکڑ زمین۔

(۳) لڑکی کو دس ۱۰/ ایکڑ زمین۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں اگر بکر نے اپنے مرض الموت میں یہ وصیت نامہ لکھا ہے تو وصیت نامہ باطل ہے۔ درمختار میں ہے ''**ولا تجب للوالدین والاقربین**،،(۲) وصیت والدین اور قرابت داروں کے لیے نہیں۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ردالمحتار میں حضرت ابوامامہ سے ایک حدیث روایت فرمائی ہے انہوں نے کہا ''**سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان اللہ تعالیٰ اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث**،،(۳) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک

---

(۱)

(۲) الدرالمختار:۶، ص:۶۴۸، کتاب الوصایا

(۳) ردالمحتار:۶، ص:۶۴۹، کتاب الوصایا

اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے تو کسی وارث کے لیے وصیت نہیں۔ فتاویٰ قاضی خاں اور فتاویٰ سراجیہ میں ہے "واللفظ للسراجیة الوصیة للوارث لا تجوز الا باجازۃ الورثة بعد الموت"۔(۱) وصیت وارث کے لیے جائز نہیں مگر ورثہ وصیت کرنے والے کے مرنے کے بعد جائز کر دیں تو جائز ہو جائے گی۔ لہٰذا اگر تمام ورثہ اس وصیت کو جائز نہ رکھیں تو بکر کی وصیت ہی باطل ہو جائے گی اور وہ کل جائداد ترکہ کے طور پر تقسیم ہوگی۔ یعنی بیوی کا مہر ادا کرنے کے بعد کل جائداد اڑتالیس ۴۸ سہام پر تقسیم ہو کر ۶ رسہام بیوی کو ۱۴ رسہام لڑکے کو اور سات سات سہام چاروں لڑکیوں کو ملیں گے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

بیٹے کی موجودگی میں بھائی اور بیوی کا کیا حصہ؟

مسئلہ: از: محمد حسن خاں

کیا حکم شرع شریف ہے اور تحقیق سے کیا ارشاد ہے علمائے دین متین کا اس مسئلہ میں:

جناب ڈپٹی کنٹرولر ریلوے محمد قاسم صاحب بلاسپور کا انتقال ہو چکا ہے۔ محمد قاسم صاحب کا ایک لڑکا اور ایک بیوی اس وقت موجود ہیں اور ایک بھائی بھی موجود ہے پھر اور ان کا کوئی رشتہ دار نہیں ہے۔ اور محمد قاسم صاحب کے بہت سے مکانات اور جنگل کی زمین بھی ہے تو اب اس جائداد کا اور رہائشی مکان اور سامان زندگی کا کون مالک ہوگا؟ **بینوا توجروا**

الجواب بعون الملک الوهاب

برتقدیر صدق مستفتی وحسب شرائط فرائض ترکہ مسمّی قاسم مرحوم کی کل جائداد آٹھ سہام پر تقسیم ہو کر ایک سہام ان کی بیوی کو اور سات سہام ان کے لڑکے کو ملیں گے۔ صورتِ مسئولہ میں بھائی کو کچھ نہ ملے گا۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

جائداد تقسیم کرنے کا ایک مسئلہ

مسئلہ: از: شیخ ستار ولد شیخ عثمان سیتابلڈی کوسٹی پورہ ناگپور

قبلہ جناب مفتی صاحب دار الافتاء جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور السلام علیکم۔

نیچے لکھی گئی جائداد میں کس کس کو حق پہنچتا ہے؟ معلوم کرنا ہے۔

قاسم میاں کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا شیخ گلاب دولڑکی ڈلیابی، عید یابی ہیں۔ پہلی بیوی فوت کر گئی۔ دوسری بیوی کلوبی سے

---

(۱)

ایک لڑکا شیخ عثمان اور ایک لڑکی امینہ بی ہیں۔قاسم میاں نے اپنی جائداد دوسری بیوی کلو بی کو بخش دی اس شرط پر کہ جب تک تم زندہ ہواس کی مالک ہواس جائداد کا کرایہ کھاپی سکتی ہو، بیچ نہیں سکتی اور نہ ہی رہن یا کسی کو بخش سکتی ہو۔تمہارے مرنے کے بعد میرے دولڑکے شیخ گلاب اور شیخ عثمان اس جائداد کے حقدار ہیں۔قاسم میاں فوت کر گئے اور کلو بی کی حیات میں ہی امینہ بی فوت کر گئی۔ کلو بی نے بخشی ہوئی جائداد کو جو کہ دو ہزار کی قیمت کی تھی اپنی کمائی سے پکا دومنزلہ بنوایا جو کہ اٹھارہ ہزار کی لاگت سے بنایا تھا۔کلو بی فوت کر گئی ان کے بعد ڈلیا بی فوت کر گئی۔ان کے بعد شیخ عثمان دولڑکے اور دولڑکی چھوڑ کر فوت ہو گئے۔ان کے بعد شیخ گلاب دو لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑ کر فوت ہو گئے۔ان کے بعد عید یا بی فوت کر گئیں۔اب وہ جائداد جو قاسم میاں نے کلو بی اور شیخ گلاب اور عثمان کو بخشی تھی اس کو شیخ گلاب اور شیخ عثمان کی اولادیں بیچ رہی ہیں ان میں سے کس کس کو کیا کیا حق پہنچتا ہے معلوم کرنا ہے؟ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

بخشش نامہ کی رو سے کلو بی قاسم میاں کی جائداد کی وارث نہ ہوئی اور کلو بی کے انتقال کے بعد صرف شیخ گلاب اور شیخ عثمان بھی اس کے مالک نہ ہوں گے۔قاسم میاں کی جائداد ان کا ترکہ ہے جس میں ان کے تمام وارثین کا حق ہے۔قاسم میاں کا ترکہ سات سوبیس حصوں میں تقسیم ہوگا۔۱۰۵ر سہام ڈلیا بی کو، اور ۱۰۵ر سھام عید یا بی کے وارثین کو، اور ۱۰۰، ۱۰۰ر سہام عثمان کے ہر ایک بیٹے کو، اور ۵۰، ۵۰ر سھام عثمان کی ہر بیٹی کو، اور ۸۴، ۸۴ر سہام گلاب کے ہر بیٹے کو، اور ۴۲ر سہام اس کی بیٹی کو ملیں گے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ نا گپور

میراث کے متعلق ایک مسئلہ اور اس کا جواب

مسئلہ: از: عبد الوہاب ابن شیخ مستان ساکن لاڈکھیڑ تعلقہ داروا ضلع ایوت محل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں:

شیخ امام ساکن قصبہ مہا گاؤں، ضلع ایوت محل کا انتقال ہو گیا ہے پسماندگان میں ایک عورت نام میمونہ ایک لڑکی شادی شدہ صغیرہ بی جو کہ پہلی بیوی مرحومہ سے ہے، مرحوم کے چار بھائی ہیں شیخ الفو، شیخ کالو، شیخ نظام اور شیخ بدرو۔مرحوم کی دو بہنیں فاطمہ اور صغریٰ بی ہیں۔دونوں بہنیں بیوہ ہیں۔بچے والی ہیں۔مرحوم نے کل ۹ر ایکڑ زمین، ایک مکان کی قیمت قریباً تین ہزار روپے، ایک جوڑا بیل ایک گاڑی، کچھ زیورات جن کا وزن مقدار یہ ہے: زیور چاندی قریب ساٹھ تولہ، زیور سونا قریب پانچ تولہ، کچھ غلہ کھیتی سے پیدا ہوا ہے جس میں سے مرحوم نے اپنی زندگی میں ۶ر ایکڑ زمین اپنی اس موجود بیوی میمونہ کے مہر میں لکھ دی تھی۔گھر مرحوم کے نام سے ہے۔۳ر ایکڑ زمین میں بیوہ اور لڑکی دونوں کا نام اب ہو گیا ہے، کچھ سرکاری قرض بھی ہے۔

صورت مذکورہ میں کن کن اشیاء میں مذکورہ پسماندگان میں سے کن کو کتنا حصہ ملنا چاہیے برائے شریعت وارثوں کو ان کے بعد اپنے حصہ بیوہ کی زندگی میں ہی ملیں گے یا مرنے کے بعد؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں شیخ امام نے جو زمین اپنی بیوی کے مہر کے عوض میں لکھ دی ہے اس میں بیوی کے سوا اور کسی کا حق نہیں ہے۔اس کے علاوہ وہ تمام چیزیں جنہیں شیخ امام نے چھوڑ کر انتقال کیا ان میں سے سب سے پہلے تجہیز و تکفین، اس کے بعد قرض ادا کیا جائے گا۔ پھر جو مال بچ جائے وہ کل مال ۸۰ رسہام پر تقسیم ہو کر ۱۰ رسہام، اس کی بیوی کو اور ۴۰ رسہام اس کی لڑکی صغیرہ بی کو اور ۶/۶ رسہام اس کے چاروں بھائیوں کو اور ۳/۳ رسہام اس کی دونوں بہنوں کو ملیں گے۔

تمام وارثین کے حقوق شیخ امام کے انتقال کے بعد ہی متعلق ہو گئے۔لہٰذا بیوہ کی موجوگی میں بھی وارثین اپنا اپنا حق حسب حکم شرع لے سکتے ہیں۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۳ رصفر المظفر ۱۳۹۲ھ

موت کے بعد مہر ادا کرنا یا زیادتیٔ مہر کو واپس لینا کیسا؟

مسئلہ: از: عبد الوہاب ابن شیخ مستان ساکن لاڈکھیڑ تعلقہ دار وا ضلع ایوت محل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں:

زید کا انتقال ہوا، اس نے انتقال سے پہلے اپنی بیوی کے مقررہ مہر سے زیادہ مہر ادا کر دیا۔ یا مہر مقرر سے زیادہ مالیت کا کوئی سامان یا جائداد زیادہ مالیت کی لکھ دی تھی تو مرحوم کے انتقال کے بعد وارثین مقررہ مہر سے زائد پر اپنے حصے کے مستحق ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر مرحوم نے مقرر مہر ادا نہیں کیا تھا کہ انتقال ہو گیا تو کیا مرحوم کی جائداد اور مال سے مہر مقرر نکالنے کے بعد وارثوں میں حصہ تقسیم ہوں گے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

زید نے اپنی حیات میں اپنی بیوی کو مقررہ مہر سے زیادہ نقد یا مقررہ مہر سے زیادہ کی مالیت کا کوئی سامان یا کوئی جائداد دیدی اور بیوی نے اس پر قبضہ بھی کر لیا تو اب زید کے انتقال کے بعد مہر سے زیادہ دئے ہوئے حصے میں نہ ترکہ تقسیم ہوگا اور نہ وارثین کو اس میں سے کچھ لینے کا کچھ حق ہوگا۔ہاں اگر زید اپنی بیوی کا مہر ادا کیے بغیر انتقال کر گیا تو اس کے مال متروکہ سے تجہیز و تکفین کے بعد پہلے مہر ادا کیا جائے گا۔کیوں کہ مہر دینا واجب ہے۔پھر بچے ہوئے مال اگر اس نے وصیت نہیں کی ہے تو وارثین پر حسب حصہ تقسیم ہوں گے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۹ رصفر المظفر ۱۳۹۲ھ

چند بیویاں ہوں تو میراث کا قاعدہ

مسئلہ: از: عبدالوہاب ابن شیخ مستان ساکن لاڈکھیڑ تعلقہ داروا ضلع ایوت محل

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں:

وارث کا کلیہ قاعدہ تحریر فرمائیں۔جس کے اگر دو یا تین یا چار بیویاں ہوں کیے لڑکے یا لڑکیاں ہوں اور زیادہ بھائی بہنیں ہوں غرض جتنے بھائی بہنیں لڑکے لڑکیاں تعداد شریعت کے اندر جتنی بھی بیویاں ہوں، حصہ وراثت تقسیم کیا جاسکے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

بیوہ کوخواہ ایک ہو یا چند اولاد کی یا بیٹے کے اولاد کی موجودگی میں آٹھواں حصہ اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں چوتھا حصہ ملے گا۔ اگر چند بیویاں ہوں تو وہی ملے ہوئے حصے میں سے ان سب کے درمیان برابر برابر حصے تقسیم ہوں گے۔اور کئی لڑکے لڑکیاں ہوں تو حصہ دینے میں ایک لڑکے کو ۲ رلڑکی مان لیا جائے۔مثلاً ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہو تو ۳ رلڑکیاں تسلیم کی جائیں اور ۲ رحصے لڑکا کو اور ایک حصہ لڑکی کو دیا جائے۔اور ایک لڑکا ۲ رلڑکیاں ہوں تو ۴ رلڑکیاں فرض کی جائیں۔خلاصہ یہ کہ ایک مرد کو ۲ رعورت کا حصہ دیا جائے گا۔لڑکے کی موجودگی میں بھائی بہن کو کچھ نہ دیا جائے گا۔ہاں اگر صرف ایک لڑکی اور بھائی بہن ہوں تو لڑکی کو آدھا حصہ دینے بعد بچے ہوئے مال بھائیوں اور بہنوں کو ملیں گے۔یا اگر دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو لڑکیوں کو ۳ رحصے میں سے ۲ رحصے دینے کے بعد بچا ہوا ایک حصہ بھائی بہن کو ملے گا۔اور یہ بھائی بہن آپس میں اس قاعدے سے تقسیم کریں گے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔یعنی ایک مرد کو دو عورت کا حصہ دیا جائے گا۔ھٰھنا بحث طویل من ارادالیہ فلیراجع الی الاصول۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۹ رصفر المظفر ۱۳۹۲ھ

کیا شوہر وفات سے پہلے ہی بیوی کو حق میراث دے سکتا ہے؟

مسئلہ: از: محمد خلیل اللہ وروودہ چاندپور، وروره

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

جناب حاجی پٹیل صاحب کو ایک بیوی ہے اور اسی کے بطن سے ایک لڑکا ہے،لڑکے کی عمر آٹھ سال کی ہے، اب کوئی اولاد ہونے کی امید نہیں ہے، وہ اپنی بیوی کے مہر میں مناسب چند ایکڑ زمین اپنی ہی حیات میں لکھ دینا چاہتے ہیں یعنی کچہری میں رجسٹری کر دینا چاہتے ہیں۔اسی کے ساتھ ان کی بیوی کا شرعاً زمین پر کا حق جو آٹھواں حصہ ہوگا وہ بھی بیوی کے نام رجسٹری کر دینا چاہتے ہیں تاکہ ان کی وفات کے بعد کسی قسم کا جھگڑا نہ ہو اور بیوی کا مہر اور حصہ اس کو مل جائے اور ایسا کرنے میں بیوی راضی بھی ہے۔تو کیا حاجی صاحب مہر میں (مہر کی رقم ادا کرنے لیے) مہر کی رقم کی لحاظ سے مناسب (یا زیادہ بھی) زمین رجسٹری کرا سکتے ہیں یانہیں؟ اگر کرا سکتے ہیں تو مہر کی تخصیص ہے یعنی مہر معجّل چاہیے یا مہر مؤجل ہونا ضروری ہے؟ یا چاہے معجّل ہو یا مؤجل ہر دو مہر میں

کرا سکتے ہیں؟

بیوی کا جو شرعاً حصہ آٹھواں ہے وہ بھی جو آج موجودہ جائداد اس کے لحاظ سے جتنا بھی آتا ہے وہ بھی آج ہی لکھ دینا چاہتے ہیں تو یہ قانوناً جائز ہے یا نہیں لکھا سکتے ہیں؟ جب کہ بیوی بھی راضی ہے۔

(۳) مذکورہ بالا صورتیں اگر جائز ہیں تو اس طرح مہر اور بیوی کا حصہ ادا ہو جانے کے بعد باقی جائداد پر بیوی کا کچھ بھی حق نہ ہوگا کیا یہ صحیح ہے؟ برائے کرم جواب باصواب سے مطلع فرمائیں۔فقط

الجواب بعون الملک الوهاب

شوہر کی جائداد سے بیوی آٹھواں حصہ (اولاد یا بیٹے کی اولاد کے ساتھ) یا چوتھا حصہ (اولاد یا بیٹے کی اولاد کے نہ ہونے کے وقت) اس وقت پالینے کی مستحق ہوگی جب کہ شوہر اپنی جائداد چھوڑ کر مرجائے اور بیوی زندہ رہے۔زندگی میں آٹھواں یا چوتھا پانے کی قطعاً مستحق نہیں۔ ہاں مہر خواہ معجّل ہو موٴجل شوہر کے ذمہ قرض ہے جس کا ادا کرنا شوہر پر فرض ہے۔اس کے عوض جتنی زمین چاہے رجسٹری کرسکتا ہے۔شوہر کے مرجانے کے بعد بیوی شوہر کی متروکہ جائداد سے آٹھواں یا چوتھا پانے کی مستحق ہوگی۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۷ / جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

میراث کا مسئلہ

مسئلہ: از: تعلقہ کپل، رائچور، علاقہ میسور اسٹیٹ

مکرمی جناب ناظم صاحب دارالاشاعت ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب والا سے التماس ہے کہ یہاں پر ایک مشہور و معروف تاجر صاحب جناب حاجی عبدالرزاق صاحب عطار جو کپل کے تھے، انتقال ہو کر ڈیڑھ ماہ ہوتے ہیں۔اب ان کے ورثہ میں تقسیم ترکہ کے سلسلے میں کشمکش چل رہی ہے اور شرعی احکام کا انتظار ہے براہ کرم شرعی احکام کی روشنی میں از روئے احکام شرعیہ معلوم فرمائیں تو احسن ہے۔

متوفی مذکور اپنی حیات ہی میں مہر موجودہ زوجہ کا ادا کر چکے ہیں۔مخفی مبادکہ مرحوم صاحب کے چار زوجگان ہوئے ہیں، یہ زوجگان انتقال بعد نکاح کرتے گئے تھے۔دو زوجگان کے کوئی اولاد نہیں تھیں۔ دو زوجگان کے بطن سے اولاد ہیں، ایک ایک زوجہ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی یعنی دو لڑکے اور دو لڑکیاں بقید حیات ہیں۔اور ایک موجودہ زوجہ اور دو حقیقی بہن مرحوم کی موجود ہیں۔متوفی مذکور کی جائداد غیر منقولہ یعنی مکانات اور دو کان ہیں، اکثر مال قابل فروخت اندازاً پانچ لاکھ روپئے کا ہوگا۔اس وقت جائداد سوتیلی ماں اور اس کا حقیقی لڑکا اور لڑکی ترکہ دینے سے انکار کررہے ہیں نیز علاّتی بھائی اور بہن حقیقی کو نہیں دینا چاہتے ہیں اور مذکورہ دونوں بہنوں کو بھی نہیں دینا چاہتے۔

شجرۂ مذکورہ میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی جو بتلایا گیا ہے ان کی حقیقی ماں موجود ہیں اور دوسرا لڑکا اور لڑکی کی حقیقی ماں فوت ہو کر

عرصہ ہوتا ہے۔اس زوجہ کا مہر بھی ادا نہیں کیا گیا ہے اور نہ ہی عدت کی رقم ہی ادا کی گئی ہے۔صراحت کے ساتھ مسئلہ کا حل فرمادیں تو مناسب ہوگا تا کہ مرحوم صاحب سے عالم برزخ اور عالم حشر میں باز پرس نہ ہو سکے۔چوں کہ مرحوم صاحب ایک پرہیزگار اور تقویٰ شعار آدمی تھے۔پس براہ کرم جلد از جلد جواب سے ایماء فرمائیں تو مناسب ہے۔فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

برتقدیر صدق مستفتی وحسب شرائطِ ترکہ حاجی عبدالرزاق صاحب مرحوم کی کل جائداد میں سے سب سے پہلے مرحومہ کی بیوی کا مہر نکالا جائے گا۔یعنی اس کا مہر چار حصوں میں تقسیم کیا جائے، اس میں ایک حصہ شوہر حاجی عبدالرزاق کا حق ہے، جو ان کے وارثین میں تقسیم ہوگا۔دو حصے اس کے لڑکے عبدالعزیز اور ایک حصہ اس کی لڑکی چنو بیگم کو ملیں گے۔جب عورت انتقال کر گئی تو اس کی عدت کی رقم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

باقی ماندہ جائداد اڑتالیس ۴۸/سہام پر تقسیم ہوکر ۱۴، ۱۴/سہام اس کے دونوں لڑکے کو اور ۷، ۷/سہام اس کی دونوں لڑکیوں کو اور ۶/سہام اس کی موجودہ بیوی حفیظہ بیگم کو ملیں گے۔اسی طرح ۱۶/آنے پر تقسیم کرکے ۴، ۴/آنے ۸، ۸/پائی اس کے دونوں لڑکوں کو اور ۲، ۲/آنے ۴، ۴/پائی اس کی دونوں لڑکیوں کو اور ۲/آنے اس کی موجودہ بیوی حفیظہ بیگم کو ملیں گے۔مرحوم کی دونوں بہنوں کو از روئے شرع کچھ نہ ملے گا۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۰/جمادی الآخرہ ۱۳۹۲ھ

نواسہ، نواسی، بیٹا اور بیٹی کا میراث میں حصہ کیا ہے؟

مسئلہ: از: ناچیز محمد مجیب خاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین، قرآنی احکام سے آگاہ فرمائیں

(۱) ماں باپ کی زندگی میں اگر شادی شدہ لڑکی کا انتقال ہو جائے تو اس کی اولاد کا یعنی نواسا نواسی کا جائداد میں کچھ حق ہے یا نہیں؟

(۲) لڑکی کا ماں باپ کی جائداد میں کیا حق آتا ہے اور لڑکے کا کیا حق آتا ہے؟

(۳) اگر بھائی اپنی سوتیلی بہن کا حق نہ دے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) اگر ماں باپ کی دوسری اولاد زندہ ہے یا باپ دادا (اوپر تک) یا ماں، دادی نانی (اوپر تک) یا بھائی بھتیجا یا چچا یا چچا کے لڑکے میں سے کوئی بھی زندہ ہے تو نواسے نواسی کو نانا یا نانی کی جائداد سے ترکہ نہ ملے گا۔

(۲) اگر ماں باپ میں سے کوئی مرجائے اور صرف ایک لڑکی چھوڑے تو اسے آدھا حصہ ملے گا۔اور اگر دو لڑکیاں یا زائد

ہوں تو تین میں سے دو حصہ ملے گا۔ یہ صورت اس وقت ہوگی جب لڑکا نہ ہو اور اگر لڑکی کے ساتھ لڑکا بھی ہو تو ایک لڑکے کو دو لڑکی مان لیا جائے اس طرح ہر لڑکے کو دو لڑکی کا حصہ دیا جائے۔

(۳) اگر سوتیلی بہن کو باپ کی جائداد سے شرعاً ترکہ ملتا ہے اور بھائی نہیں دیتا ہے تو یہ بھائی کا ظلم ہے اور قرآن پاک نے ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "**واللہ لا یحب الظٰلمین**" (آل عمران: ۵۷) اور اللہ ظلم کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔ حدیث شریف میں ہے: "**الظلم ظلمات یوم القیامۃ**" (۱) ظلم قیامت کے دن تاریکی ہے۔ یعنی ظلم کرنے والا مصیبتوں میں گھرا ہوگا۔ قرآن نے دوسرے کا حق مار کر کھا جانے کو سختی سے منع کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "**وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا**" (النساء: ۲) ان کے مالوں کو اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۲؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

میراث کا مسئلہ

مسئلہ: از: محمد صابر

قبلہ مفتی صاحب جامعہ عربیہ فیصل صاحب ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش عرض ہے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

دین محمد کا انتقال ہو چکا ہے۔ اور ان کی جائداد ہے، ان کی کل چھ اولادیں ہیں، جو ذیل کے نقشہ سے ظاہر ہیں۔ ان میں کلثوم بی کی وفات دین محمد کی زندگی ہی میں ہوگئی اور اس کے بعد دین محمد انتقال کر گئے۔ وارثین میں اپنی بیوی سکینہ بی دو لڑکے: محمد عمر اور محمد صدیق، اور تین لڑکیاں: مریم، زینب اور صغریٰ کو چھوڑا۔ بعدہ محمد عمر کا انتقال ہوا۔ انہوں نے اپنے وارثین میں اپنی ماں: سکینہ بی، ایک بھائی: محمد صدیق، اور تین بہن: مریم، زینب اور صغریٰ کو چھوڑا۔ بعدہ سکینہ بی کا انتقال ہوا۔ انہوں نے اپنے وارثوں میں ایک لڑکا: محمد صدیق اور تین لڑکیاں: مریم، زینب، صغریٰ کو چھوڑا۔ بعدہ زینب کا انتقال ہوا۔ وارثوں میں ایک بھائی اور دو بہن کو چھوڑی۔ اور اس کی اولاد پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ دین محمد کی جائداد از روئے شرع کس طرح تقسیم ہوگی۔ **بینوا توجروا**۔ فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوھاب

بر تقدیر صدق مستفتی وحسب شرائط فرائض ترکہ دین محمد مرحوم کی کل جائداد ۱۲۰؍ سہام پر تقسیم ہو کر محمد صدیق کو ۴۸؍ سہام، مریم کو ۲۴؍ سہام، صغریٰ کو ۲۴؍ سہام، زینب کے پانچوں لڑکوں میں ہر ایک کو ۴، ۴؍ سہام اور زینب کی دونوں لڑکیوں کو

(۱) الصحیح للبخاری ج: ۳، ص: ۱۲۹، کتاب المظالم والغصب

۲، ۲ر سہام ملیں گے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۳ر جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

میراث کا ایک اور مسئلہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں:

زید کا انتقال ہوا، اس نے بیوی اور ایک لڑکی اور دو لڑکے چھوڑے۔ بعد میں بیوی کا انتقال ہوا اور اس نے ایک لڑکی اور دو لڑکے چھوڑے۔ بعد ازاں ایک لڑکے کا انتقال ہوا، اس نے ایک بہن اور ایک بھائی چھوڑے۔ تو سوال یہ ہے کہ لڑکی کو آخر تک کا کیا ملے گا؟ اور ایک بھائی ماندہ کو کیا ملے گا؟ از روئے شرع متین مطلع فرما کر شکریہ کا موقع مرحمت فرمائیں نوازش ہوگی۔

الجواب بعون الملک الوھاب

برتقدیر صدق مستفتی وحسب شرائط فرائض ترکہ مسمیٰ زید کی کل جائداد ۳ر سہام پر تقسیم ہو کر ایک حصہ لڑکی کو اور ۲ر حصے لڑکے کو ملیں گے۔ اسی طرح ۱۶ر آنہ پر تقسیم ہو کر ۵ر آنے ۴ر پائی لڑکی کو اور ۱۰ر آنے ۸ر پائی لڑکے کو ملیں گے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۷ر جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

میت کی زمین پر اس کی اولاد کا حق ہے نہ کہ قبضہ کرنے والوں کا

مسئلہ: از: محمد قمر الدین مورخہ ۱۷ر جمادی الاخریٰ ۱۹۹۲ھ مطابق ۱۹ر جولائی ۱۹۷۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

زید ایک قطعہ زمین خریدا، ایک عرصہ تک خالی پڑی رہی، چوں کہ زمین مذکور، زید کے بھانجے بکر کے مکان کے سامنے تھی۔ بکر اپنے ماموں زید سے بلا اجازت زمین پر ٹین کا شیڈ تیار کر لیا۔ زید وزید کے وارثان رعایتاً خاموش رہے۔ اب بکر زمین مذکور کو اپنی ملکیت شمار کرتا ہے۔ زید وفات پا چکا ہے پسماندگان میں چار لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایک عرصہ تک زمین بکر کے قبضہ میں رہنے سے زید کے پسماندگان زمین مذکور کے حقدار ہیں یا نہیں؟ از روئے شریعت بیان کیجئے۔ فقط

بینوا وتوجروا

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں زمین مذکور از روئے شرع زید کی اولاد کی ملک ہے۔ ایک مدت تک قبضہ کر لینے سے بکر کی ملکیت ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ غصب قرار دی جائے گی۔ بخاری شریف کی حدیث ہے: "**قال النبی ﷺ من اخذ من الارض**

شیئاً بغیر حقه خسف به یوم القیامة الی سبع ارضین"(۱) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کی ناحق زمین لے لے اسے قیامت کے دن زمین کے ساتویں طبق تک دھنسا دیا جائے گا۔ بخاری شریف کی دوسری حدیث میں ہے: حضرت ابوسلمہ اور کچھ دوسرے لوگوں کے درمیان زمین کے بارے میں کچھ جھگڑے کا تذکرہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے کیا گیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا "یا ابا سلمة اجتنب الارض فاذا النبی ﷺ قال من ظلم قدر شبر من الارض طوقه من سبع ارضین"(۲) اے ابوسلمہ! کسی کی زمین ظلماً لینے سے بچو اس لیے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی کی زمین ایک بالشت برابر ظلماً لیا تو ساتوں طبق زمین طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دی جائے گی۔ بہر حال وارثین زید کی رضامندی کے بغیر بکر کو اس زمین سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۲؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

ترکہ پر تقسیم سے پہلے قبضہ کرنا کیسا؟ نیز ایک مسئلۂ میراث

مسئلہ: از: مجید حسن بیلف عدالت منصفی تعلقہ کپل ضلع رائچور میسور اسٹیٹ

مکرمی ومحترمی جناب مولانا ناظم دارالاشاعت جامعہ عربیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جناب والا سے التماس ہے کہ قبل ازیں مندرجہ ذیل شجرہ مرحوم حاجی عبداللہ صاحب عطار کپل کے ورثہ تقسیم ترکہ کے سلسلے میں فتوی طلب کیا گیا تھا جس میں مرحوم کے ورثہ کو جس قدر حصہ تقسیم کیا گیا تھا شجرہ میں وضاحت کیا گیا ہے۔ اور ہمشیرین مرحوم کے دو ہیں ان کو جناب والا شجرہ میں نہیں ملنا ذکر کیے تھے، مرحوم کی موروثی جائداد ایک ملگی ہے اس میں بھی ملتا ہے کیا؟ وضاحت فرمائیں چوں کہ ہمشیرین بیوہ ہیں قابل رحم ہیں، سابقہ جناب والا کا روانہ کردہ فتوی موجودہ زوجہ حاصل کر لیے، اب پنچوں کو بتلانے اور طلب کرنے سے نہیں دے رہے ہیں، جس سے تقسیم میں بہت دشواری ہو رہی ہے۔ مرحوم کے چار زوجگان ہوئے ہیں جن میں دو زوجگان کو اولاد ہوئے ہیں، موجودہ زوجہ جو حافظہ بیگم صاحبہ ہے ان کا مہر ہوا ہے۔ دو زوجگان کو اولاد نہیں ہوئے دو زوجگان کو اولاد ہوئے ہیں جو اس وقت بقید حیات ہیں۔ ایک ایک زوجہ کو ایک ایک لڑکا اور ایک لڑکی اس طرح دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ فوت شدہ زوجہ کا مہر بھی ادا نہیں کیا گیا ہے اس کے مستحق سابقہ جواب میں چار حصوں میں سے ایک حصہ حاجی عبداللہ صاحب کے وارثین کو اور لڑکے کو دو حصہ اور لڑکی کو ایک حصہ بتلایا گیا تھا۔ اور ہر لڑکے کو ۴؍ آنہ، آٹھ پائی، اس طرح دو لڑکے کو ۸؍ آنہ، ۱۶ پائی اور لڑکی کو ۲؍ آنہ چار پائی۔ اس طرح دو لڑکیوں کو ۴؍ آنہ آٹھ پائی، زوجۂ موجودہ کو ۲؍ آنہ، اسی طرح تقسیم عمل لائی گئی تھی۔ براہ کرم جلد از جلد مکرر جواب سے ایما فرمائیں تو احسن ہے تاکہ اس کشمکش سے نجات حاصل ہو اور مرحوم کو عالم برزخ اور عالم قیامت میں باز پرس سے نجات حاصل ہو سکے۔ مرحوم

---

(۱) الصحیح للبخاری ج: ص: ۱۳۰، کتاب المظالم والغصب باب اثم من ظلم شیئا من الارض
(۲) الصحیح للبخاری ج ۳، ص: ۱۳۱ کتاب المساقاة باب اثم من ظلم شیئا من الارض

ایک تاجر ہونے کی وجہ سے کثیر جائداد منقولہ وغیر منقولہ چھوڑ گئے ہیں۔ بہت کچھ جائداد زوجہ کے قبضہ میں ہونے کی وجہ سے کشمکش ہے اور ایک علاتی ماں بھی ہے۔ مرحوم اگر کوئی وصیت کرتے تو یہ جھگڑا نہیں رہتا ان کی تعلیم معمولی تھی اسی سے غلطی ہوئی ہے اور زوجہ کی غلطی میں رہے ہیں۔ بس براہ کرم جناب والا جلد از جلد جواب دیں تو بہت احسن ہے۔ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں موروثی جائداد تقسیم ترکہ کیے بغیر اگر عبد اللہ صاحب نے قبضہ کر لیا تھا تو وہ قبضہ صحیح نہ ہوا بلکہ وہ موروثی جائداد چار حصوں میں تقسیم ہو کر دو حصہ عبد اللہ صاحب کو اور ایک ایک حصہ اس کی دونوں بہنوں کو ملے گا۔ اور اگر موروثی جائداد تقسیم ہو کر عبد اللہ صاحب کو ترکہ میں ملی تھی تو بہنوں کو کچھ نہ ملے گا۔ بلکہ وہ جائداد اور عبد اللہ صاحب کی کل جائداد سے از روئے قانون اسلامی پہلے قرض یعنی مرحومہ بیوی کا مہر اسے کے وارثین کو ادا کیا جائے یعنی اس کا مہر چار حصوں پر تقسیم کیا جائے، ایک حصہ حاجی عبد اللہ کا حق شوہری ہے اور ایک حصہ مرحومہ کی بیٹی کو اور دو حصے اس کے بیٹے کو ملیں گے جیسا کہ پہلے والے فتویٰ میں مذکور ہے۔ بعدہ عبد اللہ صاحب کی کل جائداد اڑتالیس ۴۸ /سہام پر تقسیم ہو کر چودہ چودہ ۱۴۔ ۱۴ /سہام اس کے دونوں لڑکے کو اور سات سات ۷۔ ۷ /سہام اس کی دونوں لڑکیوں کو اور چھ ۶ /سہام اس کی موجودہ بیوی حفیظہ بیگم کو ملیں گے۔ اسی طرح سولہ آنے پر تقسیم کر کے چار چار آنے آٹھ آٹھ پائی اس کے دونوں لڑکوں کو اور دو دو آنے چار چار پائی اس کی دونوں لڑکیوں کو اور دو آنے اس کی موجودہ بیوی حفیظہ بیگم کو ملیں گے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۵ /رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

میت کے ترکہ کا شرعی حکم اور تیجے کا خرچ میت کے مال سے ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ: از: بھیمڑی ضلع تھانہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں:

مسمّاۃ مریم بی بعمر صد ۱۰۰ سال تقریباً ڈیڑھ ماہ بیمار رہ کر انتقال کر گئیں۔ مرنے سے آٹھ روز پہلے مرحومہ کے ایک رشتہ دار نے چند آدمیوں کو بلوایا جن میں سے بعض کے اصرار پر اور بار بار کہنے پر مرحومہ نے کہا کہ میرے تمام زیورات بیچ کر کفن دفن کر کے بقیہ مسجد کو دینا اور اس میں سے دو زیور عبد الرحیم کی بیوی کو دینا۔ مرحومہ کے پاس علاوہ زیورات کے ۱۳۰ /روپے اور نکلے۔ مرحومہ کے تجہیز وتکفین میں ڈیڑھ سو روپے خرچ ہوئے۔ اس کے علاوہ ۴۵ /روپے تیجہ میں خرچ ہوئے۔ مذکورہ خرچ مرحومہ کے اثاثہ سے جو ۱۳۰ /روپے کا نقد تھا اس سے اور بقیہ مرحومہ کی بچی نے کیا۔ مرحومہ کے وارثوں میں اس کی لڑکی مسمّاۃ فاطمہ، لڑکی کی لڑکی عائشہ بنت فاطمہ اور عائشہ کا ایک لڑکا شمیم اختر اور ایک لڑکی نسیمہ بانو ہے۔ لہٰذا دریافت طلب یہ ہے کہ آیا مرحومہ کے اثاثہ سے

(۱) تجہیز وتکفین کا خرچ وضع کیا جائے گا یا نہیں؟

(۲) تیجے کا خرچ وضع کیا جائے گا یا نہیں؟

(۳) رحیمہ زوجۂ عبدالرحیم اور مسجد کے لیے وصیت جاری ہوگی یا نہیں؟ اور ہوگی تو کس قدر؟

(۴) وارثوں کو کچھ ملے گا کہ نہیں اور ملے گا تو کس قدر، نیز ملنے کی صورت میں اس کے وارث کون کون قرار پائیں گے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

میت کے ترکہ کا شرعاً حکم یہ ہے کہ سب سے پہلے اوسط طریقہ سے اس کی تجہیز وتکفین کی جائے گی۔ پھر اگر میت کے ذمہ قرض ہے تو اسے ادا کیا جائے گا۔ بعدہ اگر میت نے وصیت کی ہے تو ثلث مال سے اس کی وصیت پوری کی جائے گی۔ پھر باقی ماندہ مال اس کے ورثہ کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔ سراجی میں ہے: "**یبدأ بتکفینه وتجهیزه من غیر تبذیر ولا تقتیر ثم تقضیٰ دیونه من جمیع ما بقی من ماله ثم تنفذ وصایاه من ثلث مابقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین ورثته**"۔(۱) لہٰذا

(۱) مریم بی کے کل نقد وزیورات سے مریم بی کی تجہیز وتکفین کا خرچ وضع کیا جائے گا۔

(۲) تیجے کا خرچ مریم بی کے مال سے وضع نہیں کیا جائے گا۔

(۳) ثلث مال سے وصیت جاری کی جائے گی۔

(۴) باقی ماندہ کل جائداد کی مالک مریم بی کی لڑکی فاطمہ بی ہوگی۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور یکم رشعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

میراث کے چند مسائل اور اس کا جواب

مسئلہ: از: عبدالستار محمد پالا پنج ہٹری پور بندر، مورخہ ۱۶ راگست ۱۹۷۲ء

قبلہ جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد سلام کے یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ مرحوم قاسم کی ملکیت قریباً دس ہزار روپے ہیں، جن میں دو مکانات، سونا اور کچھ شیئرس ہیں۔ جب مرحوم انتقال کر گئے اس وقت مرحوم کے اور اس کی بیوی کے رشتہ داروں نے مل کر یہ سب ملکیت مرحوم کی بیوہ کے نام کورٹ میں کردی ہے۔ اب ان کی بیوہ یہ چاہتی ہے کہ میں یہ ملکیت جن کا حق ہو اس میں تقسیم کردوں تا کہ آخرت میں کسی کی حق تلفی بری ہو جاؤں۔ مرحوم قاسم کا نسب نامہ حسب ذیل ہے!

مرحوم قاسم کے انتقال کے وقت مندرجہ ذیل حضرات زندہ تھے۔

۱: قاسم کی بیوی حوّا بائی، ۲: قاسم کے بڑے بھائی کی بیوہ حمیرا بائی، ۳: قاسم کی بھتیجی کا ایک لڑکا محمد، ۴: قاسم کے دو بھانجے نور محمد اور عمر، ۵: قاسم کے بھانجے نور محمد کی لڑکی بائمہ بائی۔

---

(۱) السراجیہ فی المیراث ص: ۱

قاسم کے بھانجے نور محمد کا ابھی ابھی انتقال ہوا ہے۔اس کی لڑکی بائمہ بائی ابھی زندہ ہے جس کا ذکر ابھی اوپر کیا گیا ہے۔ان رشتہ داروں کے سوا مرحوم کے رشتہ میں نہ کوئی والدین حیات تھے، نہ بہن بھائی، نہ اولاد۔اب سوال یہ ہے کہ:

(۱) حوّا بائی اگر اپنے شوہر کی ملکیت میں سے اپنے شوہر کے وارثوں کو ان کا ورثہ دینا چاہے تو کن کن کو کتنا کتنا دے؟

(۲) نور محمد کا انتقال مرحوم قاسم کے بعد ہوا ہے اس کی ایک لڑکی ہی ہے جس کا نام بائمہ بی ہے۔تو اس کے حصہ کو کس طرح دیا جائے؟

(۳) حوّا بائی اگر اپنے شوہر کے لیے حج بدل پڑھوانا چاہے تو وہ اپنے شوہر کی ملکیت میں سے پڑھوا سکتی ہے، اس میں وارثوں کی رضامندی ضروری ہے؟ اگر وہ رضا دیں تو کیا حکم ہے؟

(۴) وارثوں کے حصے کو حوّا بائی نقد نہ دیں مگر پانچ آدمیوں کے بیچ ان کا حصہ معین کر کے لکھوا دے کہ میرے بعد سب بیچ کر اتنا حصہ ان کو دے دیں تو یہ اس طرح سے کرنے کی شریعت اجازت دیتی ہے؟

یہ بات یاد رہے کہ یہ سب وارث اللہ کے فضل سے بالغ ہیں۔لہٰذا ان سب سوالات کے جوابات شریعت کی روشنی میں دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

برتقدیر صدق مستفتی وحسب شرائط وفرائض ترکہ مسمیٰ قاسم کی کل جائداد سولہ ۱۶ رحصوں میں تقسیم ہو کر ۴ رحصے اس کی بیوی حوّا بائی کو اور ۹ رحصے عمر کو اور ۳ رحصے نور محمد کی لڑکی بائمہ بائی کو ملیں گے۔بڑے بھائی کی بیوی حمیرہ بائی اور بھائی کی لڑکی کا لڑکا محمد کو کچھ نہ ملے گا۔حوا بائی اپنے حصہ کی رقم سے شوہر کی طرف سے حج بدل کروا سکتی ہے، اور اگر عاقل و بالغ وارثین اجازت دیں تو ان کے مشترکہ مال میراث سے کسی کو حج بدل کے لیے بھیج سکتی ہے۔

قاسم کی بیوی کو یہ اختیار نہیں کہ دیگر وارثین کا حصہ نہ دے کے اپنے مرنے کے بعد اسے بیچ کر قیمت دینے کی وصیت کر جاے۔اس پر واجب ہے کہ ہر وارث کا جتنا حصہ ہوتا ہے اسے بعینہ دیدے، اور اگر کوئی وارث مکان کے بدلے اس کی قیمت لینا چاہے تو اسے اس کی قیمت دینا جائز ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور، ۶ رشعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

باپ کے انتقال کے بعد اس کی میراث کی تقسیم

مسئلہ: از: یوسف خان سلطان خان فیض پور، ضلع جلگاؤں مہاراشٹر مورخہ ۱۰ راکتوبر ۱۹۷۲ء

مکرمی مفتی صاحب دار العلوم دار الافتاء جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش ہے کہ مرحوم باپ کی جائداد میں مندرجہ ذیل ورثا کا قرآن حکیم سے کتنا حق ثابت ہے براہ کرم جوابی کارڈ پر جلد از

جلد روانہ فرمانے کی زحمت گوارہ کریں گے عین نوازش ہوگی۔

مرحوم باپ کی تین اولاد، دولڑکے اور ایک لڑکی، ایک لڑکے کا انتقال ہوگیا، اس کی اولاد کے چارفرد موجود ہیں دولڑکے دو لڑکیاں (۳۳۰) روپیہ کی تقسیم ہر ایک کے لیے کیا آسکتی ہے؟ مہربانی فرما کر جلد جوابی کارڈ پر روانہ فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

برتقدیر صدق مستفتی اگر لڑکا کا انتقال باپ کے انتقال کے بعد ہوا ہے تو باپ کی کل جائداد پندرہ حصوں پر تقسیم ہوکر ۶/ چھ حصے اس کے لڑکے کو اور ۳/ حصے اس کی لڑکی کو اور دو دو حصے اس کے دونوں پوتے کو اور ایک ایک حصہ اس کی دونوں پوتیوں کو ملیں گے۔ ۳۳۰/ روپیے میں سے ۱۳۲/ روپیے بیٹے کو، ۶۶/ روپیے بیٹی کو، ۴۴، ۴۴/ روپیے ہر ایک پوتے کو، اور ۲۲، ۲۲/ روپیے ہر ایک پوتی کو ملیں گے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب و رسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۷/ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

میراث کے چند مسائل اور ان کا حل

مسئلہ: از: محمد قاسم

جناب قبلہ مفتی صاحب دارالافتاء جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

براہ کرم ذیل کے مسئلوں میں احکام شرعی سے جواب عنایت فرما کر اجر عظیم حاصل فرمائیں۔

(۱) زید اپنی شادی کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد ایک حادثہ میں انتقال کرگیا، زید کی منکوحہ سے ایک آٹھ ماہ کا بچہ بھی ہے۔ زید کے نقد روپیہ اس کی بیوی اس کے بچہ و والد والدہ بھائی بہن کا کیا حق ہے؟

(۲) زید کے بینک میں جمع کیے ہوئے روپئے پر اور فنڈ و سرکار کی طرف سے ملے ہوئے روپیوں پر مندرجہ بالا لوگوں کے کیا حقوق ہیں؟

(۳) زید کے حادثہ کے بابت معاوضہ (جانی نقصان کا بدلہ) میں سے اوپر دئے ہوئے لوگوں کے حقوق بیان کیجئے؟

(۴) مرحوم کی بیوہ کو پینشن ملنے والی ہے یہ بالکل یقینی ہے اس کے بابت بھی حقوق کے متعلق تفصیل بیان فرمائیں؟

(۵) مرحوم نے اپنی جان کا بیمہ کرا کے اس میں اپنے بعد کا وارث اپنی ماں کا نام درج کیا ہے اس کے بابت خلاصہ کیا جائے؟

(۶) منکوحہ کو اس کے ماں باپ کی ملی ہوئی جہیز اور زیورات کے بابت کیا حکم ہے؟

(۷) منکوحہ کے خسر کی جانب سے دی ہوئی زیورات کے بابت شرعی حکم کیا ہے؟

(۸) مرحوم کے خود خریدے ہوئے سامان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ وہ کس کی تحویل میں رہنا چاہیے؟

(۹) مرحوم کا بچہ کس کی پرورش میں رہے گا اور کب تک؟ چوں کہ بچہ کے والد مرحوم کی طرف سے بعوض ان کے جان کے

منکوحہ کو گزر بسر بچہ کے ساتھ کرنے کے لیے ایک رقم سرکار کی جانب سے دی جانے والی ہے اس کے بابت بھی شرعی حکم کیا ہے؟

(۱۰) مرحوم کی تجہیز وتکفین نیز ان کے سامان لانے کے مصارف کس حساب سے کون کون برداشت کرے گا؟

(۱۱) مرحوم کے خسر نے مرحوم کے نام ایک بیمہ کرایا ہے جس میں مرحوم کے بعد وہ رقم مرحوم کی بیوہ کو ملنے کا اندراج ہے اس بابت بھی شرعی حکم کیا ہے؟

(۱۲) نابالغ کے نام کی ملی ہوئی رقم کس کی تحویل میں کب تک رہنا چاہیے؟

(۱۳) نابالغ کی حفاظت اور اس کے خرچ کا منتظم کون ہوگا؟

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱، ۲، ۳) زید کے کل مال میں سے تجہیز وتکفین کی جائے گی۔اس کے بعد جو مال بچ جائے وہ ۲۴ر حصوں پر تقسیم ہو کر ۳ر حصے زید کی بیوی کو اور ۱۳ر حصے زید کے بچے کو اور چار چار حصے زید کے والد اور والدہ کو ملیں گے۔

(۴) اگر گورنمنٹ مرحوم کی بیوہ کو قانوناً زندگی گزارنے کے لیے پینشن دے رہی ہے تو بیوہ ہی کا حق ہے۔اس میں دوسرے وارثین شریک نہ ہوں گے۔

(۵) بیمہ کمپنی مین نامزد کیا گیا شخص اس رقم کا مالک نہیں ہوتا، اگر جمع کرنے والے کا انتقال ہو جائے تو اس میں وراثت جاری ہوگی، ماں کے نام کے اندراج کا مطلب یہ ہے کہ بیمہ کمپنی روپے ماں کو دیدے اور پھر ورثہ آپس میں تقسیم کرلیں اس کا بھی وہی حکم ہے جو اوپر (۱ تا ۳) میں ذکر ہوا۔

(۶) منکوحہ کے ماں باپ کی طرف سے جو سامان جہیز زید کو دے کر مالک بنایا گیا وہ سامان جہیز زید کی ملک قرار پا کر بطور ترکہ تقسیم ہوں گے اور ہر ایک وارث کو اسی قدر ملیں گے جیسا کہ اوپر (۱ تا ۳) میں مذکور ہوا اور جو جہیز یا زیورات لڑکی کو دئے گئے وہ سب لڑکی کی ملک قرار پائیں گے۔اور اس میں سے کسی کو کچھ نہ ملے گا۔

(۷) اس کا دارومدار اس پر ہے کہ اگر خسر نے زیورات استعمال کرنے کے لیے دیے اور مالک نہیں بنایا تو وہ زیورات خسر کی ملک ہیں اور اگر بہو کو دے کر مالک بنا دیا تو وہ منکوحہ کی ملک قرار پائیں گے۔

(۸) زید کے خریدے ہوئے کل سامان بطور ترکہ تقسیم ہو جائیں گے اور ہر ایک کو اسی قدر ملیں گے جیسا کہ اور (۱ تا ۳) میں مذکور ہوا۔

(۹) بچہ ماں کی پرورش میں اس وقت تک رہے گا جب تک اپنی ضروریاتِ زندگی مثلاً کھانے پینے پہننے اور پاخانہ پیشاب میں دوسرے کا محتاج ہو اس کی مقدار فقہا نے سات سال کی عمر بتائی ہے، بشرطیکہ ماں بچہ کے غیر محرم کے ساتھ نکاح نہ کرے، اور اگر ماں بچہ کے غیر محرم کے ساتھ نکاح کرلے گی تو اس کا حق پرورش ختم ہو جائے گا، اور وہ اپنی نانی اور اگر وہ نہ ہو تو دادی کی پرورش میں آجائے گا، اس کے بعد بچہ بالغ ہونے تک اپنے دادا کے پاس رہے گا۔

(۱۰) اس کا بھی وہی حکم ہے جس کا جواب (۱) میں گزرا۔

(۱۱) اس کا بھی وہی حکم ہے جس کا جواب (۵) میں گزرا۔

(۱۲) بالغ ہونے تک رقم دادا کی تحویل میں رہے گی۔ اس کے بعد پھر بچے کے سپرد کردی جائے گی۔

(۱۳) نابالغ کی پرورش سات سال کی عمر تک اس کی ماں کرے گی بشرطیکہ حق پرورش ختم کرنے والا کوئی سبب نہ پایا جائے، اور نابالغ کے مال سے ضرورت کے مطابق اس کے دادا خرچ کریں گے، اور اگر نابالغ کے پاس مال نہ ہو تو اس کے دادا اخراجات پورے کریں گے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۴/ذوالقعدہ ۱۳۹۲ھ

کتاب الشتیٰ (متفرق مسائل)

سجادہ نشین کون ہوسکتا ہے؟

مسئلہ: از: خادم محمد فتح خان، تاج آباد شریف ناگپور مورخہ ۱۸ر دسمبر ۱۹۷۲ء

بخدمت شریف مفتی صاحب جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

(۱) ایک ہندو اس بات کا دعویٰ کرے کہ میں اولیاء اللہ میں سے کوئی بھی درگاہوں میں سجادہ نشین ہوسکتا ہوں کیا یہ صحیح ہے؟

(۲) سجادہ نشین ہونے کی کیا تعریف ہے اور اولیاء اللہ کے مزار پاک پر سجادہ کون ہوسکتا ہے؟ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) کسی اولیاء اللہ کے آستانے کا سجادہ نشین کوئی ہندو نہیں ہوسکتا۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے "**وَلَنۡ يَّجۡعَلَ اللّٰهُ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ سَبِيۡلًا**" (النساء:۱۴۱) اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔ تفسیر جلالین کے حاشیہ پر اسی آیت کے تحت ہے "**ولا ورث الکافر للمسلم**"(۱) کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہ ہوگا۔

(۲) سجادہ نشین وہ مسلمان پابند شرع ہوگا جو اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے نقش قدم پر چلے۔ ان کی تعلیمات اور ان کے مشن کی تبلیغ کرے، مذہب اسلام کو فروغ دے اور عام مسلمانوں کے لیے رشد وہدایت کا سبب بن سکے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۴ر ذوقعدہ ۲۹۱۳ھ

مُردے سنتے ہیں، "لاتسمع الموتیٰ" کے ذریعے اعتراض کا جواب

مسئلہ: از: نذیر احمد خان، اسمٰعیل کارہ بلڈنگ تلک ورڈ مقام عمرکھیڑ

محترمی ومکرمی مولانا مفتی عبدالرشید صاحب جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ

براہ کرم مندرجہ ذیل مسئلہ کی طرف توجہ فرمائیں اور قرآن وحدیث سے ثابت کیجئے کہ جائز ہے یا ناجائز؟ ایک روز میں ایک میت میں شریک تھا، میت کو دفن کرنے کے بعد ایک صاحب نے میت کے سرہانے کھڑے ہوکر پورے لوگوں کے سامنے از "**الم**" تا "**مفلحون**" تلاوت فرمائی، اس کے بعد پائنتی سے کھڑے ہوکر "**آمن الرسول**" سے آخر سورۃ تک تلاوت کی۔ قبروں پر تلاوت کرنا شاید شافعی مسلک ہے مگر موصوف حنفی ہیں۔ اس کے بعد موصوف سرہانے بیٹھ کر قبر پر ہاتھ رکھ کر فرماتے ہیں:

(۱) حاشیة تفسير الجلالين ص:۹۰، سورة النساء، حاشية:۱۳

اے شمشیر خان! (میت کا نام) اب ہم تجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں، ابھی تھوڑی دیر بعد منکر نکیر آئیں گے اور تجھ سے پوچھیں گے "من ربك" تیرا رب کون ہے؟ تو کہنا میرا رب اللہ ہے۔ اور کہیں گے "ما دینك" تمہارا دین کیا ہے؟ تو کہنا میرا دین اسلام ہے۔ اس کے بعد تیرے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شباہت پیش کی جائے گی تو فوراً کہنا یہ میرے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اب آرام کرنا۔ وہ صاحب اور مزید فرماتے ہیں کہ مردہ مرتا نہیں ہے، زندوں کی سب باتیں سنتا ہے۔ ہم نے تو سورۂ روم رکوع: ۵ میں دیکھا ہے کہ مردوں کو تم سنا نہیں سکتے اور سورۂ فاطر رکوع: ۳ میں تو صاف لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں سنا نہیں سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔ براہ کرم آپ اپنے فتویٰ سے ہماری الجھنیں دور کیجئے۔ فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوھاب

حدیث شریف میں ہے "لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ" (۱) اپنے مُردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ اس حدیث کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ جو مر رہا ہو اس کو کلمہ کی تلقین کرو۔ دوسرے یہ کہ جو مر چکا ہو اس کو کلمہ سکھاؤ۔ پہلا معنی مجازی اور دوسرا معنی حقیقی ہے۔ اور بلا وجہ معنی مجازی مراد لینا ٹھیک نہیں۔ لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اپنے مردوں کو کلمہ کی تلقین کرو اور کلمہ کی تلقین بعد از دفن ہی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ شامی جلد اول باب الدفن بحث تلقین بعد المیت میں ہے "اما عند اھل السنة فالحدیث ای لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ محمول علی حقیقتہ لان اللہ یحییہ علی ما جاءت بہ الآثار وقد روی عنہ علیہ السلام انہ امر بالتلقین بعد الدفن فیقول یافلاں ابن فلا ن اذکر دینك الذی کنت علیہ" (۲) اہلِ سنت کے نزدیک یہ حدیث "لقنوا موتاکم" اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے دفن کے بعد تلقین کا حکم دیا۔ پس قبر پر کہے اے فلاں بن فلاں تو اس دین کو یاد رکھ جس پر تھا۔ شامی میں اسی جگہ ہے "وانما لا ینھی عن التلقین بعد الدفن لانہ لا ضرر فیہ بل نفع فیہ فان المیت یستانس بالذکر علی ما ورد فی الآثار" (۳) دفن کے بعد تلقین سے منع نہیں کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اس میں کوئی ضرر نہیں بلکہ اس میں میت کا فائدہ ہے کہ وہ ذکر الٰہی سے انس حاصل کرتی ہے۔ رہا یہ سوال کہ قبر کے پاس قرآن پڑھنا تو یہ صرف شافعی کے یہاں نہیں بلکہ حنفی کے یہاں بھی جائز ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے "ان قرأ القرآن عند القبور ان نوی بذلك ان یونسہ صوت القرآن فانہ یقرأ" (۴) مقابر کے پاس قرآن پڑھنے سے اگر یہ نیت ہے کہ قرآن کی آواز سے مردہ کا جی بہلائے تو بے شک پڑھے اس عبارت سے قبر کے پاس مطلقاً قرآن کا پڑھنا ثابت ہوا۔ رہا "الم" سے "ھم المفلحون" تک اور "آمن الرسول" سے آخر سورہ تک پڑھنا تو اس کے بارے میں حدیث ناطق، طبرانی میں عبدالرحمٰن علا بن عجلان روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد علا نے فرمایا "یابنی انا مت فالحدنی فاذا وضعتنی فی لحدی فقل بسم اللہ وعلی ملة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) الصحیح لمسلم ج: ۲، ص: ۶۳۱

(۲) رالمحتاج: ۲، ص: ۱۹۱ کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الجنازۃ مطلب فی التلقین بعد الموت

(۳) ایضاً

(۴) الفتاوی الہندیہ ج ۵، ص: ۳۵۰ کتاب الکراھیۃ، الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور وقراءۃ القرآن فی المقابر

ثم شن علی التراب شنا ثم اقرأ عند راسی بفاتحۃ البقرۃ وخاتمتھا فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ذلك"(۱) اے میرے بیٹے جب میں وفات پا جاؤں تو مجھے لحد میں دفن کرنا اور جب مجھے لحد میں رکھے تو "بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ" کہنا پھر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا پھر میرے سرہانے سورۂ بقرہ کا شروع (یعنی الم سے مفلحون) تک۔ اور آخر میں "آمن الرسول" سے پڑھنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ مشکوٰۃ شریف کی ایک اور حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے "قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول اذا مات احد کم فلا تحبسوہ واسرعوا بہ الی قبرہ ولیقرأ عند رأسہ فاتحۃ البقرۃ وعند رجلہ بخاتمۃ البقرۃ"(۲) یعنی حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب تم میں کا کوئی مرجائے تو اس کو اپنے گھر میں نہ روکو اور اس کو اس کی قبر کی طرف جلدی لے جاؤ۔ اور چاہیے کہ اس کے سرہانے سورۂ بقرہ کا شروع (یعنی الم سے مفلحون) اور آخر میں "آمن الرسول" تا ختم پڑھے۔ ان احادیث اور فقہا احناف کی عبارتوں سے واضح ہوگیا کہ تلقین موتی اور قبر کے پاس قرآن پاک پڑھنا جائز اور باعث ثواب ہے۔

لیکن سوال کا آخری حصہ کہ قبور والے سنتے نہیں اور ثبوت سورۂ روم اور سورۂ فاطر کی آیتیں تو اس کا مختصر جواب یہ ہے: سماعِ موتی سے متعلق حدیثیں مشہور ہیں۔ مثال کے طور پر طبرانی کی مذکورہ بالا حدیث کا وہ جز کہ "مجھ پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا" ثبوت ہے اس بات پر کہ مٹی کی آواز کو صاحب قبر سنتے ہیں، چناں چہ حضرت شیخ مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں "وایں اشارہ است باں کہ میت احساس می کند دردناک می شود باں چہ دردناک می شود باں زندہ" یعنی اس سے اشارہ ہے کہ میت کو احساس ہوتا ہے۔ اور تکلیف ہوتی ہے۔ دوسری حدیث امام عقیلی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں "قال ابو رزین یا رسول اللہ ان طریقی علی الموتی فھل من کلام اتکلم بہ اذا مررت علیھم قال قل السلام علیکم یا اھل القبور من المسلمین والمؤ منین انتم لنا سلف ونحن لکم تبع وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون قال ابو رزین یا رسول اللہ یسمعون؟ قال یسمعون ولکن لا یستطیعون ان یجیبوا"(۳) ابورزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا راستہ مقابر پر سے ہے، کوئی ایسا کلام ہے کہ میں ان کے پاس گزروں تو کہا کروں۔ فرمایا: یوں کہو "سلام تم پر اے مسلمان قبر والو تم ہمارے آگے ہو اور ہم تمہارے پیچھے، اور ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں"۔ ابورزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مردے بھی سنتے ہیں؟ فرمایا: سنتے ہیں، مگر جواب نہیں دے سکتے۔ مسلم شریف کی ایک اور حدیث ہے "ان المیت اذا وضع فی قبرہ انہ لیسمع خفق نعالھم اذا انصرفوا"(۴) جب مردہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ واپس آنے لگتے ہیں تو ان کے جوتوں کی

---

(۱) نصب الرایۃ ج:۲،ص:۳۰۲، باب صلاۃ الجنائز ، فصل فی الدفن

(۲) شعب الایمان ج:۱۱،ص:۴۷۱، فصل فی زیارۃ القبور

(۳) مرقاۃ المفاتیح:۴،ص؛۱۲۵۹

(۴) الصحیح لمسلم:۴،ص؛۲۳۰۱

آواز کو سنتا ہے۔ بدر میں جب کفار مکہ مارے گئے اور ان سبھوں کو ایک کنویں میں ڈال دیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین روز کے بعد اس کنویں پر تشریف لے جا کر فرمایا: اے فلاں فلاں کے بیٹے! کیا تم نے حق پایا وہ وعدہ جو تم سے اللہ و رسول نے کیا تھا؟ میں نے حق پایا وہ وعدہ جو میرے رب نے میرے ساتھ کیا تھا۔ اس پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ایسوں کو مخاطب کر رہے ہیں جن میں روحیں نہیں ہیں؟ فرمایا: "والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم ولکنھم لا یقدرون ان یجیبوا" (۱) قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں جو فرما رہا ہوں، اسے تم اس سے زیادہ نہیں سنتے مگر وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ صاحب قبر سنتے ہیں آیت مستفسرہ میں ''اسماع موتیٰ'' کی نفی ہے نہ کہ ''سماعِ موتیٰ'' کی۔ یعنی سنانے کی نفی ہے نہ کہ سننے کی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے دوسری آیت "اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ" (القصص:۵۶) جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہدایت نبی کی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔ سورۂ فاطر کی وہ آیت جو سماع موتیٰ کی نفی میں پیش کی گئی ہے اس میں "من" سے مراد کفار، اور قبور سے مراد جسم ہے۔ مطلب یہ کہ اے محبوب تم مردہ دل کافر کو نہیں سنا سکتے۔ تفسیر جلالین میں اسی آیت "وما انت بمسمع من فی القبور" کی بحث یوں کی گئی ہے "ای الکفار شبھھم بالموتیٰ فلا یجیبون" (۲) اے محبوب! تم ان کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔ یعنی کفار کو اور کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گئی، اس لیے کہ وہ حق کو قبول نہیں کرتے۔ اسی کے حاشیہ پر مدارک سے نقل ہے "شبہ الکفار بالموتیٰ حیث لا ینتفعون بمسموعھم" (۳) یعنی کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس لیے کہ وہ سنی ہوئی باتوں سے نفع نہیں اٹھاتے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے محبوب تم ان کافروں کا لالچ نہ کرو کہ یہ ایمان لے آئیں گے۔ کیوں کہ ان کے قلوب مردہ ہو چکے ہیں اس لیے وہ تمہاری نصیحتوں کو نہیں سنتے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۰/ذوالقعدہ ۱۳۹۲ھ

حضرت آدم علیہ السلام نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بنا کر دعا مانگی

مسئلہ: از: محمد عبد اللہ خاں نگینہ مسجد ادن ضلع ایوت محل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

حضرت آدم علیہ السلام نے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پاک کا واسطہ دیا تو ان کی دعا قبول ہوئی تھی اس کے متعلق کوئی حدیث یا تفسیر موجود ہے یا نہیں؟ کہیں ہو تو براہ کرم مع حدیث و تشریح جواب تحریر فرمائیں۔

---

(۱) الصحیح لمسلم ج:۴، ص:۲۲۰۳

(۲) تفسیر الجلالین ج:۱، ص:۵۷۴

(۳) حاشیۃ تفسیر الجلالین ایضا

الجواب بعون الملک الوھاب

بیہقی، حاکم نے مواہب لدنیہ سے نقل کیا ہے "عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله ﷺ فلما اقترف آدم الخطیة قال یا رب اسئلك بحق محمد لما غفرت لی قال الله یا آدم کیف عرفت محمداً ولم اخلقه قال لانك یارب لما خلقتنی بیدك ونفخت فی من روحك رفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انك لم تضف الی اسمك الا احب الخلق الیك فقال الله تعالیٰ صدقت یا آدم انه لاحب الخلق الی واذا سئلتنی بحقه قد غفرت لك ولولا محمد ما خلقتك"[1] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام خطا سے ملوث ہوئے تو انہوں نے عرض کی کہ اے میرے رب! میں تجھ سے بوسیلۂ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سوال کرتا ہوں کہ تو میری مغفرت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کیسے پہچانا؟ حالاں کہ میں نے ابھی انہیں پیدا بھی نہیں کیا۔ عرض کیا: اے رب! جب تو نے مجھے پیدا کیا اور میرے اندر اپنی طرف سے روح ڈالی تو میں نے اپنا سر اٹھایا اور عرش کے پایہ پر لکھا ہوا دیکھا "لا اله الا الله محمد رسول الله" تو میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اپنے محبوب مخلوق کا نام ملایا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم! تو نے سچ کہا وہ میرے نزدیک مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب ہیں، جب تو نے ان کے توسل سے سوال کیا ہے تو میں نے تیری مغفرت کر دی ہے اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ ہوتے تو میں تجھ کو پیدا نہ کرتا۔

والله اعلم بالصواب ورسوله ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

تصرفاتِ اولیا کا ثبوت

مسئلہ: از: محمد عبد اللہ خاں نگینہ مسجد ادن ضلع ایوت محل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

تصرفات اولیاء کا ثبوت دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اگر کسی حدیث سے ملتا ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

ولی اللہ سے مدد مانگنا خواہ وہ حیات ظاہری میں ہوں یا بعد وصال بہر حال جائز ہے۔ تفسیر کبیر پارہ الم زیر آیت "واذقال ربك للملئكة" کی تفسیر میں ہے: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو کوئی جنگل میں پھنس جائے تو کہے "اعینونی یا عباد الله یرحمکم الله"[2] اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ حصن حصین ص: ۸۲ میں

---

[1] المواہب اللدنیہ ج:۱، ص:۵۴، ۵۵، کنز العمال ج:۱۱، ص:۴۵۵

[2] التفسیر الکبیر ج:۲، ص:۳۸۷، سورۃ: بقرۃ، آیت:۳۱

ہے "وان ارادعونا فیقل یا عباداللہ اعینونی"(۱) جب مدد لینا چاہے تو کہے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو تین مرتبہ۔ حاشیہ مشکوٰۃ نیز اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں محقق علی الاطلاق حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "امام شافعی گفتہ است قبر موسیٰ کاظم تریاق مجرب است برائے اجابت دعا" وحجۃ الاسلام امام محمد غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے درحیات استمداد کردہ می شود بوے بعد از وفات ویکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چار کس را از مشائخ کہ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفہائے ایشاں درحیات خود یا بیشتر شیخ معروف کرخی وشیخ عبدالقادر جیلانی ودوکس دگر را از اولیاء شمردہ"(۲) یعنی امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک قبولیت دعا کے لیے آزمودہ تریاق ہے اور حجۃ الاسلام امام محمد غزالی نے فرمایا کہ جن سے حیات ظاہری میں مدد مانگی جاسکتی ہے ان سے وفات کے بعد بھی مدد مانگی جا سکتی ہے، اور مشائخ عظام میں سے ایک نے فرمایا کہ میں نے چار شخصوں کو دیکھا کہ وہ اپنی قبروں میں ایسی ہی تصرف کرتے ہیں جیسے اپنی ظاہری حیات میں بلکہ اس بھی زیادہ۔ حضرت شیخ معروف کرخی اور حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دوسرے دو اور بزرگوں کو شمار کرایا۔ ان احادیث مذکورہ بالا واقوال ائمہ سے واضح ہوگیا کہ اولیاء کرام بعد وصال تصرفات کا اختیار باذنِ الٰہی رکھتے ہیں۔ بطور اختصار چند حوالے پیش کیے گئے۔ مزید تحقیقات کے لیے جاء الحق کا مطالعہ کریں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

ہلڑ (فساد) میں مقتول مسلمانوں کو مسلمان نہ کہنا کیسا؟

مسئلہ: از: حاجی زکریا ابن داؤد، چشمہ والا، اپلیٹا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلے میں:

ایک مسلمان جس کی ظاہری وضع نصاریٰ جیسی ہے جو روزے نماز کا بھی پابند نہیں اس کا کہنا ان مسلمانوں کے متعلق جو ہندستان میں ہلڑ وغیرہ میں مارے جاتے ہیں بحیثیت مظلومانہ "کہ وہ سب مسلمان ہی نہیں تھے" یہ کہاں تک صحیح ہے؟ ایسا کہنے والے مسلمان کے واسطے حکم شرعی کیا ہے؟ **بینوا وتوجروا**

الجواب بعون الملک الوھاب

اس نے غلط کہا۔ مسلمان ہزار گنہگار سہی مگر شہادت کے بعد اس کے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں وہ بے حساب وکتاب جنت میں داخل ہوں گے۔ ارشاد ربانی ہے "**وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ**"، (البقرۃ: ۱۵۴) جو لوگ راہِ خدا میں مارے جائیں انہیں یہ نہ کہو کہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں شعور نہیں "**وَ لَا**

(۱) حصن حصين ص:۸۲، ادعية السفر

(۲) حاشیہ مشکاۃ المصابیح ص:۱۵۴ باب زیارۃ القبور فصل اول لمعات التنقیح ج:۱ ص:۶۳۳

تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ''(آل عمران:١٥٩)اور جولوگ راہِ خدا میں قتل ہوئے ان کے بارے میں یہ گمان ہر گز نہ کرو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔مشکوٰۃ شریف کی حدیث شریف ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے ''قال ان النبی ﷺ قال القتل فی سبیل اللہ یکفر کل شئی الا الدین''(١) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں قتل ہوجانا سارے گناہوں کا کفارہ ہے سوائے قرض کے۔لہٰذا شخص مذکور کو ایسا کہنے کی وجہ سے توبہ کرنا چاہیے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

علما کے کسی نکاح کو منعقد کرنے کے بعد اس کو نہ ماننے والوں کا حکم

مسئلہ: از: عوام مسلمان، میہر ١٨/ ٣/ ١٩٧٣ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں کہ عوام منصوری برادری شامل ہوکر ایک میٹنگ کرتی ہے اور زید کے مسئلۂ نکاح پر تصدیق کرتی ہے جو فتوی ایک کتابی شکل میں ہے ان کے سامنے صفحہ: ١٠ تک مکمل کتاب ہے، جن میں سارے وجوہ مع سوال وجواب کے تصدیق کر لیتے ہیں۔جس فتویٰ پر حضرت مفتی اعظم جبل پور ومفتیانِ شرع متین ودینی کتب حوالہ مع عبارت کے شامل ہے۔گویا کہ سبھی حضرات سے شرعی حکم ملا کہ نکاح جائز ہے۔جیسا کہ کتاب تنویر الانوار علی جواب المنیر کی تحریر وتقریر سے ہر دونوں صورتوں میں مسئلہ حل ہو چکا۔یہ ساری تصدیقات کر لینے کے بعد اسی میٹنگ ١٥٧/روپیہ جرمانہ بھی کر لیا گیا اور عوام برادری کو کھانا کھلانے کا حکم ملا تو کھانا بھی کھلا دیا گیا پھر ایک ہفتہ بعد میٹنگ بلوا کر قرآن پاک اٹھوایا گیا یعنی برادری کے سر گناؤں کا حکم ملا کہ قرآن پاک ہاتھ میں لے کر کہو کہ ہمارا نکاح صحیح ہوا، تب ہم لوگوں کا شک دور ہوگا اور سب کام میں برادری شرکت کرلے گی، لہٰذا کچھ دنوں تک یہی معاملہ رہا۔ہر کام شامل رکھا اور پوچھا۔پھر بعد میں یہ اعتراض کرنے لگے نہیں مانتے، انکار پھر وہی پرانا بجھاؤ ہوا کہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔بستی کے لوگ چہرہ متنانا گودکٹنی میہر گوریلہ وغیرہ کے ہیں۔تو اب ایسی صورت میں خاص طور پر اس منصوری برادری کو کیا حکم شرع عائد ہوتا ہے اور ان سے عوام مسلمان کس طرح کا برتاؤ رکھیں اور ان کا کیا کیا جائے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

تنویر الانوار علی جواب المنیر کتاب کے سوال وجواب سے واضح ہوا کہ مومنہ کا نکاح ثانی درست اور بالکل درست ہے علمائے ملت اسلامیہ کے فتاویٰ کو نہ ماننے والے فاسق اور گناہ کبیرہ کے مرتکبین ہیں۔اسی طرح سات سو اکیاون روپیہ جرمانہ لینا حرام ہوا کہ یہ جرمانہ بلا وجہ ہوا، جو ظلم ہے۔اور ظلم کی حدیث شریف میں بڑی مذمت آئی ہے۔ارشاد ہے ''الظلم ظلمات یوم القیامۃ''(٢) ظلم قیامت کے دن تاریکی ہے۔یعنی ظلم کرنے والا قیامت کے دن سخت تاریکیوں اور مصیبتوں میں گھرا ہوگا۔

---

(١) الصحیح لمسلم ج:٣، ص:١٥٠٢، کتاب الامارۃ، باب من قتل فی سبیل اللہ

(٢) الصحیح للبخاری ج:٣، ص:٢٩ کتاب المظالم والغصب باب الظلم ظلمات یوم القیامۃ

ویسے بھی تعزیر بالمال جائز نہیں اور نہ ان سے کھانا کھلوانا جائز۔ بہرحال منصوری برادری کے لیے نکاح ثانی کے درست ہونے پر علمائے ملت اسلامیہ کے فتاوی ہی کافی تھے، پھر بھی عوام منصوری برادری نے اپنے طور پر قرآن پاک اُٹھوائے (جس کی شرعاً ضرورت نہیں تھی) بایں ہمہ پھر نکاح کے صحیح ہونے میں شبہ کرنا قانونِ اسلامی پر بے اعتمادی کی غمازی کرتا ہے، جو حرام اور سخت حرام ہے۔ احکام شرع واضح ہو جانے پر بعد منصوری برادری کے جو افراد اب بھی شک کرتے ہیں، ان پر ضروری ہے کہ توبہ کر کے زید کو اپنی برادری میں شریک کریں۔ اگر فتاویٰ تسلیم نہ کریں اور زید کو ظلماً برادری میں شریک نہ کریں تو عام مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے لوگوں سے سلام وکلام میل جول سب بند کر دیں، لقولہ تعالیٰ "فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" (الانعام:۶۸)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۹ / صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

شرعی طور پر لڑکی کب بالغ ہوتی ہے؟

مسئلہ: از: الفقیر محمد معطر علی رضوی خطیب و امام جامع مسجد، نواپارہ راجم، ضلع رائے پور، ایم۔ پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

شریعت مطہرہ کے نزدیک لڑکی کس عمر میں بالغ ہوتی ہے؟ مدلل ومفصل مع حوالۂ کتب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔ **بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب۔**

الجواب بعون الملک الوھاب

لڑکی کے بلوغ کی علامت حیض یا احتلام یا حمل ہے۔ اگر ان میں سے کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو مفتیٰ بہ قول پر پندرہ سال کی عمر میں بلوغ کا حکم لگا دیا جائے گا۔ قدوری میں ہے "**وبلوغ الجارية بالحيض والاحتلام والحمل فان لم يوجد فحتى يتم لها سبعة عشر سنة وقال ابو يوسف ومحمد اذا تم الغلام والجارية خمس عشرة سنة فقد بلغا**" (کما فی الکافی)(۱)

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

شوہر کے بیوی پر حقوق

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) میری بیماری کے سلسلے میں میں جب میڈیکل کالج میں شریک ہوا مجھے دیکھنے میرے دفتر اور پڑوسی کے لوگ آیا جایا

---

(۱) مختصر القدوری ج:۱، ص:۹۶، کتاب الحج

کرتے تھے۔ گوشہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا وہ آیا جایا کرتا تھا گوشہ کا یہ معنی نہیں کہ شوہر کی مرضی کے خلاف نافرمانی کرکے اور اس کو ناراض رکھے خدا کے حکم کے خلاف عمل کرے۔

(۲) اس کی شادی کا سلسلہ نکلا وہ غیر شادی شدہ ہے شادی کے سلسلے میں وہ میری بلا اجازت جس میں میری مرضی خوشی سے نہیں، اس کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں ناراض ہوں۔ اس کے باوجود میری بلا اجازت بے گوشہ غیر مسلم کے گھر میں جا کر محلہ در محلہ چلی جاتی اور غیر مسلم لوگوں سے بے پردہ ہو کر گفتگو کرتی ہے ایسی عورتوں کا اللہ کی طرف سے کیا احکام ہیں؟ تفصیل سے بتایئے کہ میں کیا کروں۔ کئی بار منع کیا لیکن وہ نہیں مانتی۔

(۳) وہ یہ کہتی ہے کہ خدا نے یہ کب کہا کہ غیر مسلم سے محبت نہ رکھو اور اس کو اپنا بھائی نہ سمجھو اور شوہر کے شک کرنے پر نیک عمل جس کو میں اپنا بھائی سمجھ کر کہ رہی ہوں کوئی گناہ نہیں ہے (کیا تو اپنے شوہر کی نافرمانی نہیں کرتی) کیسے اللہ میرے سے خوش نہ ہوگا۔

(۴) تو اپنے عمل کا جواب خدا سے دے گا اور میں اپنا جواب قبر میں دوں گی جب تم خدا پر سزا و جزا کا چھوڑے ہو تو میں بھی چھوڑے ہوں۔ تم مجھے اتنا تنگ کیوں کر رہے ہو جب تم مجھ سے ناراض ہو تو چھوڑ دو۔

(۵) اگر تم مجھے زیادہ تنگ کرو گے تو میں تم کو چھوڑ دوں گی۔ میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی، وہ میرے پورے جسم میں ہے میں وہ ہوں اور وہ میں ہوں تم اس کا دل دکھا رہے ہو خدا کو تمہیں جواب دینا ہوگا۔

(۶) میری بلا اجازت اس کا سر دبانا روز اس کے سر پر تیل ڈال کر گھنٹوں مالش کرنا کہاں تک درست ہے؟

(۷) اس کے جاتے اور اس کو گھر کی چابی چھپا کر مغرب سے بارہ بجے رات تک سونے پر مجبور کرنا شوہر کی مرضی کے خلاف ایسی عورت کے بارے میں اللہ کا کیا حکم ہے بتایئے کیا عمل کروں؟

(۸) اس سے صندوق مانگ کر لائی اس میں اس کا کرتا، پاجامہ، نبین رکھی اور اسی صندوق میں اپنا بلاؤز ۲/عدد، باڈی ۲/ عدد، ساڑی ایک عدد رکھی جو ایک عزت دار گھرانے کی عورت کی غیرت گوارہ نہیں کرتی صندوق رکھی تھی، میں نے جو دیکھا۔

(۹) وہ مجھ سے کہتی ہے کہ یہ عجیب بے غیرتی ہے کہ میں تجھ سے نفرت کر رہی ہوں اور تو چاٹ رہا ہے مجھ کو، میں اس کو چھوڑ نہیں سکتی، اس کی اسکوٹر پر بیٹھ کر ساڑھے دس بجے رات اکیلے میرے گھر آئی۔ ان حالات کے تحت آپ ایسی عورتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکام بتائیں۔ تاکہ وہ تفصیل سے پڑھ لے اور ہر مسلم عورت کو معلوم ہو جائے۔ اور مجھے ثانی نکاح کی اجازت دیجئے میں اس کو طلاق ہرگز ہرگز نہیں دوں گا، اس کو سڑا کر رکھوں گا، میں کافی تکلیف اس سے اٹھا چکا ہوں، کوئی راحت نہیں پایا۔ ۱۸/سال شادی ہو کر گزر گئے۔ عزت دار مسلم لڑکے اور لڑکیوں کو تعلیم اچھی طرح دے رہا ہوں اور زیر تعلیم ہے۔ مہر ۵۰۰۰/ہزار ہے۔ کافی عرصہ گزر جانے کے بعد مہر مکمل دینا ہوگا یا نصف تفصیل سے بتائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

صورتِ مسئولہ میں تمام سوالات کا مقصد قریب قریب ایک ہی ہے۔ اس لیے سارے سوالات کے جوابات قرآن و حدیث اور اسلامی قانون کی رو سے پہلے ایک ہی ساتھ اجمالاً دئے جا رہے ہیں۔ پھر نمبر وار جوابات دئے جائیں گے۔ قرآن پاک پارہ ۵

رکوع ۲ میں ہے "اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ"(النساء:۳۴) مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔حاکم اسے کہا جاتا ہے جس کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے۔امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس (خدا) کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر قدم سے سرتک شوہر کے تمام جسم میں زخم ہوں اوران سے پیپ ولہو بہتا ہو پھر عورت اسے چاٹے تو بھی حق شوہر ادا نہ کیا(۱)۔دوسری حدیث میں ہے کہ جب تک شوہر اپنی بیوی سے راضی نہ ہو، اللہ عزوجل اس عورت سے ناراض رہتا ہے(۲)۔ایک اور حدیث میں ابوداؤد طیالسی وابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شوہر کا حق عورت پر یہ ہے کہ اپنے نفس کو اس سے نہ روکے اور سوائے فرض کے کسی دن بغیر اس کی اجازت کے روزہ نہ رکھے، اگر ایسا کرے گی یعنی بغیر اجازت روزہ رکھے گی تو شوہر کو ثواب ہے اور عورت پر گناہ۔اور بغیر اس کی اجازت کے اس کے گھر سے نہ جائے اگر ایسا کیا تو جب تک توبہ نہ کرے اللہ اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔عرض کیا گیا: اگر شوہر ظالم ہو فرمایا: اگر چہ ظالم ہو(۳)۔تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورت پر شوہر کا حق یہ ہے کہ اس کے بچھونے کو نہ چھوڑے اور اس کی قسم کو سچا کرے اور اس کی اجازت کے بغیر باہر نہ جائے اور ایسے شخص کو گھر میں نہ آنے دے جس کا آنا شوہر کو ناپسند ہو(۴)۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا عورت کے لیے سب سے بہترین چیز کیا ہے؟ سب خاموش رہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بھی جواب نہ بن پڑا، گھر آیا اور میں نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ عورت کے لیے سب سے بہترین چیز کیا ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ عورت کے لیے سب سے بہترین چیز یہ ہے کہ نہ وہ کسی اجنبی آدمی کو دیکھے اور نہ اسے کوئی اجنبی آدمی دیکھے۔دوسرے دن مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جواب سنایا تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ فاطمہ میری بیٹی ہے۔(۵) نسائی شریف کی حدیث شریف ہے: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو عورت خوشبو لگا کر مردوں کے پاس سے گزرے تاکہ وہ اس کی خوشبو کو سونگھیں وہ عورت بدکار ہے۔(۶)

ان احادیث مذکورہ بالا سے اچھی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ عورت کا اپنے شوہر کو ناراض رکھنا یا اس کی اجازت کے بغیر باہر آنا جانا یا کسی ایسے شخص سے بات کرنا یا اس کے گھر جانا یا اس کو اپنے گھر بلانا جس کو شوہر ناپسند رکھتا ہے، سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔اسی طرح کسی اجنبی کے لیے زینت کرنا، اس کے ساتھ باہر جانا، اسے دیکھنا، اسے چھونا یا اس کے ساتھ تنہائی میں رہنا ناجائز وحرام ہے۔

---

(۱) مسند احمد بن حنبل از مسند انس بن مالک ج:۳،ص:۱۵۹

(۲) الصحیح لمسلم ج:۲،ص:۱۰۶، کتاب النکاح، باب تحریم امتناعها من فراش زوجها

(۳) مسند ابی الداؤد الطیالسی ج:۳، ص:۴۵۷، عن عطاء بن ابی رباح عن ابن عمر

(۴) المعجم الکبیر ج:۲،ص:۵۲،باب التاء

(۵) مسند البزار ج:۲، ص:۱۵۹، مسند علی بن ابی طالب، مما روی عن علی بن زید عن سعید المسیب عن علی

(۶) سنن النسائی ج:۸، ص:۱۵۳، کتاب الزینة، باب مایکره للنساء من طیب

اسی سلسلے میں پہلے چند آیات قرآنی پیش کی جارہی ہیں، پھر احادیث مبارکہ اس کے بعد فقہاء کے اقوال۔

قرآن پاک پارہ:۱۸، رکوع:۱۰ میں ہے: "قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (النور:۳۰،۳۱) یعنی مسلمان مردوں سے فرمادو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے، بے شک اللہ کو ان کاموں کی خبر ہے، اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دیکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے۔ اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بھائی یا بھتیجے یا بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں، یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں، اور زمین پر پیر نہ ماریں جس سے ان کا چھپا ہوا سنگار معلوم ہوجائے اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو! اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: "وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ" (النور:۶۰) بوڑھی خانہ نشین عورتیں جنہیں نکاح کی آرزو نہیں ان پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے بالائی کپڑے اُتارے رکھیں، جب کہ سنگار ظاہر نہ کریں اور ان سے بچنا ان کے لیے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے۔ اور ارشاد ہوتا ہے: "وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى" (الاحزاب:۳۳) اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور بے پردہ باہر نہ نکلو جس طرح جاہلیت اولیٰ (کفر) کے زمانہ میں عورتیں بے پردہ نکلتی تھیں۔

بیہقی نے حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا: مجھے خبر پہنچی کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "دیکھنے والے پر اور اس پر جس کی طرف نظر کی گئی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے"(۱) مسلم شریف کی دوسری حدیث: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "خبردار! خبردار! کوئی مرد شیب عورت کے یہاں رات کو نہ رہے سوائے شوہر یا ذی محرم کے"(۲) ایک اور بہت مشہور حدیث ہے جسے امام احمد اور ترمذی و ابوداؤد نے ام المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ "یہ اور اُم المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور کی خدمت اقدس میں حاضر تھیں کہ حضرت عبداللہ بن

---

(۱) شعب الایمان ج:۱۰، ص:۲۱۴، باب الحیاء ، فصل فی الحمام

(۲) الصحیح لمسلم ج:۴، ص:۱۷۱۰، کتاب السلام ، باب تحریم الخلوۃ بالاجنبیۃ والدخول علیھا

اُم مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے جو اندھے تھے، حضور ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا کہ پردہ میں ہو جاؤ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ وہ تو نابینا ہیں ہمیں نہیں دیکھیں گے، تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم دونوں اندھی ہو کیا تم دونوں نہیں دیکھو گی کیا؟''(۱)

ان آیاتِ قرآنی واحادیث مبارکہ سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ عورت کا کسی اجنبی عورت کے سامنے بے پردہ ہو کر آنا یا اس سے باتیں کرنا یا تنہائی میں اس کے ساتھ رہنا ناجائز وممنوع اور اللہ ورسول کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اتنی لمبی تمہید کے بعد اب آپ نمبروار جواب ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) عورت کا بغیر شوہر کی اجازت کے کسی کے یہاں جانا جائز نہیں۔ بالخصوص ایسے کے گھر جس کے بارے میں معلوم ہو کہ شوہر ناراض ہے۔

(۲) یہ بڑی بدنصیبی اور خدا کی ناراضگی کا سبب ہے۔

(۳) عورت کا یہ کہنا کہ خدا نے یہ کب کہا کہ غیر مسلم سے محبت نہ رکھو اور اسے اپنا بھائی نہ سمجھو یہ بالکل جھوٹ اور خدا پر افتراء ہے۔ خود قرآن میں ہے: ''اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ'' (التوبۃ:۲۳) اے ایمان والو اپنے باپ اور بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو پسند کریں۔ دوسری آیت میں ہے ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ'' (الممتحنۃ:۱) اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا جب کافروں کے ساتھ رہ کر طوفانوں میں غرق ہو گیا اور نوح علیہ السلام کو اپنے بیٹے کا خیال آیا تو ربّ العزت جل جلالہ نے ارشاد فرمایا: ''یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ'' (ھود:۴۶) اے نوح! وہ تمہارا بیٹا نہیں کیوں کہ اس کا عمل اچھا نہیں تھا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ جب نبی کے بیٹا کو بیٹا نہ کہا گیا تو غیر اجنبی کافر کو کس طرح دوست یا بھائی بنایا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی آیتیں اس پر واضح ثبوت ہیں مگر عبرت کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

(۴) اس کا یہ مطلب نہیں کہ شوہر اپنی بیوی کو آزاد چھوڑ دے جہاں چاہے آئے جائے جس سے چاہے باتیں کرے۔ بلکہ شوہر کے لیے ضروری ہے کہ ناجائز کاموں سے روکے بلکہ سزا بھی دے سکتا ہے۔

(۵) عورت کو شرعاً یہ حق نہیں کہ وہ شوہر کو چھوڑ دے۔ قرآن پاک میں ہے ''بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ'' (البقرۃ:۲۳۷) جس کا صریح مطلب یہ ہے کہ شوہر کے ہاتھ میں نکاح کی ڈوری ہے وہ چاہے تو عورت کو چھوڑ سکتا ہے۔

(۶) عورت کا غیر مرد کے جسم کو چھونا ہرگز جائز نہیں۔ نہ کسی اجنبی کے سر میں تیل ڈالنا یا مالش کرنا جائز ہے۔ قرآن پاک کا حکم ہے ''وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ'' (الانعام:۱۵۱) یعنی فواحش کے قریب بھی نہ ہو خواہ وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ، غیر مرد کے بدن کو چھونا، یا سر میں تیل ڈالنا یا مالش کرنا چھپے جذبات کو ابھارنا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ عورت کسی اجنبی مرد کے جسم کو نہ چھوئے جب کہ دونوں میں سے کوئی جوان ہو اس کو شہوت ہو سکتی ہے، اگرچہ دونوں کو اطمینان ہے کہ شہوت نہ ہو گی۔

---

(۱) سنن الترمذی ج:۴، ص:۱۹۱، کتاب الادب، باب ماجاء فی احتجاب النساء من الرجال

(۷) کسی اجنبی کے ساتھ عورت کا تنہائی میں ہونا بالخصوص رات میں حرام سخت حرام اور گناہ کبیرہ و مستحق عذابِ نار ہے، جیسا کہ اوپر مسلم شریف کی حدیث کا حوالہ بیان کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''خبردار کوئی مرد شیب عورت کے یہاں رات کو نہ آئے کہ وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے'' (۱) (جو گناہوں میں ملوث ہونے پر ابھارتا ہے)

(۸) اجنبی کے صندوق میں اس کے کپڑے وغیرہ کے ساتھ اپنے کپڑے وغیرہ ملانا یا رکھنا سخت معیوب ہے۔

(۹) معاذ اللہ ثم معاذ اللہ مسلمان عورت کا کسی اجنبی کے ساتھ بالخصوص رات میں اسکوٹر پر بیٹھ کر آنا جانا حرام اور بڑا گناہ ہے، جیسا کہ اوپر آیت وحدیث سے ظاہر ہوا۔ آپ انہیں پھر سمجھائیے کہ وہ ایسی ناشائستہ حرکتیں نہ کریں اور ان غلط کاریوں سے توبہ کریں اور آئندہ سے اس بات کی سختی سے پابندی کریں کہ وہ کسی غیر مرد سے نہ ملیں گی، نہ اس کے ساتھ آنا جانا کریں گی، نہ اسے اپنے گھر آنے دیں گی۔ اگر وہ وعدہ کریں اور توبہ کرلیں تو ٹھیک، ورنہ آپ کو دوسری شادی کرنے کا شرعاً پورا اختیار ہے۔ اس میں عورت کی اجازت ضروری نہیں۔ آپ انہیں اپنی زندگی سے بھی الگ کر سکتے ہیں۔ آپ پر شرعاً کوئی مواخذہ نہیں۔ طلاق دینے کی صورت میں خلع پر راضی ہوجائیں تو جتنے پر خلع ہوگا وہ صحیح ہوگا۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۹ رصفر المظفر ۱۳۹۲ھ

کیا امام مشاہرہ لینے کمیٹی کے پاس جاسکتا ہے؟

مسئلہ: از: خادم محمد رحیم الدین عفی عنہ

پیش امام امامت صغریٰ کے تحت ہے۔ نماز میں اور دینیات کے معاملہ میں جماعت اس کے احکام شرعی کو مانے۔ پیش امام کا کہنا یہ ہے کہ میں جماعت اور اراکین مسجد کمیٹی کے ماتحت نہیں۔ میں مشاہرہ (تنخواہ) لینے سکریٹری، صدر یا نائب صدر یا کسی منبر کے پاس جس کو کمیٹی نے مقرر کیا ہے نہیں جاؤں گا۔ وہ خود آکر مجھے تنخواہ دے، ان کا یہ قول کیسا ہے؟ انتظامی معاملات کا بار کمیٹی کے تحت میں ہے نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

امام مذکور اگر امام ربانی ہیں تو ان کی ہر جائز باتیں ماننی چاہیے۔ امام صاحب اگر تنخواہ لینے صدر یا سکریٹری کے یہاں جائیں تو اس سے کسر شان نہیں ہوتی۔ اگر صدر یا سکریٹری ان کو تنخواہ لاکر دیتے ہیں تو بہتر ورنہ امام صاحب کو اپنی تنخواہ لینے کے لیے مسجد کے صدر یا سکریٹری صاحبان کے پاس جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) الصحیح لمسلم ج:۴، ص:۱۷۱، کتاب السلام ، باب تحریم الخلوۃ بالاجنبیۃ و الدخول علیھا

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۹ر صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

نئی تاریخ کب شروع ہوتی ہے؟

مسئلہ: از: چھوٹے خان پیش امام گنج مسجد، چھندواڑہ۔ ۳۱؍۳؍۱۹۷۲ء

بخدمت شریف مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام و نیاز کے گزارش یہ ہے کہ اپنے مذہب میں دن کی تاریخ کب سے شروع ہوتی ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اسلامی تاریخ غروب آفتاب سے شروع ہوتی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۳ر صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

درمیانی نماز کون سی؟

مسئلہ: از: چھوٹے خان پیش امام گنج مسجد، چھندواڑہ۔ ۳۱؍۳؍۱۹۷۲ء

درمیانی نماز کون سی ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اس میں علما کا اختلاف ہے لیکن جمہور کا قول عصر کی نماز ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۳ر صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

ایک مدرسہ کے متعلق مسئلہ

مسئلہ: از: احمد بھائی عزیز سائیکل اسٹور نگری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

(۱) ہمارے گاؤں میں قریب ۲۰ر گھر سے زیادہ مسلمانوں کی آبادی ہے، یہاں کی مسلم جماعت نے ایک مدرسہ عربیہ مذہبی تعلیم کے لیے کھولا ہے اور اس کے بعد مدرسہ میں جمعہ بھی قائم کردیا گیا اور اب قریب ایک سال سے زیادہ کا عرصہ ہو رہا ہے، اللہ کے فضل وکرم سے یہاں مدرسہ میں جمعہ کے علاوہ پانچوں وقتوں کی نماز اور اذان وجمعہ بھی پابندی سے ادا ہو رہے ہیں، جہاں

مدرسہ میں ہم لوگ جمعہ اور نماز وغیرہ پڑھتے ہیں وہ مکان کسی اور صاحب کا ہے اور اب ہم لوگ اللہ کے فضل وکرم سے اپنے ان تمام مذہبی ارکان جو مدرسہ میں ادا کرتے تھے دوسرا مکان خریدنے کی بات چیت ہو چکی ہے۔ اور قریب ان شاء اللہ چند دنوں کے بعد دوسرا مکان ہمیں مل جائے گا اور جہاں مدرسہ ہے جہاں نماز و جمعہ ادا ہوتی رہی ہے اب وہ مکان چھوڑ کر نئے والے مکان میں نماز و جمعہ ہوا کرے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ہم لوگوں نے جہاں ایک سال سے زیادہ اذان، نماز جمعہ ادا کیا ہے اس مکان کو چھوڑ کر نئے مکان میں اذان، نمازِ جمعہ قائم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ پرانا مدرسہ جہاں ہم نمازیں ادا کرتے تھے وہ مکان اور جگہ شریعت کی نگاہ میں کیا درجہ رکھتی ہے؟ اور ہمیں نئے دوسرے مکان میں جمعہ قائم کرنے کی شریعت اجازت دیتی ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی شریعت کے حوالے سے جواب عطا فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

(۲) شریعت کی نگاہ میں سنیما دیکھنا اور تجارت کی نیت سے سنیما، ٹاکیز کھول کر سنیما دکھلانا جائز ہے یا نہیں؟ اور سنیما کی آمدنی سے ملنے والی رقم کی شریعت کی نگاہ میں کیا حقیقت ہوگی، جائز ہوگی یا ناجائز؟ برائے کرم ومہربانی جلد سے جلد جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی؟

(۳) قبرستان میں قبر پر یا قبر کے پاس اگربتی جلانا کیسا ہے؟ شریعت اجازت دیتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں دیتی ہے تو برائے کرم سمجھاتے ہوئے جواب دیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) اگر مالک مکان نے مکان کو مسجد کے لیے وقف کر دیا تب تو وہ مسجد ہے۔ اب اس کو دوسرے کام میں نہیں لا سکتے اور اگر وقف نہیں کیا ہے صرف نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے تو دوسری جگہ زمین خرید کر جمعہ وغیرہ قائم کر سکتے ہیں بشرطیکہ شرائط جمعہ پائی جائیں۔

(۲) سنیما دیکھنا یا ٹاکیز بنا کر اسے ذریعۂ معاش بنانا حرام سخت حرام اور گناہ ہے۔ **لقوله عليه الصلاة والسلام:** "**كل لهو المؤمن باطل**"[1] سنیما کی آمدنی خبیث مال ہے۔

(۳) اگربتی خوشبودار چیز ہے اگر لوگ قبر کے پاس فاتحہ پڑھنے کے لیے آتے جاتے ہیں تو قبر کے ارد گرد جلا سکتے ہیں۔ قبر پر نہیں، تاکہ اچھی خوشبو پا کر زائرین کا دل لگے اور اگر کوئی آتا جاتا نہ ہو تو اگربتی نہ جلائی جائے کیوں کہ یہ اسراف ہے، میت کو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۷ ؍ صفر المظفر ۱۳۹۲ھ

(۱) فتح القدير ج:۷، ص:۴۱۳، كتاب الشهادة ، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل

پیشانی پر نشانِ سجدہ کا حکم

مسئلہ: از: خادم العلما حاجی عزیز احمد خان، خطیب مسجد سوداگران، مہوبا، ضلع ہمیر پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل سوال میں:

ایک مقرر صاحب اپنی تقریر کے دوران فرماتے ہیں جس کی پیشانی پر سجدوں کا سیاہ داغ پڑ جاتا ہے اس کی یہ پہچان ہے کہ اس کا دل ہی سیاہ ہوگیا ہے یہ بات کہاں تک درست ہے۔ کیا "**سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود**" سے یہی مراد ہے؟ اس آیت شریف کے معنی اور مطالب سے واقف کیا جائے۔ ایک شاعر اپنا خیال ظاہر کرتا ہے۔ (معاف کیا جائے میں دو چار حرف شناس ہوں، زائد نہیں)۔ وہ یہ کہ میرے ماتھے پہ سجدوں کا نشان تو دیکھ لے رضوان میں اپنے جنتی ہونے کی یہ پہچان لایا ہوں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ دکھاوے کے لیے قصداً نشان پیدا کرنا حرام وگناہ کبیرہ ہے اور وہ نشانی استحقاقِ جہنم کا نشان ہے۔ پس ایسے شخص کی سیاہ پیشانی سیاہ قلبی پر دلالت کرتی ہے۔ اور اگر کثرت سجود کے سبب وہ نشانی پڑ گئی تو اگر اس سے مقصود ریا اور دکھاوا تھا تو یقیناً ایسا کرنے والا مستحق نار ہے۔ لیکن اگر ریا مقصود نہیں بلکہ خالصاً لوجہ اللہ کثرتِ سجود کے سبب نشان پڑ گیا اور اس کی توجہ رِیا کی طرف قطعاً نہیں تو یہ نشان مذموم نہیں بلکہ محمود ہے۔ ریا کا تعلق نیت سے ہے اور نیت کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ اس لیے ہم اس پر ریا کاری کا حکم نہیں لگا سکتے، جب تک کسی دلیل خارجی سے اس کا ریا کار ہونا ثابت نہ ہوجائے۔ ایک جماعت کے نزدیک آیت کریمہ میں اس کی تعریف موجود ہے امید ہے کہ قبر میں فرشتوں کے لیے اس کے ایمان ونماز کی نشانی ہو، اور قیامت کے دن یہ نشان آفتاب سے زیادہ نورانی ہو بشرطیکہ عقیدۂ اہل سنت وجماعت کے مطابق ہو ورنہ بدمذہب کی کسی عبادت پر نظر نہیں ہوتی۔ ابن ماجہ کی حدیث سے جس کا مفہوم یہی ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دھبے کو خارجیوں کی علامت قرار دی ہے" حاصل تحریر یہ ہے کہ اگر وہ نشان بدمذہب میں ہے تو مذموم اور سنّی صحیح العقیدہ میں اگر ریا کے لیے ہے تو مذموم اور اگر ریا سے پاک ہے تو محمود۔ "**سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود**" ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے سجدے کے اثر سے۔ اس نشانی سے مراد وہ نور ہے جو سجدے کی برکت سے قیامت میں اس سے چہرے منور ہوں گے۔ حدیث میں ہے: "**عن ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ فی قولہ عز وجل "سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود" قال النور یوم القیامۃ**"(۱) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نشان کو سجود کی تفصیل میں فرمایا کہ وہ چہروں کا نور مراد ہے۔ بہرحال مقرر صاحب کو ہر ایک کے لیے نشان سجدہ کو سیاہ قلبی پر محمول نہیں کرنا چاہیے، یہ ان کے لیے ہے جو بدمذہب وبدعقیدہ ہیں۔ ورنہ متقدمین ومتأخرین میں بہت سے ایسے اولیائے کاملین وعلمائے عارفین گزرے ہیں جن کی پیشانی پر نشانِ سجدہ موجود تھے۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

---

(۱) معجم الوسیط ج:۴، ص:۳۷۱

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۸ / ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

فرقِ باطلہ سے مباہلہ کرنا کیسا؟

مسئلہ: از: قاضی حسن الدین، مقام و پوسٹ لاڈکھیر، تعلقہ دارروا، ضلع ایوت محل، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسئلے میں:

جتنے بھی فرقۂ باطلہ ہیں خصوصاً وہابی، مودودی ان کو چیلنج مباہلہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا مباہلہ صرف انبیاء و مرسلین علیہم الصلاۃ والتسلیم کے لیے مخصوص ہے یا اس طور پر کہہ سکتے ہیں یا نہیں کہ تم بھی آگ میں کودو اور ہم بھی جو حق پر ہوگا جلنے سے محفوظ رہے گا یا اسی کے مثل؟ جواب باصواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

حضور سرکار دو عالم ﷺ کے بعد فرق باطلہ سے مباہلہ کے جواز میں علما کا اختلاف ہے۔ اصح قول یہ ہے کہ اگر وہ کام جس کے بارے میں مباہلہ ہوگا امر مہم اور شرعی ہو اور مباہلہ کے بغیر اس کی فضیحت ممکن نہ ہو تو مباہلہ جائز ہے، بشرطیکہ اس سے پہلے حجت قائم کر دی گئی ہو۔ شبہ کے ازالہ میں انتھک کوششیں کی گئی ہوں، نصیحت کر دی گئی ہو اور ڈرا دیا گیا ہو کہ مخالفت کا اس میں کوئی فائدہ نہیں بلکہ اس کے لیے ضرر ہے۔ تفسیر جلالین کے حاشیہ پر زیر آیت "ثم نبتھل الخ" مذکور ہے: "**وقع البحث عند شیخنا العلامه الدوانی قدس الله سره فی جواز المباهلة بعد النبی ﷺ فکتب رسالة فی شروطها المستنبطة من الکتاب والسنة والآثار وکلام الائمة وحاصل کلامه فیها انها لا تجوز الا فی امر مهم شرعا وقع فیه اشتباه وعنادلا یتیسر دفعه الا بالمباهلة فیشترط کونها بعد اقامة الحجة والسعی فی ازالة الشبهة وتقدیم النصح والانذار وعدم نفع ذلك مساس الضرورة الیها**"۔ (۱)

والله اعلم بالصواب ورسوله ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۶ / ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

احیائے سنّت کے متعلق حدیث پاک

مسئلہ: از: مرزا افسر علی بیگ چشتی قادری، راجو برا ضلع کٹک ۱۷ / جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلے ذیل میں:

سنتوں کے زندہ کرنے کے متعلق جو حدیث شریف ہے، اسے عربی میں مع راوی و مع زیر و زبر کے تحریر فرمائیں۔

---

(۱) حاشیة تفسیر الجلالین س: ۵۳

الجواب بعون الملک الوھاب

"عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مأة شهيد"(۱) یعنی مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت کے فساد کے وقت میری سنت کو جو شخص مضبوطی سے پکڑے (یعنی اس پر عمل کرے) تو اس کے لیے سو شہید کا ثواب ہے۔ اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث شریف: "عن بلال بن الحارث المزني قال قال رسول الله ﷺ من احیٰ سنة قد اميتت بعدی فان له من الاجر مثل اجور من عمل بها من غير ان ينتقص من اجرهم شيئاً"(۲) یعنی میرے بعد میری مردہ سنتوں میں سے کسی سنت کو جو شخص زندہ کرے گا اس کے لیے وہی اجر ہے جو اس سنت پر عمل کرنے والے ہیں اور عمل کرنے والوں کے اجر میں سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

"میرے پیرومرشد نے جو قبول کیا وہ خدا نے قبول کیا" کہنا کیسا؟

مسئلہ: از: خادم محمد ابرہیم اشرفی، ناسک مورخہ ۱۴/ جولائی ۱۹۷۲ء بروز جمعہ

قبلہ وکعبہ بزرگ محترم صاحب جامعہ عربیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ کہنا کہ میرے پیرومرشد نے جو قبول کیا وہ خدا نے قبول کیا۔ یہ بات کہاں تک صحیح ہے اور کس حد تک قابل اعتماد ہوسکتی ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

قبول کرنا نہ کرنا مرضی الٰہی پر موقوف ہے لیکن اگر پیر سنی صحیح العقیدہ پابند شرع، غیر فاسق معلن ہو تو مرید کا ایسے پیر کے ساتھ اعتقاد مذکور رکھنے میں کوئی قباحت نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۱/ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

پیر صاحب کا یہ کہنا "روزانہ میری ملاقات کے لیے بزرگانِ دین آتے ہیں" عند الشرع کیسا؟

مسئلہ: از: خادم محمد ابرہیم اشرفی، ناسک مورخہ ۱۴/ جولائی ۱۹۷۲ء بروز جمعہ

---

(۱) مشکاة المصابيح ج:۱،ص:۲۲، كتاب الايمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة
(۲) ايضاً

قبلہ وکعبہ بزرگ محترم صاحب جامعہ عربیہ ناگپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک پیر صاحب کا یہ کہنا کہ روزانہ ملاقات کے لیے بزرگان دین آتے ہیں، کیا یہ بات کسی طرح صحیح ہے کیا؟ ایسی گندی و ناپاک جگہ پر اولیاے کرام تشریف فرما ہوسکتے ہیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

بزرگانِ دین کا کسی سے ملاقات کر لینا ان کی عنایات پر موقوف ہے۔ وہ جسے چاہیں شرفِ زیارت سے نوازیں۔ لیکن پیر صاحب مذکور کا اعلان کرنا کہ بزرگانِ دین ہم سے ملاقات کے لیے آیا کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر اپنی کرامت وولایت کا اعلان کرنا ہے حالاں کہ ولی اپنی ولایت کو چھپاتے ہیں۔ لہٰذا پیر صاحب کا قول شریعت کی کسوٹی پر ثابت نہ ہونے کی وجہ سے نامعتبر ہوگا۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۱ر جمادی الاخریٰ ۹۲ ۱۳ھ

زنا کیسے ثابت ہوگا؟ زانی کی امامت وتدریس کا حکم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

زید کا زنا ثابت ہو چکا ہے مگر وہ اقرار نہیں کرتا اور امامت ودرس وتدریس کے منصب پر فائز ہے اس صورت میں صحیح حل کیا ہوگا؟ زحمت فرمائیں۔ نیز یہ بھی فرمائیں کہ زانی اور زانیہ کا آپس میں نکاح ہو جائے تو عند الاحناف کیا مسئلہ ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر چار عادل گواہ نے زید کو اس طرح زنا کرتے دیکھا جیسے سلائی سرمہ دانی میں اور وہ چاروں گواہ اس کے زنا کی گواہی بھی دیتے ہوں تو زید کا زنا ثابت ہو جائے گا۔ اگر چہ زید انکار کرے۔ از روئے شرع اگر وہ شادی شدہ ہے تو رجم اگر غیر شادی شدہ ہے تو سو کوڑے مارے جائیں گے، لیکن یہ کام حاکم اسلام کا ہے اور یہاں حاکم اسلام کہاں؟ لہٰذا زید کو چاہیے کہ صدق دل سے توبہ کرے۔ اگر وہ توبہ کر لے تو اس کی امامت وتدریس میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث میں ہے: "**التائب من الذنب کمن لا ذنب له**"(۱) گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ اگر توبہ نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہوگی۔ اسی طرح اسے کسی اسلامی ادارے کا مدرس بنانا بھی درست نہیں کیوں کہ اس میں اس کی تعظیم ہے اور فاسق کی تعظیم درست نہیں بلکہ اس کی اہانت ضروری ہے۔ ہاں اگر چار گواہ عادل نہ ہوں تو زید کا انکار قابل قبول ہوگا اور اس پر زنا کا جرم نہ ہوگا۔

زانی اور زانیہ کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے۔ قدوری میں ہے: "**واذا تزوجت الحامل من الزنا جاز النکاح**"(۲) فقط

---

(۱) سنن الترمذی ج:۲، ص:۱۴۱۹، کتاب الزھد، باب ذکر التوبة

(۲) مختصر القدوری ج:۱، ص:۱۷۱، کتاب الطلاق، باب العدة

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۳ / جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

تعلیم کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں

مسئلہ: از: پیش امام محمد علی

محترمی ومکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

لڑکے اور لڑکیوں کے لیے دینی تعلیم سیکھنا کس عمر سے ضروری ہے۔ کیوں کہ آج کل بچوں کے ماں باپ کو ہی علم نہیں ہے۔ دینی تعلیم سے بالکل ناواقف ہیں، ماں باپ کی نصیحت بچوں پر آج کل نہیں ہے، ماں باپ سے بچوں کی تباہی ہو رہی ہے۔ کس عمر سے بچوں کو دینی تعلیم پانے کے لیے ماں باپ استاد کے پاس بھیجیں؟ بالکل چھوٹے چھوٹے بچے مسجدوں میں آکر بازار بنا رکھے ہیں۔ اگر استاد بچوں کو مارا یا ڈرایا تو ماں باپ استاد سے جھگڑا کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ لڑکے لڑکیوں کو کس عمر سے مدرسے میں داخل کرنا چاہیے؟ یہ مسئلہ لکھ کر روانہ کریں گے اور شیعہ مذہب امام کے پیچھے حنفی لوگوں کے لیے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور شیعہ مذہب والا کوئی مر گیا تو حنفی امام جنازہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ کو حل کر کے روانہ کریں؟ شیعہ والوں کے گھروں میں حنفیوں کے لیے کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں اور کھانے کی دعوت قبول کرنا کیسا ہے؟ فقط

الجواب بعون الملک الوهاب

بچے میں سمجھ بوجھ پیدا ہو جائے تو اس کی تعلیم شروع کر دینی چاہیے۔ عمر کی کوئی قید نہیں۔ بعض بچے فطری طور پر ذہین ہوتے ہیں اور بہت کم عمری میں شعور پیدا ہو جاتا ہے۔ جن بچوں سے گندگی کا احتمال ہو، ان بچوں کو مسجد میں آنے سے روکا جائے اور ان کے ماں باپ کو بھی چاہیے کہ ایسے بچوں کو مسجد میں نہ جانے دیں۔ اُستاد کو چاہیے کہ اپنے شاگردوں کو اولاد کی طرح سمجھے۔ اگر استاد ضرورت پڑنے پر بچے کو سزا دے تو بچوں کے والدین کو ہرگز ناراض نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ استاد باپ سے زیادہ مہربان ہوتا ہے اور اسے شرعاً سزا دینے کی اجازت ہے۔ شیعہ رافضی تبرائی کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ حنفی امام کو شیعہ کے جنازے کی نماز پڑھنا حرام اشد حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

شجرے کے بارے میں مفید معلومات

مسئلہ: از: خادم پیرزادہ سید محمد غیور علی حسن رضوی پوسٹ جاود مدھیہ پردیش، مورخہ ۲۱ / جمادی الاخری ۱۳۹۲ھ

محترم ومکرم قبلہ مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ سلام مسنون

(۱) شجرہ اپنے مرید کو پیر کیوں دیتے ہیں؟

(۲) شجرہ کی وجہ تسمیہ کیا ہے، کب سے جاری ہوا؟

(۳) وظائف وغیرہ مرید کو پڑھنے کے لیے کیوں دیے جاتے ہیں؟

پوری کیفیت بالتفصیل تحریر فرما کر مشکور فرمائیں، پورا کارڈ ہی تفصیل کے لیے وقف ہے۔حضور اس سید پر کرم فرما کر ہر سہ سوالات کا جواب مکمل وفورعطا فرمائیں۔سوال نوٹ کرلیا ہوں آپ صرف جواب والا کارڈ علیٰحدہ کر کے بھیج دینا فقیر سمجھ لے گا، بے روزگار ہوں، حضور دعا فرمائیں کہ میں روزگار سے لگ جاؤں۔فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) تاکہ اپنے سلسلے کے بزرگوں کے نام یادرکھے، ان کے وسیلے سے دعا مانگے اور خدا کا تقرب حاصل کرے۔

(۲) شجرہ کا لغوی معنی پھیلاؤ اور درخت کے ہیں۔جس طرح درخت کا پھیلاؤ اور اس کی بہت سی شاخیں ہوتی ہیں اسی طرح بزرگانِ دین کے یکے بعد دیگرے مختلف سلسلے ہوتے ہیں، اسی مناسبت سے اس کو شجرہ کہا جاتا ہے۔اجازت وخلافت کا سلسلہ حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایجاد ہوا۔لیکن جب بزرگانِ دین کے اسمائے گرامی کی تعداد زیادہ ہونے لگی تو اجازت وخلافت کی شکل میں منتقل ہوگئی تاکہ سلسلہ درمیان سے منقطع نہ ہو اور ضبط ممکن ہو۔

(۳) تاکہ صفائی قلب حاصل ہو اور طلب کی راہ آسان ہوجائے۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

اوہام بنائے احکام نہیں ہوسکتے

مسئلہ: از: خادم عبدالجبار محلہ ضلعدار شہر فتحپور یوپی ۱۳۱؍جولائی ۱۹۷۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ موجودہ میں:

(۱) ایک پرانی مسجد جس میں پتھر کا کتبہ لگا ہوا ہے اور بعد بسم اللہ کے رحمٰن النساء خانم ۱۲۱۲ھ تحریر ہے جو قریب ۱۸۰؍سال کی ہے۔کہا جاتا ہے کہ یہ ایک طوائف کی تعمیر کرائی ہوئی ہے لیکن کوئی بین ثبوت اس کا نہیں ہے اور پہلے اس میں نماز وتراویح ہوتی رہی ہے۔کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ تائب ہوکر نکاح کیا اور اپنے دین مہر کی رقم سے مسجد تعمیر کرائی اور ساتھ ہی ایک کنواں بھی جو مسجد سے ملحق ہے، جس سے محلہ والے برابر پانی پیتے رہے۔کتبہ سے بھی طوائف ہونا ظاہر نہیں ہوتا ہے اور نہ تعمیر کنندہ کا مکان اس کے قریب میں ہے اور نہ وہ اس محلہ یا فتحپور کی رہنے والی تھی۔کیا یہ شرعی حیثیت سے مسجد ہے اور نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

(۲) مسجد پر ایک جماعت نے قبضہ کیا، مکتب خانہ بنایا، قرآن مجید ودیگر کتب کی بھی تعلیم ہوتی رہی۔یہ کہاں تک جائز ہے؟

(۳) یہ کہ مسجد کے حجرے کو جماعت مذکور نے مردہ خانہ بنایا، لاوارث مردے رکھنے لگے اور صحن مسجد میں نماز جنازہ بھی ہوتی رہی یہ فعل جماعت کا کہاں تک جائز ہے؟

(۴) کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسجد کا رخ غلط ہے جس کی وجہ سے نماز نہیں ہوتی رہی۔ کیا نمازی اپنا رخ صحیح کر کے نماز نہیں پڑھ سکتے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۵) تعمیر مسجد کے وقت علمائے کرام و معززین محلہ نے منع کیوں نہیں کیا کہ تمہارا پیشہ حرام ہے، مسجد تعمیر نہ کراؤ اس میں نماز نہ ہوگی؟

(٦) مسجد از خود موقوفہ ہے اگر تحریری وقت میں کوئی متولی درج ہے یا کوئی قریبی رشتہ دار اس کا ہے تو وہ متولی ہو سکتا ہے؟ ورنہ کل مسلمانان محلہ متولی ہیں؟

بس التماس ہے کہ جلد تفصیلی جواب معہ حوالہ جات کے سرفراز فرمائیں جواب کے لیے لفافہ ہم رشتہ ہے۔ فقط والسلام

الجواب بعون الملک الوهاب

(۱) مسلمان اس لیے مسجد بناتا ہے کہ اس میں نمازیں پڑھی جائیں خدا کو یاد کیا جائے۔ ایک سو اسی ۱۸۰ر سال سے اسی پر مسلمانوں کا عمل رہا۔ اب بغیر ثبوت شرعی اپنے خیال فاسد سے یہ کہہ دینا کہ اس مسجد کی تعمیر ایک طوائف نے اپنے حرام پیسے سے کرائی ہے، قابلِ قبول نہیں، کیوں کہ یہ محض ایک وہم ہے اور اوہام بنائے احکام نہیں ہو سکتے، جب کہ مسلمانوں کی ایک دوسری جماعت کہہ رہی ہے کہ اس نے تائب ہو کر نکاح شرعی کیا اور اپنے مہر سے مسجد کی تعمیر کرائی۔ بہر حال بغیر ثبوتِ شرعی اسے غیر مسجد قرار دے کر ویران نہیں کیا جا سکتا۔ **بقوله تعالیٰ:** ''وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَا'' (البقرۃ: ۱۱۴) اس سے بڑا ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اس میں یاد خدا کرنے سے روکے اور اس کے ویران کرنے میں کوشش کرے۔ کنواں بھی اسی پر قیاس کیا جائے گا۔

(۲) اگر اہلِ سنت و جماعت نے قبضہ کر کے دینی تعلیم کے لیے مکتب قائم کیا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: **''اما المعلم الذی یعلم الصبیان بأجر اذا جلس فی المسجد یعلم الصبیان لضرورۃ الحر او غیرہ لا یکرہ''** (۱) البتہ اگر کسی بد مذہب نے قبضہ کیا ہے تو عام مسلمانوں کو چاہیے کہ اس سے قبضہ واپس لے لیں اور نہ پڑھانے دیں کیوں کہ بد مذہبوں کا مسجد میں مدرسہ کھولنا بد مذہبیت کا پھیلانا ہے۔

(۳) اگر بانی نے حجرہ بنا کر مسجد میں اسی لیے وقف کر دیا ہے کہ اس سے مسجد کے ضروریات پورے ہوں تو اس میں مردہ نہیں رکھا جا سکتا، ہاں اگر عام مسلمانوں کے مفاد کی خاطر وقف ہے تو مردہ رکھا جا سکتا ہے۔ البتہ صحن مسجد میں نماز جنازہ درست نہیں کیوں کہ صحن مسجد یقینا مسجد ہے اور مسجد میں نماز جنازہ اصح مذہب پر مکروہ تحریمی ہے۔ **بقول النبی ﷺ:** **''من صلی علی**

---

(۱) الفتوی الهندیه ج:۱، ص:۱۱۰، کتاب الصلاۃ، الباب السابع فی ما یفسد الصلاۃ

جنازة فی المسجد فلیس له شیء۔"(۱) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا جس نے جنازے کی نماز مسجد میں پڑھی اس کے لیے کچھ اجرنہیں۔تنویر الابصار ودرمختار میں ہے: "کرهت تحریماً وقیل تنزیهاً فی مسجد جماعة هو ای المیت فیه وحده او مع القوم"(۲) عالمگیری میں ہے: "وصلوٰة الجنازة فی المسجد الذی تقام فیه الجماعة مکروهة سواء کان المیت والقوم فی المسجد او کان المیت خارج المسجد والقوم فی المسجد او کان الامام مع بعض القوم خارج المسجد والقوم الباقی فی المسجد او المیت فی المسجد والامام والقوم خارج المسجد هو المختار کذا فی الخلاصة"(۳) جنازہ کی نماز مسجد میں جہاں جماعت ہوتی ہے مکروہِ تحریمی ہے۔عام ازیں کہ میت اور قوم مسجد میں ہو یا خارج مسجد ہو یا میت خارج مسجد ہو اور قوم مسجد میں ہو یا امام بعض قوم کے ساتھ خارج مسجد اور باقی قوم مسجد میں ہو یا میت مسجد میں اور امام وقوم خارج مسجد ہو۔یہی مختار ہے ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔

(۴) اگر سمت قبلہ سے ۴۵/درجہ تک جھکا ہوا ہے تو نماز صحیح ہوجائے گی چہ جائیکہ نمازی صحیح رخ اختیار کرے۔مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: "ما بین المشرق والمغرب قبلة"(۴) مشرق ومغرب کے درمیان قبلہ ہے۔اس کے حاشیہ پر مرقاۃ کے حوالے سے مندرج ہے: یہ اہل مدینہ کے لیے ہے(۵) بخلاف ہندوستانیوں کے "فان القبلة بین الجنوب والشمال" یعنی ہندوستانیوں کا قبلہ جنوب شمال کے بیچ میں ہے۔

(۵) علمائے کرام یا معززین محلہ کا منع نہ کرنا اس کے مسجدِ صحیح ہونے پر بین ثبوت ہے۔کسی غلط کام پر علما کا بروقت کسی مصلحت سے منع نہ کرنا اس کے اصل قانون میں کچھ نہیں لاتا۔

(۶) تولیت کا زیادہ حق اس کے بانی یا اس کی اولاد کو ہے۔اگر ان میں سے کوئی متولی نہ ہو تو عام مسلمانوں کو اختیار ہے کہ کسی امین،غیر فاسق کو متولی منتخب کرلیں۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسوله صلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۲۹/جمادی الاخریٰ ۱۳۹۲ھ

تجدیدِ ایمان ونکاح کی صورت میں تجدید نکاح کو ضروری نہ ماننا فسق ہے

---

(۱) سنن ابن ماجه ج:۱، ص:۴۸۶، باب ماجاء فی الصلاة علی الجنائز فی المسجد

(۲) الدر المختار ج:۲، ص:۲۲۵، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز

(۳) الفتاوی الهندیه ج:۱، ص:۱۶۵، کتاب الصلاة، البا الحادی والعشرون فی الجنائز

(۴) سنن الترمذی ج:۱، ص:۴۴۶، ابواب الصلاة، باب ماجاء ان ما بین المشرق والمغرب قبلة

(۵) مرقاة المفاتیح ج:۲، ص:۲۰۲، باب المساجد ومواضع الصلاة

مسئلہ: از: ایچ، اے صابری

بکر ایک مسجد کا امام ہے اور وہاں کا مہتمم زید مذکور ہے بکر اعلیٰ حضرت کا مرید ہے۔ بکر کے پیر بھائیوں یعنی اعلیٰ حضرت کے دیگر مریدین نے بکر سے کہا کہ زید کی وجہ سے تم بھی الجھے ہو لہٰذا برہان الحق جبل پوری سے یا اپنے پیر اعلیٰ حضرت قبلہ سے فیصلہ کروالو۔ لیکن بکر اس کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر میں کچھ قدم اٹھاؤں گا تو زید مجھے امامت سے نکال دے گا۔ میری روزی خطرے میں پڑ جائے گی۔ بکر اعلیٰ حضرت کے فتوی کے بعد بھی زید کو مسلمان مانتا ہے اور زید کے نماز پڑھنے اور پیر بنانے و بوسہ و تعظیم و تکریم کو صحیح و جائز مانتا ہے اور بکر پر خود بھی توہین قرآن کو مذاق ماننے کے جرم میں کفر عائد ہے۔ جس میں بریلی شریف سے توبہ، کلمہ، تجدید نکاح کا حکم آیا تھا اس میں سے بکر نے توبہ اور کلمہ کا اقرار تو کیا ہے مگر تجدید نکاح کو ضروری نہیں سمجھتا۔ لوگوں نے بار بار یہ زور دیا کہ مفتی صاحب جبل پور یا اعلیٰ حضرت بریلی یعنی اپنے پیر صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہو کر پوچھ لو وہ جیسا کہیں مان لو اور زید کے متعلق بھی جو حکم ہو اس پر عمل کرو۔ لیکن بکر روزی روٹی کے ڈر سے شرعی فیصلوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ لہٰذا حضور بتائیں کہ زید مذکور کو مسلمان مان کر اور اس کی امامت اور تعظیم و تکریم کو جائز ماننے والے اور خود پر عائد فتوے میں توبہ، کلمہ پر عمل کر کے تجدید نکاح نہ کرنے والے بکر کی امامت ناجائز ہے یا نہیں؟ اور بکر زید مذکور سے قطع تعلق کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر شرعی فیصلہ ٹھکراتے ہوئے زید یا بکر کی امامت میں نمازیں پڑھی گئیں تو واجب الاعادہ ہوگی یا نہیں؟ شرعی حکم فرما کر مشکور فرمائیں۔ **بینوا و توجروا**

الجواب بعون الملک الوهاب

بکر کا محض امامت کو برقرار رکھنے کے لیے اصل مسئلہ سے روگردانی کرنا یا زید کی تعظیم و تکریم کرنا حرام اشد حرام ہے۔ پھر یہ کہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح کی صورت میں تجدید نکاح کو ضروری نہ سمجھنا فسق ہے۔ کیوں کہ کفر عائد ہونے کے بعد فقہا تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم دیتے ہیں۔ عالمگیری میں ہے: ''**يؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته كذا في المحيط**''۔ (۱) یعنی کلمۂ کفر عائد ہونے کے بعد توبہ و تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔ تجدید نکاح نہ کرنے سے فعل حرام کا ارتکاب لازم آئیگا جو فسق ہے۔ پھر وہ فسق بکر کا اگر اعلانیہ طور پر عام ہو چکا ہے تو بکر فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی اور اس کا لوٹانا واجب ہوگا۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب و رسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۷ رشعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

نماز میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال آنے اور میلاد و معراج کے بارے ایک سوال

مسئلہ: از: صدیق احمد محمد شبراتی فورمین اسٹیس کیمور فیکٹری ضلع جبلپور

قبلہ مولانا صاحب قبلہ السلام علیکم

---

(۱) ایضاح: ۲، ص: ۲۸۳، کتاب السیر الباب التاسع فی احکام المرتدین

بعد سلام کے عرض خدمت ہے کہ ہمارے محلّے میں ایک آدمی ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ میلاد کرنے یا سننے میں کیا فائدہ ہے، اور یہ لکھتا ہے کہ اگر نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خیال آ جائے تو نماز نہیں ہوگی۔ کیا اس کا کہنا درست ہے شرعی حکم سے مطلع فرمایئے۔ عین نوازش ہوگی۔

اور اسی شخص کا یہ بھی کہنا ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معراج جسمانی نہیں روحانی ہوئی ہے، کیا یہ درست ہے؟ شرعی حکم سے آگاہ کیجئے۔

ایک مرید کے مکان میں ان کے پیر صاحب تشریف لائے۔ میں وہاں پر موجود تھا تو میں نے کہا کہ پیر صاحب نماز کے لیے وضو بنا لیجیے۔ وضو بنا کر پیر صاحب نماز پڑھنے لگے اور ان کے مرید جو وہاں پر موجود تھے ان سے پیر صاحب نے یہ بھی نہیں کہا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ نماز پڑھیے۔ تو ایسے پیر صاحب کے واسطے کیا حکم ہے؟ غلطی معاف۔ فقط

الجواب بعون الملک الوھاب

میلاد شریف کرنے سے بیشمار فائدے ہیں، خدائے تعالیٰ کی حمد وثنا ہوتی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود وسلام پڑھا جاتا ہے، اعمال خیر کی ترغیب دی جاتی ہے، برے کاموں سے نفرت دلائی جاتی ہے، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت طیّبہ بیان کی جاتی ہے۔ غرض کہ میلاد شریف کی ایک ایک ادا میں بیشمار دینی ودنیاوی فائدے ہیں جن کا انکار وہی کر سکتا ہے جس کے دل میں ایمان و محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دولت نہ ہو۔

اسی طرح یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خیال نماز میں آجانے سے نماز نہ ہوگی گمراہی اور بددینی ہے۔ ہم نماز میں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سلام کرتے ہیں "السلام علیك ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته" اور درود پاک پڑھتے ہیں۔ پھر یہ کہنا حضور کا خیال نماز میں آجانے سے نماز نہیں ہوتی کس قدر جہالت ہے۔ اس سے سوال کیا جائے کہ نماز میں "السلام علیك ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته" پڑھتے ہو یا نہیں اگر نہیں پڑھتے تو نماز مکمل نہیں ہوتی اور اگر پڑھتے ہو تو نماز میں حضور کا خیال آیا یا نہیں۔

ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معراج جسمانی کا انکار کرنا گمراہی ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں حدیث میں آیا ہے "ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم"(۱) ان سے دور رہو ان کو اپنے سے دور رکھو کہ کہیں تمہیں گمراہ نہ کر دیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

اگر اس شخص نے یہ کلمات شنیعہ بر بنائے وہابیت کہے ہیں تو اس پر توبہ وتجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہے تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔ ورنہ صرف توبہ کرے اور اللہ کے رسول کی محبت دل میں پیدا کرے۔

اگر پیر صاحب نے اس وقت مرید سے نماز پڑھنے کو نہ کہا تو پیر صاحب پر کچھ گناہ نہیں۔ البتہ مرید کے بے نمازی رہنے سے

(۱) الصحیح لمسلم ج:۱ ، ص:۱۲، مقدمه، باب فی الضعفاءوا لکذابین

راضی رہتے ہیں تو ایسے پیر سے مرید ہونا جائز نہیں وہ توبہ کرے اور مریدوں کو نماز پڑھنے کی ہدایت کرے۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی

جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۰ ؍شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

کسی بدمذہب کو انجمن کا صدر مقرر کرنا جائز نہیں

مسئلہ: از: عبدالستار عبداللہ

بخدمت شریف عالی جناب مفتی دارالعلوم دارالافتاء جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور۔۔۔سلام مسنون

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درمیان اس مسئلہ میں:

سنّی مسلمانوں کی وقف کمیٹی کے لیے شیعہ مسلک (بوہرہ جماعت) کے حضرات میں سے صدر کا انتخاب کیا جانا کیسا ہے؟ یہاں سنّی مسلمانوں کے ایک ادارہ بنام انجمن معاون اسلام۔صدر ایک شیعہ حضرت کا عرصہ سے انتخاب کیا گیا ہے، مذکورہ صدر صاحب نے اس ادارہ کے تحت جاری کردہ دینی مدرسہ کو جو عرصہ سے جاری تھا اور بحسن وخوبی اپنی دینی خدمات انجام دے رہا تھا اپنی لاپرواہیوں سے مدرسہ بند کرادینے پر مجبور کردیا اس مدرسہ کو دوبارہ جاری کرنے کی سنی مسلمانوں کی کوششوں کو بھی انہوں نے کامیاب ہونے نہیں دیا۔صدر صاحب مدرسہ دوبارہ جاری کرنے کی نہ کوشش کرتے ہیں اور نہ ہی ان کو اس سے کوئی دلچسپی ہے۔ ان کے اس رویّے سے شہر کے سنی حضرات سخت ناراض ہوکر ان سے مباحثہ کر بیٹھے اور ان میں سے ایک نوجوان نے درمیان مباحثہ ان سے کہہ دیا کہ تم مسلمان ہی نہیں ہو تو تمہیں ہمارے ادارے کا فوراً چارج چھوڑ دینا چاہیے۔اس سے صدر صاحب سخت ناراض ہوکر اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کررہے ہیں۔لہٰذا مؤدبانہ التماس ہے کہ شرعاً صدر کا انتخاب کیسا ہے؟ اور آیا انہیں شرعاً مسلمان سمجھنا کیسا ہے؟ جواب باصواب سے جلد مطلع کرنے کی زحمت گوارہ فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

الجواب بعون الملک الوھاب

شیعہ بوہرہ اپنے عقائد باطلہ کے سبب کافر ومرتد ہیں، اگرچہ وہ ہزار بار اپنی زبان سے مسلمان ہونے کا دعویٰ کریں۔لہٰذا سنّی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ شیعہ بوہرہ کو اپنی انجمن کا صدر مقرر کریں۔**لقولہ تعالیٰ:** "**وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا**" (النساء:۱۴۱) حدیث شریف میں ایسے ہی لوگوں کے لیے فرمایا گیا ہے: "**وایاھم وایاکم لا یضلونکم ولا یفتنونکم**" (۱) لہٰذا سنّی مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنی انجمن کی صدارت سے اسے معزول کرکے کسی سنّی صحیح العقیدہ کو صدر منتخب کریں۔فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

---

(۱) الصحیح لمسلم ج:۱، ص:۱۲، مقدمہ، باب فی الضعفاء والکذابین

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۷؍رمضان المبارک ۹۲ ۱۳ھ

ایک شخص کے وہابی ہونے کے شبہ پر ایک سوال اور اس کا جواب

مسئلہ: از: عبد الکریم متولی کچھیان مسجد اتواری ناگپور ۹؍رمضان المبارک ۹۲ ۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

حافظ عبد الغنی صاحب مؤمن پورہ ناگپور کچھیان مسجد میں تراویح پڑھاتے تھے ان کے بارے میں کچھ لوگوں کو شبہ ہوا کہ وہ وہابی ہیں تو سنی نے ان سے ایک تحریر دے کر جواب مانگا، تو انہوں نے جو تحریری جواب دیا ہے وہ اس استفتاء کے ساتھ منسلک ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ حافظ صاحب مذکور کے پیچھے تراویح پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں حافظ صاحب کی تحریر ثابت کر رہی ہے کہ وہ سنی صحیح العقیدہ ہیں لہٰذا ان کے پیچھے تراویح پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہاں اگر ان کا عمل اس تحریر کے خلاف ہو تو البتہ اس وقت وہ قابل امامت نہیں رہیں گے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبد الحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۹؍رمضان المبارک ۹۲ ۱۳ھ

شانِ فاطمۃ الزہرا اور اختیار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مسئلہ: از: مولانا عبد الغفار شمیم ساکن نئی بستی ٹیکہ ناگپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں:

عمرو بکر دونوں کہتے ہیں کہ زید کا قول ہے کہ قرآن چار شادیوں کی اجازت دیتا ہے۔ مگر حضور پر نور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اے علی! تم فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی میں دوسرا عقد مت کرنا۔ لہٰذا اب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی میں دوسرا نکاح کرنا ناجائز ہو گیا۔ آیا زید کا ایسا کہنا شریعت مطہرہ کی رو سے کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

یہ صحیح ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی موجودگی میں حضرت علی کے لیے دوسرا نکاح رَوا نہ تھا۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اختیار ثابت ہوتا ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب ورسولہ ﷺ

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۵؍رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

حیاتِ انبیا علیہم الصلاۃ والسلام

مسئلہ: از: انور جلیل ناگپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں:

زید کی کتاب میں ایک عبارت اس طرح درج ہے کہ ''انبیا علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں ازواجِ مطہرات پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں'' اس لیے تحریر فرمایا جائے کہ زید اور اس جیسا عقیدہ رکھنے والے کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے مطابق ایک آن کے لیے موت طاری ہوتی ہے، پھر انہیں حیات دنیوی حقیقی عطا فرمادی جاتی ہے۔ وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں ادا فرماتے ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ ان پر احکام دنیا جاری ہوتے ہیں۔ اس لیے نہ ان کے اموال میں ترکہ تقسیم ہوگا۔ نہ ان کی ازواج مطہرات کو دوسرا نکاح کرنا جائز نہ ان پر عدت ہے۔ سنن ابن ماجہ کی حدیث ہے: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''**ان الله تعالیٰ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء فنبی الله حیٌّ یرزق**''(۱) اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسم اقدس کو مٹی پر کھانا حرام فرما دیا ہے۔ تو اللہ کا نبی زندہ ہے انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ اسی حدیث کے ضمن میں مرقات میں ہے: ''**لانه رأی موسیٰ قائماً یصلی فی قبره و کذلك ابراهیم کما فی حدیث مسلم وصح خبر الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون**''(۲) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز ادا فرما رہے ہیں اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے اور انبیا کی خبر صحیح ہے کہ وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔

زید کی کتاب کی عبارت مسئولہ کا ماخذ حضرت علامہ سیدی محمد ابن عبد الباقی زرقانی کا قول مبارک ہے۔ اس لیے زید یا زید جیسا عقیدہ رکھنے والے صحیح و درست ہیں۔ فقط

والله اعلم بالصواب ورسوله صلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: محمد عبدالحلیم رضوی اشرفی
جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور ۱۵؍رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

---

(۱) سنن ابن ماجه ج:۱ س:۵۲۴، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاته ودفنه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۲) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ج:۳، ص:۱۰۲۰، کتاب الصلاۃ، باب الجمعة